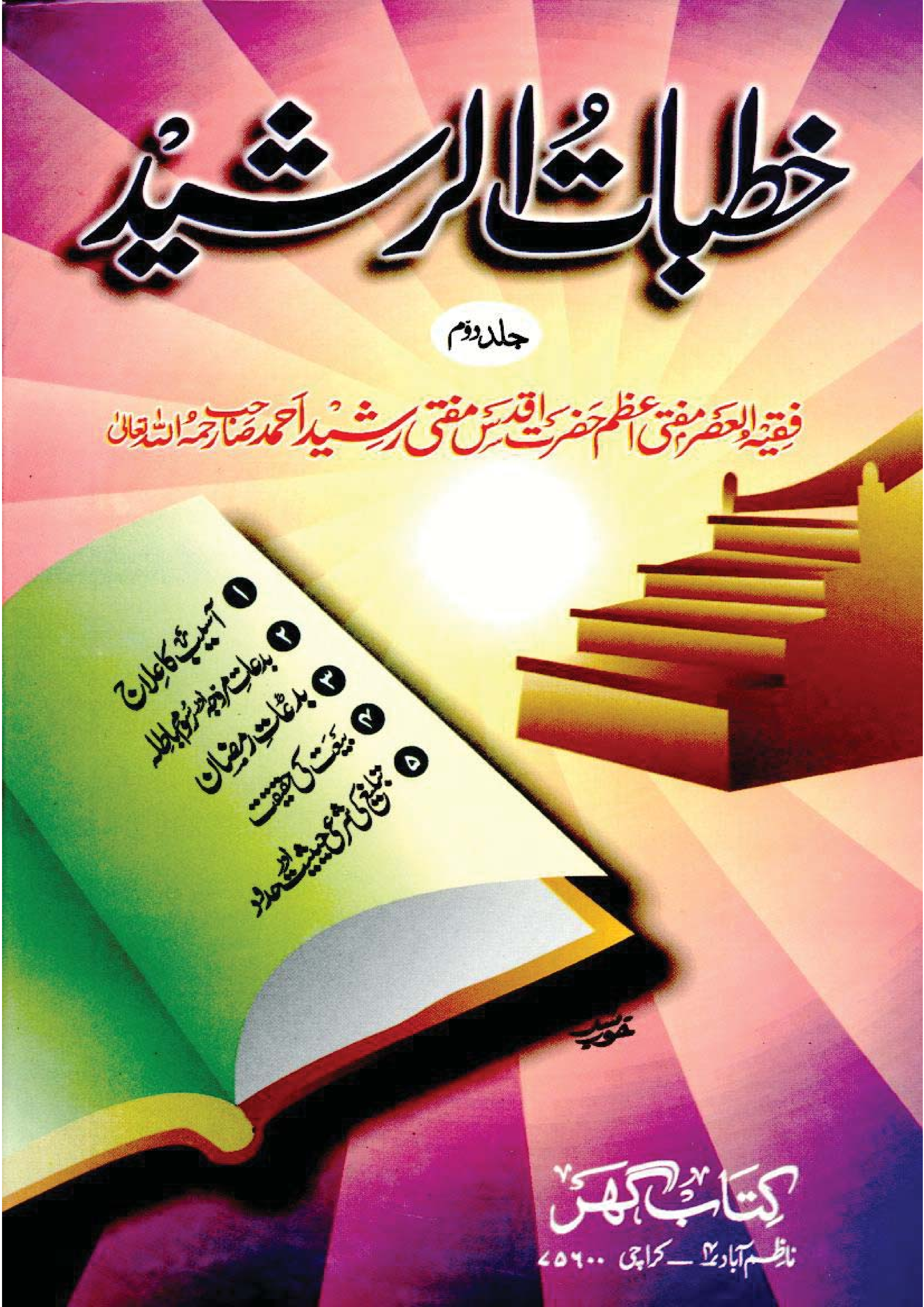

خطبات الرشید

جلد دوم

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

- ۱ آسیب کا علاج
- ۲ بدعاتِ مروجہ اور رسومِ جاہلیہ
- ۳ بدعاتِ رمضان
- ۴ بیعت کی حقیقت
- ۵ تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود

کتاب گھر
ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

خطباتُ الرشید

جلد ثانی

Best Urdu Books

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہُ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ خطبات الرشید جلد ثالث

بمقام: ☜ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: ☜ بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: ☜ رجب ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۴۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۴۳۸۱۴

Best Urdu Books

ملنے کے پتے

1. پورے پاکستان میں "ضرب مومن" کے تمام دفاتر میں دستیاب۔
2. دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی۔
3. ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور۔
4. ادارۃ المعارف، دار العلوم، کراچی۔
5. مظہری کتب خانہ، گلشن اقبال، کراچی۔
6. میمن اسلامک پبلشرز، لیاقت آباد ۱۸۸/۱، کراچی۔
7. اقبال بک ڈپو، صدر، کراچی۔

اجمالی فہرست

خطباتُ الرشید

جلد ثانی

Best Urdu Books

	صفحہ
⑦ آسیب کا علاج	۲۵
⑧ بدعاتِ مروجہ اور رسومِ باطلہ	۱۳۹
⑨ بدعاتِ رمضان	۱۶۱
⑩ بیعت کی حقیقت	۲۲۷
⑪ تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود	۲۷۵

عرضِ ناشر

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے گرانقدر مواعظ کی دوسری جلد حضرات قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ الحمد للہ! مواعظ کی پہلی جلد نے صرف چار ماہ کے عرصہ میں بے پناہ مقبولیت حاصل کر لی۔ چنانچہ حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے متوسلین اور قارئین کی طرف سے شدید تقاضا ہوا کہ مواعظ کی جلد ثانی بھی جلد آنی چاہیے۔ چنانچہ "جامعۃ الرشید" کے استاذ مولانا عبداللہ میمن صاحب نے اس کو فوراً مرتب فرمایا اور جناب بھائی جمال عبداللہ عثمان صاحب اور جناب خورشید عالم صاحب نے اس کو کمپوز کر کے اور اس کی تصحیح کر کے چار ماہ کے مختصر عرصہ میں تیار کر دیا اور اب یہ علمی جواہر پارے کا حسین گلدستہ آپ کے سامنے ہے۔ اس سے استفادہ کرنا آپ کا کام ہے۔ خود بھی پڑھیں، اپنی اولاد کو پڑھائیں اور اپنے دوست احباب کو پڑھنے کی ترغیب دیں اور دینِ اسلام کو صحیح صورت میں پھیلانے میں ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔

محمد سلیم
ناظم کتاب گھر ناظم آباد کراچی

Best Urdu Books

تفصیلی فہرست مضامین

آسیب کا علاج

عنوان	صفحہ
درس عبرت	۲۵
محبِ صادق کی کیفیت	۲۶
راجہ کے بیٹے کا قصہ	۳۱
مسلمان کو اللہ پر اعتماد نہیں	۳۱
اللہ کے نافرمانوں پر عبرتناک عذاب	۳۲
نافرمانوں پر عذاب کی دو قسمیں	۳۳
پہلی قسم	۳۳
دوسری قسم	۳۳
اللہ سے ڈرنے والوں سے ہر چیز ڈرتی ہے	۳۷
اللہ سے ڈرنے والوں کی ہیبت کے چند قصے	۳۸
۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۳۸
۲ شیر مجاہد کا غلام	۳۸
۳ جنگل کے تمام جانور مجاہدین کے تابع	۳۹
۴ مجاہدین کے لیے جانوروں کا کلام کرنا اور اپنی جان پیش کرنا	۴۰
۵ مجاہدین کا دریائے دجلہ میں گھوڑے دوڑانا	۴۱

Best Urdu Books

عنوان	صفحہ
۶ مجاہدین کے لیے سمندر کا تابع ہوجانا	۴۳
۷ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ	۴۳
۸ شیخ سعدی کے وقت کے ایک بزرگ	۴۴
۹ قصبہ ''مشائخ'' کے ایک بزرگ	۴۵
۱۰ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ	۴۵
آج کے مسلمان کی بہادری اور بزدلی	۴۶
عاملوں کے عاشق	۴۷
لڑکیوں پر جن عاشق ہوگئے	۴۹
لڑکی کو جنات مروڑ دیتے ہیں	۵۰
کمرے پر جنات کا قبضہ	۵۰
عاملوں کا امتحان لیجیے	۵۲
امتحان کے دو قصے	۵۳
پہلا قصہ	۵۳
دوسرا قصہ	۵۴
حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام	۵۴
اس زمانے کے بدعمل عاملوں کا حال	۵۵
مریض کو اُلّو بنانے کے طریقے	۵۵
غیب کی خبروں کے بارے میں لوگوں کا حال	۵۷
جن یا سفلی سے انکار نہیں	۶۰
اکثریت پر جن یا سفلی نہیں ہوتا	۶۰

Best Urdu Books

عنوان	صفحہ
مریضوں کی تین قسمیں	۶۱
۱ مرض	۶۱
۲ مکر	۶۲
مکر کے قصے	۶۲
۳ وہم	۶۶
طریق علاج	۶۶
پہلی قسم	۶۶
دوسری قسم	۶۷
تیسری قسم	۶۸
ایک در کا فقیر	۶۹
اللہ پر توکل واعتماد اور چار چیزوں کا دعویٰ	۷۱
سبق آموز قصے	۷۱
۱ غیب کی خبریں بتانے والی عورت	۷۱
۲ نقلی صحابی پر ضرب کلیمی	۷۳
۳ طنابیں ٹوٹ گئیں خیمے ہی اُڑ گئے	۷۳
۴ جنات کا فرار	۷۵
۵ عامل معمول	۷۶
۶ کراماتی طمانچہ	۷۷
۷ نام سنتے ہی جن بھاگ گیا	۷۸
۸ آواز سنتے ہی جن بھاگ گیا	۷۹

Best Urdu Books

عنوان	صفحہ
۹ خاران کی شہزادی	۷۹
۱۰ خط پڑھتے ہی آسیب رخصت	۸۱
۱۱ جنات میں کراماتی طمانچے کی شہرت	۸۲
۱۲ شیر کا کان پکڑ کر لائیں	۸۲
۱۳ دیو بھاگ گیا	۸۳
۱۴ جان سے مار دینے کی دھمکی کا جواب	۸۳
۱۵ ایک وجدی کا قصہ	۸۶
۱۶ ایک ملحد پیر کی ناکامی	۸۶
۱۷ توجہ کا اثر سلب ہوگیا	۸۶
۱۸ خواجہ غلطان	۸۷
۱۹ بزرگی کی علامت	۸۸
۲۰ ذرا سی ڈانٹ سے وجد غائب	۸۹
❁ ہدایت کی بات	۸۹
❁ پیروں کی دو قسمیں	۹۰
❁ پہلی قسم	۹۰
❁ دوسری قسم	۹۰
❁ دو قصے	۹۱
❁ جنات پر عالم کا رُعب	۹۱
❁ متقی کی قوت	۹۲
❁ ایک دُعاء	۹۳

Best Urdu Books

عنوان	صفحہ
حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت	٩۴
عوام سے الگ رہنے میں انہی کا فائدہ مقصود	٩۴
الگ رہنے میں فائدے کی مثالیں	٩۵
پہلی مثال	٩۵
دوسری مثال	٩٦
تیسری مثال	٩٧
خدمت دین کی صلاحیت کو ضائع کرنا جائز نہیں	٩٧
عوام سے بچنے کا طریقہ	٩٨
تعویذ بھی دُعاء ہی ہے	٩٩
دارالافتاء کا طریقہ	١٠٠
فقیہ النفس حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد	١٠٢
اشکالات	١٠٣
١ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر	١٠٣
سلاطین پر جادو کا اثر نہیں ہوتا	١٠۴
٢ ہزار میں سے ایک کی تحقیق کیسے ہو؟	١٠۴
٣ علاج فریب ہے تو فائدہ کیسے ہوجاتا ہے؟	١٠٦
۴ مفت علاج کرنے والوں کا کیا فائدہ	١٠٧
۵ علاج فریب ہے تو علماء یہ کام کیوں کرتے ہیں؟	١٠٨
مفتیوں کی قسمیں	١٠٩
٦ دھندا نہ بنانے والوں سے تعویذ لینا	١١٠

Best Urdu Books

عنوان	صفحہ
٧ عاملوں کی سیاست	۱۱۱
❁ الٹی بات	۱۱۱
٨ حاجات دنیویہ کی تکمیل کے لیے وظائف پڑھنا	۱۱۳
❁ ختم اور تعویذ کے فسادات	۱۱۶
٩ گناہوں کو چھوڑنے کے ساتھ وظائف پڑھنا	۱۱۶
۱۰ آیات قرآنیہ گھول کر پینا	۱۱۷
۱۱ حصار کھینچنا	۱۲۰
۱۲ جادو کرنا کروانا شرک ہے	۱۲۱
❁ تنبیہ	۱۲۲
❁ جن تابع یا عامل؟	۱۲۲
❁ اسباق	۱۲۳
۱ دجال	۱۲۳
۲ دریائے نیل کا جاری ہونا	۱۲۴
۳ منصور	۱۲۵
۴ بدعتی پیر	۱۲۶
❁ قصوں کی حقیقت	۱۲۷
① توجہ ڈالنا	۱۲۷
② متاثر ہونا	۱۲۷
③ شیطانی تصرف	۱۲۸
④ استدراج	۱۲۸

Best Urdu Books

عنوان — صفحہ
انسان جنات سے افضل ہیں ۱۲۸
تکملہ ۱۳۲

بدعات مروّجہ اور رسوم باطلہ

پیش لفظ ۱۳۹
بدعت کی حقیقت ۱۴۱
شیطان کی وحی ۱۴۳
شریعت سے متوازی حکومت ۱۴۴
ایصال ثواب یا عذاب؟ ۱۴۵
بدعت سے بڑھ کر شرک بھی ۱۴۵
اللہ کے بندے یا برادری کے؟ ۱۴۶
گدھ بصورت انس ۱۴۷
ایصال ثواب کا صحیح طریقہ ۱۴۸
ایک غلط فہمی کا ازالہ ۱۴۹
قیامت کی ہولناکیوں میں رحمت کے مستحقین ۱۴۹
ایصال ثواب کا بہتر طریقہ ۱۵۰
شیطان کا سبق اور اس کا نتیجۂ بد ۱۵۱
ایصال ثواب کی غلط پابندیاں ۱۵۲
ایصال ثواب کے کھانے کا شرعی حکم ۱۵۲
اللہ تعالیٰ کی آسانیاں اور بندوں کی پابندیاں ۱۵۳

Best Urdu Books

صفحہ	عنوان
۱۵۴	شکم پرست جعلی مُلّاؤں کے دھوکے
۱۵۴	ایک شکم پرست مُلّا کا قصہ
۱۵۵	دوسرے شکم پرست مُلّا کی حکایت
۱۵۶	ایک غلط عقیدہ کی اصلاح
۱۵۶	بدعات کے ماحول میں وصیت کرنا فرض ہے
۱۵۶	ایک عبرت آموز قصہ

بدعاتِ رمضان

صفحہ	عنوان
۱۶۲	رمضان کی حکمت
۱۶۲	حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد
۱۶۳	وعظ ضرورت کے مطابق ہونا چاہیے
۱۶۴	دوسروں تک بات پہنچانے کا طریقہ
۱۶۴	حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی استقامت کے دو قصے
۱۶۵	① بھتیجی کی شادی
۱۶۵	② ختنے کی رسم
۱۶۷	ارتداد کے درجات
۱۶۷	پہلا درجہ
۱۶۸	دوسرا درجہ
۱۶۸	تیسرا درجہ
۱۶۹	چوتھا درجہ

Best Urdu Books

عنوان	صفحہ
پانچواں درجہ	۱۶۹
رمضان میں گناہوں کی کثرت	۱۷۳
آج کے مسلمان کے خودساختہ اعمال کی حقیقت	۱۷۴
رمضان میں ہونے والے گناہوں کی فہرست	۱۷۵
۱ قاری اور سامع کی اجرت	۱۷۷
اشکال	۱۷۷
کوئی آپھنسے	۱۷۷
دارالافتاء کے مفتیان کرام کا حال	۱۸۰
اشکال کا جواب	۱۸۰
عقل کے بندو اللہ کی بندگی اختیار کرو	۱۸۱
قصہ محمود وایاز	۱۸۳
خدمت کے نام پر لینے دینے والوں کا امتحان	۱۸۵
حقیقت شناس	۱۸۵
ایک قاری صاحب کا قصہ	۱۸۷
فاسق کی امامت کا حکم	۱۸۸
۲ تراویح کی متعدد جماعتیں	۱۸۹
۳ تراویح کے لیے عورتوں کا مسجد میں جانا	۱۹۱
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقام	۱۹۱
پکی روٹی	۱۹۱
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی اہلیہ کو روکنا	۱۹۳

Best Urdu Books

عنوان	صفحہ
رئیسۃ القوم	۱۹۶
شف بیسی	۱۹۷
دین کو قائم کرنے کا طریقہ	۲۰۰
۴ عورتوں کی جماعت	۲۰۱
مرد و عورت کے لیے علم کی حقیقت	۲۰۲
① تجوید القرآن	۲۰۲
② احکام قرآن کا علم	۲۰۲
③ احکام قرآن پر عمل	۲۰۳
④ شبینہ	۲۰۳
پہلی صورت	۲۰۴
دوسری صورت	۲۰۵
تیسری صورت	۲۰۵
چوتھی صورت	۲۰۵
⑥ چندروزہ ختم	۲۰۶
⑦ ستائیسویں رات میں ختم	۲۰۶
⑧ لیلۃ القدر کی وضاحت	۲۰۷
⑨ بسم اللہ پڑھنا	۲۰۹
⑩ تکرار اخلاص	۲۰۹
⑪ مفلحون پر ختم کرنا	۲۱۰
⑫ تراویح کے بعد مروج دعاء	۲۱۰

Best Urdu Books

عنوان صفحہ

تنبیہ ۲۱۰
⑬ ختم قرآن کے موقع پر چراغاں کرنا ۲۱۱
⑭ مٹھائی تقسیم کرنا ۲۱۱
⑮ روزہ کشائی ۲۱۳
⑯ افطار پارٹی ۲۱۳
⑰ مسجد میں کھانے لانا ۲۱۴
⑱ لیلۃ الجائزۃ ۲۱۵
⑲ چاند کے حساب کے غیر شرعی طریقے ۲۱۶
⑳ عید سے پہلے میٹھی چیز کھانا ۲۱۶
㉑ سویاں پکانے کا التزام ۲۱۷
㉒ سویوں کا مبادلہ ۲۱۷
㉓ نماز عید یا خطبہ کے بعد دعاء ۲۱۷
㉔ نماز عید کے بعد مصافحہ ومعانقہ ۲۱۸
㉕ عید مبارک کہنا ۲۱۸
㉖ عیدی لینا دینا ۲۱۸
㉗ ہر عید پر نیا جوڑا بنانا ۲۲۰
㉘ شش عید منانا ۲۲۲

بیعت کی حقیقت

عرض مرتب ۲۲۸

Best Urdu Books

عنوان	صفحہ
حضرت اقدس کا طریق تربیت	۲۲۸
بیعت کے بعد	۲۳۰
رشتے کرنے کی شرائط	۲۳۲
غیر شادی شدہ خواتین کو بیعت کرنے کی شرط	۲۳۲
بیعت کرنے میں تاخیر کی حکمت	۲۳۳
تین قصے	۲۳۳
پہلا قصہ	۲۳۳
دوسرا قصہ	۲۳۴
تیسرا قصہ	۲۳۸
لطیفہ	۲۳۹
ایک عطائی حکیم کا قصہ	۲۴۰
دوسرے عطائی حکیم صاحب	۲۴۰
آج کل کے پیروں کا حال	۲۴۲
چیلے کا قصہ	۲۴۴
مجاہد کی عظمت	۲۴۴
مقصد بیعت	۲۴۵
تحصیل دنیا کی بدترین صورت	۲۴۷
تحصیل مقصود کے غلط طریقے	۲۴۸
صحیح طریقہ	۲۵۰
شیخ کی ضرورت	۲۵۱

Best Urdu Books

عنوان — صفحہ

عبرت کے دو قصے ۲۵۶

پہلا قصہ ۲۵۷

دوسرا قصہ ۲۵۸

بیعت سے فائدہ کیسے ہوتا ہے؟ ۲۶۰

شیخ کے انتخاب کا طریقہ ۲۶۲

شیخ سے استفادہ کی چار شرطیں ۲۶۴

شرائطِ اربعہ کی تفصیل ۲۶۴

مزید ہدایات ۲۶۵

اگر شیخ سے فائدہ نہ ہو ۲۶۹

بچوں کو حد سے زیادہ پیٹنا ظلم ہے ۲۷۱

تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود

فرض تبلیغ کی دو قسمیں ۲۷۵

۱ فرض عین ۲۷۵

ایک غلطی کا ازالہ ۲۷۷

گناہوں سے روکنے کے لیے کسی کو سزا دینا ہر ایک کے لیے جائز نہیں ۲۷۷

نہی عن المنکر کی اہمیت اور اس کے ترک پر وعیدیں ۲۷۸

۱ عقائد صحیح رکھنا ۲۷۹

۲ نیک اعمال اختیار کرنا ۲۷۹

۳ ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرنا ۲۷۹

Best Urdu Books

عنوان	صفحہ
④ ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرنا	۲۸۰
آج کے علماء اور دین داروں کی مداہنت پرستی	۲۸۰
بے دینوں کے ساتھ محبت رکھنے کا عذاب	۲۸۲
اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ	۲۸۵
نہی عن المنکر میں حفظ حدود اللہ	۲۸۹
برائیوں سے روکنے پر آنے والی مصیبتیں	۲۹۰
نہی عن المنکر کا صحیح اور مؤثر طریقہ	۲۹۳
① خطاب خاص	۲۹۳
② خطاب عام	۲۹۵
تبلیغ فرض کفایہ	۲۹۵
تبلیغِ دین کے مختلف شعبے	۲۹۸
دینی کام کرنے والوں کو درپیش خطرات	۳۰۰
علاماتِ اخلاص	۳۰۱
اخلاص وقبول کی پہلی علامت	۳۰۱
فکر استدراج	۳۰۱
اخلاص والوں کے حالات	۳۰۲
حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا سبق آموز واقعہ	۳۰۲
میرا ایک عبرت آموز واقعہ	۳۰۵
ایک سبق آموز واقعہ	۳۰۷
آخرت کی رسوائی دنیا کی رسوائی سے بڑی ہے	۳۰۹

Best Urdu Books

عنوان صفحہ

اپنے نیک اعمال پر ناز کرنے والوں کی مثال ۳۱۰
اعمال صالحہ کے چور ۳۱۱
نیک اعمال پر فخر کرنے والوں کی دوسری مثال ۳۱۱
مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ ۳۱۲
اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں خیانت ۳۱۳
اخلاص وقبول کی دوسری علامت ۳۱۴
کثرتِ دعاء واستغفار ۳۱۴
لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کی حقیقت پرکھنے کا تھرمامیٹر ۳۱۵
ایمان کی علامت ۳۱۸
حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ۳۱۹
گناہ چھوڑنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ۳۲۱
نیکی کرنے کے بعد بھی ڈرتے رہنا چاہیے ۳۲۲
اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے حالات ۳۲۳
یوں دعاء کیا کریں ۳۲۶
استغفار کی حقیقت ۳۲۷
اہل اللہ کا خوف آخرت ۳۲۸
ایک شبہہ کا ازالہ ۳۲۹
اخلاص وقبول کی تیسری علامت ۳۳۲
لوگوں میں تبلیغ کرنے کی بجائے خلوت میں زیادہ دل لگنا ۳۳۲
اخلاص وقبول کی چوتھی علامت ۳۳۳

Best Urdu Books

عنوان	صفحہ
دینی خدمات قوانین شریعت کے مطابق ہوں	۳۳۳
دینی کام کرنے والوں کے لیے شریعت کے قوانین	۳۳۶
پہلا قانون، کسی بھی مصلحت سے چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی جائز نہیں	۳۳۶
اہل تبلیغ کا ایک غلط نظریہ	۳۳۶
اہل تبلیغ سے تین باتیں	۳۳۸
تبلیغ کی خاطر گناہوں میں شریک ہونے والوں کی مثال	۳۳۹
ایک پیر صاحب کا واقعہ	۳۴۰
اہل مدارس کا غلط نظریہ	۳۴۰
اللہ کے لیے کام کرنے والوں کے حالات	۳۴۱
اہل سیاست کا غلط نظریہ	۳۴۲
غلط استدلال اور اس کا جواب	۳۴۳
حضور اکرم ﷺ نے اللہ کے حکم کے سامنے تمام مصلحتیں قربان کردیں	۳۴۴
دوسرا قانون، کسی گناہ کو دیکھ کر روکنا فرض ہے	۳۴۷
تیسرا قانون، دین کے دوسرے شعبوں میں کام کرنے والوں کو حقیر سمجھنا جائز نہیں	۳۴۸
ایک بہت اہم دُعاء کا معمول	۳۵۰
چوتھا قانون اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی اصلاح کی فکر دوسروں سے زیادہ اہم ہے	۳۵۰
① فکر استدراج	۳۵۲
② محاسبۂ اعمال	۳۵۳
پانچواں قانون، اہل طلب کو دوسروں پر مقدم رکھنا	۳۵۴
چھٹا قانون، کثرتِ ذکر وفکر کی پابندی کرنا	۳۵۵

عنوان	صفحہ
خلاصۂ بیان	۳۵۷
آج کی مجلس کا خلاصہ	۳۵۷
۱ فرض عین	۳۵۷
۲ فرض کفایہ	۳۵۷
قوانین شریعت	۳۵۷
تبلیغ بصورت قتال فی سبیل اللہ چھوڑنے پر وعیدیں	۳۵۸
دُعاء	۳۶۰

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ

قوی مؤمن اللہ کے ہاں ضعیف مؤمن سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے (صحیح مسلم)

آسیب کا علاج

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ آسیب کا علاج

بمقام: ☜ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ☜ ۱۸/ رجب ۱۴۱۶ھ

بوقت: ☜ بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: ☜ رجب ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

آسیب کا علاج

۱۸؍رجب ۱۴۱۶ھ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖٓ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَo (۲-۱۹۴)

’’اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ بے شک اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔‘‘

درسِ عبرت:

میرا معمول ہے کہ مسجد کی چھت پر کھڑا ہو کر باہر سڑک کا نظارہ کرتا ہوں اس دوران کئی دعائیں کرتا ہوں اور عبرت کے کئی اسباق بھی حاصل کرتا ہوں، ان میں سب سے اہم سبق یہ کہ جب باہر سڑک پر نظر پڑتی ہے تو عموماً بچے چلتے پھرتے ہوئے نظر آتے

ہیں، ان میں بعض بچے بالکل کمسن ہوتے ہیں لیکن ایک بات سب میں مشترک ہوتی ہے وہ یہ کہ بچے اپنے گردوپیش کے ماحول سے بے نیاز ادھرادھر بھاگتے رہتے ہیں، خوب اچھلتے کودتے اور طرح طرح کی چھلانگیں لگاتے ہیں کوئی بڑا ایسی حرکتیں کرتے ہوئے شرماتا ہے دیکھنے والے بھی اسے برا سمجھتے ہیں مگر بچوں کو اس سے کوئی سروکار نہیں کوئی ان کی اس حرکت پر کتنا ہی تعجب کرے بلکہ ہنسے مذاق اڑائے مگر بچے ان باتوں سے بالکل بے نیاز بھاگتے چلے جاتے ہیں کوئی جھجک نہیں کوئی تردد نہیں خوب مزے لے لے کر بھاگتے ہوئے الٹی سیدھی چھلانگیں لگاتے جاتے ہیں اس طرف انہیں کوئی دھیان بھی نہیں ہوتا کہ کوئی انہیں دیکھ رہا ہے یا نہیں یا دیکھنے والے کیا کہیں گے، وہ اپنی اچھل کود اور مستیوں میں مگن ہیں۔ بچوں کی اس اداء سے ایک اہم سبق یہ ملتا ہے کہ جس مسلمان کو تعلق مع اللہ کی دولت نصیب ہو جائے اس کے دل کا رخ ایسا سیدھا ہو جاتا ہے کہ پھر اردگرد کا خیال ہی نہیں رہتا مخلوق سے اس کی نظر ہٹ جاتی ہے مخلوق اس پر ہنستی رہے، مذاق اڑائے، طعنے دے مگر اسے کسی کی پروا نہیں وہ اپنے کام میں لگا رہتا ہے ؎

خلقے پس دیوانہ و دیوانہ بکارے

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی نظر مخلوق سے ہٹ جاتی ہے لوگ انہیں کچھ بھی کہتے رہیں وہ اپنی لگن میں مگن رہتے ہیں، ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے ؎

کچھ نہ ہم کو علم رستے کا نہ منزل کی خبر
جارہے ہیں جس طرف ہم کو لیے جاتا ہے دل

محبِّ صادق کی کیفیت:

جس نے اپنا دل محبوب کو دے دیا، جو مخلوق کی بجائے خالق کے سامنے جھک گیا وہ مخلوق کی رضا کی پروا کیا کرے گا وہ تو اپنی مرضی کو بھی فنا کر دیتا ہے اس کی خواہشات

مرضی مولیٰ کے تابع ہو جاتی ہیں، اس کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف محبوب کی رضا طلبی ہے، ایسا شخص کبھی پریشان نہیں ہوتا پریشان ہو بھی کیونکر اسے تو زندگی کا مقصد حاصل ہو گیا، زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے وصال محبوب، تصور کیجیے دنیا میں کوئی اپنے محبوب سے مل جائے وہ اپنے محبوب کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے جا رہا ہو تو اسے کس کی پروا ہو گی، جب فانی محبوب سے مل کر انسان اس قدر خوش ہوتا ہے تو محبوب حقیقی کے وصال میں کیسی لذت ہو گی پریشانی اور بے چینی تو ایسے شخص کے کبھی قریب بھی نہیں پھٹکتی، یہ ہمہ وقت شادان و فرحاں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ سب کو یہ کیفیت عطاء فرما دیں۔

کچھ عرصہ پہلے جب میں نماز فجر کے بعد روزانہ اور عصر کے بعد یوم الخمیس کو مشق جہاد کے لیے نکلتا تھا تو گاڑی خود چلاتا تھا، کراچی میں راستوں کا مجھے زیادہ علم نہیں گاڑی چلاتے ہوئے کبھی راستہ بھول جاتا تو پریشان ہونے کی بجائے یونہی اندازے سے کوئی رخ متعین کر لیتا اور گاڑی اس رخ پر چلتی رہتی، میں سوچتا کہ پریشان ہونے کی کیا بات ہے گاڑی کراچی شہر میں ہی گھوم رہی ہے کہیں گم تو نہیں ہو گئے اپنے شہر میں ہی پھر رہے ہیں، بس چلتے چلتے کبھی گاڑی دائیں جانب موڑ دی کبھی بائیں جانب، اس طرح مختلف اطراف میں گھومتے پھرتے یہ شعر بھی پڑھتا جاتا۔

کچھ نہ ہم کو علم رستے کا نہ منزل کی خبر
جا رہے ہیں جس طرف ہم کو لیے جاتا ہے دل

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی خوب اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ راستہ بھول جانے کے باوجود بے فکر اور مطمئن وہی رہتا ہے جسے منزل پر پہنچنے کا یقین ہو دوسری بات یہ کہ اسے کسی معین وقت پر کہیں پہنچنا ضروری نہ ہو، اگر کچھ دیر ہو جائے تو فکر کی بات نہیں، یہ اس لیے بے فکر چلا جاتا ہے کہ اگر راستے سے تھوڑا سا ادھر ادھر ہو گئے تو کیا فرق پڑا، بہر حال اپنے شہر کے اندر ہی ہیں کسی دوسرے شہر تو نہیں پہنچ گئے یا جنگل وغیرہ میں تو نہیں ہیں

اسے مکمل اطمینان ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے گھر پہنچ ہی جائیں گے۔ یہ سوچ کر وہ بڑی خوشی اور اطمینان سے گھومتا پھرتا ہے لیکن اس کے مقابلے میں ذرا سوچیں کہ کوئی دوسرے شہر جارہا ہے اور بہت دور کی مسافت ہے، چلتے چلتے راستہ بھٹک گیا، آگے دو تین راستے آگئے معلوم نہیں کہ کس پر چلنا ہے ایسے ہی اندازے سے کسی راستہ پر چل پڑے مگر دل دھک دھک کررہا ہے کہ معلوم نہیں یہ راستہ صحیح ہے یا نہیں، ایک تو یہ پریشانی دوسری طرف آفتاب غروب ہونے والا ہے، علاقہ سنسان اور راستے میں کوئی نشان کوئی پتھر وغیرہ بھی نہیں کہ جس سے کچھ اندازہ ہوجائے کہ یہ راستہ کدھر کو جاتا ہے۔

ایک بار میرے ساتھ عجیب قصہ پیش آیا، حیدرآباد سے خیرپور گھوڑے پر جارہا تھا، ایک روز چلتے چلتے راستے میں ریت کے ٹیلے آگئے ایسی جگہ راستے کے کوئی نشان نہیں ہوتے، ریت پر آمدورفت سے پاؤں کے نشان نہیں بنتے ذرا سا نشان ظاہر ہوتا ہے مگر وہ بھی دیرپا نہیں ہوتا جلدی ہی مٹ جاتا ہے، اگر کچی زمین پر ریت نہ ہو تو اس پر پاؤں کے نشان بن جاتے ہیں، ایسی جگہ پر بار بار چلنے سے راستہ بن جاتا ہے جسے پگڈنڈی کہتے ہیں ایسے رستے پر نئے مسافر کو پریشانی نہیں ہوتی وہ راستہ چلتا رہتا ہے لیکن کہیں پاؤں کے نشان نہ ہونے کی وجہ سے راستہ گم ہوجائے تو ناواقف شخص بھٹک جاتا ہے اور اسے سخت پریشانی ہوتی ہے۔ یہی قصہ میرے ساتھ پیش آیا، گھوڑے پر جارہا تھا چلتے چلتے شام کے وقت راستے میں ریت کے ٹیلے شروع ہوگئے، راستے کا کوئی نام ونشان نہیں ہر طرف سنسان جنگل ادھر آفتاب غروب ہونے والا تھا، مجھے کچھ فکر ہوئی کہ اس بیابان میں رات کیسے گزاروں گا، بس اسی فکر میں جارہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے غیب سے مدد فرمادی، وہاں سے کافی دور ایک شخص نظر آیا جو گھوڑے پر سوار کہیں جارہا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے رہبر بھیج دیا گو اس سے واقفیت نہیں مگر اتنا تو معلوم ہے کہ کسی آبادی کی طرف جارہا ہے، میں نے اپنے گھوڑے کا رُخ اس کی طرف موڑ دیا

لیکن وہ رہبر صاحب مجھ سے بہت آگے تھے اور مزید یہ کہ وہ گھوڑے کو بہت تیز بھگائے لے جا رہے تھے میں نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوا کہ ایک تو رہبر مل گیا دوسرے اس سے پیچھے بھی نہیں رہا تھوڑی ہی دیر میں میرا گھوڑا بھی اس کے قریب پہنچ گیا اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا کچھ دیر چلنے کے بعد ایک بستی آ گئی رات وہاں بسر کی صبح اٹھ کر اپنی منزل کی جانب چل پڑے۔ راستہ بھٹک جانے سے انسان کو بڑی پریشانی ہوتی ہے۔

دونوں قسموں کا فرق بتا رہا تھا کہ راستہ بھولنے والے دو انسان بظاہر ایک ہی نوعیت کے ہیں مگر ایک خوش و خرم جا رہا ہے اور دوسرا سرگرداں اور پریشاں، فرق یہ ہے کہ جو شخص مطمئن ہے اسے منزل پر پہنچنے کا یقین ہے وہ سیر و تفریح کر رہا ہے وہ یہ سوچتا ہے کہ اگر راستہ بھٹک بھی گیا تو کیا پروا گھومتا پھرتا آخر اپنی منزل پر پہنچ ہی جاؤں گا۔ لیکن جو شخص جنگل، بیابان یا پہاڑوں میں سفر کر رہا ہے وہ راستہ بھول جائے تو اس کی یہ کیفیت نہ ہوگی بلکہ وہ بہت پریشان ہوگا اور جب تک منزل کا پتا نہ چل جائے اس کی پریشانی ہر لحہ بڑھتی ہی رہے گی۔ ان مثالوں سے سمجھئے کہ دنیا میں جو شخص صراط مستقیم سے بھٹک گیا اسے کبھی سکون نہیں مل سکتا ہمیشہ کی بے چینی اور پریشانی اس کا مقدر ہے اور جو شخص صراط مستقیم پر قائم ہے وصل محبوب کی خاطر منزلیں طے کرتا جا رہا ہے وہ کبھی پریشان نہیں ہو سکتا بظاہر خواہ کیسے ہی پریشان کن حالات ہوں مگر اس کا دل پرسکون ہوگا بلکہ مصائب میں بھی وہ یہ سوچ سوچ کر خوش ہوگا کہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝ (۱۶-۱۲۸)

اللہ تعالیٰ متقین کے ساتھ ہے یعنی جو اللہ کی نافرمانی چھوڑ دے اللہ اس کے ساتھ ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَo (۲-۱۵۳)

تیسری جگہ فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَo (۲-۱۹۴)

چوتھی جگہ فرمایا:

وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَo (۲۹-۶۹)

اور پانچویں جگہ ارشاد فرمایا:

وَاَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَo (۸-۱۹)

مفہوم سب کا ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اور اس کی معیت اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہے، نیک بندوں سے مراد محض نوافل، اذکار و تسبیحات اور کثرت سے حج وعمرے کرنے والے نہیں بلکہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتے ہیں وہ لوگ جو اس کے قوانین کی خلاف ورزی سے ڈرتے ہیں۔ ذرا سوچیے! اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے کتنی محبت ہے کس قدر شفقت ہے بار بار مختلف عنوانوں سے یہ حقیقت بیان فرما رہے ہیں اور بندوں کو یقین دلانے کے لیے اعلانوں پر اعلان فرما رہے ہیں کہ اگر تم میرے بندے بن جاؤ میری نافرمانی سے باز آجاؤ تو میں تمہارے ساتھ ہوں:

انی معکم (۸-۱۲)

اللہ کی مدد مختلف طریقوں سے آتی ہے، اپنے بندوں کی مدد کو کبھی فرشتے بھیجتے ہیں جو نیک بندوں کے قلوب پر اترتے اور انہیں صبر و اطمینان القاء کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان لوگوں میں ایسی ایمانی قوت اور ایسا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ دین کے مقابلے میں آنے والی بڑی سے بڑی رکاوٹ کا بھی ہمت کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں، پورا شیطانی لشکر مل کر بھی ان کے پائے استقامت میں لغزش نہیں پیدا کر سکتا، دین پر ایسی مضبوطی سے جم جاتے ہیں کہ سارا جہاں مل کر بھی انہیں ہلا نہیں سکتا، یہ ہے القاء ربانی، بتائیے! ایسا شخص کبھی پریشان ہو سکتا ہے؟ پریشانی تو کبھی اس کے قریب بھی نہیں آسکتی

اس کا تو ایک ہی نعرہ ہے کہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے لہٰذا مجھے کسی کی پروا نہیں۔

راجہ کے بیٹے کا قصہ:

عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک ریاست راجہ کے سپرد کر رکھی تھی وہ راجہ مر گیا، دستور یہ تھا کہ راجہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوتا تھا مگر یہاں یہ مشکل پیش آئی کہ راجہ کا بیٹا ابھی کمسن تھا۔ عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے بچے کو میرے پاس لاؤ میں دیکھ کر فیصلہ کروں گا۔ جب اسے لائے تو عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ حوض میں نہانے کے لیے تیار کھڑے تھے اس بچے کو وہیں لا کر پیش کر دیا گیا، آپ نے بچے سے دل لگی کے طور پر اسے دونوں بازوؤں سے پکڑا اور حوض پر لٹکا کر اس سے پوچھنے لگے کہ گرا دوں؟ بچے کا جواب سنیے! کہتا ہے کہ حضور! جس کا ہاتھ آپ جیسے بادشاہ کے ہاتھ میں ہو اسے ڈوبنے کا کیا خطرہ۔ بچے کے اس جواب سے بادشاہ بہت خوش ہوئے اور اسی لمحہ فیصلہ صادر فرما دیا کہ اسے اس کے والد کی جگہ تخت پر بٹھا دو۔ دیکھیے! کتنی عبرت کی بات ہے کہ ایک کافر بچے کو اپنے ہی جیسی ایک مخلوق پر وہ اعتماد کہ گہرے پانی پر لٹک رہا ہے اور بظاہر موت کے منہ میں ہے مگر اعتماد کتنا قوی ہے کہ فوراً بلا خوف و خطر کہتا ہے کہ جس کا ہاتھ آپ جیسے بادشاہ کے ہاتھ میں ہو اسے ڈوبنے کا کیا خطرہ۔

مسلمان کو اللہ پر اعتماد نہیں:

افسوس آج کے مسلمان کو اللہ پر وہ اعتماد نہیں آتا، مسلمان کہلاتا ہے، یہ مخلوق ہے اللہ خالق ہے، قادر مطلق ہے، بندوں کے ساتھ رحیم ہے، کریم ہے، بار بار اعلانوں پر اعلان، وعدوں پر وعدے کر رہا ہے کہ تم میرے بندے بن جاؤ تو میں تمہارے ساتھ ہوں، میں تمہارے ساتھ ہوں، میں تمہارے ساتھ ہوں بس ایک شرط پوری کر دو تم میرے بندے بن جاؤ، میری بغاوت چھوڑ دو۔ ذرا سوچیے اور مقابلہ کر کے دیکھیے ایک طرف تو کافر اور کافر کی اولاد اسے مخلوق بادشاہ پر اتنا اعتماد اور دوسری طرف مسلمان اور

مسلمان کی اولاد اسے اللہ پر، اپنے خالق کے وعدوں پر اعتماد نہیں آتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ہندوزادے نے اپنے ہاتھ بادشاہ کے ہاتھ میں دے دیئے تھے خود کو اس کے سپرد کر دیا تھا مگر آج کے مسلمان کے لیے یہ کام مشکل ہے کہ وہ اپنا ہاتھ اللہ کو پکڑا دے اور اسے اللہ کے وعدوں پر یقین آجائے یہ نہ اللہ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتا ہے نہ اللہ پر اعتماد و یقین کرتا ہے۔ اس بے اعتمادی کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر خوف مسلط کر دیا ہے، ہر وقت ڈرتا رہتا ہے کانپتا رہتا ہے۔

اللہ کے نافرمانوں پر عبرتناک عذاب:

اللہ تعالیٰ کا مجھ پر ایک بہت بڑا کرم یہ ہے کہ لوگ جو مجھ سے ٹیلی فون پر اپنے مسائل اور پریشانیوں کے بارے میں بات کرتے ہیں تو ان میں بعض ایسی خبریں بھی ہوتی ہیں کہ جن سے مجھے بہت عبرت حاصل ہوتی ہے اور ان کے ذریعے معرفت الہیہ میں ترقی ہوتی ہے۔ کسی نے فون پر بتایا کہ ان کے مکان کے سامنے باہر گلی میں رات کے دو بجے کسی عورت کے زور زور سے رونے کی چیخنے چلانے کی خطرناک قسم کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں، ہم نے سمجھا کہ کہیں محلے میں کوئی حادثہ ہو گیا ہوگا، سردی زیادہ تھی اس لیے باہر نکل کر نہیں دیکھا۔ صبح کو محلے والوں نے بتایا کہ آپ کے گھر کی طرف سے جب رونے کی آواز آئی تو ہم نے سمجھا کہ آپ کے ہاں کوئی حادثہ کوئی موت وغیرہ ہو گئی ہے پھر جب ہم نے باہر دیکھا تو آپ کے گھر کے باہر دروازے کے قریب ایک عورت کھڑی ہوئی تھی جو عجیب عجیب حرکتیں کر رہی تھی اور بہت چیخ چیخ کر بہت ڈراؤنی آوازوں سے رو رہی تھی ہم سب لوگ ڈر کی وجہ سے گھروں سے باہر نہیں نکلے، سب اپنے اپنے گھروں سے جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے اور خوف کی وجہ سے سہم رہے تھے لرز رہے تھے کہہ رہے تھے کہ یہ بلا ہے کھا جائے گی۔ میں نے کہا کہ اسے پکڑ کر میرے پاس کیوں نہیں لائے؟ تو جواب ملا کہ وہ سارے لوگ تو بہت ڈر رہے تھے

کانپ رہے تھے کہ یہ بلا ہے کھا جائے گی۔ میں نے کہا واہ سبحان اللہ! پورے محلے کے مرد ایک عورت سے ڈر گئے، میں اسے بار بار یہی کہتا رہا کہ اسے پکڑ کر یہاں کیوں نہیں لائے؟ میں بھی دیکھ لیتا بلا کیسی ہوتی ہے لیکن اسے پکڑتا کون وہ تو سب ڈر رہے تھے۔ دراصل اللہ کے نافرمان کو ہر چیز ڈراتی ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے۔

نافرمانوں پر عذاب کی دو قسمیں:

دنیا گناہوں میں مست ہے اس لیے طرح طرح کے عذابوں میں طرح طرح کی مصیبتوں میں آفتوں میں گرفتار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نافرمانوں پر جو وبال پڑتا ہے عذاب آتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

ایک تو یہ ہے کہ واقعۃً کوئی چیز ہوتی ہے، کوئی نہ کوئی مصیبت اس پر پڑی رہتی ہے۔

دوسری قسم:

دوسری یہ کہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوتا لیکن نافرمانوں کے دل ودماغ پر یہ خیال مسلّط ہو جاتا ہے کہ کچھ ہے، کچھ ہے، کچھ ہے، ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔ کسی معدوم چیز کو موجود کر دکھانا اللہ پر تو کچھ بھی مشکل نہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے ایسے تصرفات ہوتے رہتے ہیں کہ وہ تھوڑی چیز کو زیادہ کر دکھائیں اور زیادہ کو کم کر دکھائیں، غزوہ بدر کے بارے میں فرمایا:

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ○ (۳-۱۳)

اور فرمایا:

اِذْ یُرِیْکَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِکَ قَلِیْلاً ؕ وَلَوْ اَرٰکَهُمْ کَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ o وَاِذْ یُرِیْکُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْٓ اَعْیُنِکُمْ قَلِیْلاً وَّیُقَلِّلُکُمْ فِیْٓ اَعْیُنِهِمْ لِیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلاً ؕ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ o (۸-۴۳،۴۴)

غزوہ بدر میں کفار مسلمانوں سے تین گنا تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے کبھی تو یوں تصرف فرمایا کہ ہر فریق کو دوسرا فریق خود سے دوگنا نظر آتا تھا، کافر جو تین گنا تھے وہ حقیقت سے کم دوگنا نظر آرہے تھے اور مسلمان جو درحقیقت ایک تہائی تھے وہ کافروں کی تعداد تین گنا سے بھی دوگنا یعنی حقیقت سے چھ گنا زیادہ نظر آرہے تھے۔ اور کبھی یوں تصرف فرمایا کہ ہر فریق دوسرے کو خود سے کم نظر آرہا تھا۔ اسی طریقے سے جو لوگ نافرمانیاں نہیں چھوڑتے انہیں ڈرانے کے لیے اللہ تعالیٰ ایسی ایسی چیزیں دکھاتے رہتے ہیں کہ جن کا کوئی وجود ہی نہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دل و دماغ میں ایسی چیزیں ظاہر فرماتے ہیں تاکہ یہ ہر وقت خوف اور پریشانی کے عذاب میں گرفتار رہیں کہ وہ بلا آئی، وہ مصیبت آئی، کسی نے سفلی کردیا، کبھی چڑیل آگئی، کبھی ڈائن آگئی، کہیں آسیب ہوگیا، کہیں جن چڑھ گیا، اس پر کالا ہوگیا، پیلا ہوگیا، ہر وقت عذاب ہی عذاب میں مبتلا رہتے ہیں۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ میرے ایک رشتہ دار کا انتقال ہوگیا، میں نے اسے قبر میں اتارا تو اب وہ مردہ ہر وقت میرے ساتھ لگا رہتا ہے اللہ کے لیے اس سے میری جان چھڑائیے۔ یہ شخص اس خوف سے مرا جارہا تھا کہ وہ مردہ اسے بھی قبر میں لے جا کر ہی چھوڑے گا، ایک شخص نے کہا کہ اس کے ساتھ ہر وقت سرخ ٹوپیوں والے جنات کی فوج لگی رہتی ہے جو بہت ہی ڈراتی ہے، یہ فوج اس وقت بھی میرے ساتھ ہے میں سرخ ٹوپیوں والی فوج کو دیکھ رہا ہوں، مجھے ان سے بچائیں۔ ایسے بہت سے

واقعات ہیں مجھ سے زیادہ آپ لوگوں کو معلوم ہوں گے، لوگ کس قدر ڈرتے رہتے ہیں اور کتنے عامل ہیں جن کا گزارہ ہی اسی پر ہے، ذرا دیکھیں کراچی کی گلی گلی میں عامل بیٹھے ہوئے ہیں اور لوگ ان کے پاس بھاگے جا رہے ہیں، یہ عامل لوگوں کی قمیصیں سونگھ رہے ہیں، بنیان سونگھ رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ تجھ پر اتنے جن ہیں اور اس پر فلاں نے سفلی کر دیا ہے حالانکہ ہوتا کچھ بھی نہیں مگر آج کے مسلمان کو کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی سب کچھ نظر آ رہا ہے کیوں نظر آ رہا ہے اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں چھوڑتا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے اس عذاب میں گرفتار رکھتے ہیں، اللہ کے نافرمانوں کو سکون تو کبھی مل ہی نہیں سکتا، فرمایا:

> وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى o قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا o قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى o وَكَذٰلِكَ نَجْزِىْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى o (۲۰-۱۲۳تا۱۲۷)
>
> ”اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لیے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے وہ کہے گا کہ اے میرے رب! آپ نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ میں تو آنکھوں والا تھا، ارشاد ہوگا کہ ایسے ہی تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسے ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا، اور اس طرح اس شخص کو ہم سزا دیں گے جو حد سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور واقعی آخرت کا عذاب ہے بڑا سخت اور دیرپا۔“

یہاں تاکید کے ساتھ فرماتے ہیں کہ جس نے میرے ارشادات سے اعراض کیا اور میرے احکام کی تعمیل نہ کی میں اس پر اس کی دنیا کی زندگی تنگ رکھوں گا، اسے دنیا بھر

کی سلطنت مل جائے، دنیا بھر کی عزت ومنصب مل جائے، پوری دنیا سمٹ کر اس کے قدموں میں آ جائے، مال ودولت، جاہ وحشمت، عظمت وشہرت سب کچھ مل جائے مگر ہم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے اور قطعی طور پر یہ طے کر رکھا ہے کہ اس کے قلب میں کبھی بھی سکون نہیں آنے دیں گے۔ چاہے وہ ٹی وی دیکھ دیکھ کر دل بہلائے یا گانا گا کر یا سن کر دل بہلائے، خواہ عاملوں کے ”پلیتے“ سونگھ سونگھ کر سکون حاصل کرنے کی کوشش کرے، (یہ لفظ ”فتیلے“ ہے عوام نے اسے پہلے فلیتے بنایا اور پھر پلیتے، جو عاملوں کے حالات کے عین مطابق ہے) دنیا بھر کے تعویذ گنڈے کر لے، جتنے چاہے وظیفے پڑھ لے ہم اسے ہمیشہ پریشان ہی پریشان رکھیں گے۔ یہ فیصلہ تو دنیوی زندگی کے لیے ہے اور آخرت میں ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے وہ کہے گا:

> ”یا اللہ! دنیا میں تو میں اندھا نہیں تھا تو نے مجھے آخرت میں اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟“

جواب ملے گا:

> ”تو دنیا میں میرے احکام کی طرف سے اندھا ہو گیا تھا اس لیے آج ہم نے تجھے اندھا کر کے اٹھایا ہے۔“

یہ تو حشر کا معاملہ ہے آگے حساب وکتاب اور اس کے بعد کے مراحل اس سے بھی سخت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے وہ وقت آنے سے پہلے سب کو اس وقت کے لیے تیاری کی توفیق اور فکر آخرت عطاء فرمائیں۔

کسی کو خواب میں کسی کو بیداری میں اللہ تعالیٰ ڈراتے رہتے ہیں، یہ بھی ایک مستقل عذاب ہے، کہتے ہیں خواب میں بہت ڈر لگتا ہے بہت ڈر لگتا ہے، کسی کو اللہ تعالیٰ خوابوں میں ڈراتے ہیں کسی کو بیداری میں ڈراتے رہتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ ہمارے گھر کے سامنے ایک بوٹی پڑی ہوئی تھی، اللہ کے بندے! اگر کسی کوے نے یا کسی بلی نے تیرے گھر کے سامنے بوٹی لا کر چھوڑ دی تو کیا وہ بوٹی تجھے کھا جائے گی؟ کوئی کہتا ہے

کہ وہاں مسور کی دال پڑی ہوئی ہے، فلاں جگہ ایک پتلے میں سوئیاں لگی ہوئی تھیں، فلاں چیز، فلاں چیز، اللہ جانے کس کس چیز سے یہ لوگ ڈرتے رہتے ہیں، فرمایا:

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ٥

(۶-۱۲۹)

اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو نافرمانوں سے پٹواتے ہیں۔ نافرمانوں کو پٹوانے کے لیے انہیں سزا دینے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان پر مسلط نہیں فرماتے، اللہ کے بندے تو لگے رہیں عبادت میں اور نافرمانوں کو نافرمان ہی ماریں وہی آپس میں لگے رہیں ایک دوسرے کو خوب ماریں پیٹیں۔ اللہ تعالیٰ ایک نافرمان کے دل میں یہ بات ڈال دیتے ہیں کہ کپڑے کا کوئی پتلا سا بناؤ اور اس میں چاروں طرف سوئیاں لگا کر فلاں کے دروازے پر پھینک دو یا وہاں بیری کا درخت ہے اس میں کوئی کپڑا وغیرہ باندھ دو، لوگوں میں مشہور ہے کہ بیری کے درخت پر جن بہت ہوتے ہیں، بس اس نے جو دیکھا کوئی پتلا یا درخت پر کپڑا لٹک رہا ہے تو اس کی تو چیخیں نکل جائیں گی ارے بھاگو بھاگو عامل کے پاس۔ پہلا عذاب تو اللہ نے اسے دلایا کسی خیالی دشمن کے ذریعے جو کہیں ہے نہیں یا کسی جھوٹے فریبی کے ذریعے جس نے ایسے ہی کوئی مصنوعی عمل کر دیا، اور دوسرا عذاب بدعمل عامل کی صورت میں کہ اس نے کہہ دیا ارے ارے کوئی جن آ گیا، کسی نے سفلی کر دیا، ہے کچھ بھی نہیں مگر یہ خوف سے مرا جا رہا ہے۔

اللہ سے ڈرنے والوں سے ہر چیز ڈرتی ہے:

ایک بہت اہم بات سن لیجیے اور اسے دلوں میں بٹھا لیجیے اللہ کرے کہ دلوں میں اتر جائے، سنیے:

> ”جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے دنیا کی ہر چیز ڈرتی ہے اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا اسے دنیا کی ہر چیز ڈراتی ہے۔“

اللہ کرے کہ یہ دو جملے ہر مسلمان کے دل میں اتر جائیں اگر یہ حقیقت اس کے دل میں بیٹھ گئی، سمجھ میں آ گئی تو تمام پریشانیاں جاتی رہیں گی۔ اللہ سے ڈرنے والوں کی ہیبت اور رعب کے کچھ قصے بتا دوں۔

اللہ سے ڈرنے والوں کی ہیبت کے چند قصے:

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں آرام کی غرض سے ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما ہوئے، تلوار درخت پر لٹکا دی، اتنے میں دشمن کا ایک شخص آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار میان سے کھینچ کر کہنے لگا:

من یمنعک منی؟

”مجھ سے تمہیں کون بچائے گا؟“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا تھا کہ اس کافر پر لرزہ طاری ہو گیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھائی اور فرمایا:

”تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟“

اس نے معافی مانگی اور عہد کیا کہ آئندہ کبھی آپ کے خلاف کسی دشمن کی مدد نہیں کرے گا، آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لیتا ہے تو پھر ہر مخلوق پر اس کی ہیبت اور رعب قائم ہو جاتا ہے۔

② شیر مجاہد کا غلام:

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روم میں لشکر سے بچھڑ گئے یا قید سے چھوٹ کر

بھاگے، اچانک ایک شیر سامنے آ گیا انہوں نے اس سے فرمایا:

’’میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں لشکر سے بچھڑ گیا ہوں۔‘‘

وہ شیر دم ہلاتا ہوا ان کے ساتھ ہولیا، جہاں کہیں کوئی خطرے کی آواز سنتا اس طرف جھپٹتا، اس سے نمٹ کر پھر ان کے ساتھ چلنے لگتا حتیٰ کہ ان کو لشکر تک پہنچا کر واپس چلا گیا۔

۳ جنگل کے تمام جانور مجاہدین کے تابع:

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں حضرت عقبہ بن نافع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ’’فتح افریقہ‘‘ کے بعد مصالح جہاد کے پیش نظر وہاں ایک نیا شہر ’’قیروان‘‘ بسایا اس شہر کی بنیاد کا قصہ یہ ہے:

حضرت عقبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فوجیوں نے کہا:

’’یہاں درندے اور سانپ بچھو وغیرہ موذی جانور بہت ہیں اس لیے ہمیں یہاں ٹھہرنے میں خطرہ ہے۔‘‘

حضرت عقبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لشکر سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع کیا جو اٹھارہ تھے پھر اعلان کیا:

ایتھا الحشرات والسباع نحن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارحلوا عنا فانا نازلون فمن وجدناہ بعد قتلناہ

’’اے زمین کے اندر رہنے والے موذی جانورو اور درندو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، یہاں رہنا چاہتے ہیں، اس لیے تم یہاں سے چلے جاؤ اس کے بعد تم میں سے جس کو بھی پائیں گے قتل کر دیں گے۔‘‘

سو لوگوں نے خوف ناک منظر دیکھا کہ شیر، بھیڑیئے اور سانپ اپنے بچوں کو اٹھائے غول در غول بھاگے جا رہے ہیں، یہ دیکھ کر دشمن کی قوم ’’بربر‘‘ کے بہت سے لوگ

مسلمان ہو گئے۔

⓸ مجاہدین کے لیے جانوروں کا کلام کرنا اور اپنی جان پیش کرنا:

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادسیہ میں ایک ماہ قیام فرمایا، لشکر کے پاس خورونوش کا سامان نہ رہا تو آپ نے حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ’’میسان‘‘ کی طرف بھیجا، انہوں نے لشکر کے خورونوش کے لیے کوئی گائے بکری تلاش کی مگر دستیاب نہ ہوئی، اہلِ فارس کا ایک چرواہا ایک ’’بن‘‘ کے پاس ملا، اس سے دریافت کیا کہ کوئی گائے بکری مل سکتی ہے؟ اس نے جھوٹ کہہ دیا کہ مجھے خبر نہیں، ’’بن‘‘ کے اندر سے ایک بیل نے آواز دی:

کذب عدو الله هانحن

’’اللہ کے دشمنوں نے جھوٹ بولا، ہم یہاں موجود ہیں۔‘‘

عاصم ’’بن‘‘ میں جا کر اس کو پکڑ لائے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو لشکر پر تقسیم کیا، لوگوں نے کئی دن تک خوب کھایا۔

حجاج بن یوسف کے زمانہ میں اس کے سامنے اس قصہ کا تذکرہ آیا اس نے لوگوں کو بلا کر تصدیق کی غرض سے پوچھا:

’’لوگ اس واقعہ سے متعلق کیا خیال کرتے تھے۔‘‘

انہوں نے کہا:

’’لوگ اس واقعہ سے اس پر استدلال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہیں اور فتوحات ان کے ہمرکاب ہیں۔‘‘

حجاج نے کہا:

’’یہ جب ہو سکتا ہے کہ پورا لشکر صالح و متقی ہو۔‘‘

لوگوں نے کہا:

> ”لشکر کے دلوں کی بات تو ہمیں معلوم نہیں لیکن ظاہر میں ہم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کے بارہ میں ان سے زیادہ زاہد اور دنیا کے ساتھ ان سے زیادہ بغض رکھنے والا ہم نے کہیں کوئی نہیں دیکھا ان میں کوئی بزدل اور کوئی شریر اور کوئی غدار نہ تھا۔“

۵ مجاہدین کا دریائے دجلہ میں گھوڑے دوڑانا:

مجاہدین اور کسریٰ کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا، امیر لشکر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انتہائی کوشش کے باوجود کوئی کشتی نہ مل سکی، ادھر دجلہ میں بہت زبردست طوفان بپا تھا، بہت ہولناک موجوں کے تصادم سے دریا جھاگ پھینک رہا تھا، پانی بالکل سیاہ نظر آرہا تھا، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دجلہ کے کنارے اپنے لشکر سے خطاب فرمایا، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا:

> ”دشمن تک پہنچنے کے لیے اس دریا کو عبور کیے بغیر کوئی راستہ نہیں میں نے اس سمندر کو قطع کرکے دشمن تک پہنچنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔“

پورے لشکر نے اس فیصلہ کا پرجوش خیر مقدم کیا، آپ نے حکم دیا:

> ”دریا میں گھوڑے ڈال دو۔“

دشمن نے یہ منظر دیکھا تو چلانے لگے:

> ”دیوانے دیوانے۔“

پھر آپس میں کہنے لگے:

> ”تم انسانوں سے قتال نہیں کر رہے، تمہارے مقابلے میں جنات ہیں۔“

دریا میں گھوڑے اتارتے وقت حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر کو یہ کلمات ورد کرنے کا حکم دیا:

نستعين بالله ونتوكل عليه حسبنا الله ونعم الوكيل ولا حول

و لا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم

پھر آپ نے دریا میں گھوڑا ڈال دیا، ساتھ ہی پورے لشکر نے بھی بے دھڑک دریا میں اپنے گھوڑے ڈال دیئے ایک شخص نے دریا میں گھوڑا ڈالتے وقت کہا:

''اس نطفہ سے ڈرتے ہو؟''

پھر اس نے یہ آیت پڑھی:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًاؕ (۳-۱۴۵)

''اور اللہ کے حکم کے بغیر کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں اس کی متعین میعاد لکھی رہتی ہے۔''

دریا میں ایسے اطمینان سے باہم باتیں کرتے جا رہے تھے جیسے زمین پر چل رہے ہوں اگر کوئی گھوڑا تھک جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے دریا میں ٹیلا بلند فرما دیتے وہ اس پر رک کر تازہ دم ہو کر پھر دریا میں چلنے لگتا، دریا کے سفر میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے تھے:

حسبنا اللہ ونعم الوکیل واللّٰہ لینصرن اللّٰہ ولیہ ولیظھرن اللّٰہ دینہ ولیھزمن اللہ عدوہ ان لم یکن فی الجیش بغی او ذنوب تغلب الحسنات

''اللہ کی قسم اللہ اپنے دوستوں کی ضرور مدد کرے گا اور اپنے دین کو ضرور غالب کرے گا اور اپنے دشمنوں کو ضرور مغلوب کرے گا جب تک لشکر میں ظلم نہ ہو اور نیکیوں پر گناہ غالب نہ ہو جائیں۔''

اللہ تعالیٰ کی مدد سے پورا لشکر صحیح سلامت دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا، گھوڑے دریا سے نکلے تو پھریریاں لے کر اپنی گردنوں کے بال جھاڑ رہے تھے اور مستی سے ہنہنا رہے تھے۔

لشکر مدائن میں داخل ہوا تو اس کو بالکل خالی پایا، کسریٰ اپنی فوج سمیت وہاں سے بھاگ چکا تھا، مجاہدین کو بے حد وحساب بے بہا خزانے ہاتھ لگے۔

۶ مجاہدین کے لیے سمندر کا تابع ہو جانا:

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین سے جہاد کے لیے حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنا کر بحرین کی طرف بھیجا، ایک خشک میدان پر گزر ہوا لوگ پیاس کی شدت کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچ گئے، حضرت علاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے سے اترے پھر یہ دُعاء کی:

یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم اسقنا

ایک نہایت معمولی سا بادل اُٹھا اور فوراً اس زور سے برسا کہ سب نے پیا، برتنوں کو بھر لیا اور سواریوں کو پلایا، یہاں سے نبٹ کر دشمن کے تعاقب کے لیے ''دارین'' کا قصد کیا، وہاں پہنچنے کے لیے سمندر کو عبور کرنا پڑتا تھا، سمندر ایسا زبردست تھا کہ اس میں کبھی بھی کوئی نہ اس سے پہلے داخل ہو سکا نہ بعد، مرتدین نے کشتیاں بھی جلا ڈالی تھیں تاکہ مسلمان ان کا تعاقب نہ کر سکیں، حضرت علاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو رکعتیں پڑھ کر دُعاء کی:

یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم اسقنا

پھر گھوڑے کی باگ پکڑ کر سمندر میں کود پڑے اور لشکر سے فرمایا:

''اللہ کا نام لے کر کود جاؤ۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم پانی پر چل رہے تھے، اللہ کی قسم! نہ ہمارا قدم بھیگا نہ موزہ بھیگا نہ گھوڑوں کے سم بھیگے اور چار ہزار کا لشکر تھا۔''

۷ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیوی بہت تند مزاج تھیں، شیخ کی زندگی

کو اپنی بدخلقیوں سے تلخ کر رکھا تھا، ایک بار ایک مرید حضرت شیخ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے شیخ جنگل تشریف لے جا چکے تھے، مرید نے دروازے پر دستک دی، شیخ کی اہلیہ نے پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟ مرید نے بصد احترام حضرت شیخ کا نام لیا اور عرض کیا کہ زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں، بیوی نے شیخ کا نام سنتے ہی ان کی سینکڑوں شکایتیں بیان کر کے کہا کہ احمق ہو، عمر ضائع کرنے کے لیے اتنا طویل سفر کیا، شیخ کی حقیقت کو مجھ سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے، مرید بہت آزردہ خاطر ہوئے، روتے ہوئے جنگل کی طرف گزرے، دیکھا کہ شیخ شیر پر سوار ہیں اور لکڑیوں کا گٹھا بھی شیر پر لادے ہوئے ہیں اور ہاتھ میں سانپ کا کوڑا، شیخ نے مرید کی افسردگی سے سمجھ لیا کہ یہ بے چارہ بیوی کا تنگ کیا ہوا ہے، آپ نے فرمایا کہ کچھ غم نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے بیوی ہی کی بدمزاجی پر صبر کرنے سے مجھے یہ درجہ عطاء فرمایا ہے۔

گر نہ صبرم می کشیدے بارزن
کی کشیدے شیر نر بیگار من

۸ شیخ سعدی کے وقت کے ایک بزرگ:

شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ میں نے انہیں شہر ”رودبار“ کے میدان میں چیتے پر سوار دیکھا، اس ہولناک منظر سے میں ایسا گھبرایا کہ چلنے سے عاجز ہو گیا میرے پاؤں جم گئے۔ انہوں نے میرا یہ حال دیکھ کر مسکراتے ہوئے لبوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ سعدی! اس سے تعجب مت کر تو اللہ کے حکم سے گردن نہ موڑ تو کوئی چیز تیرے حکم سے گردن نہ موڑے گی۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد زحکم تو ہیچ

۹ قصبہ ’’مشائخ‘‘ کے ایک بزرگ:

حیدرآباد سے مشرق شمال کی طرف ایک قصبہ ہے ’’مٹیاری‘‘ اس سے کچھ ہٹ کر ایک اور قصبہ ہے اس کا نام ہے ’’مشائخ‘‘ مشائخ کے معنی ہیں دینی اعتبار سے بڑے بڑے لوگ، بہت بڑے عالم کو بھی شیخ کہتے ہیں اور بہت بڑے بزرگ کو بھی شیخ کہتے ہیں، شیخ کی جمع ہے مشائخ۔ اس قصبے میں کسی زمانے میں بہت بڑے بڑے علماء اور بہت بڑے بڑے بزرگ گزرے ہیں اسی نسبت سے قصبے کا نام ’’مشائخ‘‘ مشہور ہوگیا۔ ایک بار میرا وہاں جانا ہوا، وہاں بڑے بڑے علماء اور بزرگوں کی قبریں ہیں ایک قبر پر لکھا ہوا تھا کہ یہ بزرگ چیتے پر سواری کرتے تھے اور ہاتھ میں سانپ کا چابک ہوتا تھا۔ اگر ایسی روایات کی تائید قرآن وحدیث سے نہ ہوتی اور معتبر ذرائع سے ایسے علماء اور بزرگوں کے قصے نہ سنے ہوتے تو ہم سمجھتے کہ یہ ایسے ہی مریدوں نے قصے بڑھا چڑھا کر لکھ دیئے ہیں۔

۱۰ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنا یہ قصہ بیان فرمایا کہ ایک بار میں خانقاہ سے اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا ایک بہت تنگ گلی سے گزرنے لگا تو دیکھا سامنے سے ایک بہت مشہور مرکھنا سانڈ آ رہا تھا، جو مارنے میں بہت مشہور تھا، لوگوں کے پیچھے بھاگ کر انہیں مارتا تھا، مجھے خیال ہوا کہ اگر میں واپس لوٹتا ہوں تو یہ میرے پیچھے بھاگے گا میں بچ تو نہیں سکوں گا اور آگے بڑھنے میں یہ مشکل کہ گلی بہت تنگ ہے فرمایا کہ جیسے میری نظر اس پر پڑی اور اس نے بھی میری طرف دیکھا تو وہ مجھ سے اتنا ڈرنے لگا کہ گویا سکڑ سکڑ کر دیوار کے اندر گھسنے لگا ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے یہ اس کوشش میں ہے کہ دیوار پھٹ جائے اور اسے راستہ مل جائے اتنا ڈر رہا تھا میں بے خطر اس کے پاس سے گزر گیا۔ بات وہی ہے کہ اللہ سے ڈرنے والوں سے دنیا کی ہر چیز ڈرتی ہے۔

(اس قسم کے اور بھی کئی قصے آگے آ رہے ہیں۔ جامع)

یہ لوگ اللہ سے ڈرنے والے تھے اس لیے اللہ نے مخلوق کا خوف ان کے قلوب سے نکال دیا۔

آج کے مسلمان کی بہادری اور بزدلی:

آج کے مسلمان کی بہادری کا تو یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھی نہیں ڈرتا، اس کے عذاب کو اس کی پکڑ کو خاطر میں نہیں لاتا ادھر بزدلی کا یہ عالم ہے کہ دنیا کی ہر چیز سے ڈرتا ہے۔ یہ بات لوگوں کو سمجھاتے سمجھاتے میری عمر گزر گئی مگر ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی بس ایک شور ہے کہ جن چڑھ گئے، آسیب نے پکڑ لیا یا کسی نے سفلی کر دیا، فلاں دشمن نے جادو کر دیا، فلاں نے کالا کر دیا، بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں عاملوں کے پیچھے، مجھ سے جب کوئی یہ رونا روتا ہے تو میں ایک ہی بات کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیں، صحیح صحیح مسلمان بن جائیں نہ آسیب رہے گا نہ سفلی، کوئی پریشانی نہیں رہے گی لیکن ان کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئے ہوئے ہیں، ہر لمحہ اذیت میں گزر رہا ہے مگر پھر بھی نافرمانی سے باز نہیں آتے، دراصل یہ گناہ کی تاثیر ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے کرتے دل سیاہ ہو گئے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی ختم ہو گئی، گناہوں کا زنگ قلوب پر ایسا چڑھ گیا کہ اپنے فائدے کی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی ذہن اسے قبول ہی نہیں کرتا عمل تو بعد کی بات ہے، نافرمانی اور بغاوت بہت بڑی نحوست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے بڑے باغیوں یعنی کفار و مشرکین سے متعلق فرمایا کہ جہنم میں جلنے کے باوجود اس بغاوت کی نحوست دل سے نہیں نکلے گی چنانچہ وہاں پہنچ کر زبان سے بار بار یہی فریاد کریں گے کہ یا اللہ! ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے وہاں جا کر ہم تیری نافرمانی نہیں کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹے ہیں اگر انہیں دنیا میں بھیج دیا جائے تو بھی کفر و شرک اور بغاوت سے باز نہیں آئیں گے۔ ذرا اندازہ کیجیے! اللہ کی بغاوت سے انسان کی فطرت

کیسی مسخ ہو جاتی ہے کہ جہنّم کو دیکھ کر بھی ان کے دماغ درست نہ ہوں گے وہاں پہنچ کر بھی جھوٹ بولیں گے اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کی کوشش کریں گے کہ ہمیں ایک بار دنیا میں لوٹا کر دیکھیے ہم کتنے فرماں بردار بن کر دکھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جانتے ہیں وہ تاکید کے ساتھ فرمار ہے ہیں کہ پکی بات ہے کہ یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں:

وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ o بَلْ بَدَا لَھُمْ مَّا کَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُھُوْا عَنْہُ وَاِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ o (۶-۲۷، ۲۸)

> ’’اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ جہنّم کے پاس کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم پھر واپس بھیج دیے جائیں اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم اپنے رب کی آیات کو جھوٹا نہ بتائیں اور ہم ایمان والوں سے ہو جائیں بلکہ جس چیز کو اس کے قبل دبایا کرتے تھے وہ ان کے سامنے آ گئی ہے اور اگر یہ لوگ پھر واپس بھی بھیج دیے جائیں تو بھی یہ وہی کام کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور یقیناً یہ بالکل جھوٹے ہیں۔‘‘

جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے کرتے دل سیاہ ہو جاتا ہے تو یہی کیفیت ہو جاتی ہے عذاب دیکھ رہے ہیں سر پر آ چکا ہے پھر بھی ہدایت نہیں ہوتی۔ یہ تو اہل جہنّم کا آخری انجام بیان کیا گیا ہے، دنیا میں اس کا نمونہ دیکھنا چاہیں تو نافرمانوں کے حالات دیکھ لیں کہ طرح طرح کے مصائب اور عذابوں میں مبتلا ہیں پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہیں، سکون کی نعمت چھن چکی ہے، زندگی اجیرن ہو گئی ہے لیکن اس کے باوجود نافرمانی سے باز نہیں آتے اپنی باغیانہ روش نہیں چھوڑتے۔

عاملوں کے عاشق:

جن لوگوں کے ذہنوں پر آسیب اور سفلی کا بھوت سوار ہے عاملوں کے دروازوں پر

دھکے کھاتے پھر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب اللہ کی عظمت اور محبت سے خالی ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو یوں رسوا نہیں کرتے انہیں دردر کے دھکے نہیں دلاتے آج کل عامل بہت زیادہ ہوگئے ہیں پورے ملک میں جہاں جائیں ان کا جال پھیلا ہوا ہے اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ جہالت اور بے دینی بہت پھیل گئی ہے جس کے نتیجے میں لوگوں کی پریشانیاں بڑھ گئی ہیں، نئی سے نئی مصیبتوں، آفات اور امراض کی بہتات ہے اس لیے ہر عامل کو بآسانی شکار مل جاتا ہے جو بھی ان کے ہتھے چڑھ جائے ان کی ایک ہی تشخیص ہوتی ہے کہ تم پر کسی نے سفلی کر دیا ہے، تم پر اتنے اتنے جنات ہیں، جو بھی آفت زدہ اور پریشان حال ان کے پاس پہنچ جاتا ہے ایک تو اسے پہلے سے ہی یقین ہوتا ہے کہ اس پر سفلی ہے دوسرے عامل بھی یہی تشخیص کرتا ہے جس سے مریض کا یقین اور پختہ ہو جاتا ہے کہ واقعۃً سفلی ہے۔ دراصل قصہ یہ ہے کہ ان عاملوں کے دماغ پر سفلی ہے، ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان پر سفلی سوار ہے اس لیے انہیں سب پر سفلی ہی نظر آتا ہے اور ان عاملوں کے عاشقوں کی ایسی مت ماری گئی ہے کہ اگر ان سے کہا جائے کہ یہ عاملوں کا چکر ٹھیک نہیں ان کے پاس نہ جایا کریں تو فوراً وہ عامل کی تعریف شروع کر دیتے ہیں کہ یہ کوئی ایسا ویسا عامل نہیں بلکہ عالم ہیں، بعض عاملوں کا تعارف اس سے بھی اونچے الفاظ میں کرواتے ہیں کہ وہ بہت بڑے مفتی ہیں بعض کے بارے میں کہتے ہیں کہ تبلیغی بزرگ ہیں لیکن یہ بات خوب سمجھ لیں کہ کوئی عامل کتنا ہی بڑا بزرگ نظر آتا ہو فضاء میں اڑتا ہوا نظر آئے وہ بھی صحیح بات نہیں کرے گا، جو بھی ایک مرتبہ اس کے پاس چلا جائے خواہ وہ بیمار ہو یا بالکل تندرست، مرد ہو یا عورت اس پر جن ضرور چڑھائے گا، تجربہ کر کے دیکھ لیجیے یہ ناممکن ہے کہ کوئی اس کے دروازے سے خالی ہاتھ لوٹے، اس کا تو تصور بھی نہ کیجیے کہ وہ کسی کو یہ کہہ دے کہ تمہیں کچھ نہیں تم بالکل ٹھیک ہو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک بات کہتا ہوں کہ جس عامل کو آپ جتنا بڑا بزرگ سمجھ کر

جائیں گے وہ اپنی شان کے مطابق اتنا ہی بڑا چکر چلائے گا۔ بعض صحیح بزرگ بھی یہ کام کرتے ہیں مگر وہ بہت کم ہیں جو جھوٹ بول کر غلط بیانی کر کے جھوٹ موٹ کا جن یا سفلی چڑھا کر عوام سے پیسا لوٹنے کے لیے اپنا نام کرنے کے لیے، واہ واہ کروانے کے لیے عوام کو فریب نہیں دیتے، انہیں پریشان نہیں کرتے چکروں میں نہیں ڈالتے بلکہ عوام کو مانوس کر کے انہیں دین کی طرف لانے کی نیت سے شریعت کے مطابق صحیح صحیح کام کرتے ہیں، ان کی تفصیل آگے بتاؤں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لڑکیوں پر جن عاشق ہو گئے:

کسی نے فون پر بتایا کہ ایک شخص کی کئی جواں سال بیٹیاں ہیں، ان کی شادیاں نہیں ہو رہیں والدین کی عقل مندی دیکھیے کہ مناسب کوشش اور دین دار رشتہ تلاش کرنے کی بجائے عامل کے پاس پہنچ گئے کہ بچیوں کے رشتے کیوں نہیں ہو رہے، بھلا عامل کا اس معاملے سے کیا تعلق؟ عامل نے جواب دیا کہ ان لڑکیوں پر جن عاشق ہیں وہ شادی نہیں ہونے دیتے اور مزید بتایا کہ ان کی والدہ پر بھی جن عاشق ہیں۔ کس قدر شرم کی بات ہے، میں نے کہا کہ سارے خاندان پر ہی جن عاشق ہو رہے ہیں اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ آدم کی اولاد نہیں بلکہ جنوں کی بیٹیاں ہیں، ان کی لڑکیاں پریاں ہیں اس لیے کوئی انسان ان کا رشتہ لینے کو تیار نہیں ہو رہا، خیر یہ تو مزاح کی بات تھی، میں نے ان سے کہا کہ جن ون کچھ نہیں اس عامل کے چکر سے نکلو۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں مفتی صاحب ہیں۔ میں نے کہا کہ عامل جتنا بڑا ہوگا چکر بھی اتنا ہی بڑا اور گمراہ کن چلائے گا، اگر صحیح عالم دین اور مفتی ہوتا تو لڑکیوں کے والدین کو سمجھاتا کہ ان پر کوئی سفلی کوئی جن نہیں آپ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچیں اس کے ساتھ صحیح تعلق جوڑیں، اعتدال میں رہ کر کوشش کریں اور اچھے دین دار رشتے دیکھ کر لڑکیوں کی شادی کر دیں۔ اس کی بجائے وہ تشخیص کر رہا ہے کہ تمہاری لڑکیوں پر جن

عاشق ہیں، کیا کسی عالم دین کو یہ جواب زیب دیتا ہے؟ والدین بے چارے پہلے ہی پریشان تھے اس نے انہیں ایک نئی پریشانی میں ڈال دیا۔ میں نے سمجھایا کہ کوئی بھوت نہیں یہ نام نہاد مفتی جھوٹ کہتا ہے اس سے دور بھاگو، اللہ تعالیٰ نے انہیں سمجھ دے دی اس کے چکر سے بچ گئے اس کے پاس جانا چھوڑ دیا ورنہ آگے چل کر وہ مفتی نہ جانے اور کیا کیا چکر دیتا۔ والدین کی عقل دیکھیے کہ یہ گھریلو قسم کا مسئلہ دین دار حضرات کے مشورہ سے خود حل کرنے کی بجائے عامل کے پاس پہنچ گئے کہ بچیوں کی شادیاں کیوں نہیں ہوتیں، کیا رکاوٹ ہے، اس عامل نے کہہ دیا کہ جن عاشق ہیں اور انہوں نے یقین کر لیا کہ واقعۃً جنات عاشق ہیں اور وہی رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔

کسی لڑکی نے مجھے لکھا کہ وہ ایک عامل کے پاس گئی تو اس نے درمیان میں قرآن رکھ کر اسے اپنے سینے سے لگا کر خوب بھینچا اور کہا:

”اب ہم دونوں آپس میں بھائی بہن بن گئے۔“

کیسے خبیث لوگ ہیں قرآن مجید کو بدکاری کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔

لڑکی کو جنات مروڑ دیتے ہیں:

کسی نے بتایا کہ ایک لڑکی کو جنات جب چاہتے ہیں آ کر مروڑ دیتے ہیں اور وہ ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ والدین یقین کیے بیٹھے ہیں کہ یہ جنات کا کام ہے یہ نہیں کہ کسی معالج کو دکھائیں تشخیص کرائیں کہ یہ کس قسم کا دورہ ہے کون سی بیماری ہے اس طرف کوئی توجہ نہیں بس یہی بات دماغ میں بیٹھ گئی کہ جن سوار ہیں۔

کمرے پر جنات کا قبضہ:

ایک اور بات اس سے بھی زیادہ عجیب سنی کہ ایک کمرے پر جنات کا قبضہ ہو گیا وہ جنات کہتے ہیں کہ خبردار! کوئی اس میں قدم نہ رکھے ورنہ گردن توڑ دیں گے، سوچیے! جنات کو کمرے سے کیا کام وہ تو پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتے ہیں، غرض ان وہم کے

مریضوں کو ہر جگہ جن نظر آتے ہیں کسی قسم کا مسئلہ ہو کوئی سی پریشانی ہو جنات ہیں جنات، ارے آسیب ہو گیا، آسیب، کیا خرافات ہیں۔ وہ کمرا جن لوگوں نے جنات کے حوالے کر دیا تھا یہاں دارالافتاء بھی تعویذ لینے آتے تھے، مجھے بہت تعجب ہوا، یہ قصہ سن کر میں نے ان لوگوں کی گوشمالی کی اور انہیں اچھی طرح بجایا، میں نے کہا دیکھیے بات ہے صحیح صحیح اور صاف صاف کہ دارالافتاء کی نسبت کو بدنام نہ کریں اگر یہاں تعلق رکھنا ہے تو کچی پکی باتیں ذہن سے نکال دیں ورنہ یہاں آنا چھوڑ دیں، اچھی طرح سوچ کر فیصلہ کریں اگر یہاں سے تعلق رکھنا ہے تو اللہ کا نام لے کر کمرا کھول دیں کوئی جن ون نہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ بات ان کی سمجھ میں آگئی کمرا کھولا تو کچھ بھی نہیں تھا، اب روزانہ اس میں جا رہے ہیں آ رہے ہیں کوئی جن نہیں پکڑتا۔ درحقیقت یہ آج کے مسلمان پر نافرمانی کا وبال ہے، جنات کے وجود کا انکار نہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ کسی انسان پر ان کا تسلط ہو مگر وہ تو شاذ و نادر ہزاروں لاکھوں میں کسی پر ہو تو ہو یہ گھر گھر جن کہاں سے آگئے؟ یہ نافرمانیوں کا وبال ہے، جسے اپنے اوپر جنات کا شک گزرے اسے چاہیے کہ نافرمانیاں چھوڑ دے توبہ و استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرے کوئی جن اس کے قریب بھی نہیں آئے گا سب بھاگ جائیں گے۔ کئی ایسے قصے پیش آئے ہیں کہ دارالافتاء سے تعلق رکھنے والوں نے نیا مکان خریدا جو بہت مدت سے خالی پڑا ہوا تھا، لوگ انہیں ڈراتے تھے کہ جو مکان زیادہ مدت خالی پڑا رہے اس پر جنات قبضہ کر لیتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ کئی تجربے بھی ہوئے کہ اس مکان میں جو بھی رہا اسے جنات نے بہت پریشان کیا، مگر دارالافتاء سے تعلق رکھنے والے ایسے مکانوں میں بے خطر بہت سکون و اطمینان سے رہ رہے ہیں، بعض نے حفاظت کے لیے تعویذ مانگا تو میں نے کہا کہ آپ کا دارالافتاء سے تعلق ہونے کی وجہ سے جنات آپ سے ڈرتے ہیں، اس لیے آپ کو تعویذ کی کوئی ضرورت نہیں، چنانچہ وہ تعویذ کے بغیر ہی آرام سے رہ رہے ہیں، کوئی جن وغیرہ ان کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔

عاملوں کا امتحان لیجیے:

ایک بات بہت عجیب ہے کہ ان عاملوں کو کسی بھی نوعیت کی تکلیف بتائیں کوئی جسمانی مرض ہو، معاشی پریشانی ہو، کوئی گھریلو ناچاقی ہو، کچھ بھی ہو ان کی تشخیص ہر ایک کے بارے میں یہی ہوگی کہ کسی نے سفلی کر دیا ہے، بندش لگا دی ہے اور اتنے اتنے جن ہیں۔ مجھے ان لوگوں پر بہت تعجب ہوتا ہے جو ان کی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں، اچھے خاصے پڑھے لکھے دانشور قسم کے لوگ عاملوں کے سامنے ایسے احمق بن جاتے ہیں کہ وہ جو کچھ کہہ دیں ان کی طرف سے **آمنا و صدقنا**، اللہ کے بندو! کبھی ان بدعمل عاملوں کا امتحان بھی تو لے کر دیکھو۔ امتحان کا طریقہ بہت آسان سا ہے جو کرنا چاہے کر لے وہ یہ کہ کسی اچھے خاصے تندرست شخص کو کسی عامل کے پاس لے جائیں وہ جا کر عامل سے کہے کہ میری طبیعت کچھ خراب ہے، یہ جھوٹ بھی نہیں دل میں یہ نیت کر لے کہ تجھے دیکھ دیکھ کر طبیعت خراب ہو رہی ہے دل چاہ رہا ہے کہ تیری ایسی ٹھکائی لگاؤں کہ تیرا دماغ درست ہو جائے تو نے زمین پر شر پھیلا رکھا ہے اللہ کے بندوں کو جھوٹ بول بول کر پریشان کر رکھا ہے، تیرے شر سے اللہ کی زمین کو پاک کر دوں، دل میں یہ نیت رکھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کریں، انہوں نے بھی تو اپنی قوم سے یہی کہا تھا کہ میں بیمار ہوں، میری طبیعت خراب ہو رہی ہے یعنی تمہارے بتوں کو دیکھ دیکھ کر طبیعت خراب ہو رہی ہے ان کی گردنیں اُڑانے کے لیے طبیعت بگڑ رہی ہے۔ آپ بھی اسی طرح کریں اور یہ تجربہ کرنے کے لیے کسی معمولی سے عامل کے پاس نہ جائیں بلکہ کسی بڑے کا انتخاب کریں اس کا امتحان لیں، اس سے کہیں کہ طبیعت خراب ہو رہی ہے وہ آپ کا ہاتھ دیکھے گا یا آپ کا رومال یا قمیص یا بنیان سونگھے گا پھر بتائے گا کہ آپ پر کسی نے سفلی کر دیا ہے یا کہے گا کہ آسیب کا اثر ہے یا یہ کہ اتنے اتنے جنات ہیں یا یہ کہ گھر میں بندش ہے۔ اس طرح ان بدعمل عاملوں نے اللہ کی مخلوق کو وسوسوں میں ڈال رکھا ہے

اچھے خاصے تندرست و توانا انسان کو الو بنا کر بیمار کر دیتے ہیں، ایک قصہ بہت مشہور ہے کہ بچوں کو چھٹی کرنے کا شوق ہوا تو اس کے لیے یہ تدبیر نکالی کہ ایک نے استاذ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''استاذ جی آپ کی طبیعت کچھ خراب معلوم ہو رہی ہے خیریت تو ہے؟'' استاذ نے ڈانٹ کر کہا کہ کہاں خراب ہے، میں تو بالکل ٹھیک ہوں، پھر دوسرے لڑکے نے جا کر ایسے ہی کہا تو استاذ بولے ہاں کچھ سر میں درد ہے، اس لڑکے نے آ کر دوسروں کو بتایا کہ سر میں درد تو میں ڈال آیا ہوں، کچھ اور زور لگاؤ تو چھٹی ہو جائے گی، چنانچہ تین چار بچوں کے یکے بعد دیگرے کہنے سے استاذ کو بخار ہو گیا تو انہوں نے بچوں کی چھٹی کر دی۔ میں عاملوں کا امتحان لینے کے بارے میں کہہ رہا تھا ان کا امتحان لے کر دیکھیں تو ان کے فریب کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

امتحان کے دو قصے:

ایسے افراد جنہوں نے خود مجھے اپنے قصے بتائے اس وقت ان میں سے دو کے قصے سن لیں شاید کہ ہدایت ہو جائے اور ان عاملوں کے چکر سے بچ جائیں۔

پہلا قصہ:

ایک شخص نے اپنا قصہ بتایا کہ ایک مرتبہ میرے بھائی کی طبیعت خراب ہوئی تو انہیں وہم پڑ گیا کہ کسی نے کچھ کر دیا ہے لہٰذا عامل کے پاس جانا ضروری ہے۔ کسی کے ذہن میں کوئی غلط بات بیٹھ جائے تو نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے ان پر بھی یہ وہم سوار ہو گیا کہ کسی نے سفلی کر دیا ہے کسی عامل کے پاس چلو، بار بار اصرار کرنے لگے بڑوں کا بھی یہی اصرار کہ لے چلو لے چلو، میں مجبور ہو گیا اور بادل نخواستہ انہیں عامل کے پاس لے گیا میری طبیعت پریشان تو تھی ہی عامل بھی یہی سمجھا کہ یہی ہے میرا شکار لہٰذا بھائی کو چھوڑ کر میرا رومال لے لیا اور سونگھتے ہی ایک دم پھینک کر کہنے لگا کہ تم پر اتنے جنات ہیں، میں نے کہا کہ مجھے تو کچھ بھی نہیں میں تو مریض کو دکھانے لایا ہوں، مریض ایک طرف بیٹھا

ہے اس سے بات نہیں کرتا اور تندرست آدمی پر جن چڑھا دیئے۔

(حضرت اقدس بہت مدت تک انہیں مجلس وعظ میں کھڑا کر کے لوگوں کو دکھاتے رہے اور ان کا قصہ سناتے رہے۔ جامع)

دوسرا قصہ:

ایک ڈاکٹر صاحب نے اپنا قصہ بتایا کہ ان کے ایک عزیز بیمار تھے مختلف علاجوں سے فائدہ نہیں ہو رہا تھا اس لیے انہوں نے فیصلہ کیا کہ کسی عامل سے رجوع کیا جائے وہ ایک عامل کے پاس چلے گئے اور ان ڈاکٹر صاحب کو اپنے ساتھ لے گئے، اس نے مریض کی قمیص ایک بار ناپی تو بڑی دوسری بار ناپی تو چھوٹی پائی، اس نے کہا کہ آپ پر جنات کا اثر ہے۔ ڈاکٹر صاحب تجربہ کرنے کے لیے اپنی قمیص بھی ساتھ لے گئے تھے انہوں نے وہ قمیص عامل کو دی اور یہ نہیں بتایا کہ یہ میری ہے، عامل نے اسے بھی ناپا تو کہا کہ جنات کا اثر ہے، ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ یہ تو میری قمیص ہے تو عامل نے کہا کہ آپ پر بھی جنات کا اثر ہے، انہوں نے کہا کہ میں تو بالکل ٹھیک ہوں لیکن وہ اپنی بات پر اڑ گیا کہ نہیں نہیں آپ پر بھی جنات کا اثر ہے۔ یہ ہیں ان نام نہاد عاملوں کے کرتوت۔ بہت سے عامل ایسے بھی ہیں کہ انہیں آتا جاتا کچھ نہیں ایسے ہی لوگوں کو الو بناتے ہیں، بناتے کیا ہیں ان کے پاس جانے والے پہلے سے ہی الو ہوتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام:

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے غلام نے کھانے کی کوئی چیز دی آپ نے کھالی پھر اس نے بتایا کہ میں نے ایک شخص کو قسمت شناسی کا عمل کر کے کچھ بتا دیا حالانکہ میں یہ فن نہیں جانتا تھا، میں نے اسے فریب دیا، اس نے مجھے اس کا عوض دیا، آپ نے اسی میں سے کھایا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلق میں انگلی ڈال

کرتے کردی۔ (صحیح بخاری)

اس زمانے کے بدعمل عاملوں کا حال:

وہ زمانہ تو تھا چودہ سو سال پہلے کا اب تو اس معاملے میں لوگ کتنی ترقی کر گئے ہیں کچھ نہ پوچھئے اب تو کتنے لوگ ایسے ہیں جو کچھ بھی نہیں جانتے بس بابا بن کر بیٹھ گئے اور دنیا بھاگی جا رہی ہے ان کے پاس کسی کو کچھ دے دیا کسی کو کچھ دے دیا۔ یہی حال سفلی کرنے والوں کا ہے کچھ جانتے نہیں بس کسی دھاگے پر گرہیں لگا دیں کسی بیری میں باندھ دیا، کسی کے دروازے پر پتلا ڈال دیا، کسی کے دروازے پر مسور کی دال ڈال دی، کسی کے سامنے آنے کا پیڑا ڈال دیا، کسی کے گھر میں گوشت کی بوٹی پھینک دی، بس لوگ سمجھتے ہیں کہ کچھ ہو گیا، یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر عذاب ہے، پہلا عذاب تو دیا مصنوعی جادو سفلی کرنے والوں کے ذریعے کہ وہ کچھ جانتے ہی نہیں، بس کسی کو پریشان کرنے کے لیے ایسے ایسے فریب اور جھوٹ موٹ کے چکر چلاتے رہتے ہیں، اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے اور پٹائی لگانے کے لیے کسی عامل کے پاس بھیج دیا، عامل کے پاس گیا تو اس نے قمیص سونگھی یا بنیان سونگھا یا رومال سونگھا قمیصیں اور بنیانیں سونگھتے سونگھتے ان کے اپنے دماغ ہی خراب ہو گئے ہیں، پھر وہ عامل اسے بتاتا ہے کہ تجھ پر کسی نے سفلی کر دیا ہے، تجھ پر اتنے جن ہیں، عورتوں کو بتاتے ہیں کہ تجھ پر جنات عاشق ہو گئے ہیں، اس لیے تجھے شادی نہیں کرنے دیتے۔

مریض کو اُلو بنانے کے طریقے:

یہ بے دین عامل عوام کو کیسے کیسے الو بناتے ہیں کچھ اس کی تفصیل بھی سن لیجیے:

① پہلے بتا چکا ہوں کہ اچھے خاصے تندرست انسان کا رومال یا قمیص یا بنیان وغیرہ سونگھ کر اس پر جھوٹ موٹ کے جنات یا سفلی چڑھا دیتے ہیں۔

۲ مریض کی قمیص یا بنیان کی پیمائش کرتے ہیں پھر مریض پر دم کر کے دوبارہ ناپتے ہیں، بعض ڈوری لے کر سر سے پاؤں تک ناپتے ہیں پھر دم کرنے کے بعد دوبارہ ناپتے ہیں، بعض کوئی چھڑی ناپ کر مریض کے جسم پر پھیرنے کے بعد اسے دوبارہ ناپتے ہیں، ان چیزوں کی دوبارہ پیمائش پہلی پیمائش سے کچھ کم یا زیادہ ہو جاتی ہے، یہ کرتب دکھا کر بے دین لوگوں کو الو بناتے ہیں کہ دیکھیے پہلے اتنی تھی اور اب اتنی ہوگئی ہے۔ اس لیے اس پر آسیب یا سفلی کا اثر ہے اس مکر و فریب کی حقیقت بھی سن لیں، یہ بدعمل فریبی عامل پیمائش میں تین طریقے سے فریب کرتے ہیں:

① ٹیڑھی چال یعنی سیدھا ناپنے کی بجائے ٹیڑھا ناپتے ہیں اور دوسری بار سیدھا ناپتے ہیں تو اس طرح پیمائش میں فرق آجاتا ہے۔

② پہلی بار کھینچ کر ناپا دوسری بار ڈھیلا۔

③ ہاتھ کو آگے یا پیچھے ذرا سا سرکا لیتے ہیں۔

لوگ اپنی پریشانی کی وجہ سے ان کی حرکتوں پر توجہ نہیں دیتے یا یوں کہیں کہ لوگ ان کے ہاتھوں بے وقوف بننے کے لیے پہلے ہی تیار ہوتے ہیں اس لیے انہیں پتا نہیں چلتا کہ کیا ہو رہا ہے۔

۳ یہ بدعمل عامل بہت ہوشیار ہوتے ہیں لوگ اپنے جو حالات بتاتے ہیں اس سے یہ ان کی نفسیات کا اندازہ لگا کر اسی کے مطابق چکر چلاتے ہیں۔ مثلاً یہ تو سب جانتے ہیں کہ گھروں میں عموماً عورتوں کی لڑائیاں رہتی ہیں ساس بہو کا جھگڑا، دیورانی جٹھانی کا جھگڑا، نند بھاوج کا جھگڑا وغیرہ، ایسے حالات کا اندازہ لگا کر عورتوں کو بتاتے ہیں کہ تجھ پر تیری دیورانی یا جٹھانی نے جادو کیا ہے یا تیری ساس تیرا گھر برباد کروانا چاہتی ہے اس سے ہوشیار رہنا۔ جاہل عورتوں کے دماغ میں تو پہلے ہی سے ان کے خلاف زہر بھرا ہوتا ہے عامل کی بات سن کر وہ اس کی معتقد ہو جاتی ہیں کہ دیکھیے کتنے بڑے بزرگ ہیں کیسی ٹھیک باتیں بتاتے ہیں۔ اس طرح یہ بدعمل عامل اللہ تعالیٰ

کی زمین پر فساد کا بیج بوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں باہم الفت و محبت پیدا کرنے کی بجائے نفرتیں اور عداوتیں پیدا کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کے باغیوں پر ان کی نافرمانیوں کا وبال ہے، اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو کیسے کیسے عجیب عجیب عذاب دیتے ہیں ذرا گنتے جائیے:

① پہلے تو کسی سے آٹے کا پیڑا اچھلوایا، اس سے ڈرتا ہے۔

② دوسرا عذاب یہ کہ کسی بدعمل عامل کے پاس بھجوایا، اس نے ڈرایا یہ ڈرنا خود عذاب ہے۔

③ عامل کو پیسے دیئے، یہ عامل کئی کئی ہزار روپے لیتے ہیں، یہ ایک مستقل عذاب ہے۔

④ عامل نے فلیتے پلیتے بنا کر دے دیئے کہ انہیں جلا کر ان کی طرف دیکھو اور سونگھو، یہ سارے کام چھوڑ کر بیٹھا ہوا ان فلیتوں کو دیکھ رہا ہے، سونگھ رہا ہے، اس کا دھواں اس کے اندر جا رہا ہے، دماغ میں اور پیٹ میں اتر رہا ہے، سارا کچھ اندر سے کالا ہو رہا ہے، پھر اس کی وجہ سے کھانس بھی رہا ہے، ناک سے پانی بہ رہا ہے، یہ ایک مستقل عذاب ہے۔

اللہ کی نافرمانی ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے انسان سکون سے محروم ہو جاتا ہے۔

غیب کی خبروں کے بارے میں لوگوں کا حال:

گناہوں کا سب سے بڑا وبال یہ پڑتا ہے کہ انسان کی عقل مسخ ہو جاتی ہے:

نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ (۵۹-۱۹)

نافرمانوں کو اپنے نفع و نقصان میں تمیز نہیں رہتی، عقل کو ریورس گیئر لگ جاتا ہے، اسی لیے لوگ صرف وہی واقعات دیکھتے ہیں جہاں اسباب کامیاب ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیاطین دنیا میں امور تکوینیہ کے بارے میں ملائکہ کی باتیں سننے اوپر جاتے ہیں، ان کا بڑا رئیس زیادہ اوپر چڑھ جاتا ہے اور کوئی بات

سن لیتا ہے، اسے آگ کا شعلہ مار کر جلا دیا جاتا ہے، جلنے سے پہلے تھوڑی سی بات نیچے والے شیاطین کو جلدی سے پہنچا دیتا ہے، کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اسے بندوں کے امتحان کے لیے کامیاب فرما دیتے ہیں، وہ شیاطین نیچے آ کر یہ خبر اپنے دوستوں بدعمل عاملوں کو بتاتے ہیں پھر وہ شکار پھانسنے کے لیے اس کے ساتھ کئی گنا زیادہ جھوٹی خبریں ملا کر لوگوں کو غیب کی خبریں بتاتے رہتے ہیں اور لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان غیب کی خبروں میں سے سینکڑوں ہزاروں خبریں غلط ہوئیں تو ان کی طرف توجہ نہیں دیتے کہ کتنی خبریں غلط ہوئیں، سینکڑوں ہزاروں میں سے کوئی ایک بات صحیح ہو گئی تو سب اسے ہی پکڑیں گے کہ اس نے یہ بتایا تھا ہو گیا، دیکھیے اس کی بات صحیح نکلی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تفصیل ان آیات کی تفسیر میں بیان فرمائی ہے:

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ o وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ o اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیْنٌ o
(۱۵-۱۶ تا ۱۸)

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ o وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ o لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ o دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ o اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ o (۳۷-۶ تا ۱۰)

حضرت سلیمان علیہ السلام لاٹھی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے تھے جنات سے کام کروا رہے تھے، اسی حالت میں آپ کا انتقال ہو گیا مگر جنات کو پتہ نہ چل سکا اس لیے وہ کام کرتے رہے جب ان کی لاٹھی کو دیمک نے کھا لیا اور وہ گر گئے تو جنات کو پتا چلا کہ آپ کا انتقال ہو چکا ہے، اس کے بعد جنات کہنے لگے کہ اگر ہم غیب جانتے تو اتنی مشقت میں گرفتار نہ رہتے:

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ یَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ

اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ o يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ o فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَادَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ o (۳۴-۱۲تا۱۴)

ہدہد تو ایک چھوٹا سا پرندہ ہے اس نے ملک سبا کا پتا چلالیا ملکہ، اس کے تخت اور وہاں کے عوام کے حالات حضرت سلیمان علیہ السلام کو بتادیے جبکہ جنات پتا نہ چلا سکے:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ o لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْلَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْلَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ o فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَالَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ ۢ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ o اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ o وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ o (۲۷-۲۰تا۲۴)

غالباً مثنوی میں ہے کہ ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں زمین کے اندر پانی کی گہرائی معلوم کرلیتا ہوں اس لیے لشکر کے ساتھ مجھے رکھا کریں جہاں پانی کی گہرائی کم ہوگی میں بتادوں گا وہاں لشکر ٹھہرے تو زمین سے پانی نکالنے میں سہولت ہوگی۔ جنات بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھے، ان میں سے کوئی یہ دعویٰ نہ کرسکا، اس سے بھی ثابت ہوا کہ جنات کو تو ہدہد جیسے چھوٹے سے پرندے جتنا بھی علم نہیں، ان حقائق اور قرآن سے ثابت واقعات کے باوجود بے دین

لوگوں کی عقل میں یہ بات نہیں آ رہی گناہوں کے وبال سے قلب کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے ان لوگوں کے ذہنوں میں سوائے اس کے کوئی بات آتی ہی نہیں کہ جن ہے، آسیب ہے، کسی نے سفلی کر دیا، کالا کر دیا، پیلا کر دیا، بندش لگا دی، جو بھی پریشان حال ملے گا یہی کہے گا لیکن میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ بدعمل عامل لوگوں کو بے وقوف بنا کر خوب خوب ان سے مال لوٹ رہے ہیں اور ان کا سکون برباد کر رہے ہیں، ان سے دور بھاگیں، ان کے شر سے بچنے کی کوشش کریں۔

جن یا سفلی سے انکار نہیں:

میری باتیں سن کر کسی کو اشکال ہو سکتا ہے کہ یہ تو کہہ رہا ہے کہ جن نہیں ہوتے مگر ہم تو خود دیکھتے ہیں کہ عورتیں تڑپ رہی ہوتی ہیں اور ان کی زبان پر جن بولتے ہیں، انہیں بار بار دورے پڑتے ہیں آخر یہ جن نہیں تو کیا ہے؟ اس بارے میں کچھ وضاحت کرنا چاہتا ہوں:

① جن اور جادو کے وجود سے انکار نہیں یہ دونوں چیزیں قرآن مجید سے ثابت ہیں۔

② جن اور جادو کا انسان پر اثر کرنا، اس سے بھی انکار نہیں یہ بھی قرآن مجید سے ثابت ہے۔

③ جن کسی کو پکڑ لے یا کسی پر کوئی جادو کر دے تو اس کا علاج ہے، اس سے بھی انکار نہیں، اس کا علاج ہوتا ہے۔

④ علاج کرنے والے نیک بھی ہیں، برے بھی ہیں، بدعقیدہ بھی ہیں، بدعقیدہ بلکہ کافر و مشرک کے علاج سے بھی فائدہ ہو جاتا ہے، اس سے بھی انکار نہیں۔

یہ چاروں نمبر تو مسلمات ہیں ان سے انکار نہیں، اب یہ سمجھیں کہ میں جو بتاتا رہتا ہوں تو میرا مقصد کیا ہوتا ہے اس کی وضاحت سمجھ لیں۔

اکثریت پر جن یا سفلی نہیں ہوتا:

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان پر کوئی جن ہے یا جادو ہے، کہتے ہیں کہ اس پر کوئی اثر

ہے، ان کے بارے میں میرے ایک دو نہیں بے شمار تجربے ہیں کہ ان میں سے اکثریت پر جن یا جادو کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جن پر نہ جن ہے نہ جادو بلکہ کچھ دوسری وجوہ ہوتی ہیں۔

مریضوں کی تین قسمیں:

ان مریضوں کی تین قسمیں ہیں:

① مرض

② مکر

③ وہم

① مرض:

کوئی جسمانی یا دماغی مرض ہوتا ہے مگر جنات کا یہ بھوت سروں پر ایسا سوار ہے کہ خود وہ مریض بھی اور اس کے اعزہ واقارب بھی یہی سمجھتے ہیں کہ جن چڑھے ہوئے ہیں جلدی سے بلاؤ کسی عامل کو، ایک عامل سے فائدہ نہیں ہوا تو دوسرے عامل کے پاس لے جاؤ، وہ عامل لگا ہوا ہے اس کا جن اتارنے پر اور مریض کو دورے پڑ رہے ہیں مرگی کے، فائدہ کیا خاک ہوگا؟ بلکہ الٹا نقصان ہے، دین کا نقصان تو ظاہر ہی ہے پیسے کا بھی نقصان ہے، اس سے بھی بڑھ کر مریض کی جان کو خطرہ ہے۔ صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ جیسے ہی مرض کی ابتداء ہو اعتدال میں رہ کر کسی معالج سے رجوع کریں تاکہ بروقت مرض کا علاج ہو جائے مگر یہ لوگ عاملوں کے چکروں میں پڑ کر وقت ضائع کرتے ہیں اس دوران مرض بڑھتا رہتا ہے اور خطرناک حد تک پہنچ جاتا ہے یا تو آخر وقت تک انہیں مرض کا علم ہی نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو اس وقت کہ جب مرض پیچیدہ صورت اختیار کر چکا ہوتا ہے اس صورت میں علاج بہت مشکل اور مہنگا ہوتا ہے۔

۲ مکر:

ان پر تسخیر یا جن وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوتا یہ لوگ مکر کرتے ہیں یوں شاید آپ لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے اس لیے اس بارے میں چند قصے سن لیجیے۔

مکر کے قصے:

۱ ایک عورت پر جن سوار ہوگئے اس کی زبان پر ایک ہی مطالبہ کہ اسے ٹھٹا لے چلو، ٹھٹا لے چلو، اس کے بغیر ہم نہیں چھوڑیں گے۔ میں مریض کے حالات سے صرف ایک دو باتیں سن کر ہی فوراً حقیقت حال سمجھ لیتا ہوں، چنانچہ اس کے مطالبے سے میں سمجھ گیا کہ مکر کر رہی ہے، میں نے اسے پیغام بھجوایا کہ تم پر کوئی جن ون نہیں تم اپنے گھر والوں کو بے وقوف بنا رہی ہو، اگر تمہارا کوئی مطالبہ ہے تو مجھے بتا دو شاید میں تمہاری کچھ مدد کردوں ورنہ میں تمہارے گھر والوں کو بتا دوں گا کہ یہ جھوٹ بول رہی ہے مکر کر رہی ہے اس پر کوئی جن ون نہیں، اس طرح تمہاری عزت بھی جائے گی اور مطالبہ بھی پورا نہیں ہوگا۔ یہ سن کر اس عورت نے بتایا کہ اصل قصہ یہ ہے کہ میری شادی کو اتنے سال ہوگئے اور میرے ہاں اولاد نہیں ہو رہی کسی نے بتایا ہے کہ ٹھٹا میں ایک بزرگ کی قبر ہے وہاں جانے سے اولاد ہو جاتی ہے لیکن میرے والد اور شوہر کسی طرح مجھے ٹھٹا لے جانے پر راضی نہیں ہوتے میں نے اپنی بات منوانے کے لیے یہ ڈھونگ رچایا ہے تاکہ یہ لوگ مجبور ہو کر مجھے لے جائیں۔

۲ ایک شخص نے بتایا کہ اس کے بیٹے پر جن چڑھا ہوا ہے چھتیس گھنٹے سے بالکل بے ہوش ہے نہ کچھ کھایا نہ پیا، نہ پیشاب نہ پاخانہ، میں نے کہا کہ وہ مکر کر رہا ہے، انہوں نے کہا کہ ایسا مکر کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنی طویل مدت تک کوئی بلاحس وحرکت پڑا رہے کھانے پینے اور پیشاب پاخانے کی کوئی حاجت ہی نہیں، میں نے کہا کہ میں اس سے خلوت میں بات کر کے منوا دوں گا کہ مکر کر رہا ہے، میں نے اس سے خلوت میں کہا

کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ تو مکر کررہا ہے اگر تو صاف صاف بتا دے کہ تیرا کیا مطالبہ ہے جسے منوانے کے لیے ایسا مکر شروع کیا ہے تو میں تیرا مطالبہ منوانے کی کوشش کروں گا اور تیرے مکر کا راز کسی کو نہیں بتاؤں گا تیری عزت رہ جائے گی اور امید ہے کہ تیرا مطالبہ بھی پورا ہو جائے گا اور اگر تو نے صحیح بات نہ بتائی تو ایسی ٹھکائی لگاؤں گا کہ تجھے راز اگلنا ہی پڑے گا جس سے تیرے تین نقصان ہوں گے:

① ٹھکائی۔

② پھر وہ راز میں سب کو بتاؤں گا تو تیری بدنامی ہوگی۔

③ جس مطالبے کی خاطر تو اتنی بڑی مصیبت اٹھا رہا ہے وہ بھی پورا نہیں ہوگا۔

تو اس لڑکے نے بتایا کہ اس سے ایسی غلطی ہوگئی ہے کہ اس کے والد کی طرف سے سزا ملنے کا خطرہ ہے اس سے بچنے کے لیے اور والد کی سختی کو نرمی اور محبت سے بدلنے کے لیے میں نے یہ مکر کیا ہے۔

۳ جدہ میں ہندوستان کا کوئی خاندان بس رہا ہے ان کی لڑکی پر جن چڑھ گیا وہ بہت پریشان تھے میرے بارے میں انہیں معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں آیا ہوا ہے تو لڑکی کے علاج کے لیے تین چار مرد میرے پاس پہنچے، میں نے ان کی تھوڑی سی بات سنتے ہی فیصلہ سنا دیا کہ اس پر جن نہیں چڑھا ہوا عشق چڑھا ہوا ہے، پھر جب انہوں نے جن کے مطالبات کی کچھ تفصیل بتائی تو میرے فیصلے کی مکمل تصدیق ہوگئی، میں نے ان سے کہا کہ اگر وہ لڑکی مجھ سے علاج کروانا چاہتی ہے تو باضابطہ بذاتِ خود مجھ سے خط وکتابت کرے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد علاج ہو جائے گا مگر انہوں نے بعد میں کوئی رابطہ نہیں کیا۔

بحمد اللہ تعالیٰ مریض کو دیکھتے ہی فوراً اور نہ اس کے بارے میں صرف کوئی ایک آدھ جملہ سنتے ہی مجھے اس کے حالات کا پتا چل جاتا ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔

۴ پنجاب کے بہت دور کے علاقے سے ایک شخص نے لکھا کہ اس کی کسی غلطی کی وجہ سے اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی ہے مگر بیوی کو چھوڑنے سے پورا خاندان سخت ناراض ہوگا اور باہم بہت سخت عداوت پیدا ہوجائے گی اس لیے میں نے یہ تدبیر لگائی ہے کہ اپنے اوپر جن چڑھالیا، مصنوعی طور پر بے ہوش ہوجاتا ہوں اور ایسے ظاہر کرتا ہوں کہ جن مجھے بہت سخت تکلیف دے رہا ہے، چیختا ہوں، چلاتا ہوں، جن کہتا ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو ورنہ تجھے جان سے مار ڈالوں گا۔ مجھے کوئی صحیح تدبیر بتائیں کہ میں کیا کروں؟ میں نے جواب لکھا کہ جو تدبیر آپ کر رہے ہیں وہی ٹھیک ہے، ایسے ہی کبھی اپنے اوپر مصنوعی حملہ طاری کرکے طلاق دے دیں، بعد میں رشتے داروں کو بتائیں کہ اللہ کا کرم ہوگیا کہ جان بچ گئی۔

۵ اندرونِ سندھ سے کسی نے اپنی کسی عزیزہ کے لیے آسیب کا تعویذ منگوایا میں نے بھیج دیا تو انہوں نے دوبارہ لکھا کہ اس تعویذ سے فائدہ نہیں ہوا، جن کہتا ہے کہ اسے آپ کے پاس لے چلیں وہاں جاکر علاج کروائیں، میں سمجھ گیا کہ اس عورت کو کراچی کی سیر وتفریح کا شوق ہے، جن ون کچھ نہیں سیر کراچی کے لیے مکر کر رہی ہے اس لیے میں نے دوبارہ وہی تعویذ بھیج دیا میرے ہاں ہر مرض اور ہر مشکل کے لیے تعویذ تو ایک ہی ہے، عطائی کی سنا کی پڑیا کی طرح، میں اس تعویذ کو ”ثناء“ کی پڑیا کہتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، میں نے وہ تعویذ بھیج دیا اور ساتھ لکھ دیا کہ یہ تعویذ بہت زبردست ہے اس کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ صبح علی الصباح کسی درخت سے کوئی چھڑی کاٹ کر لائیں دو بالشت آٹھ انگل لمبی اور ایک انگل موٹی پھر اس تعویذ کو پانی میں حل کرکے وہ پانی اس چھڑی پر لگائیں اور مریض کے صبح نہار منہ ایک ہی سانس میں سات بار بہت کھینچ کر لگائیں اس سے مریض کو ایسے معلوم ہوگا کہ آگ کا چابک لگ رہا ہے اس لیے اس تعویذ کا نام ہے ”ناری تعویذ“ مریض بہت چیخے چلائے گا مگر آپ فکر نہ کریں درحقیقت یہ ناری تعویذ کے کوڑے آسیب پر پڑ رہے ہوں گے وہ چیخے گا مریض کو کوئی

تکلیف نہ ہوگی مطمئن رہیں۔ بس جیسے ہی میرا وہ خط پہنچا جن بھاگ گیا۔

اس میں کوئی بات بھی غلط نہیں فہم دین رکھنے والے اس کا صحیح مطلب سمجھ سکتے ہیں۔

۶ ایک شخص نے ایسے ہی اپنے اوپر جن چڑھا رکھا تھا میں نے اس کے مصنوعی جن سے کہا کہ اب کی بار تو تجھے چھوڑ دیتا ہوں اگر آیندہ پھر کبھی آیا تو تیری ایسی ٹھکائی لگاؤں گا کہ دنیا بھر کے جنات کی نسلیں قیامت تک یاد رکھیں گی، پھر مریض نے بتایا کہ اب جن اس پر نہیں چڑھتا مگر دیوار پر بیٹھ کر ڈراتا ہے، تو میں نے اس سے کہا کہ دیوار پر ہی تو بیٹھتا ہے تم پر تو نہیں چڑھتا پھر تم کیوں ڈرتے ہو اور اگر پھر بھی ڈر لگتا ہے تو اس کا علاج بھی یہی ہے کہ ٹھکائی لگائی جائے، اس کے بعد مریض نے بتایا کہ اب جن اسے نہیں ڈراتا۔

خوب غور سے سنیے! میں کبھی بھی آسیب کو مارتا نہیں آسیب تو میرا نام سن کر ہی بھاگ جاتے ہیں انہیں مارنے کی کیا ضرورت البتہ جنات میں میری ہیبت پھیلنے سے پہلے ایک آسیب نے حماقت سے مجھ پر حملہ کر دیا تو میں نے اسے ایک طمانچہ لگایا جس سے وہ بے ہوش ہو کر گر گیا اور وہ طمانچہ “کراماتی طمانچہ” کے نام سے مشہور ہو گیا۔ یہ جتنے قصے بتائے ہیں ان لوگوں کے بارے میں ہیں جن سے متعلق معلوم ہو گیا تھا کہ مکر کر رہے ہیں ان کو بھی صرف دھمکی دینی مقصود تھی مارنے کا ارادہ نہیں تھا صرف دھمکی ہی سے ان کا مکر اتر جاتا تھا “تعویذ ناری” کے ساتھ بھی جو چھڑی سے پٹائی لگانے کا لکھا تھا وہ بھی اسی یقین پر کہ اس کی نوبت نہیں آئے گی بلکہ یہ نسخہ سنتے ہی مریض درست ہو جائے گا۔ دوسروں کو بھی ہدایت کرتا ہوں کہ کسی کو ماریں ہرگز نہیں۔ بلکہ علماء کو وصیت کرتا ہوں کہ لوگوں کے آسیب اور سفلی وغیرہ اتارنے کے دھندے نہ کریں، اپنی اور دوسروں کی آخرت بنانے کی فکر کریں، اللہ کی زمین پر ایک اللہ کی حکومت قائم کرنے کی جدوجہد کریں، آسیب اور سفلی کے حملے نافرمانوں پر ہوتے ہیں، انہیں چھوڑ دیجیے کہ اللہ کے قانون کے مطابق ایک دوسرے کے لیے عذاب بنے رہیں:

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○
(٦-١٢٩)

میں پہلے بھی تعویذ بہت کم دیتا تھا جس کی تفصیل کا بیان آگے آ رہا ہے اب کئی سالوں سے وہ بھی چھوڑ دیا۔

٣ وہم:

وہم کا اثر ہوتا ہے جسے آج کل کی اصطلاح میں نفسیاتی اثر کہتے ہیں۔ انہیں نہ کوئی بیماری ہوتی ہے نہ آسیب اور نہ ہی یہ مکر کرتے ہیں بلکہ وہم کے مریض ہوتے ہیں، خود ہی سوچ سوچ کر اپنے ذہن میں یہ بات بٹھا لیتے ہیں یا دوسرے لوگ بٹھا دیتے ہیں کہ کسی نے سفلی کر دیا ہے یا کوئی جن چڑھ گیا ہے۔

کہیں شاذ و نادر ہزاروں میں ایک دو پر جن یا سحر کا اثر ہوتا ہے باقی سارے قصے ایسے ہی بنائے ہوئے ہوتے ہیں کچھ اثر وثر نہیں ہوتا۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ اگر اثر ہوتا ہے تو ان عاملوں کے دماغوں پر ہوتا ہے جنہیں ہر ایک پر کچھ نہ کچھ نظر آتا رہتا ہے۔

طریق علاج:

اب سنیے ان تینوں قسموں کے مریضوں کا طریق علاج۔

پہلی قسم:

پہلی قسم بتائی تھی مرض، انہیں جسمانی امراض ہوتے ہیں مگر الزام دیتے ہیں جنات کو کہ جن گلا گھونٹ رہے ہیں، مار رہے ہیں، بلاؤ کسی عامل کو یہ پتا نہیں کہ مریض کو مرگی کا دورہ پڑ رہا ہے یا کوئی اور جسمانی تکلیف ہے جس کی وجہ سے وہ تڑپ رہا ہے، ایسے میں کسی جسمانی معالج کی طرف رجوع کریں، علاج کروائیں مگر نہیں یہاں تو ہر مرض کی ایک ہی تشخیص ہے اور ہر مریض کا ایک ہی علاج ہے جنات سفلی، جنات سفلی، جنات

سفلی، اللہ تعالیٰ اس قوم کو عقل عطاء فرمائیں۔ مسلمان کی حالت دیکھ دیکھ کر میرا دل کڑھتا ہے، دل میں درد اٹھتا ہے، اللہ کے بندو! ذرا یہ تو سوچو کہ یہ تکالیف اور پریشانیاں کہاں سے آرہی ہیں؟ کس کے حکم سے آرہی ہیں؟ ذرا اس حقیقت کو سوچیں۔ چلیے آپ کی بات تسلیم کرلیتے ہیں کہ کوئی جسمانی مرض نہیں جنات کا اثر ہے یا کسی نے سفلی کردیا ہے تو یہ سوچیے کہ یہ جنات کس کے حکم سے تنگ کررہے ہیں اگر کسی نے سفلی کردیا تو اسے جرأت کیسے ہوئی کہ آپ پر سفلی کرے، اس کے دل میں یہ خیال کس نے ڈال دیا کہ فلاں پر سفلی کرواسے پریشانی میں مبتلا کرواور اس کا جینا دوبھر کردو، ان باتوں کو سوچیے، سوچنے سے یہ حقیقت ازخود دل میں اترے گی کہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہورہے ہیں، کائنات کی تمام چیزیں اسی کے قبضے میں ہیں، جب ہر جگہ اسی کا حکم چلتا ہے تو اسے راضی کیے بغیر کوئی کام بن ہی نہیں سکتا، ہر پریشانی کا علاج اس مالک کو راضی کرنے سے ہی ہوگا اسے راضی کیے بغیر اس کی نافرمانی چھوڑے بغیر دنیا میں کبھی بھی سکون نہیں مل سکتا۔ جب وہ ناراض ہوتا ہے تو عقل بھی چھین لیتا ہے اور انسان اپنے فائدے کی بجائے نقصان کے کام کرتا چلا جاتا ہے، یوں اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑھتا جاتا ہے جس کی ایک مثال تو یہی ہے کہ جسمانی مرض ہے کسی معالج کو دکھادیں یا کسی عقل مند سے مشورہ کرلیں تاکہ اس کی تشخیص اور علاج آسانی سے ہوجائے مگر یہ نافرمانیوں کا وبال ہے کہ آسان کام کو پیچیدہ کرلیا، اس طرف ذہن جاتا ہی نہیں مریض ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاتا ہے مگر پھر بھی حقیقت سمجھ میں نہیں آتی اور اس کی موت کے بعد بھی یہی کہتے ہیں کہ جنات نے ماردیا، پہلے سے بھی زیادہ خوفزدہ ہوجاتے ہیں۔ صحیح طریقہ یہی ہے کہ اعتدال میں رہ کر جسمانی امراض کا علاج کیا جائے۔

دوسری قسم:

سب سے زیادہ خطرناک قسم مکر ہے یعنی جو مکار جھوٹ بول کر دھوکا دے کر جن سوار

کر لیتے ہیں والدین اور تمام گھر والوں کو پریشانی میں ڈال دیتے ہیں، اس کے علاج کے مختلف طریقے مکر کے قصوں کے بیان میں بتا چکا ہوں جن میں سے سب سے زیادہ موثر ''ناری تعویذ'' ہے اس کی تفصیل بھی بتا چکا ہوں۔ اس ناری تعویذ کے استعمال کی نوبت نہیں آئے گی، ناری تعویذ کا نام سن کر ہی مکار مریض اٹھ کر بیٹھ جائے گا اور کہے گا کہ میں اب بالکل ٹھیک ہوں جنات بھاگ گئے۔ تعویذ ایسا ہونا چاہیے کہ جس کا نام سن کر ہی جن بھوت سب غائب ہو جائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسیب کے علاج کے بارے میں اپنے زمانے کے عوام کا یہ عمل بتایا ہے کہ مریض کی گردن پر پاؤں رکھ کر دباتے تھے۔ شاید یہ علاج ایسے ہی مکار لوگوں کا ہوگا جو مختلف مقاصد کے لیے اپنے مطالبات منوانے کے لیے مکر کر کے جنات کا ڈھونگ رچاتے ہیں، ایسے مکاروں کے لیے یہ نسخہ واقعۃً تیر بہدف معلوم ہوتا ہے، اگر اس زمانے کے مکاروں پر بھی یہی نسخہ استعمال کیا جائے تو یہ سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔

تیسری قسم:

تیسری قسم نفسیاتی مریضوں کی ہے، یہ نہ جسمانی مریض ہوتے ہیں نہ آسیب زدہ ہوتے ہیں، درحقیقت انہیں کچھ نہیں ہوتا تندرست اور صحیح سالم ہوتے ہیں لیکن بیٹھے بٹھائے ان پر یہ وہم سوار ہو جاتا ہے کہ ان پر آسیب ہے یا کسی نے سفلی کر دیا ہے یہ نفسیاتی اور ذہنی مریض ہوتے ہیں ابتداء میں تو ان کا وہم کم ہوتا ہے لیکن جب عاملوں کے پاس جاتے ہیں اور وہ ہاتھ دیکھ کر یا بنیان وغیرہ سونگھ کر تشخیص کرتا ہے کہ تجھ پر اتنے اتنے جنات سوار ہیں تو ان کا وہم یقین سے بدل جاتا ہے، جن ون کچھ نہیں ہوتے خود ساختہ جن اپنے اوپر مسلط کر لیتے ہیں۔ یہ وہم اور پریشانی بھی درحقیقت نافرمانیوں کی وجہ سے ہے، تقویٰ ہر پریشانی کا علاج ہے۔ اس قسم کے ڈرپوک اور وہم پرست لوگوں کو

عاملوں کے پاس بھیجنے کی بجائے انہیں سمجھانے کی کوشش کی جائے کہ تمہیں کچھ نہیں ذہن سے یہ بات نکال دو اور زبان سے بھی بار بار کہو کہ مجھے کچھ نہیں، اس طرح بار بار کہنے سے یہ وہم نکل جائے گا اور سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیں، توبہ کریں اور اطاعت کا راستہ اختیار کریں ان شاء اللہ تعالیٰ تمام پریشانیاں کافور ہو جائیں گی۔

ایک شخص نے اپنے کسی عزیز کے بارے میں بتایا کہ اس پر کسی نے سفلی کر دیا ہے، آٹے کے پیڑے پر کچھ پڑھ کر ان کے گھر پھینک دیا جس سے مریض کا بہت برا حال ہے، نزع جیسی حالت معلوم ہوتی ہے کھانا پینا بند ہو گیا ہے کوئی چیز حلق میں نہیں اتر رہی، خود کوئی چیز اٹھا کر منہ میں ڈالنا تو در کنار ہم اس کے منہ میں چمچی سے پانی ڈالتے ہیں تو وہ بھی حلق میں نہیں اترتا، بس آخری وقت معلوم ہوتا ہے۔ میں آٹے کے پیڑے کے قصے سے سمجھ گیا کہ یہ محض وہم ہے اس لیے میں نے انہیں علاج کے لیے یہ نسخہ بتایا کہ ہاتھ میں تسبیح لے کر سو بار گن کر یہ وظیفہ پڑھیں:

”حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ تجھے کچھ نہیں۔“

ان کے علاج کی خاطر میں نے اپنے نام کے ساتھ حضرت وغیرہ جیسے الفاظ خود ہی لگا لیے بس یہی وظیفہ پڑھنے سے مریض بالکل صحیح ہو گیا۔

ایک در کا فقیر:

کوئی شخص فون پر مجھے بتا رہا تھا کہ اس کے کسی رشتہ دار پر جادو ہو گیا ہے میں نے کہا کہ میں ایسی باتیں بالکل نہیں سنتا میں ٹیلی فون پر سوائے دینی مسائل کے اور کچھ نہیں بتاتا، اگر کوئی دُعاء کے لیے کہتا ہے تو اس سے مجھے خوشی ہوتی ہے کہ یہ اللہ کی طرف متوجہ ہے، جادو اور سفلی وغیرہ کی باتیں چھوڑ دیجیے۔ اس نے کہا کہ جادو کا اثر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہوا۔ میں نے کہا کہ جب کوئی دار الافتاء میں آئے گا تو اسے عقل

آ جائے گی بات سمجھ میں آ جائے گی، اس قسم کی باتیں میں فون پر نہیں بتایا کرتا، دوسرے لوگ دین کا کوئی مسئلہ پوچھیں گے، اللہ کا قانون پوچھیں گے آپ جادو کا علاج پوچھ کر اتنا قیمتی وقت ضائع کر رہے ہیں، یہ کہہ کر میں نے ٹیلی فون بند کر دیا۔

ایک شخص نے ٹیلی فون پر کہا کہ کسی نے مجھے آپ کا ٹیلی فون نمبر بتایا ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ آپ دُعاء کرتے ہیں اور جو دُعاء آپ کرتے ہیں قبول ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا شاباش! کوئی تو عقل مند ملا، میں دُعاء کرتا ہوں آگے قبول کرنا اس مالک کے اختیار میں ہے، بندے کا کام تو اپنے مالک کو پکارنا ہے اور بس، البتہ اس رب کریم سے اچھا گمان رکھنا چاہیے اس کی رحمت سے قبول کی امید رکھنی چاہیے۔ اس نے کہا کہ مجھے کسی نے بتایا ہے جس سے بہت خوشی ہوئی، پھر اس نے پوچھا کہ اور کیا کرتے ہیں؟ میں نے کہا اور نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کی بغاوت چھوڑ دو تو یہ دنیا جنت بن جائے گی، بس یہ دو کام کرتا ہوں۔ اس پر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ بحمد اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو تو ہدایت ہو رہی ہے۔ جس نے فون کیا تھا اس نے کہا کہ مجھے کسی دوسرے نے بتایا ہے۔ اللہ کرے کہ سب یہ حقیقت سمجھ جائیں کہ یہاں تو دُعاء ہی ہوتی ہے، بس ایک دروازہ ہے، ایک دروازہ، ایک دروازہ، بس اسی سے عرض معروض کرتے ہیں آگے اس کی مرضی قبول کرے یا نہ کرے ایک مالک ہے ایک دروازہ ہے، یہ زبان، یہ ہاتھ اور یہ دل تو صرف اسی ایک دروازے ہی کی طرف توجہ کرنا جانتے ہیں اس کے سوا نہ کوئی دوسرا دروازہ ہے نہ کسی جانب توجہ

در پر کسی کے بیٹھ بھی رہ پاؤں توڑ کر
اے دل خراب وخوار کیوں دربدر ہے تو

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کان کھول کر سن لیجیے اللہ کرے کہ بات دلوں میں اتر جائے، ارشاد فرمایا:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا

لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (۳۹-۲۹)

رب کریم نے دلوں سے ہر قسم کی پریشانیاں چھانٹ کر سکون پیدا کرنے کا نسخہ بتا دیا کہ صرف ایک اللہ کے دروازے کے فقیر بن جاؤ، غیر اللہ سے امیدیں وابستہ کرنے والے کبھی بھی سکون نہیں پا سکتے، ہر وقت پریشان ہی پریشان رہتے ہیں ؎

مصیبت میں ہے جان کس کس کو دیں دل
ہزاروں تو دلبر ہیں اور ہم اکیلے

اللہ پر توکل واعتماد اور چار چیزوں کا دعویٰ:

میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور محض انہی پر توکل واعتماد کی بناء پر چار چیزوں کا دعویٰ کرتا ہوں:

① کوئی سرکش سے سرکش آسیب بھی میرے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔

② مجھ پر کسی کا کوئی جادو نہیں چل سکتا۔

③ مجھ پر کسی کی توجہ یا مسمریزم وغیرہ کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

④ میرے سامنے کسی پر وجد نہیں چڑھ سکتا، اگر میرے حالات سے بے خبری کی وجہ سے میرے سامنے کسی پر وجد آ جائے تو میری ذرا سی توجہ سے فوراً اتر جائے گا ایک لمحہ بھی برقرار نہیں رہ سکتا۔

اب کچھ قصے سُن لیجیے ان قصوں سے مقصد ہے ایک ہدایت کی بات جو آخر میں بتاؤں گا ان شاء اللہ تعالیٰ، دُعاء کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء فرما دیں۔

سبق آموز قصے:

١ غیب کی خبریں بتانے والی عورت:

کسی نے ٹیلی فون پر بتایا کہ ایک عورت پر کوئی بزرگ جن آتا ہے۔ میں نے کہا کہ

بڑا بدمعاش ہے وہ بزرگ جو عورتوں پر آتا ہے بزرگوں کو یہی کام رہ گیا کہ عورتوں پر آیا کریں۔ اس شخص نے بتایا کہ جب اس پر جن چڑھتا ہے تو پھر وہ قوالی کرتی ہے، ناچتی ہے، کودتی ہے، ترنم سے اشعار پڑھتی ہے اور غیب کی خبریں بتاتی ہے۔ میں نے کہا کہ ایسے نہیں ہوسکتا آپ لوگ اس کا امتحان کریں وہ کیسے غیب کی خبریں بتاسکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب جب اس پر جن آئے تو ہم آپ سے اس کی بات کروادیں؟ میں نے کہا کہ ہاں میں تو پہلے سے تیار ہوں ایسے بزرگوں کا دماغ ٹھیک کرنے کے لیے، ضرور بات کروائیں۔ پھر ایک دن کسی نے فون کیا اور بتایا کہ اس پر جن آیا ہوا ہے۔ میں نے کہا اسے ٹیلی فون پر بلائیں، جب وہ ٹیلی فون پر آئی تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کود رہی ہے، ناچ رہی ہے، غزلیں پڑھ رہی تھی جیسے بڑی مستی میں ہے۔ میں نے اسے ڈانٹ کر کہا کہ سیدھی ہو جا پہلے مجھ سے بات کر۔ اس کی مستی تو میری ایک ڈانٹ سے ہی اتر گئی، پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تو غیب کی خبریں بتاتی ہے؟ کہنے لگی ”ہاں“ میں نے پوچھا کہ بتاؤ میری کلائی میں گھڑی کون سی ہے؟ تو بڑے عجیب انداز سے بولی: ”کیمی“ میں نے کہا چل خبیث! کیمی جیسی بے کار گھڑی تو میرے کسی بچے نے بھی کبھی نہیں پہنی اور تو مجھے بتا رہی ہے کہ میری کلائی میں کیمی ہے، چل مکار خبیث جھوٹ بولتی ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ دوسرا جو تمہارے ساتھ ہے اسے ٹیلی فون دو، میں نے اسے بتایا کہ یہ خبیث کہہ رہی ہے کہ میرے ہاتھ میں کیمی ہے، میں اس پر ہتک عزت کا دعویٰ کردوں تو؟ کیمی گھڑی میرے ہاتھ میں؟ ایسی حماقت، میں نے کہا کہ آپ لوگ ذرا اس کا امتحان لیا کریں دوسرے کمرے میں جاکر کوئی کام یا کوئی بات کریں پھر اس سے پوچھیں تو وہ نہیں بتاسکے گی۔ لاکھوں باتوں میں سے کوئی ایک اتفاقاً صحیح ہوجاتی ہوگی تو لوگوں نے ڈرا رکھا ہے کہ اس پر بزرگ آتے ہیں، بزرگ بھی ایسے نالائق کہ مرد کے پاس نہیں آتے عورتوں ہی پر آتے ہیں۔

۲ نقلی صحابی پر ضرب کلیمی:

ایک جن خود کو صحابی بتاتا تھا اس کی زیارت اور اس سے دُعاء کروانے اور تعویذ لینے کے لیے بہت بڑا مجمع لگنے لگا، کئی بڑے بڑے علماء و مشایخ بھی اس کے پھندے میں آگئے اور اس کی بارگاہ میں حاضری دینے لگے، مجھے علم ہوا تو میں اس کی مجلس میں جا پہنچا، وہ اپنی صحابیت بگھار رہا تھا مجلس میں ایک مشہور شیخ الحدیث و مفتی اور ایک مشہور شیخ طریقت عالم بھی باادب سرنگوں بیٹھے تھے، مگر مجھے دیکھ کر اس کے دماغ سے خمار صحابیت کافور ہوگیا پھر وہ خود ہی ہرن ہوگیا، حاضرین مجلس یہ طرفہ دیکھ کر حیران رہ گئے، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے میرے ذریعے انہیں شیطان کے نرغے سے بچالیا۔

فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک وما توفیقی الا باللّٰہ علیه توکلت والیه انیب.

۳ طنابیں ٹوٹ گئیں خیمے ہی اُڑ گئے:

ایک خاتون پر آسیب کا حملہ ہوا، ایک عامل کو بلایا گیا، اس کے علاج سے اُلٹا نقصان یہ ہوا کہ اس کی دوسری بہن پر بھی حملہ شروع ہوگیا، عامل صاحب پوری رات عملیات پڑھتے تھے، کئی راتیں اسی طرح گزاریں مگر اثر الٹا، حتیٰ کہ اس لڑکی کے تین بھائی بھی آسیب کی لپیٹ میں آگئے، یہ کل پانچ بھائی بہن تھے، پورا خاندان ہی گرفتار ہوگیا۔ دفع آسیب کے لیے مکان میں اذانیں دینے کا سلسلہ شروع کیا گیا، شب و روز مسلسل باآواز بلند اذانوں کی آوازیں محلے بھر میں گونج رہی تھیں، مگر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا، پورا محلہ پریشان تھا، خاندان کے پانچوں افراد پر پے در پے اس قدر شدید حملے ہو رہے تھے کہ جانکنی کی صورت نظر آ رہی تھی، بالآخر جنات کے قبیلے کا رئیس بولا کہ اس لڑکی کے سسرال والے اسے پسند نہیں کرتے وہ اسے رکھنا نہیں چاہتے اور طلاق دینے میں بے عزتی سمجھتے ہیں اس لیے انہوں نے فلاں عامل کے ذریعے ہمیں بھیجا ہے کہ اس

لڑکی کو جان سے مار دو۔ لڑکی کی ساس نے اس مقصد کے لیے فلاں عورت کو فلاں عامل کے پاس بھیجا ہے، اس عامل نے یہ کام ہمارے ذمہ لگایا ہے۔ پھر اس رئیس جن نے اپنے قبیلے کے ایک جن کو اس کے نام سے پکار کر اس سے پوچھا کہ بتاؤ میں صحیح کہہ رہا ہوں؟ اس نے تصدیق کی، پھر اسی طرح رئیس نے دوسرے جن کا نام لے کر پکارا اور اس سے پوچھا تو اس نے بھی تصدیق کی، اس طرح اس نے دو شہادتوں سے اپنا دعویٰ ثابت کیا، اس کے بعد بولا کہ اگر اب بھی آپ لوگوں کو اس حقیقت پر یقین نہیں آتا تو اس لڑکی کی ساس اور فلاں عورت جسے اس نے عامل کے پاس بھیجا تھا دونوں کو یہاں بلاؤ اگر انہوں نے یہ حقیقت تسلیم نہ کی تو ہم ان پر مسلّط ہو جائیں گے اور اقرار کروا کر چھوڑیں گے، یہ کہہ کر اس لڑکی پر بہت زبردست حملہ کیا، اس کے جسم کو ایسا مروڑا کہ زندگی سے مایوسی ہونے لگی۔ یہ حالت دیکھ کر لڑکی کے والد نے اپنے سمدھی کو ٹیلی فون کیا اور سارا قصہ بتا کر بڑی لجاجت سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے میری بچی کو طلاق دے دو اس کی جان نہ لو۔ سمدھی نے سمجھانے کی بہت کوشش کی اور کہا کہ جنات کی باتیں قابل اعتبار نہیں ہوتیں، یہ ہمارے درمیان اختلاف پیدا کرنے کے لیے جھوٹ بول رہے ہیں۔ مگر لڑکی کے والد نے پریشانی کے عالم میں چند منٹ کے اندر کئی بار ٹیلی فون کیا اور ہر بار بہت لجاجت سے یہی کہا کہ جان لیوا حملے ہو رہے ہیں، میری بچی کی جان جا رہی ہے اللہ کے لیے ہمارے حال پر رحم کھائیے، فوراً طلاق دے کر میری بچی کی جان بچا لیجیے۔ سمدھی صاحب پریشان ہو کر میرے پاس آئے اور آسیب زدہ مکان میں چلنے کی درخواست کی، میں اس قسم کے معاملات کی خاطر کہیں نہیں جایا کرتا مگر اس قصے میں چونکہ دونوں جانب علماء و مشایخ کا خاندان تھا بالخصوص سمدھی صاحب کا مجھ سے گہرا تعلق تھا اس لیے میں ان کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گیا۔ سمدھی صاحب اور ان کی اہلیہ کے علاوہ اس عورت کو بھی ساتھ لیا جس کے بارے میں جنات کا دعویٰ تھا کہ اسے عامل کے پاس بھیجا گیا ہے، جب محلِ وقوع کی طرف روانہ ہوئے تو جنات کا رئیس بولا کہ حضرت مفتی صاحب

تشریف لا رہے ہیں اس لیے ہم جا رہے ہیں۔ ان سے بہت کہا گیا کہ وہ دونوں خواتین بھی ساتھ آ رہی ہیں جنہیں آپ نے بلوایا تھا اس لیے اب آپ ان کی آمد کا انتظار کریں اور کوئی فیصلہ کر کے جائیں۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور یہ جملہ کہہ کر کہ حضرت مفتی صاحب تشریف لا رہے ہیں اس لیے ہم جا رہے ہیں، وہ سب چلے گئے۔ ہم لوگ جب ان کے مکان پر پہنچے تو پانچوں، مریض بالکل تندرست تھے۔ کمروں کی دیواریں، کھڑکیاں اور دروازے سب تعویذوں سے بھرے پڑے تھے، یہ تعویذ ساری ساری رات پڑھنے والے عامل صاحب نے لگوائے تھے، معلوم ہوا کہ انہوں نے کمروں کے فرش میں بھی جگہ جگہ تعویذ دفن کروائے تھے۔ میں نے ان لوگوں سے کہا کہ سب تعویذ نکال کر جلا دو۔ اس کے بعد اس خاندان پر آسیب کا کوئی اثر نہیں ہوا، چونکہ جنات کی اس یورش کی دور دور تک بہت شہرت ہوگئی تھی اس لیے بہت دور سے ایک مشہور بزرگ عالم نے بذریعہ فون سمدھی صاحب سے اس قصے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت مفتی صاحب کے تشریف لے جانے سے جنات کے خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں اور خیمے ہی اُڑ گئے۔ یہ قصے اس لیے بتا رہا ہوں کہ اس سے مقصد ایک ہدایت کی بات ہے جو آخر میں بتاؤں گا۔

۴ جنات کا فرار:

ایک بار میں حیدرآباد جا رہا تھا ان دنوں سپر ہائی وے نہیں بنا تھا اس لیے براستہ ٹھٹا حیدرآباد جا رہے تھے، گاڑی ایک عقیدت مند کی تھی جسے وہ خود چلا رہے تھے۔ ٹھٹا کے قریب پہنچے تو انہوں نے بتایا کہ یہاں ایک عامل ہے جنات اس کے تابع ہیں اور وہ جنات کے ذریعے عجیب عجیب کرتب دکھاتا ہے مثلاً کسی جن کا نام لے کر اس سے کہتا ہے کہ فلاں چیز لاؤ تو وہ فوراً سامنے موجود نظر آتی ہے پھر کہتا ہے کہ فلاں چیز لے جاؤ تو وہ فوراً غائب ہو جاتی ہے، پھر وہ مجھ سے کہنے لگے کہ آپ اس کے کرتب دیکھیں گے؟

میں نے کہا کہ ایسے واہیات لوگوں سے ملنے کی مجھے فرصت نہیں اور نہ ہی میں ایسی خرافات دیکھا کرتا ہوں مگر انہوں نے ازراہ بے تکلفی یہ حرکت کی کہ عامل کے مکان کے سامنے گاڑی روک کر کہنے لگے کہ اب تو ہم اس کے مکان پر پہنچ گئے، میں نے کہا چلیے پہنچ گئے تو دیکھ لیتے ہیں۔ وہ عامل پہلے سے مجھے جانتا نہیں تھا انہوں نے جب اسے باہر بلایا اور جنات کے تصرفات دکھانے کے لیے کہا تو اس عامل نے بتایا کہ ابھی کچھ دیر پہلے سب جنات یہ کہہ کر بھاگ گئے کہ حضرت مفتی صاحب تشریف لا رہے ہیں اس لیے ہم جا رہے ہیں۔ انہوں نے اس سے بہت اصرار کیا کہ جنات کو بلاؤ۔ اس نے کہا کہ وہ اتنی دور بھاگ گئے ہیں کہ میں انہیں پکاروں گا تو میری آواز وہاں تک نہیں پہنچے گی جب تک آپ یہاں ہیں وہ نہیں آئیں گے۔

۵ عامل معمول:

بہت مدت کا ذکر ہے جبکہ میری عمر بیس پچیس سال کے درمیان ہوگی، میں شروع ہی سے ایسا ہوں، جنات وغیرہ سب کی پٹائی لگاتا رہتا ہوں شروع ہی سے، میرے اللہ نے مجھے اسی کام کے لیے تو پیدا فرمایا ہے شیاطین کی پٹائی لگانے کے لیے، میں جا رہا تھا دیکھا کہ ایک میدان میں میلا لگا ہوا ہے کوئی مداری کرتب دکھا رہا ہے، میں نے قریب جا کر دیکھا تو عامل معمول کی بات چیت ہو رہی تھی میں بھی کھڑا ہو گیا، معمول پر کالا کپڑا ڈالا ہوا ہے اور وہ ایسے لیٹا ہوا ہے جیسے مردہ عامل اس سے پوچھ رہا ہے کہ وہ جو بس آ رہی ہے اس کا نمبر کیا ہے وہ بتا دیتا ہے، پھر اس کے بعد اس مداری نے تعویذ بیچنے شروع کر دیے لوگ آ آ کر بتا رہے ہیں کہ یہ بیماری ہے یہ پریشانی ہے اور وہ سب کو تعویذ دیتا جا رہا ہے پھر سب سے پیسے جمع کر کے ؏

تماشا دکھا کر وہ بھاگا مداری

میں نے سوچا اسے پکڑنا چاہیے یہ لوگوں کو الو بنا کر ان سے رقمیں لوٹ کر بھاگ رہا

ہے، میں نے اپنی گھڑی ایک دو گھنٹے آگے یا پیچھے کرلی تاکہ وہ اندازے سے وقت نہ بتا سکے پھر اس سے پوچھا کہ بتاؤ میری گھڑی پر کیا بجا ہے؟ وہ عامل جلدی سے میری طرف بھاگا میرا بازو پکڑا گھڑی دیکھنے کے لیے میں نے کہا کہ تجھے دیکھنے نہیں دوں گا ایسے ہی بتاؤ وہ نہیں بتا سکا، میں نے سب لوگوں سے کہا کہ پکڑو اسے یہ کچھ نہیں، تم لوگوں کو فریب دے رہا ہے مکر کر رہا ہے وہ سب اس کے پیچھے پڑ گئے کہ ہمارے پیسے واپس کرو۔ میں نے اسے دیکھنے اس لیے نہیں دیا کہ عامل معمول کا آپس میں تعلق ہوتا ہے جو بات عامل کی نظر میں آتی ہے معمول بتا دیتا ہے یہ مسمریزم کا طریقہ ہے۔

٦ کراماتی طمانچہ:

دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار میں مشرقی پاکستان کے ایک نوجوان طالب علم پر ایک آسیب مسلط ہو گیا، اس کا مطالبہ تھا کہ میں اس کا ہم سبق ہوں، اسے میں بذریعہ ہوائی جہاز ڈھاکا لے جاؤں گا کرایہ دارالعلوم کی طرف سے دیا جائے وہاں جا کر ہم دونوں فلاں مولانا صاحب سے درس نظامی کی تکمیل کریں گے، اس کے بعد دونوں ایم اے کریں گے پھر میں اپنی بہن کی شادی اس سے کروں گا۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دفع آسیب کے لیے اپنی مشہور انگوٹھی اسے دی تو اس نے بہت گستاخانہ انداز سے انگوٹھی پھینک دی اور دارالعلوم سے جہاز کے کرایے کا مطالبہ جاری رکھا۔ حضرت عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجبوراً بغرض حفاظت ایک اور طالب علم بھی اس کے ساتھ کیا اور اسے دو آدمیوں کا کرایہ دارالعلوم سے بطور قرض دے دیا۔ انہوں نے ہوائی جہاز کے ٹکٹ خرید لیے پھر اپنے ایک دوست سے ملاقات کے لیے یہاں دارالافتاء میں آگئے، ان کے دوست نے مجھے سارا قصہ بتایا، میں نے کہا کہ ایک تو مدرسہ سے رقم قرض لے کر جائے پھر مولانا کی شان میں گستاخی بھی کرے اور پھر میرا اللہ اسے یہاں ہسپتال میں بھیج دے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ یہاں سے بغیر آپریشن کے ہی چلا جائے۔

میں حلقۃ العلماء میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ اس آسیب زدہ نوجوان نے ادھم مچا دیا، چلا چلا کر اشعار پڑھنے لگا اور خوب اچھلنے کودنے لگا، میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس نے بتایا کہ اس پر جن چڑھ گیا ہے میں نے کہا بہت اچھا میں اس کمرے میں جیسے ہی گیا تو وہ جن سرخ سرخ آنکھوں سے میری طرف دیکھ کر بڑے جوش اور غضب کے ساتھ آگے بڑھا میں نے اسے زوردار طمانچہ مارا تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا، چارپائی قریب تھی غنیمت تھی چارپائی پر گرا فرش پر گرتا تو پتا نہیں کیا بنتا، کچھ دیر بے ہوش پڑا رہا میں سمجھا کہ مر گیا کم بخت، پھر تھوڑی دیر بعد آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں اور کہنے لگا کہ میں جا رہا ہوں آئندہ کبھی بھی نہیں آؤں گا۔ حاضرین اس طمانچے کی زبردست آواز سن کر حیران رہ گئے، پڑوس میں بھی اس طمانچے کی آواز سنائی دی۔ یہ طمانچہ ”کراماتی طمانچہ“ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ میں نے ہوائی جہاز کے ٹکٹ واپس کروا کر رقم دارالعلوم میں واپس بھجوا دی۔ کیا کیا سناؤں، ہر قصے میں یہ یاد رکھیں کہ مقصد ایک ہدایت کی بات ہے جو آخر میں بتاؤں گا۔

۷ نام سنتے ہی جن بھاگ گیا:

ایران میں میرے ایک شاگرد ہیں۔ وہاں کسی پر جن چڑھ گیا لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ چل کر اس کا جن اُتاریں، انہوں نے کہا کہ میں آسیب کا علاج نہیں جانتا۔ اس پر وہ لوگ کہنے لگے کہ پھر پاکستان سے کیا پڑھ کر آئے ہو؟ لوگ سمجھتے ہیں کہ مدارس میں جن اتارنے کا علم پڑھایا جاتا ہے۔ ان مولوی صاحب نے بہت معذرت کی لیکن وہ لوگ اصرار کر کے لے ہی گئے۔ مولوی صاحب نے وہاں جا کر آسیب کے سامنے میرا نام لے کر کہا تجھے معلوم نہیں کہ میری پشت پر اس کا ہاتھ ہے۔ یہ سنتے ہی آسیب نے غضب ناک ہو کر اہلِ خانہ سے کہا کہ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ میرے پاس ایسے مولوی صاحب آ رہے ہیں جن کی پشت پر حضرت مفتی صاحب کا ہاتھ ہے۔ یہ کہہ کر

آسیب چلا گیا۔

۸ آواز سنتے ہی جن بھاگ گیا:

ایک بار ایک عمر رسیدہ مشہور عالم ومفتی نے مجھ سے فون پر کہا کہ میری نواسی پر آسیب کا دورہ پڑا ہوا ہے آپ میری خاطر آ جائیں میں جانتا ہوں کہ آپ ایسے کاموں کے لیے کہیں تشریف نہیں لے جاتے مگر میں نے اس توقع پر یہ جرأت کی ہے کہ آپ میری رعایت فرمائیں گے۔ میں نے کہا کہ پہلے تو میں فون پر ہی اس کی خبر لیتا ہوں آپ لڑکی کو فون پکڑائیں، انہوں نے پکڑا دیا تو میں نے ذرا تیز لہجے سے اس سے کہا کیا بات ہے؟ بس اتنی سی بات سن کر وہ چلانے لگا: ”سلیمان علیہ السلام کی قسم میں جا رہا ہوں“ یہ جملہ اس نے کئی بار دُہرایا اور چلاتا ہوا بھاگ گیا، اگر وہ ذرا ٹھہرتا تو میں اسے دو کبیرہ گناہوں سے توبہ کی تلقین کرتا، ایک کسی کو ایذاء پہنچانا اور دوسرا غیر اللہ کی قسم کھانا مگر اس نے تو کوئی اور بات سنی ہی نہیں صرف میری آواز سن کر ہی بھاگ گیا۔ یہ بات یاد رکھیں کہ آخر میں ایک ہدایت کی بات بتاؤں گا۔

۹ خاران کی شہزادی:

خاران کے ایک عالم میرے شاگرد ہیں وہ اپنے آسیب زدہ بھائی کو یہاں میرے پاس لے کر آئے اوران کی عجیب داستان سنائی، کہنے لگے کہ میں انہیں لے کر کئی مشہور عاملوں کے پاس گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا، ایک عامل نے انہیں بجلی کے جھٹکے لگائے اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا (ان کے جسم میں مختلف مقامات پر سیاہ داغ دکھا کر بتایا) یہ سیاہ داغ بجلی لگانے سے پڑے ہیں، پھر کراچی میں ایک بہت مشہور عامل کے پاس لایا جو بہت بڑے قبرستان میں رہتا ہے، اس قبرستان میں بہت بڑے بڑے درخت ہیں ان درختوں کے ساتھ بہت موٹی اور لمبی زنجیریں لٹک رہی ہیں، عامل نے بتایا کہ ان

زنجیروں کے ساتھ جنات جکڑے ہوئے ہیں۔ عامل نے پانچ سو روپے فیس پیشگی لے لی پھر اپنے مسخر جنات میں سے بعض کا نام پکار کر میرے بھائی کے جن کو گرفتار کرنے کا حکم دیا تو بھائی کے جن نے للکار کر کہا کہ میں خاران کی شہزادی ہوں، میرے ساتھ میری فوج ہے، میرے مقابلے میں کوئی نہیں آسکتا جو چاہے مقابلے میں نکل کر مزا چکھے۔ یہ جنیہ بار بار اسی طرح للکارتی رہی، عامل کے جنات اسے گرفتار نہ کر سکے تو عامل نے دو تین دن زور لگانے کے بعد کہا کہ میرے جنات بکرا مانگتے ہیں انہیں بکرا کھلاؤ تو کام کریں گے، ہم نے بکرا خرید کر دے دیا، اس کے بعد عامل نے اپنے متعدد جنات کو ان کے نام لے کر پکارا اور بھائی کی جنیہ کو گرفتار کرنے کا حکم دیا، اس کے جنات نے ہمارے سامنے بھائی کو فضاء میں الٹا لٹکا کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھنے شروع کر دیے، بھائی کا جسم فضاء میں معلق تھا اور اس کے ہاتھوں اور پیروں میں ایسی حرکات نظر آرہی تھیں جیسے انہیں باندھنے کے لیے مروڑا جا رہا ہے، یہ سب کچھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، بھائی کی جنیہ چلا چلا کر پکارنے لگی کہ ہائے میں پکڑی گئی، میری فوج کہاں گئی؟ پھر تھوڑی دیر بعد بھائی کا جسم زمین پر آگیا اور عامل نے یقین دلایا کہ اس کی جنیہ گرفتار ہوگئی ہے۔ مگر جب ہم اپنی جائے رہائش پر پہنچے تو جنیہ نے پھر آدبوچا، ہم پھر عامل کے پاس گئے تو اس نے کہا کہ اب میں اس جنیہ کو جان سے ہی مروائے دیتا ہوں، چنانچہ اس نے اپنے متعدد جنات کا نام لے کر پکارا اور انہیں حکم دیا کہ اس جنیہ کو جان سے مار ڈالو۔ انہوں نے پھر بھائی کو فضاء میں الٹا لٹکا لیا، جنیہ پھر چلانے لگی کہ ہائے میں ماری گئی، میری خارانی فوج کہاں گئی؟ آج میری فوج میرے کسی کام نہ آئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد کراہنے کی آوازیں شروع ہوگئیں جو آہستہ آہستہ مدہم ہو رہی تھیں جیسے کوئی دم توڑ رہا ہو، بالآخر خاموشی چھا گئی، بھائی کا جسم زمین پر آگیا، عامل نے کہا کہ بس اب تو اسے ختم ہی کر دیا ہے، مرگئی ہے۔ مگر ہم اپنی جائے رہائش پر پہنچے تو پھر وہی قصہ، جنیہ نے پھر

آ دبوچا، میں عامل کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میرے فیس کے پانچ سو روپے اور بکرے کی قیمت کے دو سو روپے فوراً واپس کر دو ورنہ میں اخبار میں اشتہار دے کر تیرے فریب کی اشاعت کروں گا اور میری قوم کی بہت بھاری تعداد یہاں کراچی میں رہتی ہے انہیں ساتھ لے کر تیرے یہ سب درخت کٹوا دوں گا جن کے ساتھ زنجیریں لٹکا کر ان سے جنات کو مقید کرنے کا ڈھونگ رچا کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فریب دیتا ہے اور انہیں لوٹ کر حرام کھاتا ہے۔ یہ سن کر عامل نے ڈر کے مارے میری پوری رقم واپس کر دی۔ اس کے بعد جنیہ نے خود کہا کہ اگر مجھ سے نجات چاہتے ہو تو اپنے استاذ (حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ۔ جامع) کے پاس لے چلو۔ اس لیے میں اپنے بھائی کو آپ کی خدمت میں لایا ہوں۔

جب ان کا بھائی میرے سامنے آیا تو اس پر بہت سخت لرزہ طاری تھا میں نے اس سے پوچھا کیا ہو رہا ہے؟ آسیب نے جواب دیا کہ آپ سے بہت ڈر لگتا ہے۔ میں نے کہا کہ ڈر لگتا ہے تو بھاگ کیوں نہیں جاتا چل مردود بھاگ یہاں سے۔ اس کے بعد وہ دو تین روز کراچی میں رہے آسیب کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

۱۰ خط پڑھتے ہی آسیب رخصت:

پنجاب سے کسی نے خط بھیجا کہ ہمارے لڑکے پر جن چڑھا ہوا ہے بڑے بڑے عامل عاجز آ گئے، بڑے بڑے مشہور ماہر اپنا زور لگا چکے مگر وہ کسی کے قابو نہیں آتا آپ مہربانی فرما کر تعویذ بھیج دیں۔ میں نے تعویذ کی بجائے جن کو خط بھیجا کہ اگر تو مجھے نہیں جانتا تو خاران کی شہزادی سے میرے بارے میں پوچھ لے اور ٹھیک ہو جا ورنہ پھر سوچ لے کہ تیرا کیا بنے گا۔ خط پڑھنے کے بعد جن نے حاضرین سے کچھ الوداعی باتیں کیں اور رخصت ہو گیا۔ ارے! آخر میں ہدایت کی بات بتاؤں گا یہ قصے تو بات پکی کرنے کے لیے سنا رہا ہوں۔

⑪ جنات میں کراماتی طمانچے کی شہرت:

میرا بیٹا حامد دارالعلوم ٹنڈو الہ یار میں استاذ تھا۔ وہاں ایک لڑکے پر آسیب مسلط ہوگیا، اسے علاج کے لیے دارالعلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لایا گیا، مولانا نے آسیب سے پوچھا کہ اس لڑکے کو کیوں پکڑا ہے؟ آسیب نے جواب دیا کہ ہم ہندوستان میں رہتے ہیں، مجھے اپنی لڑکی کے لیے بہتر رشتے کی تلاش تھی، بہت کوشش کے بعد میری نظر مولوی حامد پر پڑی تو یہ ہر لحاظ سے مجھے بہت پسند آئے مگر ان کی اس پر آمادگی بہت مشکل نظر آ رہی تھی اس لیے اس کی یہ تدبیر خیال میں آئی کہ یہ لڑکا ان کا دوست ہے، یہ انہیں اس شادی پر راضی کر سکتا ہے اس لیے ہم نے اسے پکڑا ہے جب تک یہ مولوی حامد کو شادی کے لیے راضی نہیں کرتا ہم اسے ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ مولانا نے فرمایا کہ ارے! داماد تو تجھے بنانا ہے حامد کو اور پکڑا ہوا ہے اس کے دوست کو براہِ راست حامد کو کیوں نہیں پکڑتے کہ وہ تمہاری لڑکی سے شادی کرے، اسے پکڑو اس لڑکے کو کیوں پکڑ رکھا ہے؟ آسیب نے جواب دیا کہ اس کی دو وجہیں ہیں:

① ہم اپنے داماد کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہتے۔

② ان کے ابا کے ایک ہی طمانچے سے ایک جن بے ہوش ہوگیا تھا، وہ طمانچہ پتھر کی طرح لگا تھا جنات کی پوری دنیا میں اس طمانچے کی شہرت ہوگئی ہے اس لیے ہم مولوی حامد کو پکڑنے سے ڈرتے ہیں کہ اگر ان کے ابا کا طمانچہ لگ گیا تو کیا ہوگا۔

⑫ شیر کا کان پکڑ کر لائیں:

متعلقین میں سے کوئی اپنے بچے کو میرے پاس لائے اور بتایا کہ اس بچے کو جاگتے میں شیر نظر آتا ہے بچہ اس سے ڈر کر بہت روتا ہے اتنا روتا ہے کہ اس سے کھانا بھی نہیں کھایا جاتا۔ میں نے ان سے کہا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اب شیر نظر نہیں آئے گا، اس بچے

سے کہا کہ اب اگر شیر نظر آئے تو اسے کان سے پکڑ کر میرے پاس لائیں۔ ایک ہفتے بعد وہ دوبارہ اپنے بچے کو لائے تو میں نے اس سے پوچھا کہ شیر نظر آیا؟ اس نے کہا کہ اس دن کے بعد سے نظر نہیں آیا۔ میں نے کہا کہ اپنے گھر میں زور زور سے یوں کہو:

’’او شیر! او شیر! چل تجھے دارالافتاء لے کر چلوں۔‘‘

اس کے والد نے بتایا کہ بچے نے بار بار پکارا مگر شیر نہیں آیا۔

⑬ دیو بھاگ گیا:

ایسا ہی ایک قصہ اور سنیے، ایک عورت نے کہا کہ اسے دیو نظر آتا ہے وہ بہت لمبا، بہت موٹا اور بہت کالا ہے بہت ہی خوفناک ہے، اس دیو نے اس عورت سے کہا کہ میں تمہارے گھر میں آتا رہتا ہوں اور یہ جو سامنے بہت بڑی کئی منزلہ عمارت نظر آ رہی ہے اگر میں اس کی طرف صرف ایک انگلی کا ذرا سا اشارہ کر دوں تو پوری عمارت گر جائے گی۔ اس عورت کے بیٹے نے یہ سارا قصہ مجھے بتایا، میں نے کہا کہ ان سے کہو اگر آئندہ دیو نظر آئے تو اس کا کان پکڑ کر اپنے کسی بیٹے کو دیں ان سے کہیں کہ اسے میرے پاس لائیں۔ ان کے بیٹے کہنے لگے کہ ہماری امی کہتی ہیں کہ وہ تو بہت اونچا ہے اس کے کان تک میرا ہاتھ کیسے پہنچے گا؟ میں نے کہا کہ اسے ڈانٹ کر کہیں کہ اپنا کان مجھے پکڑاؤ۔ وہ پکڑا دے گا اس کا کان پکڑ کر اپنے بیٹے کو دیں وہ یہاں دارالافتاء میں اسے لے کر آئے۔ پھر میں بار بار ان سے پوچھتا رہا کہ دیو آیا تو کہتے ہیں کہ اس دن کے بعد نہیں آیا۔ میں نے کہا کہ اسے پکاریں ارے دیو! آ میں تجھے دارالافتاء لے کر چلوں۔ وہ کہتے ہیں کہ اب دیو آتا ہی نہیں۔

⑭ جان سے مار دینے کی دھمکی کا جواب:

ایک مولوی صاحب ایسے علاقے کے رہنے والے تھے جہاں کا جادو بہت مشہور ہے، انہوں نے ایک بار مجھے پیغام بھیجا:

”میں آپ کو ہلاک کرنے کا عمل شروع کر رہا ہوں۔“

یعنی صرف بیمار کرنے کا نہیں بلکہ جان سے مار دینے کا عمل ہے۔ ایسا نہیں کہ انہوں نے یہ بات کہیں کہی ہو جو مجھ تک پہنچ گئی بلکہ قصداً ایک شخص کے ذریعے مجھے یہ پیغام پہنچایا۔ میں نے انہیں کیا جواب دیا یہ تو ذرا بعد میں بتاؤں گا پہلے آپ لوگ ذرا یہاں اپنے دل کو ٹٹولیے کہ اگر آپ کو کوئی ایسا ماہر اور پہنچا ہوا عامل دھمکیاں دینی شروع کر دے کہ بس اب میں تمہاری جان لے کر چھوڑوں گا تو آپ پر اس کا کیا اثر ہوگا؟ میرے خیال میں آج کے مسلمان پر تو یہ الفاظ سنتے ہی کپکپی طاری ہو جائے گی اور بھاگا بھاگا کسی عامل کے پاس جائے گا کہ اللہ کے لیے مجھے بچالو، بچالو، میری جان نکلی جارہی ہے، فلاں عامل نے اپنا عمل شروع کر دیا ہے اب میری خیر نہیں۔ یہ بے چارہ تو اس کے مارنے سے پہلے ہی مر جائے گا، جسے اللہ تعالیٰ پر یقین اور اعتماد نہ ہو اس کی تو یہی کیفیت ہوگی، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایمان کامل اور یقین کامل عطاء فرمائیں اور ایسی بزدلی سے محفوظ رکھیں۔ ان مولوی صاحب کا پیغام جب میرے پاس پہنچا تو میں نے فوراً اسی قاصد کے ہاتھ جواب کہلا بھیجا کہ آپ کی اس دھمکی کا میرے قلب پر بال برابر بھی اثر نہیں ہوا اس لیے کہ ہوگا وہی جو مقدر ہے۔ مثل مشہور ہے:

”کووں کے کوسنے سے کہیں ڈھور مرے ہیں۔“

پھر اگر آپ کے عمل سے میں مر بھی گیا تو میرا کیا نقصان؟ فائدہ ہی ہوگا کہ آپ نے ایک مسافر کو وطن پہنچا دیا، یہ آپ کا مجھ پر احسان ہوگا۔ یہ تو ہے میرا تأثر اور میرا عمل یہ ہے، کہ پہلے بھی آپ کے لیے دین و دنیا کی ترقی کی دُعاء کرتا تھا آج سے ان شاء اللہ تعالیٰ زیادہ کروں گا۔ وہ مجھ پر احسان کر رہے تھے تو میں ان پر احسان کیوں نہ کرتا:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُo (۵۵-۶۰)

کوئی اس کا یہ مطلب نہ سمجھ لے کہ ان کے شر سے بچنے کی دُعاء شروع کر دی کہ یا

اللہ! انہیں ہدایت عطاء فرما اور ان کے شر سے میری حفاظت فرما، یوں دُعاء نہیں کی بلکہ ان کے حق میں خیر و بھلائی کی دُعائیں کیں کہ یا اللہ! انہیں دُنیا و آخرت کی ترقی عطاء فرما ان کی زندگی میں برکت عطاء فرما، دُعاء تو ان کے حق میں پہلے بھی کرتا تھا اس دھمکی کے بعد مزید اس میں اضافہ کر دیا، ان کے خلاف سوچنے یا بددُعاء کرنے کا تو دل میں خیال تک بھی نہیں آیا۔ اب اس کے بعد کا قصہ سنیے انہوں نے دھمکی تو زور و شور سے دی کہ تجھے مارنے کا عمل شروع کر رہا ہوں پھر معلوم نہیں انہوں نے یہ عمل شروع کیا یا نہیں، اور اگر کیا تو کتنے عرصے تک کرتے رہے، مجھے کچھ معلوم نہیں۔ یہ کوئی آج کا قصہ نہیں بہت پرانا قصہ ہے تقریباً چالیس سال پہلے کا، اس دھمکی سے یا ان کے عمل سے میرا کیا بگڑا؟ الحمد للہ! بال بھی بیکا نہیں ہوا، اتنی مدت گزر گئی الحمد للہ! آپ کے سامنے زندہ بیٹھا ہوا ہوں اور اب بھی جوان ہوں پچھتر سال کی عمر میں بھی بنوٹ کے میدان میں "ھل من مبارز" کے ایسے نعرے لگا رہا ہوں کہ دیکھنے والوں کے طوطے اُڑ جاتے ہیں بڑے بڑے مضبوط جوان بھی وہ منظر دیکھ کر بہت تعجب سے کہتے ہیں:

میدان میں ببر شیر جیسی جست لگا کر نکلنا اور لاٹھی کو تولنا تو رہا الگ ہم تو اس عمر میں آپ کی چال دیکھ کر ہی حیران ہیں، بہت حیرت سے پوچھتے ہیں:

''توڑی وچ کی پوندے او۔''

''ہنڈیا میں کیا ڈالتے ہیں؟''

یہ میرے اللہ کا کرم ہے کہ اس نے مجھے بیماریوں سے محفوظ رکھا ہے کبھی کبھار محبت کی ہلکی سی چٹکی لے لیتے ہیں، جب تک حیات مقدر ہے اللہ تعالیٰ صحت و عافیت سے رکھیں اس صحت و قوت کو ذخیرہ آخرت بنانے کا ذریعہ بنائیں آخر دم تک اپنے دین کی خدمات سے محروم نہ فرمائیں ؎

جینا چاہوں تو کس بھروسے پر
زندگی ہو تو بر در محبوب

میرا تو کچھ نہیں بگڑا البتہ وہ مولوی صاحب خود دنیا سے رخصت ہو گئے شاید ان کے عمل کو ریورس گیئر لگ گیا یا ری ایکشن ہو گیا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں۔ کچھ بات دل میں اتر رہی ہے یا نہیں؟ یہ سارے قصے ایک ہدایت کی بات کی تمہید ہیں۔

۱۵ ایک وجدی کا قصہ:

ایک جہان گردیدہ کہنہ مشق درویش یہاں حلقۃ العلماء میں آ گیا جو یمن شام وغیرہ دنیا کے مختلف ممالک میں مشہور ماہرین توجہ سے اس فن میں مہارت حاصل کر چکا تھا، اس نے بصورت وجد اچھل کر بہت زبردست نعرہ لگایا، میں نے اس کی طرف ذرا سی توجہ منعطف کی تو بس وہیں کے وہیں فوراً بولتی بند اور بالکل سیدھا ہو کر نہایت آرام وسکون سے بیٹھ گیا۔

۱۶ ایک ملحد پیر کی ناکامی:

ایک ملحد پیر مسمریزم میں بہت شہرت رکھتا ہے چنانچہ اس نے ایک مشہور عالم اور دنیا بھر میں مشہور ادارے کے اونچے درجے کے اُستاذ پر ایسا مسمریزم کیا کہ زبان بالکل بند، اس قسم کے اور بھی کئی قصے مشہور ہیں۔ اس نے ایک بار مجھ پر مسمریزم کرنے کی کوشش کی مگر اسے منہ کی کھانی پڑی۔

۱۷ توجہ کا اثر سلب ہو گیا:

ایک پیر صاحب توجہ ڈالنے میں بہت مہارت وشہرت رکھتے ہیں، مریدوں کو حلقے کی صورت میں بٹھا کر ان کے قلوب پر ایسی توجہ ڈالتے ہیں کہ وہ مذبوح جانور کی طرح تڑپنے لگتے ہیں، ’’ہائے ہوئے‘‘ کے نعرے، شور وغل اور چیخ وپکار ایک حشر برپا ہو جاتا ہے۔ میں ایک بار کسی کام سے ایک موضع میں گیا اتفاق سے وہ پیر صاحب بھی وہاں آئے ہوئے تھے میں نے فجر کی نماز پڑھائی، نماز کے بعد انہوں نے حسبِ معمول اپنے

مریدوں کو حلقے میں بٹھا کر توجہ ڈالنے کا عمل شروع کیا، فرداً فرداً ایک ایک کے قلب کی طرف نیزے کی طرح انگلی کا بہت زوردار اشارہ کر کے اسم ذات کی بھرپور زبردست ضربیں لگائیں مگر اس بار کوئی مرید بھی ٹس سے مس نہ ہوا، وہ یہ عمل دیر تک بار بار دُہراتے رہے، ضربوں پہ ضربیں مگر سب بے سود، جب دیکھا کہ کسی پر کچھ بھی اثر نہیں ہو رہا تو کہنے لگے کہ یہ جماعت تو بہت اچھی چلی ہوئی تھی معلوم نہیں آج انہیں کیا ہو گیا۔ اب میں انہیں کیا بتاتا کہ جب تک میں یہاں موجود ہوں آپ اپنے اس کرتب میں کامیاب نہیں ہو سکتے، حالانکہ میں نے ان پر کوئی توجہ نہیں ڈالی تھی مگر یہ میرے اللہ کا کرم ہے کہ میرا وہاں بیٹھنا ہی کافی ہو گیا اور وہ مریدوں پر توجہ ڈالنے کی سرتوڑ کوشش کے باوجود کامیاب نہ ہو سکے۔

۱۸ خواجہ غلطان:

میں جب افغانستان گیا تو ہرات میں کسی نے بتایا کہ یہاں ایک بزرگ کا مزار ہے، اس بزرگ کو ”خواجہ غلطان“ کہتے ہیں، غلطان کے معنی ہیں ”لڑھکا دینے والا“ جو بھی اس کے مزار پر جاتا ہے لڑھک جاتا ہے کیسا ہی پہلوان کیوں نہ ہو، مجلس میں ایک نوجوان نے کہا کہ اسے بھی لڑھکا دیا تھا۔ میں نے کہا کہ اب میرے ساتھ چل اگر تو لڑھک گیا تو تجھے دس کوڑے لگاؤں گا۔ وہ بہت خوف زدہ صورت بنا کر بولا: ”نہیں جاؤں گا۔“ میں نے کہا:

> ”بس ثابت ہو گیا کہ میرے کوڑے کی طاقت خواجہ غلطان کی طاقت سے زیادہ ہے۔“

ایک مجلس میں بڑے بڑے مجاہد اور بزرگ موجود تھے، میں نے سب کے سامنے للکار کر کہا کہ اگر اس مزار پر میرے ساتھ کسی چھوٹے سے ننھے منے بچے کو بھی لے چلیں تو غلطان اسے بھی نہیں لڑھکا سکے گا۔ پھر مجھے تو اتنا وقت نہ ملا کہ وہاں جاتا البتہ میرے

ساتھ جو لوگ گئے ہوئے تھے ان میں سے جو کچھ لوگوں نے تجربہ کیا ان میں سے ایک تو بہت ہی کمزور سے تھے۔ وہ بتاتے ہیں کہ ہم وہاں مجاوروں سے کہتے رہے کہ غلطان ہمیں کیوں نہیں لڑھکاتا؟ مجاور انہیں طریقے بتانے لگے کہ ایسے بیٹھو، ایسے لیٹو، یہ پڑھو، یہ کرو مگر سب بے کار ان میں سے کوئی ایک بھی نہیں لڑھک سکا۔ یہ قصے خوب غور سے سنیں آخر میں بتاؤں گا ایک ہدایت کی بات۔

۱۹ بزرگی کی علامت:

میرے پاس ایک مولانا صاحب آئے جو مولانا بھی تھے اور سن رسیدہ بھی، یہ اس لیے بتا رہا ہوں کہ یہ دونوں صفتیں انسانی کمالات میں شمار کی جاتی ہیں، علم کا صفت کمال ہونا تو ظاہر ہی ہے عالم دین کو ہر مسلمان قابل احترام سمجھتا ہے اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور بڑھاپا بھی عموماً کمال عقل کی علامت سمجھا جاتا ہے، زندگی بھر کے تجارب سے انسان بہت کچھ سیکھ جاتا ہے، اس عمر میں فکرِ آخرت بھی پیدا ہو جاتی ہے، ان میں یہ دونوں کمال تھے جبکہ میں اس زمانے میں بالکل نوعمر تھا تیس پینتیس سال عمر ہو گی، وہ مجھ سے کہنے لگے:

''مجھے بیعت کر لیں اور میری پشت پر ہاتھ رکھ دیں۔''

مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اتنی عمر گزر گئی یہ کسی سے بیعت نہیں ہوئے اب مجھ جیسے نوعمر سے بیعت ہونا چاہتے ہیں آخر میرے اندر انہوں نے کیا خوبی دیکھی، جب وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ آپ سے اس لیے بیعت ہونا چاہتا ہوں کہ آپ کا نام لینے سے ہی جنات بھاگ جاتے ہیں، میں لوگوں کے جنات نکالتا ہوں بعض جن بڑے ضدی اور سرکش ہوتے ہیں انہیں بھگانے کے لیے لمبے لمبے وظیفے پڑھنے پڑتے ہیں کبھی حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''القول الجمیل'' (یہ عملیات کی مشہور کتاب ہے) سے وظیفے پڑھتا ہوں کبھی کسی اور کتاب سے مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا، اور آپ کا نام

لینے سے ہی جنات بھاگ جاتے ہیں، اس لیے میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں نے ان سے کہا:

> ’’آپ نے بزرگی کی علامت خوب پہچانی، اگر آسیب بھگانا ہی بزرگی کا معیار ہے تو ایسی بزرگی کے لیے تو مسلمان ہونا بھی شرط نہیں کئی ہندو بھی لوگوں کے جن اتار دیتے ہیں بلکہ غیر مسلم اس فن میں بہت ماہر ہوتے ہیں آپ ان میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت ہو جائیں۔‘‘

۲۰ ذرا سی ڈانٹ سے وجد غائب:

ایک مسمریزم کا بہت ماہر پیر توجہ کے ذریعے مریدوں پر وجد چڑھانے میں بہت مشہور تھا، ایک بار میرے سامنے اس کے ایک مرید پر وجد چڑھ گیا، میں نے اسے ذرا سی ڈانٹ پلائی تو وہ بالکل سیدھا ہو کر آرام سے خاموش بیٹھ گیا۔

ہدایت کی بات:

اب ہدایت کی بات سنیے، اس کی تمہید میں بھی ایک تھوڑا سا قصہ سُن لیں، تین چار روز کی بات ہے فون پر کسی نے بتایا کہ ان کے جاننے والوں میں سے کسی کے بچے کی طبیعت خراب تھی انہوں نے اپنے پیر صاحب کو دکھایا تو پیر صاحب نے فرمایا کہ اس بچے کو نظر لگ گئی ہے پھر انہوں نے کالی مرچیں پڑھ کر دیں انہیں جلایا تو اس سے نظر اُتر گئی۔ وہ مجھے بھی ترغیب دے رہے ہیں کہ آپ کے بچے کو بھی نظر لگ گئی ہے آپ بھی پیر صاحب سے کالی مرچیں پڑھوا لیں۔ ٹیلی فون پر جو بات کر رہے تھے ان کا دار الافتاء سے تعلق ہے، میں نے ان سے کہا:

> ’’جو دار الافتاء سے تعلق رکھتا ہے اس پر صرف اللہ کی نظر رہتی ہے اسے کسی کی نظر نہیں لگ سکتی اس لیے آپ کو مرچیں ورچیں پڑھوانے کی

ضرورت نہیں۔''

بحمد اللہ تعالیٰ بات ان کی سمجھ میں آ گئی، اب ہدایت کی بات بتانے لگا ہوں غور سے سنیں۔

پیروں کی دو قسمیں:

پیروں کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

ایک وہ جو خدمات علم و جہاد جیسے اہم کام نہیں کرتے خالی ہیں، فارغ بیٹھے ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ عوام کو زیادہ سے زیادہ پھانسا جائے، بے دینی سے بچانے کے لیے، دین کی طرف لانے کے لیے جو طریقے جیسے بھی ہو سکتے ہوں اختیار کر لیں، کسی کو تعویذ دے دیا، کسی کو کالی مرچیں دے دیں، کسی کو کچھ دے دیا، کسی کو کچھ دے دیا، کسی کو کچھ پڑھنے پہ لگا دیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ آئیں جب زیادہ لوگ آ جائیں گے تو دین کی باتیں بھی کچھ سنتے رہیں گے آہستہ آہستہ دینی ترقی ہو جائے گی۔ ایک قسم کے پیر حضرات تو یہ ہیں۔

دوسری قسم:

دوسرے وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے علم اور جہاد جیسی اہم خدمات بہت زیادہ لے رہے ہیں انہیں اتنی فرصت نہیں کہ عوام کو کالی مرچیں دے دے کر اور تعویذ دے کر اور مختلف مقاصد کے لیے مختلف وظیفے بتا کر جمع کریں، پھر انہیں صحیح راستے پر لائیں، انہیں اتنی فرصت نہیں، ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ پکے لوگ لیں پکے لوگ یہ جو کچے کچے ہیں نا کچے عقیدے والے، کچے کچے جن کا خیال ہے کہ کچھ پڑھنے سے ٹھیک ہو جائے گا، تعویذ لینے سے ٹھیک ہو جائے گا، پانی پینے سے ٹھیک ہو جائے گا، دم کرنے سے ٹھیک ہو جائے گا ان کچے کچے لوگوں کو پہلی قسم کے پیروں کے

لیے چھوڑ دو وہ انہیں پھنساتے رہیں، انہیں فرصت بھی ہے، تم ہو پکے لوگ پکے، جو یہاں آئے وہ آنے سے پہلے پکا ہو کر آئے، اس کا عقیدہ اتنا پختہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھنے کے بعد کوئی جن، کوئی آسیب، کوئی نظر، کوئی سحر، کوئی جادو، کوئی سفلی اس پر کچھ اثر نہیں کر سکتا، جس کا عقیدہ اتنا مضبوط ہو جائے یہاں وہی آئے بس صرف وہی دوسرے نہ آئیں، جو لوگ کچے ہیں وہ چلے جائیں مرچوں والوں کے پاس اور یہاں جو آئے وہ تو پکا ہی آئے پکا ہم صرف دُعاء کریں گے دُعاء اور کچھ نہیں کریں گے۔

میں نے کہا تھا نا کہ قصوں کے بعد ایک ہدایت کی بات بتاؤں گا وہ ہدایت کی بات یہی ہے کہ یہاں جو آئے وہ اتنا پکا ہو کر آئے کہ ساری دنیا کہتی رہے کہ تجھ پر نظر ہو گئی اتنی مرچیں جلا دو، اتنے فلیتے پلیتے جلا دو، یہ کر لو وہ کر لو تم پر اتنے جن آ گئے، اتنے ہزار آ گئے ایک ہزار تو ہم نے قتل کر دیے اور ہزار کو قید کر لیا، لوگ کتنا ہی زور لگائیں تو بھی ان واہیات باتوں پر بالکل کان نہ دھرے بلکہ ایسے پیروں کے پاس بھی نہ جائے جو لوگوں کو ہدایت پر لانے کی نیت سے تعویذ وغیرہ جیسے کام کرتے ہیں بس ایک اللہ پر یقین رکھے اللہ پر، بس ایسے ہی لوگ یہاں آئیں۔

دو قصے:

اس بارے میں دو قصے بھی بتا دوں:

جنات پر عالم کا رُعب:

کسی عامل نے جنات سے حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہا کہ انہیں میرے پاس لاؤ، جنات جب خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے پوچھا کیا بات ہے؟ جنات نے عرض کیا کہ فلاں عامل نے کہا ہے کہ آپ کو اٹھا کر ان کے پاس پہنچا دیں۔ آپ نے فرمایا چلو نالائق، اسے لاؤ یہاں۔ وہ جس نے بھیجا تھا اسی کو اٹھا کر لے آئے، وہ جوان کا رئیس تھا بھیجنے والا، بجائے اس کے کہ انہیں

لے جاتے اسے اٹھا کر لے آئے وہ کہتا رہا، چیختا رہا کہ ارے ارے! مجھے کدھر لے جارہے ہو انہیں لاؤ، وہ جنات کہتے ہیں، نہیں تجھے لے جائیں گے، ہمیں ایسے عالم نے حکم دیا ہے، اب تجھے لے جا کر چھوڑیں گے۔ بات سمجھ میں آئی؟

متقی کی قوت:

ایک عامل نے کسی جن کو جلا دیا تھا، اس جن کی بیوی نے اپنے بیٹے سے کہا کہ دیکھو! کچھ سیکھو اس عامل نے تمہارے ابا کو جلایا ہے اس سے انتقام لو۔ بیٹا کہیں دور جا کر کئی سال بہت کچھ سیکھتا رہا حصار وغیرہ کرنے اور توڑنے کے فن سیکھے پھر اپنی ماں سے آ کر کہا کہ اب میں اس قابل ہو گیا ہوں کہ ابا کا انتقام لے سکوں۔ ماں نے اس کا امتحان لے کر کہا کہ نہیں ابھی تو کچھ بھی نہیں ہوا اور سیکھ وہ اور سیکھتا رہا پھر کئی سالوں کے بعد ماں نے امتحان لیا تو کہا کہ اب ٹھیک ہے، جاؤ اس عامل سے انتقام لو اسے ختم کر دو۔ جن نے عامل سے کہا کہ تو نے میرے ابا کو جلایا تھا بس اب تیری خیر نہیں پہلے سے تجھے بتا رہا ہوں تاکہ تو یہ نہ کہے کہ اچانک مار دیا، فلاں دن تک تجھے جو کرنا ہے کر لے۔ عامل نے حصار کھینچا تو جن نے توڑ دیا پھر اور حصار کھینچا یہ پھر اندر، اور کھینچا پھر اندر، آخر اسے یقین ہو گیا کہ اب میں اسے نہیں روک سکتا یہ مجھے ختم کر دے گا۔ ایک آدھ دن باقی رہ گیا، مسجد میں ایک سیدھا سادہ نمازی تھا ایسے ہی مسکین سا لیکن پکا تھا پکا، اس کا عقیدہ پکا تھا، اللہ کے ساتھ تعلق پکا تھا، عامل نے اس سے کہا کہ بھائی میں کل تک ضرور مر جاؤں گا بچنے کی کوئی صورت نہیں، آپ میری مغفرت کی دُعاء کر دیجیے۔ اس نے کہا کہ کیسے مر جاؤ گے تمہیں کیسے پتا چلا؟ عامل نے سارا قصہ بتایا، نمازی نے کہا کہ اچھا جب وہ جن تمہیں مارنے کے لیے آئے تو تو میرا نام لینا کہ اس نے کہا ہے کہ مجھے چھوڑ دو۔ وہ جن آیا تو عامل نے اسے بتایا کہ فلاں شخص نے کہا ہے کہ چھوڑ دو تو جن نے کہا کہ تو نے تجربہ کر لیا کہ اب تیرے بچنے کی کوئی صورت نہیں مگر تو نے جس کا نام لیا وہ اللہ کا بندہ ایسا ہے کہ ہم

اس کی بات رد نہیں کر سکتے جاؤ چھوڑ دیا، بخش دیا۔ عامل نے کتنے جتن کیے مگر کامیاب نہ ہوا اور ایک سیدھا سادہ نمازی اللہ کا بندہ جس نے یہ سب کچھ سیکھا نہ پڑھا نہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی قوت رکھ دی۔

ہدایت پھر لوٹا دوں، اگر کوئی کہے کہ تجھے نظر لگ گئی اتروالو، کوئی کہے کہ تجھ پر آسیب آ گیا فلاں سے تعویذ لے لو، کوئی کہے کہ تجھ پر سفلی ہو گیا تیرا دروازہ بند کر دیا بندش لگا دی کچھ کر لو، چاول پڑھوالو، کالی مرچیں پڑھوالو، ایسے ایسے کوئی کسی کو مشورے دے تو اسے یہ جواب دیا کریں کہ جو دار الافتاء میں پہنچ جاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی نظر ایسی ہو جاتی ہے کہ پھر اس پر دنیا کی کوئی طاقت غالب نہیں آ سکتی جو بھی ایسا کچا پکا ہے وہ یہاں آیا ہی نہ کرے یہاں صرف وہی آیا کرے جو پکا ہو جائے۔

ایک دُعاء:

حضرت ڈاکٹر عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے ڈاکٹر احسن صاحب نے بتایا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب فرمایا کرتے تھے:

> ”ڈاکٹر کو یوں دُعاء کرنی چاہیے کہ یا اللہ! تو نے جن مریضوں کے مقدر میں شفاء لکھ دی ہے میرے پاس صرف انہی کو بھیج جن کے لیے شفاء مقدر نہیں ان کے مجمع سے میرا بھی نقصان اور ان کا بھی۔“

میں بھی اپنے لیے یہی دُعاء کرتا ہوں کہ یا اللہ! تیرے علم میں جن کے دین کا فائدہ، دل کی شفاء مقدر ہے صرف وہی یہاں آئیں باقی جان چھوڑیں۔ یہاں وہی آئیں جو سیدھے سیدھے اللہ کے بندے بنیں، اللہ کے ساتھ وہ تعلق قائم ہو جائے کہ دنیا بھر کی طاقتیں اللہ کی قدرت کے سامنے ہیچ در ہیچ نظر آنے لگیں، بس ایک اللہ پر نظر رہے۔ اللہ ہم سب کو ایسا تعلق عطاء فرما دیں۔ ہدایت کی بات سمجھ گئے؟ اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائیں دلوں میں اتار دیں۔

حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت:

کتاب ’’اعمالِ قرآنی‘‘ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ اس بارے میں ایک بات تو یہ کہ حضرت نے وہ خود نہیں لکھی کسی خادم سے فرمادیا کہ جمع کردو، دوسری بات یہ کہ پہلی بار حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیات میں جب یہ کتاب چھپی تو اس پر خود حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت تھی کہ تعویذ گنڈوں کی طرف لوگوں کا رجحان بہت زیادہ ہے مبتدع اور مشرک لوگوں کے پاس چلے جاتے ہیں، ٹونے ٹوٹکے کرتے کرواتے ہیں اپنا دین برباد کر بیٹھتے ہیں، ان کے دین کی حفاظت کے لیے کچھ لکھ دیا جائے تاکہ ان کا دین محفوظ رہے کچھ کرنا ہی ہو تو اس میں دیکھ کر کرلیا کریں۔ یہ ہدایت لکھوائی تھی، اب یہ کتاب بعد میں ہزاروں بار چھپی ہوگی، معلوم نہیں کہ بعد والوں نے یہ ہدایت اُڑادی ہے یا باقی ہے جیسا کہ میں نے بتایا کہ پیروں کی ایک قسم کچے لوگوں کو جوڑنے کے لیے ہے، کتاب ’’اعمالِ قرآنی‘‘ بھی ایسے ہی پیروں کے لیے لکھوائی گئی ہے، اسی مقصد کے لیے لکھوائی گئی ہے۔ شروع میں جو ہدایت اس پر لکھی ہوئی تھی اس کا حاصل یہی ہے کہ جن کا ایمان بھاگنے کو تیار ہے ان کے ایمان کی حفاظت کرو، کچے کچے لوگوں کو اس میں سے کچھ لکھ دیا کرو بتادیا کرو تاکہ ان کا ایمان بچ جائے۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تعویذ دینے کا دھندا نہیں تھا، کبھی کبھار شاذونادر ہی تعویذ دیتے تھے، فرماتے تھے کہ مجھے اس کام میں مہارت نہیں۔

عوام سے الگ رہنے میں انہی کا فائدہ مقصود:

پیروں کی وہ قسم جو مختلف تدابیر سے عوام کو جوڑنے کی کوشش نہیں کرتے اور عوام سے زیادہ رابطہ نہیں رکھتے ان کے بارے میں یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ یہ حضرات عوام سے کٹے رہتے ہیں، حالانکہ عوام کے فائدے کے لیے عوام کو جوڑنے کی کوشش کرنی چاہیے،

عوام سے گھل مل کر رہنا چاہیے اور یہ الگ تھلگ تارک دنیا بنے رہتے ہیں کسی سے ملتے ہی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے علماء جن سے اللہ تعالیٰ دین کے اونچے کام لے رہے ہیں وہ جو کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے جو خدمات لے رہے ہیں وہ عوام ہی کی خدمات ہوتی ہیں، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، فتاوی، وعظ و ارشاد اور جہاد کے ذریعہ شریعت کے قواعد، اللہ تعالیٰ کے قوانین کی حفاظت، ان کی تشریح و توضیح اور دین اسلام پر آنے والے فتنوں کی یورش اور حملوں سے دین اسلام کی حفاظت کی کوشش کرنا، تقریر، تحریر اور مختلف طریقوں سے دفاع کرنا، ہر فتنے کی بروقت سرکوبی کرنا اور اللہ کی زمین پر ایک اللہ کی حکومت قائم کرنے کی کوشش کرنا، یہ خدمات جلیلہ اللہ تعالیٰ علماء سے لے رہے ہیں، سوچیے! کیا ان خدمات کا تعلق عوام سے نہیں؟ اگر اللہ کے نازل فرمودہ قوانین ہی محفوظ نہ رہیں ان کی تشریح و توضیح ختم ہو جائے، دشمنوں کے حملوں سے دین محفوظ نہ رہ سکے تو پھر یہ مسلمان کہاں رہیں گے؟ ان کا تعلق بھی عوام ہی سے ہے، بظاہر دیکھنے میں یہ حضرات الگ تھلگ ہیں مگر خدمت عوام ہی کی کر رہے ہیں ان ہی کے کام کر رہے ہیں اور بہت اہم کام کر رہے ہیں۔ وہ حضرات جو تعویذ گنڈوں اور دوسری مختلف تدابیر سے جوڑ پیدا کرتے ہیں اگرچہ وہ بھی عوام کی خدمت کرتے ہیں لیکن یہ حضرات جو دین کے قوانین کی حفاظت، ان کی اشاعت اور دنیا میں اسلام کی حکومت قائم کر کے مسلمانوں کی دنیا و آخرت بنانے کی کوشش کر رہے ہیں یہ عوام کی خدمت ہزاروں لاکھوں درجہ زیادہ کرتے ہیں۔ اس کی کچھ مثالیں سمجھ لیں۔

الگ رہنے میں فائدے کی مثالیں:

پہلی مثال:

ملک کے حاکم اعلی کا براہِ راست عوام سے کوئی رابطہ نہیں ہوتا عوام اس سے نہیں مل سکتے جب کہ حکومت کے چھوٹے کارندوں کے عوام سے بہت زیادہ روابط ہوتے ہیں

اس کے باوجود عوام کی خدمت حاکم اعلیٰ چھوٹے کارندوں کی بنسبت بہت زیادہ کرتا ہے، اس لیے کہ پورے ملک کا نظام حاکم اعلیٰ کے سپرد ہے وہ نہ ہو تو پورے ملک کا نظام درہم برہم ہو جائے چھوٹے سے بڑے تک سب کا خاتمہ ہو جائے۔

دوسری مثال:

ایک ڈاکٹر جو ڈاکٹری کے اصولوں پر غور و فکر کرتا رہتا ہے زمانے کے حالات کے مطابق کون کون سی دوائیں قابل ترک ہیں کون کون سی دوائیں داخل کرنی چاہئیں، کن کن دواؤں کے نقصان ظاہر ہو رہے ہیں، کن کن دواؤں کے فائدے ظاہر ہو رہے ہیں، وہ تحقیقاتی کام کرتا ہے، جراحی (آپریشن) کے نئے نئے اصول کون کون سے ہو سکتے ہیں جن سے جراحی زیادہ سے زیادہ نافع بنے، علم العلاج کے بہتر سے بہتر طریقے سوچ سوچ کر وہ انہیں ترتیب دیتا ہے، تدوین کرتا ہے ظاہر ہے کہ اس کا عوام سے تو کوئی جوڑ نہیں ہوتا، اس تک لوگ پہنچ بھی نہیں پاتے وہ اپنے کام میں لگا رہتا ہے دیکھنے میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ عوام سے اس کا کوئی تعلق بھی نہیں۔ عوام سے تعلق تو کمپوڈروں کا ہوتا ہے، کسی کو ڈرپ لگا دی، کسی کو گولی دے دی اور کسی کو انجکشن لگا دیا۔ دیکھنے میں ایسے بڑے ڈاکٹروں کا عوام سے جوڑ نہیں بظاہر کٹے ہوئے نظر آ رہے ہیں مگر دنیا بھر کے مریضوں سے ان کا تعلق ہے، ان کا جوڑ ہے، اللہ تعالیٰ ان سے ایسی اہم خدمات لے رہے ہیں کہ ان کے مقابلے میں کمپوڈروں اور نرسوں کی خدمات کوئی حیثیت نہیں رکھتیں حالانکہ بظاہر تو نرسوں کا رات دن عوام سے جوڑ رہتا ہے جو بھی ہسپتال میں داخل ہوا آگے پیچھے آگے پیچھے ہر طرف نرسیں ہی نرسیں، بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ نرسیں بہت جوڑ پیدا کرتی ہیں سب کے ساتھ گھلی ملی رہتی ہیں۔ یہ کمپوڈر اور نرسیں عوام کی خدمت زیادہ کر رہے ہیں یا علم العلاج پر تحقیق کرنے والا ڈاکٹر زیادہ خدمت کر رہا ہے؟

تیسری مثال:

اسی طرح ہوائی جہاز میں ایئر ہوسٹس کا عوام سے جوڑ رہتا ہے بار بار عوام کی خدمت کے لیے ان کے پاس جاتی ہیں کبھی کھانا پیش کرتی ہیں کبھی مشروب کبھی کچھ کبھی کچھ مگر پائلٹ یا چیف نیوی گیٹر وغیرہ جن کی ذمہ داری پر جہاز چلتا ہے ان کا عوام سے کوئی جوڑ نہیں ہوتا بلکہ عوام تو انہیں دیکھ بھی نہیں سکتے مگر بتایئے کہ عوام کی خدمت وہ زیادہ کر رہے ہیں یا ایئر ہوسٹس زیادہ کر رہی ہے؟ ظاہر ہے کہ جو عوام کو منزل تک بحفاظت پہنچانے کا کام کر رہا ہے عوام کی خدمت بھی وہی زیادہ کر رہا ہے۔ جن علماء سے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کے کام لے رہے ہیں بظاہر ان کے پاس لوگوں کا مجمع نہ بھی ہو اور وہ تعویذ وغیرہ کے کام نہ بھی کریں نہ اپنے ہاں ختم وغیرہ کروائیں نہ کسی کو مختلف حاجات کے لیے کچھ پڑھنے کو بتائیں نہ ہی مرچیں پڑھ کر دیں اس کے باوجود وہ اگرچہ بظاہر عوام میں نہیں مگر درحقیقت اللہ تعالیٰ ان سے عوام کی بہت بڑی خدمات لے رہے ہیں، حفاظت دین، طرح طرح کے فتنوں کا دین سے دفاع ان پر موقوف ہے، اللہ تعالیٰ ان سے کتنی بڑی خدمات لے رہے ہیں۔

خدمت دین کی صلاحیت کو ضائع کرنا جائز نہیں:

اللہ تعالیٰ نے کسی عالم میں دین کے بڑے کام کرنے کی صلاحیت پیدا فرمائی ہو حدود اللہ کی حفاظت کا کام کر سکتا ہو، اللہ نے یہ نعمت دی ہو اس کے لیے عوام سے اتنے روابط رکھنا جائز نہیں کہ خدمات دینیہ میں خلل واقع ہو، عوام کی خاطر اللہ تعالیٰ کی عطاء فرمودہ صلاحیت کو ضائع کرنا جائز نہیں، مدارس اور جوامع میں کام کرنے والے علماء کو تو عوام سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ تو پڑھنے پڑھانے والے ہیں دم درود وغیرہ نہیں جانتے، عوام کا ان کی طرف زیادہ رجحان نہیں ہوتا اس لیے عوام کی یورش سے بچنا ان کے لیے آسان ہے لیکن جو عالم بھی ذرا الگ ہو کر بیٹھا اسے عوام بہت زیادہ تنگ کریں گے، تعویذ کے

لیے، جھاڑ پھونک کے لیے، پانی کی بوتلوں میں دم کر کے پھونکنے کے لیے، طشتریاں لکھوانے کے لیے، مختلف مقاصد کے لیے پڑھنے کے وظائف پوچھنے کے لیے، کالی مرچوں پر دم کروانے کے لیے، نظر اُتروانے کے لیے، آسیب اور سفلی اتروانے کے لیے غول درغول آنے لگیں گے، اس طرح لوگ ایسے عالم کا وقت بہت ضائع کریں گے، اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی خدمت کی صلاحیت عطاء فرمائی سول سرجن بنادیا، ڈاکٹری کی تعلیم کا اور اس کی تحقیقات کا اونچا منصب عطاء فرمادیا، یا ہوائی جہاز کا پائلٹ یا چیف نیوی کیپٹر بنادیا یا سلطان وقت بنادیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کر رہا ہے، یہ سلطان وقت ہو کر یہ دیکھ رہا ہے کہ فلاں جگہ پر فلاں کی جھونپڑی صحیح ہے یا نہیں، ڈاکٹر صاحب مریض کے بستر پر جا کر اسے انجکشن لگا رہے ہیں، کسی کی مالش کر رہے ہیں اور کسی کو دوا دے رہے ہیں۔ پائلٹ اگر اپنا مقام چھوڑ کر جہاز کے درمیان میں آ کر مسافروں سے پوچھتا ہے کہ پانی کی ضرورت ہے تو پلاؤں؟ ایسا پائلٹ بہت بڑا نالائق ہے سب کو تباہ کرے گا۔ ایسے ہی کسی عالم کے پاس عوام کا ہجوم ہونے لگے تو وہ کام کیسے کرے گا؟ ہاں! اگر دین کی باتیں سننے کے لیے ہجوم ہو تو ٹھیک ہے، خود خاموش رہیں بس اسی کو بولنے دیں کوئی کچھ نہ بولے اور اگر ادھر سے وہ بولا ادھر سے یہ بولا ذرا مجھ پر شو کر دیں مرچیں دے دیں اسے یہ کر دیں، اسے یہ کر دیں، اس طرح عالم کا وقت ضائع کرنے لگیں تو ایسے وقت میں اس عالم کو چاہیے کہ صاف صاف انکار نہ کرے بہتر طریقے اختیار کرے۔

عوام سے بچنے کا طریقہ:

وہ طریقہ ہے نظم اوقات، اوقات متعین کریں، عوام کی باتیں سننے کے لیے تھوڑا سا وقت رکھیں، پانچ دس منٹ، انہیں سمجھائیں کہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھوڑا سا وقت ہے، محبت سے سمجھایا جائے تو لوگ بات سمجھ جاتے ہیں جیسے بچوں کی جو عادتیں

آپ بنادیں گے ویسی ہی بن جائیں گی اور اگر کھلی چھٹی دے دیں گے تو عادتیں بگڑتی جائیں گی۔ کوئی عالم عوام کی عادتیں بنانا چاہے تو بن جاتی ہیں بگاڑنا چاہے تو بگڑ جاتی ہیں، یہ عالم کے اختیار میں ہے۔ وقت تھوڑا سا رکھیں پانچ دس منٹ اور وہ وقت متعین کردیں فلاں وقت سے لے کر فلاں وقت تک اس سے پہلے دینی باتیں کرنے کا وقت رکھیں تقریباً آدھا گھنٹا پون گھنٹا، ایک گھنٹا، اس میں لوگ بیٹھیں اس کے بعد وقت مقرر پر کسی کو تعویذ وغیرہ کی ضرورت ہو تو وہ بھی دے دیں، تعویذ دینے سے پہلے جو بیان کریں اس میں حاضرین کے دلوں کو بنانے کی کوشش کریں، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور توکل پیدا کرنے کی کوشش کریں اور زیادہ سے زیادہ اس پر بیان کریں کہ پریشانیوں کے علاج کی تین تدبیریں ہیں جن میں یہ ترتیب ہے:

① سب سے پہلی تدبیر اللہ تعالیٰ کی بغاوت چھوڑیں ساتھ ساتھ استغفار بھی کریں۔

② دوسری تدبیر سنت کے مطابق دُعاء کریں، میں بھی آپ کے لیے دُعاء کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بار بار کتنی تاکید سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے مانگو، مجھ سے مانگو، مجھے پکارا کرو، مجھ سے مانگا کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دُعاء کی بہت اہمیت بیان فرمائی ہے۔

③ تیسری تدبیر ہے تدابیر ظاہرہ اختیار کرنا، اگر کوئی بیماری ہے تو کسی معتدل طریقے سے متوسط طبیب سے علاج کروائیں، معاش کی تنگی ہے تو ذرا سی محنت کریں کوشش کریں کچھ تدبیر سوچیں دوسروں سے مشورہ کریں اور ہمت سے کام لیں۔

تعویذ بھی دُعاء ہی ہے:

لوگوں کو سمجھائیں کہ تعویذ، دم، ختم اور وظیفے وغیرہ دُعاء ہی کی ایک قسم ہیں اور دُعاء کے مسنون طریقے سے ان چیزوں کا درجہ بہت کم ہے، اصل دُعاء تو وہی ہے جو سنت کے مطابق کی جائے، تعویذ وغیرہ کم درجے کی دُعائیں ہیں لوگ غافل ہیں، سُست ہیں خود

دُعاء مانگتے نہیں اللہ کے بندے ان کی حالت پر رحم کھا کر کہتے ہیں چلئے ہم ہی لکھ دیتے ہیں تیرے کمرے میں رکھی رہے یا تیرے گلے میں لٹکی رہے، نالائق! تو خود تو مانگتا نہیں شاید اسی طریقے سے تیرا کام بن جائے۔ یہ ہے تعویذ اور حاجات دنیا کے لیے پڑھے جانے والے وظائف وغیرہ کی حقیقت۔ تعویذ دینے سے پہلے اس کی اہمیت لوگوں کے دلوں سے نکالیں، صحیح طریقہ بتائیں اور غلط طریقوں کو دلوں سے نکالنے کی کوشش کریں، اس کے بعد آخر میں دو چار منٹ رہ جائیں تو تعویذ بھی دے دیں، جن لوگوں میں صلاحیت نہیں ہوتی وہ جب مجلس وعظ میں بیٹھتے ہیں تو جمائیاں لینے لگتے ہیں انہیں مسجد میں یا کسی اچھی مجلس میں بیٹھنے کی عادت تو ہوتی نہیں بیٹھے بیٹھے تنگ آجاتے ہیں پھر کسی کے پیٹ میں ہوا چلتی ہے، وہ خارج کرنے کے لیے یا سگریٹ کی عادت ہے تو اس کا کش لگانے کے لیے یا بیٹھے بیٹھے تنگ آگئے کہ معلوم نہیں وعظ کب ختم ہوگا، مصیبت میں پھنس گئے تنگ آکر ذرا باہر نکل گئے ادھر بیان ختم ہوگیا، پھر وہ کچھ دیر کے بعد واپس آئے تو کہہ دیں کہ آج تو آپ وقت پر پہنچے نہیں کل تعویذ لیجیے گا، دو چار روز یوں چکر دلایئے۔

دارالافتاء کا طریقہ:

یہاں ایسے ہی ہوتا ہے لوگ آتے ہیں دور دور سے ادھر بیان ہو رہا ہے اور انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ بیان کب ختم ہوگا اس لیے باہر ذرا چکر لگانے چلے جاتے ہیں اتنے میں یہاں بیان ختم ہو جاتا ہے وہ کچھ دیر کے بعد آتے ہیں تو انہیں یہی جواب دیا جاتا ہے کہ آپ وقت پر موجود نہیں تھے اب کل لیجیے گا۔ اس طرح چکر دلائیں چکر آہستہ آہستہ خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ وقت پہلے سے متعین ہو، پہلے خوب اچھی طرح تعویذ کی حقیقت دلوں میں اتارنے کی کوشش کریں ان کے لیے دُعاء بھی کرتے رہیں کہ یہ حقیقت سمجھ جائیں پھر یوں تعویذ دیے جائیں۔

جب تک میں جامعہ دارالعلوم کورنگی میں پڑھاتا رہا عوام کے ہجوم سے محفوظ رہا مگر

یہاں آکر بیٹھا تو تعویذ لینے والوں اور پانی پر دم کروانے والوں کے گھیرے میں آگیا، میں صرف پانی پر دم کرتا تھا، اگر کوئی ویسے دم کرنے کو کہتا تو میں جواب دیتا کہ اگر میں نے دم کرنے کا کام بھی شروع کر دیا تو میرا تو دم ہی نکل جائے گا، پانی پر دم کروانے کے لیے بوتلوں کی قطاریں لگنے لگیں تو میں نے کہا یا اللہ! مجھ سے کیا گناہ ہوگیا معاف فرمادے ان سے میری حفاظت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی تدبیر ذہن میں ڈالی کہ اب آپ دیکھتے ہیں کہ کبھی کبھار کوئی تعویذ کے لیے کہتا ہے کبھی کبھار، اور جب کوئی تعویذ مانگتا ہے تو میں خود لکھ کر نہیں دیتا بلکہ یہاں کسی مولوی صاحب کو اشارہ کر دیتا ہوں کہ انہیں تعویذ لکھ کر دے دیں، پھر وہ کہتا ہے کہ کچھ بات کرنا چاہتا ہوں، بات کیسے کرے گا، بہت لمبی چوڑی تفصیل بتائے گا بہت وقت ضائع کرے گا، میں اس کی تقریر سننے کی بجائے کہہ دیتا ہوں کہ یہاں کچھ سننے سنانے کی ضرورت نہیں سب بیماریوں اور ہر قسم کی پریشانیوں کا ایک ہی تعویذ ہے۔ پھر کوئی پوچھتا ہے کہ ہم فون پر اپنے حالات بتادیں تو ان سے کہتا ہوں فون پر بھی بتانے کی اجازت نہیں فون تو صرف مسائل دینیہ بتانے کے لیے ہے، وہ کہتا ہے کہ مریض کو ساتھ لے آئیں تو میں منع کر دیتا ہوں کہ مریض کو ہرگز ساتھ مت لائیں مریض کو دیکھنے کی نہ ضرورت نہ فرصت۔ اس لیے منع کر دیتا ہوں مریض کو ساتھ لانے کی اجازت نہیں دیتا بعض مرتبہ کوئی عورت تعویذ کے لیے باہر دارالافتاء کے دروازے پر یا گھر میں آجاتی تھی اس لیے یہ پابندی بھی لگادی کہ کوئی عورت نہ آئے، کوئی بچہ نہ آئے، کوئی مرد تعویذ لے جائے وہ بھی پہلے بیان سنے پھر تعویذ، مریض کے حالات کی تفصیل نہ بتائے تفصیل اللہ جانتا ہے اللہ کو معلوم ہے کس مقصد کے لیے ہے پھر یہاں تعویذ بھی بہت چھوٹا سا دیتے ہیں، اتنا سا ذرا سا کہ چٹکی میں مشکل سے آتا ہے ذرا انگلی سرک گئی تو وہ نکل گیا ہاتھ سے، ذرا سا پرزہ لینے کے لیے پھر دوبارہ آئیں پہلے بیان سنیں پھر تعویذ لیں کراچی میں رہنے والے تعویذ ڈاک سے نہ منگوائیں خود آئیں، یہ شرط بھی اسی لیے لگائی ہے کہ وعظ سن کر تعویذ کی حقیقت کو سمجھ لیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ

صحیح تعلق پیدا ہو جائے جو ہر پریشانی کا علاج ہے۔ بعد میں دنوں کی پابندی بھی لگا دی ہفتے میں صرف چار دن متعین کر دیے۔

ایسی ایسی پابندیاں لگائیں گے تو دین کا کچھ کام کر سکیں گے، یہاں دیکھیے بحمد اللہ تعالیٰ انہی تدابیر کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تعویذ لینے والوں اور پانی پر دم کروانے والوں کے ہجوم سے نجات عطاء فرمائی۔

فقیہ النفس حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

فقیہ النفس حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقام بہت بلند ہے، بہت بلند، بہت بلند، یوں سمجھیں کہ دیوبند اور دیوبندیت کی بنیاد اور اساس حضرت گنگوہی ہیں، بہت ہی بلند مقام ہے، بہت اونچا، علماء خاص طور پر توجہ سے سنیں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نہ ہوتے تو حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ میں اتنی پختگی کی بظاہر اور کوئی صورت نہ تھی، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ میں بہت پختگی تھی، فقیہ النفس تھے۔

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ بہت تنگ کرتے ہیں کام نہیں کرنے دیتے یعنی دنیوی مشکلات اور پریشانیوں کے علاج کے لیے عوام بہت زیادہ آتے ہیں عوام کے پاس تو ایسی ہی باتیں ہوتی ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:

''انہیں خوب جھاڑو، جھاڑو بھی مارو بھی۔''

کیسی عجیب اور کتنی قیمتی نصیحت فرمائی کہ اپنا وقت بچاؤ کام میں لگاؤ، عوام جمع ہوتے ہیں آپ کا وقت ضائع کرتے ہیں تو انہیں جھاڑو اور مارو بھی اگر سمجھانے سے پیچھا نہیں چھوڑتے تو انہیں مار مار کر بھگاؤ۔

آخر میں پھر یہ بات لوٹا دوں کہ جھاڑنے والے مار مار کر بھگانے والے حضرات کے بارے میں یہ نہ سمجھیں کہ یہ عوام سے کٹے ہوئے ہیں، یہ نہ سمجھیں کہ عوام کی خدمت

نہیں کر رہے، یہ حضرات عوام سے رابطہ رکھنے والوں سے زیادہ عوام کی خدمت کرتے ہیں، دیکھنے میں تو عوام سے ان کا کوئی جوڑ نہیں مگر درحقیقت وہ اپنے وقت کو بچاتے ہیں لوگوں سے الگ رہتے ہیں تو ان ہی لوگوں کی خدمت کی خاطر الگ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے لیں ظاہر اور باطن اپنی مرضی کے مطابق بنا لیں۔

اشکالات:

میں جو کہتا ہوں کہ عاملوں کے چکروں میں نہ پڑیں یہ دھوکا دیتے ہیں بے وقوف بناتے ہیں اور یہ کہ ہر پریشانی کو جن اور سفلی کا نام دینا صحیح نہیں، اس بارے میں لوگوں کو یہ اشکالات ہو سکتے ہیں:

1 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر:

میں کہتا ہوں کہ جس کا دار الافتاء سے تعلق ہوگا اس پر نہ کبھی سفلی ہو سکتا ہے نہ جادو ہو سکتا ہے نہ آسیب ہو سکتا ہے، جس پر اللہ کی نظر ہوگی اسے کسی کی نظر نہیں لگ سکتی، میں یہ دعوے کرتا رہتا ہوں اس پر کسی کو یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی سحر کا اثر ہوا ہے تو دوسرا کوئی ایسے مقام پر کیونکر پہنچ سکتا ہے کہ اس پر جادو کا اثر نہ ہو؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر عوارض بشریہ طاری کرنے میں من جانب اللہ یہ حکمت تھی کہ لوگ انہیں مافوق البشر نہ سمجھنے لگیں، مقام عبد سے چڑھا کر مقام معبود پر نہ پہنچا دیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض مرتبہ نماز قضاء ہو گئی جبکہ آپ کی امت میں ایسے افراد بھی بہت ہیں جن کی جماعت کے ساتھ تکبیرۂ اولیٰ بھی کبھی فوت نہیں ہوئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے فرعون جیسے جابر بادشاہ کے جادوگروں کی جماعت نے ہتھیار ڈال دیئے، پختہ کار مشہور ماہرین کی پوری جماعت آپ کے مقابلے میں ناکام رہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک عام شخص کا جادو چل گیا حالانکہ آپ کا درجہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام سے بلند ہے۔ وہاں بذریعہ معجزہ اثبات رسالت کے لیے اہمال سحر میں حکمت تھی اور یہاں نفی الوہیت کے لیے سحر کے تھوڑے سے اعمال میں حکمت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو تو کیا گیا تھا ہلاک کرنے کی غرض سے مگر وہ کارگر نہ ہوا، بس اتنا سا اثر ہوا کہ بعض ایسے کاموں کے بارے میں جو ابھی نہیں کیے تھے خیال ہونے لگا کہ کر لیے ہیں، حفاظت بھی رہی اور حکمت بھی حاصل ہوگئی، دونوں کام ہوگئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کا کچھ اثر ہو جانے سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں کہ ہر شخص پر لازماً اثر ہوتا ہے۔

سلاطین پر جادو کا اثر نہیں ہوتا:

یہ قاعدہ دنیا کے مسلمات میں سے ہے کہ سلاطین و حکام پر سحر کا اثر نہیں ہوسکتا۔ ساری دنیا کے جادوگر کسی حکمران پر جادو کرنے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو بھی ان کا جادو نہیں چلے گا۔ (زیرِ لب مسکراتے ہوئے فرمایا) ہم کیا سلاطین سے کم ہیں؟ جو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دے صحیح معنی میں دین دار بن جائے اس پر جادو یا جنات وغیرہ کا اثر کیسے ہوسکتا ہے؟

② ہزار میں سے ایک کی تحقیق کیسے ہو؟

ایک اشکال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ جو کہا کہ ہزار میں سے ایک پر جن یا جادو وغیرہ کا اثر ہوتا ہے باقی نوسو ننانوے دوسرے عوارض ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہر شخص یہی سمجھنے لگے کہ وہ ہزار میں سے ایک میں ہی ہوں تو اس کی تحقیق کیسے کی جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہزار میں سے ایک بھی بہ مشکل ہوتا ہے، اتنے سے شبہہ کی وجہ سے ایسے مکار اور فریب کار لوگوں کے پاس جانا صحیح نہیں یہ علاج کرنے والے ذرا سی بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور انسان ان کے چکر میں پھنستا چلا جاتا ہے۔ اس کا طریقۂ مسنونہ یہ ہے کہ ترک معاصی اور توبہ و استغفار کریں اور یہ سوچیں کہ اس

بیماری میں میرا فائدہ ہے اجر مل رہا ہے پھر اس کے بعد اعتدال میں رہ کر دوا وغیرہ کر لیں، اگر دوائیں الٹا اثر کرتی ہیں تو یہ سب کچھ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے یہ امتحان ہوتا ہے۔ جو شخص یہ سوچتا ہے کہ وہ ہزار میں سے ایک میں ہی ہوں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے، یہ اسی فکر میں لگا رہے گا اور انہی چکروں میں گرفتار رہے گا اسے جتنا بھی سمجھایا جائے باز نہیں آئے گا بلکہ اس گمراہی میں بڑھتا ہی چلا جائے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝ (۱۸-۵۷)

جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اسے جب نصیحت کی جائے تو وہ مانتا نہیں بلکہ جھٹلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ اس کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ اس میں اسے آگے بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔

اور یہ جو میں نے کہہ دیا کہ ہزار میں سے ایک پر جن یا جادو وغیرہ ہوتا ہے اس بارے میں سمجھ لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوتا ہے کیونکہ:

”جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے تو دنیا کی ہر چیز ڈرتی ہے۔“

جن تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں سے بہت ڈرتے ہیں، جو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ دیتا ہے اس سے جن بہت ڈرتے ہیں صرف یہی نہیں کہ اسے تکلیف نہیں پہنچاتے بلکہ اس سے ڈرتے ہیں اور اتنا ڈرتے ہیں کہ دور بھاگ جاتے ہیں قریب ہی نہیں آتے۔ قرآن مجید میں ہے کہ پہلے تو عام انسانوں سے بھی جن ڈرا کرتے تھے مگر ایک بار کہیں انسانوں کا کوئی قافلہ جا رہا تھا، وہ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ ہم جنات کے کسی بڑے سے رابطہ کریں ہمیں ڈر لگ رہا ہے، جنات کے کسی بڑے کو اپنا محافظ بنا لیں۔ جنات انسانوں کو دیکھ کر ڈر کے مارے چھپ گئے تھے کہ کہیں یہ ہمیں

نقصان نہ پہنچائیں، عام انسانوں سے ڈر کر جنات چھپ جاتے تھے وہ چھپ کر انسانوں کی باتیں سن رہے تھے، انسانوں نے جب یہ کہا کہ ہم کسی جن کو اپنا بڑا بنالیں تاکہ وہ ہماری حفاظت کرے تو انہوں نے سمجھا کہ یہ تو عجیب بات ہوگئی ہم ان سے ڈر رہے ہیں اور یہ ہم سے ڈر رہے ہیں۔ سورۂ جن میں ارشاد ہے:

وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًاO (۷۲-۶)

’’اور بہت سے لوگ آدمیوں میں سے ایسے تھے کہ وہ جنات میں سے بعض کی پناہ لیا کرتے تھے سو ان آدمیوں نے ان جنات کی بددماغی اور بڑھا دی۔‘‘

فرمایا کہ انسانوں نے ایسی بات کی تو جنات کی سرکشی بڑھ گئی کہ ہم تو ان سے ڈر رہے تھے جب کہ حال یہ ہے کہ یہ اپنی حفاظت کے لیے ہمیں منتخب کررہے ہیں کہ جنات ہماری حفاظت کریں گے۔ اب بھی جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیتا ہے اس سے تو بڑے بڑے سرکش سے سرکش جنات بھی بہت ڈرتے ہیں دور بھاگتے ہیں۔ لیکن گندے لوگوں پر گندی چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں۔ گندی جگہوں پر، گندے جسموں پر اور گندے دلوں پر گندی چیزیں قابض ہوجاتی ہیں۔ اپنے گھروں کو صاف رکھیے، اپنے جسموں کو صاف رکھیے اور اپنے دلوں کو صاف رکھیے، دل کی صفائی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دل کو صاف رکھا جائے یہ فیصلہ اچھی طرح یاد کرلیں:

’’جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس سے دنیا کی ہر چیز ڈرتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اسے دنیا کی ہر چیز ڈراتی ہے۔‘‘

اس کی کئی مثالیں پہلے بتا چکا ہوں۔

٣ علاج فریب ہے تو فائدہ کیسے ہوجاتا ہے؟

یہ اشکال بھی ہوسکتا ہے کہ اگر یہ علاج وغیرہ فریب ہے تو پھر کئی مریض ٹھیک کیسے

ہو جاتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ علاج کرنے والے توجہ (مسمریزم) کے ذریعے لوگوں پر اثر ڈالتے ہیں، یہ دوسروں پر توجہ ڈالنے کی مشق کرتے ہیں اس لیے ان میں قوت فعالیت زیادہ ہوتی ہے جب کہ دوسری جانب مریض میں انفعال ہوتا ہے یعنی وہ توجہ کے اثر کو قبول کرنے کے لیے پہلے سے تیار ہوتا ہے، اس لیے وہ متاثر ہوتے ہیں ان پر نفسیاتی اثر ہوتا ہے، یہ حقیقت بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ ابتداء میں تو فائدہ ہوتا ہے پھر کچھ عرصے کے بعد مرض پہلے سے بھی زیادہ شدید ہو جاتا ہے اس کی مثالیں بہت ہیں کہ کس طرح انسان پر نفسیاتی اثر ہوتا ہے۔ ایک قصہ تو میں نے افغانستان کے خواجہ غلطان کا بتایا ہے اس میں نفسیاتی چکر ہی ہے، نفسیاتی اثر کا دوسرا قصہ بھی سن لیجیے:

میں ایک جگہ شہر سے سات کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مدرسے میں پڑھاتا تھا، وہاں ایک طالب علم کو بہت تیز بخار ہو گیا، میں نے ان سے کہا کہ شہر میں فلاں ڈاکٹر صاحب کو دکھا دیں، وہ وہاں چلے گئے اور واپس آکر مجھے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب نے میری زبان میں انجکشن لگایا اس سے میری زبان ٹھنڈی ہو گئی، بس انجکشن لگتے ہی میں ٹھیک ہو گیا، وہاں سے پیدل سات کلومیٹر چل کر یہاں تک آیا ہوں بعد میں جب میں ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ مولوی صاحب تو بہت عجیب تھے میں نے ان کے منہ میں تھرمامیٹر لگایا اور اسے نکالنے کے بعد میں نسخہ لکھنے لگا تو وہ چلے گئے، وہ تھرمامیٹر کو انجکشن سمجھے اور ان پر یہ اثر ہوا کہ بس اب انجکشن لگ گیا تو میں ٹھیک ہو گیا۔ اسی طرح جب لوگ عاملوں وغیرہ کے پاس جاتے ہیں تو عامل جو کچھ کرتے ہیں مریض اسے دیکھ کر یہ سمجھتا ہے کہ بس اب میں ٹھیک ہو گیا۔

۴ مفت علاج کرنے والوں کا کیا فائدہ:

علاج کرنے والے کچھ تو پیسے لے کر کرتے ہیں اور کچھ مفت بھی علاج کرتے ہیں

جو پیسے لے رہا ہے اس کی تو غرض ہے کہ وہ مال لوٹنے کے لیے لوگوں کو اُلو بنا رہا ہے مگر جو مفت کام کر رہے ہیں انہیں کیا فائدہ ہوتا ہے؟

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ پیسے لینے والے تو حبِ مال کی وجہ سے کرتے ہیں اور جو پیسے نہیں لیتے وہ اس سے بھی بڑھ کر خطرناک مرض ''حبِ جاہ'' میں مبتلا ہیں، وہ حبِ جاہ کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں، لوگوں میں واہ واہ ہوگی کہ دیکھو! کتنا بڑا عامل ہے کتنے جن اتار دیئے کتنے جلا دیئے، کتنے بوتل میں اتار دیئے کتنے سمندر میں غرق کر دیئے۔

ایک وضاحت کر دوں کہ ان طریقوں کو علاج نہیں کہنا چاہیے یہ عمل تو جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈا کہلاتا ہے۔ علاج تو یہ ہے کہ سونف کھالی، اجوائن کھالی یا اور کوئی دوا کھالی۔

بعض لوگ اس طریقے کو روحانی علاج کہتے ہیں۔ یہ بہت سخت گمراہی ہے مزید یہ کہ جہاں یہ دھندے ہوتے ہیں انہیں روحانی مطب اور اس کی ڈاک کو روحانی ڈاک کہتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں کہنا چاہیے یہ بھی سخت گمراہی ہے، روحانی مطب تو وہ ہوتے ہیں جہاں باطنی امراض جیسے حبِ جاہ، حبِ مال، حسد، کبر، ریاء وغیرہ کا علاج ہو۔

۵ علاج فریب ہے تو علماء یہ کام کیوں کرتے ہیں؟

ان علاج کرنے والوں میں کچھ تو کھلے فاسق اور بدعتی ہوتے ہیں اور کچھ دین دار بلکہ علماء ہوتے ہیں۔ اگر کسی سے یہ کہا جائے کہ یہ علاج وغیرہ نہیں کروانا چاہیے تو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ اتنے بڑے مفتی یہ کام کر رہے ہیں تو یہ کیسے غلط ہو سکتا ہے؟ اگر یہ علاج وغیرہ فریب اور گمراہی ہے تو علماء یہ کام کیوں کرتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر سب علماء ٹھیک ہو جائیں تو جو فسق و فجور دنیا میں پھیلا ہوا ہے اس کی اصلاح ہو جائے بتایئے! کتنے علماء ہیں جو لوگوں کو گناہوں سے روکتے ہیں؟ عالم کے لیے دین دار ہونا ضروری نہیں اس کی سب سے بڑی مثال تو یہی ہے کہ مفتی اور مولوی ہو کر خدمت دین کی بجائے لوگوں کو تعویذ لکھ لکھ کر دینے کا دھندا کر رہے ہیں،

جن اتار رہے ہیں اللہ نے علم کی دولت عطاء فرمائی اور یہ اس نعمت کی ناشکری کر رہے ہیں۔ اس بارے میں ایک بات اور سمجھ لیجیے کہ جو لوگوں کو تعویذ دے رہے ہیں، جن بھگا رہے ہیں اور خود کو مفتی کہتے ہیں اللہ جانے کہ مفتی ہیں بھی یا نہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ خود کو مفتی کہہ کر لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں، دین کو بدنام کر رہے ہیں۔

مفتیوں کی قسمیں:

عوام بلا تحقیق ہی کئی لوگوں کو "مفتی صاحب" کہہ دیتے ہیں یہ ٹھیک نہیں۔ یہاں دارالافتاء کے بارے میں تو ایک لطیفہ مشہور ہے، لوگ کہتے ہیں کہ دارالافتاء کے سامنے سے تو کوئی بکری بھی گزر جائے تو وہ بھی مفتی بن جاتی ہے، شاید یہ بھی کہنے لگیں کہ اگر گدھا بھی گزر جائے گا تو وہ بھی مفتی بن جائے گا۔ مفتیوں کی کئی قسمیں ہیں:

① جو درحقیقت مفتی نہیں ہوتے لوگ انہیں مفتی مشہور کر دیتے ہیں اور وہ خوش ہوتے رہتے ہیں کہ لوگ ہمیں مفتی صاحب کہہ رہے ہیں۔

② بعض خاندانوں میں کوئی بڑا چھوٹا یا سچا مفتی گزرا ہوتا ہے تو نسل در نسل پورا خاندان ہی مفتی کہلاتا ہے۔

③ جو مفتی حضرات کو مختلف کتابیں وغیرہ الماریوں میں سے لا لا کر دیتے ہیں اور پھر واپس رکھتے ہیں لوگ انہیں بھی مفتی کہتے ہیں حالانکہ یہ تو چپراسی کا کام کرتے ہیں۔

④ جنہیں مفتی حضرات اپنا ہاتھ بٹانے کے لیے رکھ لیتے ہیں کہ کوئی فتویٰ وغیرہ نقل کر دیا یا کسی کتاب میں سے کچھ دیکھ کر بتا دیا۔ ایسے لوگوں کو معین کہتے ہیں، یہ مفتی نہیں ہوتے، لوگ سمجھتے ہیں کہ مفتی کے ساتھ کام کر رہا ہے تو یہ بھی مفتی ہو گیا۔

⑤ جو دارالافتاء سے جاری ہونے والے فتاویٰ کو رجسٹر میں نقل کرتے ہیں عوام انہیں بھی مفتی کہتے ہیں۔

⑥ جو افتاء میں تخصص کا نصاب پورا کر لیتے ہیں لیکن پھر آگے کچھ نہیں کرتے

دوسرے دھندوں میں لگ جاتے ہیں، یہ بھی مفتی نہیں ہوتے اگرچہ ان کے پاس مفتی کی سند ہوتی ہے لیکن مفتی بننے کے لیے ضروری ہے کہ کم از کم دس سال کسی بڑے محقق مفتی کے ساتھ اس کی نگرانی میں افتاء کا کام کیا جائے پھر اس کے بعد بھی اہم مسائل میں ماہرین فن سے مراجعہ کا سلسلہ جاری رکھا جائے تو کہیں جا کر بنتا ہے مفتی، اس معیار کے مطابق تو پورے ملک میں چند ہی مفتی ہوں گے۔ اسی لیے یہاں سند نہیں دی جاتی۔

⑦ صحیح مفتی، عوام کے لیے صحیح مفتی کی آسان پہچان یہ ہے کہ اس کے دستخط کے بغیر کوئی فتویٰ دارالافتاء سے باہر نہ نکلتا ہو اس کے ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ وہ دارالافتاء اہل افتاء کی نظر میں مستند اور معروف ہو۔

۶ دھندا نہ بنانے والوں سے تعویذ لینا:

بعض لوگ تعویذ دینے کا دھندا اختیار نہیں کرتے، بس صرف جان پہچان کے لوگوں کا کام کر دیتے ہیں اور معاوضہ بھی کچھ نہیں لیتے ان سے تعویذ وغیرہ لینے میں کیا حرج ہے؟

جواب: اگر کوئی دھندا نہ بنائے تو تھوڑا بہت کر سکتے ہیں لیکن جب لوگ ان چکروں میں پڑ جاتے ہیں تو پھر وہ حدود وقیود نہیں دیکھتے اس شخص سے کام نہ بنا تو کسی اور کے پاس پہنچ جائیں گے۔ بس اصل بات یہی ہے کہ مصائب کے بارے میں مختلف پریشانیوں اور بیماریوں کے بارے میں یہ سوچا کریں کہ جو مصیبت بھی آتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔

مصیبت کس پر نہیں آتی، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر، اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ پر، سب پر مصیبتیں آتی ہیں، بلکہ حدیث میں تو ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ معاملہ یہ ہوتا ہے کہ جیسے جیسے اللہ کی محبت میں ترقی کرتے ہیں ان پر مصائب بڑھتے جاتے ہیں مصیبتوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے:

عن مصعب بن مسعد عن ابیه رضی الله تعالیٰ عنه قال قلت یا رسول الله ای الناس اشد بلاء قال الانبیاء ثم الامثل فالامثل یبتلی الرجل علی حسب دینه فان کان فی دینه صلبا اشتد بلاؤه وان کان فی دینه رقة ابتلی علی قدر دینه فما یبرح البلاء بالعبد حتی یترکه یمشی علی الارض وما علیه خطیئة

(احمد، دارمی، ترمذی، ابن ماجہ)

اللہ کے بندے تو یہ سوچتے ہیں کہ جو مصیبت بھی آتی ہے اللہ کی طرف سے آتی ہے اور اللہ ہم سے زیادہ ہماری بہتری جانتا ہے اسے ہم سے بہت محبت ہے، غرضیکہ جو بھی جسمانی تکلیف ہو تو اعتدال کے ساتھ طبیب سے علاج کروائیں یہ نہ سوچیں کہ کچھ ایسا ویسا کر لیں۔ جب بھی کوئی مجھ سے یہ بات کہتا ہے کہ جن چڑھ گیا، سفلی ہو گیا، بندش لگا دی تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کا ایمان کھڑا ہوا ہے اور دُعاء بھی کرتا ہوں کہ اللہ کرے اس کا ایمان بھاگے نہیں بیٹھ جائے۔

۷ عاملوں کی سیاست:

یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک ہی خاندان کے کئی افراد جب کسی عامل کے پاس جاتے ہیں تو وہ ان میں سے کسی کے بارے میں کہہ دیتا ہے کہ اس پر کچھ نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عامل اس طرح اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ان کی سیاست ہے، اس طرح یہ لوگوں کو بے وقوف بناتے ہیں اور اپنا اعتماد قائم کر لیتے ہیں۔

الٹی بات:

ان بدعمل لوگوں کو عامل کہنا ایسے ہی ہے جیسے مثل مشہور ؏

برعکس نہند نام زنگی کافور

حبشی کو کہتے ہیں کافور، کافور تو سفید ہوتا ہے حبشی کالا ہوتا ہے تو ایسے ہی مذاق

اُڑانے کے لیے کہتے ہیں کافور ہے کافور ؎

رنگی کو نارنگی کہیں تنت مال کو کھویا
چلتی کو گاڑی کہیں دیکھ کبیرا رویا

کبیرا بھگت کہہ رہا ہے کہ دنیا میں ہر کام میں الٹی روش دیکھ کر اس کے صدمے سے میں رو رہا ہوں، ہر بات الٹی ہے ہر بات الٹی ؎

بنے کیونکر جو ہو ہر کار الٹا
ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

آج کل کے مسلمان نے رنگی کا نام رکھ دیا نارنگی حالانکہ اس کا رنگ کیسا بہتر ہوتا ہے اس کا نام تو رکھنا چاہیے رنگی یا خوش رنگ، اس کا نام رکھ دیا نارنگی کوئی رنگ ہے ہی نہیں اور تنت مال کو کھویا، دودھ پکا کر جو کھویا بنایا جاتا ہے اس کا نام رکھنا چاہیے تھا تنت مال عمدہ مال، مزے دار بھی ہے مقوی بھی ہے اس کا نام رکھ دیا کھویا یعنی بالکل بے کار ہے۔ چلتی کو گاڑی کہیں، اس کا نام تو رکھنا چاہیے تھا چلتی یا بھاگتی، دو سو کلو میٹر فی گھنٹا بھاگنے والی کا نام تو ہونا چاہیے تھا بھاگتی اس کا نام رکھ دیا گاڑی، ایک ہی جگہ گاڑی ہوئی ہے ہل ہی نہیں سکتی۔ یہ حالات ہیں ع

برعکس نہند نام زنگی کافور

اسی طرح ان عاملوں کا نام ہونا چاہیے تھا: ”بے عمل، بدعمل یا غیر عامل“ یہ لوگ تو خود بھی تباہ ہیں دوسروں کو بھی تباہ کرتے ہیں کہ تجھ پر سفلی ہو گیا تجھ پر اتنے جن آ گئے۔ عامل تو کہنا چاہیے اسے جو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے لیکن ان بے عملوں کا نام عامل رکھ دیا جیسے حبشی کو کہہ دیا کافور یہ بھی ایسے ہی ہے، کسی کو سانپ کاٹ جائے تو اسے عربی میں کہتے ہیں ”سلیم“ بالکل بچ گیا بالکل ٹھیک ہے۔ وہ تو بنیت دُعاء کہا جاتا ہے کہ اللہ کرے بچ جائے مگر یہ بدعمل تو عامل بننا ہی نہیں چاہتے بدعملی میں برابر ترقی پہ ترقی کیے جا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دیں اور ان کی بدعملی سے امت کو بچائیں۔

⑧ حاجات دنیویہ کی تکمیل کے لیے وظائف پڑھنا:

حاجات دنیویہ کے لیے وظائف پڑھنے یا ختم وغیرہ کرنے کروانے میں کیا حرج ہے؟

جواب: میں لوگوں کو ان چیزوں سے ایک تو اس لیے روکتا ہوں کہ پھر لوگوں کی توجہ انہی چیزوں پر رہتی ہے وہ گناہ نہیں چھوڑتے اور یہی سمجھتے ہیں کہ یہ چیزیں پڑھنے یا تعویذ وغیرہ کرنے سے مقصد حاصل ہوجائے گا۔ دوسرے یہ کہ دینی اور دنیوی حاجات کا حل جو قرآن وحدیث کی دُعاؤں سے ہوتا ہے وہ دوسری چیزوں سے نہیں ہوسکتا، علاوہ ازیں جو دوسری چیزیں لوگ پڑھتے ہیں ان کے بارے میں ان کا یہ خیال ہے کہ ان الفاظ میں تاثیر ہے جس سے ان کا مقصد حاصل ہوجائے گا۔ مختلف مقاصد کے لیے لوگ جو مخصوص وظائف وغیرہ پڑھتے ہیں اور مختلف ختم وغیرہ کرتے کرواتے ہیں اس کے دو نقصان تو بہر حال ہیں:

① اگر کام ہوگیا تو اس کی سرکشی بڑھے گی کہ سب کچھ کرتے رہو کتنی ہی نافرمانیاں کرلو پھر بھی کام ہوجاتا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ فلاں فلاں سورتیں پڑھ لیں تو بس اب اللہ ان کی ٹانگ نہیں توڑ سکتا اس لیے وہ اور زیادہ نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں۔

② اگر کام نہ ہوا تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے کلام کی عظمت نہیں رہے گی وہ کہے گا کہ میں نے تو فلاں فلاں آیات، فلاں سورتیں پڑھ لیں، کتنے ختم کروالیے، کچھ بھی نہیں ہوتا، اس طرح اس کے قلب میں کلام اللہ کی وقعت وعظمت نہ رہے گی۔

کسی نے مجھ سے ٹیلی فون پر کہا کہ فلاں مقصد کے لیے کسی بزرگ نے مجھے یہ وظیفہ بتایا ہے لیکن مجھے کسی سے معلوم ہوا ہے کہ آپ وظائف اور ختم وغیرہ سے روکتے ہیں تو میں نے سوچا کہ آپ سے پوچھ لوں۔ میں نے ان سے کہا کہ وظائف پڑھنے کی بجائے گناہ چھوڑیں، اللہ تعالیٰ نے تو فیصلہ فرمادیا کہ جو گناہ نہیں چھوڑے گا میری

نافرمانی نہیں چھوڑے گا مکمل دین دار نہیں بنے گا اسے میں کبھی بھی سکون کی دولت نہیں دوں گا وہ کچھ بھی کرلے پریشان ہی رہے گا۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ پورے دین دار بننا تو بہت مشکل ہے پھر کیا کریں؟ میں نے کہا کیا مشکل ہے پورے دین دار بنیں کیوں نہیں بنتے؟ انہوں نے کہا کہ پورے دین دار بننے میں تو وقت لگے گا جب تک نہیں بنتے تو کوئی وظیفہ پڑھ لیں، ان بزرگ نے کہا ہے کہ یہ وظیفہ بہت اکسیر ہے۔ میں نے کہا کہ آپ اس بزرگ کو اللہ تعالیٰ سے بڑا سمجھتے ہیں اللہ تو کہتا ہے کہ نافرمان کو کبھی بھی چین نہیں لینے دوں گا، اور وہ بزرگ کہتا ہے کہ وظیفہ پڑھنے سے کام بن جائے گا مقصد پورا ہوجائے گا، اپنے ایمان کی خبر لیں اگر اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا حکم مانیں اگر اس کا حکم مانے بغیر کسی وظیفے سے کسی ختم سے بظاہر کوئی مقصد پورا ہو بھی گیا تو وہی قصہ ہوگا کہ ’’گھوڑا مانگا تھا نیچے کے لیے چڑھا دیا اوپر‘‘ نافرمان کے دل کے کانٹے تو کبھی بھی ختم نہیں ہوں گے اگر ایک کانٹا نکل بھی گیا تو دوسرا چبھ جائے گا کیونکہ یہ کسی انسان کا خیال نہیں یہ احکم الحاکمین کا قطعی فیصلہ ہے جو کبھی غلط نہیں ہوسکتا:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا۝ (۴-۱۲۲)

اگر ایسے گناہ نہیں چھوٹتے تو کسی باخبر سے گناہ چھوڑنے کے نسخے لیں، پریشانیوں سے نجات کے لیے کسی عامل سے وظیفے پوچھنے کی بجائے کسی طبیب باطن سے گناہ چھوڑنے کے نسخے پوچھیں۔ یہ جو ختم وغیرہ پڑھنے کا دستور ہے اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کیمیاگر، کچھ بھی ہوجائے وہ اپنے کام میں لگے رہتے ہیں اسی امید پر کہ بس ذرا سی کسر رہ گئی یہ پوری ہوجائے تو پھر دیکھیے سونے کے ذخیرے اور مال و دولت کی ریل پیل، بالکل اسی طرح جو لوگ لگ جاتے ہیں ختموں اور تعویذوں کی طرف تو بس پھر چسکا ہی پڑ جاتا ہے یہی کہتے رہتے ہیں کہ بس تھوڑی سی کسر رہ گئی وہ پوری ہوجائے تو کام بن جائے گا۔ اور اگر کبھی تعویذ یا ختم وغیرہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی کا مقصد پورا کردیا تو بس

ساری مخلوق اسی کے پیچھے پڑ جاتی ہے کہ دیکھیے اس نے فلاں ختم کروایا اس کا کام بن گیا اب ہم بھی یہی کریں گے۔ ارے نالائق! اس کے مقدر میں وہ چیز تھی اسے ملنی ہی تھی یہ ختم اور تعویذ تقدیر کو نہیں بدل سکتے اور نہ ہی آج تک کوئی ایسا ختم یا تعویذ ایجاد ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کو مجبور کر دے کہ اللہ تعالیٰ تو وہ کام کرنا نہیں چاہتا مگر اس ختم کی وجہ سے وہ مجبور ہو گیا، نعوذ باللہ! ان کے خیال میں ان کے ختم اور تعویذ اللہ کو کام بنانے پر مجبور کر دیتے ہیں، بس یہ لوگ لگے رہتے ہیں کبھی کوئی سورۃ، کبھی کوئی سورۃ، کام بنے نہ بنے یہ اس چکر سے نہیں نکلتے۔ جو جدھر کو چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس طرف کے راستے کھول دیتے ہیں، فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی o وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی o فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی o (۹۲-۵تا۷)

’’سو جس نے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال) دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام) کو سچا سمجھا تو ہم اسے راحت کی چیز کے لیے سامان دے دیں گے۔‘‘

یہ تو ان کے بارے میں ہے جو نیکی کے راستے پر چلتے رہیں احکامِ الٰہیہ کے پابند رہیں اور وہ لوگ جو برائی کے راستے پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں ان کے بارے میں فرمایا:

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی o وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی o فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی o وَمَا یُغْنِیْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰی o اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی o وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی o (۹۲-۸تا۱۳)

’’اور جس نے (حقوق واجبہ سے) بخل کیا اور (بجائے اللہ سے ڈرنے کے اللہ سے) بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات (یعنی اسلام) کو جھٹلایا تو

ہم اسے تکلیف کی چیز کے لیے سامان دیں گے اور اس کا مال اس کے لیے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا (بربادی سے مراد جہنم میں جانا ہے) واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتا دینا ہے اور (جیسی راہ کوئی شخص اختیار کرے گا ویسا ہی ثمرہ اسے دیں گے کیونکہ) ہمارے ہی قبضے میں ہیں آخرت اور دُنیا۔‘‘

ختم اور تعویذ کے فسادات:

اب مختصراً ختم اور تعویذ کے فسادات بتاتا ہوں:

① لوگ اسے دُعاء سے الگ مستقل چیز سمجھنے لگے حالانکہ یہ دُعاء ہی ہے بلکہ دُعاء کا ادنیٰ فرد ہے۔

② اس مستقل چیز کا اثر دُعاء سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

③ اس میں ایسی چیزیں بھی لکھتے یا پڑھتے ہیں جن میں دُعاء کے الفاظ نہیں ہوتے۔

④ بہت سے ختم ایسے بھی پڑھے جاتے ہیں جن میں وقت یا دن یا پڑھنے والوں کے عدد یا کیفیت کی تعیین ہوتی ہے کہ فلاں وقت میں پڑھیں اتنے لوگ پڑھیں۔ ایسی ایسی تعیینات وتقییدات کے ساتھ کرنا بدعت ہے۔

۹ گناہوں کو چھوڑنے کے ساتھ وظائف پڑھنا:

اگر کوئی گناہوں کو چھوڑنے کے ساتھ ساتھ کسی دنیوی مقصد کے لیے کوئی وظیفہ وغیرہ پڑھے تو کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

جواب: اگر کوئی گناہوں کو چھوڑنے کے ساتھ کوئی قرآنی آیت یا وظیفہ وغیرہ پڑھ لے تو صحیح ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی صحیح معنی میں دین دار بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیتا ہے تو پھر اسے کسی مقصد کے پورا ہونے نہ ہونے کی فکر نہیں رہتی وہ تو

تسلیم و رضا کا پیکر بن جاتا ہے اس کے ذہن میں یہ بات آتی ہی نہیں کہ میرا کوئی مقصد پورا نہیں ہو رہا اس کے لیے کوئی وظیفہ پڑھ لوں کیونکہ اس کے قلب میں تو یہ حقیقت راسخ ہو جاتی ہے:

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ (۳۵-۲)

’’اللہ جو رحمت لوگوں کے لیے کھول دے سو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے بند کر دے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں۔‘‘

اللہ کی عبادت اس لیے کریں کہ وہ ہمارا اللہ ہے ہمارا رب ہے، مخصوص وظائف اور مخصوص آیتیں اور سورتیں پڑھنے کی بجائے سنت کے مطابق تلاوت کیا کریں جتنی ہمت فرصت ہو روزانہ تلاوت کریں، درمیان درمیان سے صرف مخصوص آیات یا سورتوں کی تلاوت نہ کیا کریں بلکہ ترتیب سے پورا قرآن پڑھیں اور کوشش کریں کہ تلاوت کا ناغہ نہ ہو اس کے علاوہ ذکر اللہ کی عادت ڈالیں، افضل الذکر ہے لا الٰہ الا اللہ گنے بغیر یہ ذکر جاری رکھیں دنیوی کاموں میں مشغولیت کے ساتھ بھی یہ ذکر بآسانی کیا جا سکتا ہے۔

دست بکار و دل بیار

’’ہاتھ کام میں مشغول ہیں اور دل یار کے ساتھ۔‘‘

۱۰ آیات قرآنیہ گھول کر پینا:

بعض لوگ طشتریوں پر قرآنی آیات یا ان کے اعداد لکھ کر دیتے ہیں وہ تو اچھی چیز ہے اس کے پینے میں کیا حرج ہے؟

جواب: جاہل صوفیوں نے اور عاملوں نے اسلام اور مسلمانوں کو جتنا نقصان پہنچایا ہے اتنا کسی اور قوم نے نہیں پہنچایا۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض تحریرات

میں ایسے ہی فرمایا ہے کہ جاہل صوفیوں نے جتنا نقصان پہنچایا ہے اتنا کسی اور نے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچایا۔ یہ بات جو کہتے ہیں کہ قرآنی آیات ہی تو لکھ لکھ کر پلاتے ہیں اس میں کیا حرج ہے؟ اس کی ایک مثال سنیے۔ ایک آیت میں شہد کے بارے میں فرمایا:

فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ، (۱۶-۶۹)

یعنی شہد کی مکھیوں کے پیٹ سے جو شہد حاصل ہوتا ہے اس میں لوگوں کے لیے بہت بڑی شفاء ہے مگر جاہل صوفیوں اور عاملوں نے اسے بنالیا کہ اس آیت کو زعفران سے پلیٹوں پر لکھ لکھ کر گھول کر پلایا کرو تو اس سے جن بھوت بھاگ جائیں گے، یہ لوگ کہاں کی بات کہاں لگا دیتے ہیں، شفاء للناس کے معنی تو یہ ہیں کہ شہد میں جسمانی امراض سے شفاء ہے، طبیب کے مشورے سے شہد استعمال کیا کریں۔ دوسرا بڑا مقصد یہاں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احسانات بتا رہے ہیں، ایک تو یہ احسان کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے تم لوگوں کے لیے ایک میٹھی غذاء تیار کردی ہے جو بہترین غذاء بھی ہے اور اس میں بہت بڑی شفاء بھی ہے جس میں کسی انسان کا کوئی عمل دخل نہیں۔ دوسری بات یہ کہ وہ رب کریم رؤف رحیم شہد کی مکھی کے دل میں وحی فرماتے ہیں کہ پہاڑوں اور باغوں میں گھر بناؤ پھر ہر قسم کے پھلوں کے رس چوسو، اپنے رب کے راستوں پر آسانی سے چلو، یہ راستے تمہارے رب نے تمہارے لیے مسخر فرمادیے ہیں، اس میں اہل تفکر کے لیے اپنے رب کی معرفت کی بہت بڑی دلیل ہے، شہد کی مکھی سینکڑوں میل کا سفر بہت آسانی سے کرتی ہے اور کسی قطب نما وغیرہ کی مدد کے بغیر بالکل سیدھی آتی جاتی ہے، اس کی تفصیل میرے رسالہ **"القول المتین فی شرح اطلبوا العلم ولو بالصین"** میں ہے یہ رسالہ احسن الفتاویٰ جلد اول میں ہے وہ رب العالمین اپنی شان ربوبیت یوں بیان فرماتے ہیں:

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ

الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ○ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ
سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ
شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِکَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (۱۶-۶۸، ۶۹)

میں جب اس آیت پر پہنچتا ہوں تو یوں دُعاء کرتا ہوں:

’’میرے رب کریم تو نے شہد کی مکھی کے لیے دور دراز کے راستے مسخر فرمادیئے بہت آسان فرمادیئے تیری اس شان ربوبیت کا صدقہ تو میرے لیے اپنی معرفت، محبت اور جنت کے راستے آسان فرمادے۔‘‘

دوسری جگہ فرمایا:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ
اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ (۱۰-۳)

اپنی قدرت کے کرشمے بیان فرمانے کے بعد تنبیہ فرماتے ہیں کہ یہ ہے تمہارا رب اسی کی عبادت کرو، ہماری قدرت کے ایسے تصرفات دیکھ کر بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے۔

اپنے رب کو پہچانو معرفت حاصل کرو، رب کی نافرمانی چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ اپنے انعامات، اپنی قدرت کے کرشمے بتا رہے ہیں مگر ان صوفیوں اور عاملوں کو اس سے تو کوئی سروکار ہے ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑیں اور چھڑوائیں انہیں تو بس ایک ہی سبق یاد ہے کہ آیات شفاء کو لکھ لکھ کر گھول گھول کر پلاتے رہو تو جن بھوت بھاگ جائیں گے۔ شہد میں شفاء کے بارے میں اتنی بات تو ہے کہ اس کا استعمال جسمانی شفاء ہے لیکن دوسری آیات جن میں شفاء کا لفظ آتا ہے ان میں تو جسمانی شفاء مراد ہی نہیں، ان سے مراد یہ ہے کہ اگر قرآن پر عمل کرو گے تو دل کے روگ جاتے رہیں گے، دل کی بیماریوں سے صحت ہوجائے گی، دل کی بیماریاں کیا ہیں، عجب، کبر، حسد، ریاء وغیرہ۔ ان سب کے مجموعے کو کہتے ہیں ’’حب دنیا‘‘ اس کے دو شعبے ہیں ایک حب جاہ دوسرا حب مال،

قرآن پر عمل کرنے سے دل کی بیماریوں سے شفاء ہو جائے گی اور دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی، جب اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی تو سب نافرمانیاں چھوٹ جائیں گی اور جب نافرمانیاں چھوٹ جائیں گی تو پھر دنیا بھی بن گئی اور آخرت بھی بن گئی، ان آیات میں تو شفاء سے یہ مراد ہے، مثال کے طور پر قرآن مجید کے بارے میں فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ۬ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۝ (۱۰-۵۷)

مطلب یہ ہے کہ قرآن نصیحت ہے، سینے کی بیماریوں کے لیے شفاء ہے اور ہدایت ہے اور مومنین کے لیے رحمت ہے۔ لیکن عاملوں نے یہ آیت بھی اور اس کے علاوہ بھی جہاں جہاں بھی قرآن میں شفاء کا لفظ آیا ہے ان سب آیات کو جمع کر کے تعویذ بنا کر پہنا دیا یا زعفران سے طشتریوں میں لکھ کر دھو کر پلا دیا بس اب نہ کوئی مرض رہے نہ جن بھوت، نہ سفلی، یہ ہیں ان عاملوں کے کرتوت، نہ خود قرآن پر عمل کرتے ہیں نہ دوسروں کو تلقین کرتے ہیں۔ یہ تو ایسے ہی ہو گیا کہ جیسے کوئی مریض طبیب کے پاس جائے طبیب نے نسخہ لکھ کر دے دیا اور اس نے گھر میں آ کر پانی میں گھول کر پی لیا۔ ارے احمق! طبیب نے تو نسخہ لکھ کر دیا ہے کہ اس پر عمل کرو یعنی دوائیں خرید و بناؤ اور اس کے بعد طبیب کی ہدایت کے مطابق استعمال کرو تو جسمانی بیماری جاتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات بینات کو شفاء اس لیے فرمایا کہ ان پر جو عمل کرے گا اسے دنیا و آخرت کے ہر قسم کے عذاب سے نجات مل جائے گی۔ یہ ان لوگوں میں عقیدے کی بہت بڑی خرابی ہے کہ شفاء سے اللہ تعالیٰ کا مطلب کچھ اور ہے جب کہ انہوں نے کچھ اور مطلب بنا لیا۔

۱۱ حصار کھینچنا:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو جب تک رات کو حصار نہ کھینچ لیں ہمیں تو نیند ہی نہیں

آتی کیا کریں؟

جواب: اس بارے میں یہ سوچا کریں کہ جو اللہ تعالیٰ کے حصار میں آجاتا ہے اسے پھر کسی اور حصار کی ضرورت نہیں رہتی:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ٥ (۳-۱۷۳)

اللہ پر توکل واعتماد پیدا کریں اور وہ اسی صورت میں ہوگا جب اس کی اطاعت اختیار کی جائے بس پھر کسی حصار کے بغیر ہی بے خوف وخطر نیند آجائے گی۔ بدعمل عامل کہتے ہیں کہ آیۃ الکرسی پڑھ کر تالی بجادو جہاں تک تالی کی آواز پہنچے گی تو بس ایسا پکا حصار قائم ہو جائے گا کہ اب نہ اس میں کوئی جن آئے، نہ بھوت آئے، نہ سفلی آئے، نہ چور آئے، نہ ڈاکو آئے گویا کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر یہ حصار غالب آگیا۔

رات کو آیۃ الکرسی پڑھا کریں مگر پھونکیں مار مار کر تالیاں بجا بجا کر حصار نہ کھینچیں حفاظت کی دُعاء کی نیت سے پڑھا کریں اور یہ حقیقت بھی ذہن نشین کرلیں خاص طور پر آیۃ الکرسی پڑھتے وقت اس حقیقت کو خوب سوچیں دل کی گہرائیوں میں اتارنے کی کوشش کریں کہ جتنی چاہیں دُعائیں پڑھ لیں، ہزاروں بار آیۃ الکرسی پڑھ لیں مگر جب تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں چھوڑیں گے سکون نہیں مل سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے۔

⑫ جادو کرنا کروانا شرک ہے:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو جادو سفلی وغیرہ صرف اپنے فائدے کے لیے کرواتے ہیں نقصان سے بچنے کے لیے کرواتے ہیں کسی دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لیے نہیں کرواتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ جادو سفلی وغیرہ کو جائز سمجھ کر کرتے کرواتے ہیں وہ کافر اور واجب القتل ہیں۔ ایسے لوگوں سے میل جول رکھنا جائز نہیں۔ اگر ناجائز سمجھ کر

کریں تو اگرچہ کافر نہیں مگر پھر بھی واجب القتل ہیں خواہ جائز سمجھیں یا ناجائز بہرحال حکومت پر فرض ہے کہ ان کے قتل کا حکم دے۔

تنبیہ:

تعزیر وغیرہ لگانا حکومت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے عوام کی نہیں لہٰذا حکومت کے سوا کسی دوسرے کے لیے کسی کو اس جرم میں قتل کرنا جائز نہیں۔ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ عدالت شرعیہ میں دو گواہ پیش کیے جائیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اس شخص کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا ہو پھر اس کے بعد قاضی فیصلہ کرے اگر کسی نے کسی پر جادو سفلی وغیرہ کا الزام لگایا اور عدالت شرعیہ تک معاملہ پہنچا اور مدعی گواہ پیش نہ کر سکا تو اس پر تعزیر لگائی جائے گی۔ لہٰذا اس قسم کی باتوں سے بہت احتیاط لازم ہے کسی کے بارے میں بدگمانی کرنا گناہ ہے۔ یہ جو عامل کہتے ہیں کہ ہم نے سفلی کرنے والے کا حلیہ دیکھ لیا ایسے ایسے حلیے کا شخص ہے جس نے تم پر جادو کیا ہے اس کا اعتبار کرنا بلکہ اس کی طرف توجہ کرنا بھی جائز نہیں بہت سخت گناہ ہے، عامل نے جس کا حلیہ بتایا وہ عامل پر عدالت شرعیہ میں مقدمہ پیش کر کے اسے تعزیر لگوا سکتا ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ ایسے بدعمل عاملوں کے فتنوں سے عوام کو بچانے کے لیے عدالت سے اسے تعزیر لگوائے۔

جن تابع یا عامل؟

بدعمل عاملوں نے لوگوں میں یہ بات مشہور کر رکھی ہے کہ ہمارے قبضے میں جن ہیں (جنہیں یہ لوگ موکل کہتے ہیں) ہم ان کے ذریعے کام کرواتے ہیں، جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے جن ان کے تابع نہیں ہوتے بلکہ یہ عامل ان جنات کے تابع ہوتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شیاطین کے رئیس کو جس انسان کے پھنسنے کی توقع ہوتی ہے وہ اس کے پاس اپنے کارندے بھیجتا ہے وہ اسے گمراہ کرنے اور اس کے ذریعے اللہ کی مخلوق کو گمراہ کرنے اور اپنے تابع کر کے اپنے راستے پر لانے کے لیے اس کے دل میں

خیال ڈالتے ہیں کہ تم فلاں فلاں عمل کرو تو ہماری تمہاری دوستی ہو جائے گی ہم تمہارے کام کیا کریں گے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی وجہ سے پہلے سے ہی فساد ہوتا ہے وہ ان کے جال میں پھنس جاتا ہے، ان کے سکھائے ہوئے عملیات پڑھنے لگتا ہے اور ان کے مطابق کام کرنا شروع کر دیتا ہے تو شیاطین اور ان کا رئیس بہت خوش ہوتے ہیں کہ اب یہ لوگوں کو گمراہ کرنے میں ہمارا وکیل اور کارندہ بن گیا ہے اس لیے اس سے زیادہ سے زیادہ تعاون کرتے ہیں۔ وہ اسے پھنسا کر اپنے تابع کر کے اس سے اپنا کام لینے کے لیے اس سے تعاون کرتے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ جنات اس کے تابع ہیں۔

اسباق:

جنات سے ڈرنے والوں اور مصائب سے نجات کے لیے عاملوں کے چکروں میں پھرنے والوں کے لیے کچھ اسباق بتاتا ہوں انہیں سوچا کریں:

۱ دجال:

دجال بڑے عجیب عجیب کام کرے گا ایک مومن اس کے سامنے جا کر یوں اعلان کرے گا: ”اے لوگو! یہ وہی دجال ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا۔“ دجال اسے بہت مارے گا سر پھاڑ دے گا پیٹ اور پیٹھ کو پھیلا کر ان پر بھی مارے گا، پھر اس سے پوچھے گا کہ مجھ پر ایمان نہیں لاتا؟ وہ جواب دے گا کہ تو ہی دجال کذاب ہے۔ پھر دجال کے حکم سے اسے سر کی طرف سے آرے سے چیر کر پورے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں گے پھر دجال ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا، پھر اس سے کہے گا: ”کھڑا ہو جا“ وہ زندہ ہو کر سیدھا کھڑا ہو جائے گا، پھر دجال اس سے پوچھے گا کہ تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ وہ جواب دے گا کہ مجھے تیرے دجال ہونے کا اور زیادہ یقین ہو گیا، پھر دجال اسے ذبح کرنے کے لیے پکڑے گا تو اس کی گردن تانبے کی بنا دی جائے گی اس لیے دجال ذبح نہ کر سکے گا، پھر دجال کے حکم سے اسے دونوں ہاتھوں

پاؤں سے پکڑ کر آگ میں پھینکا جائے گا جو درحقیقت جنت ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مومن رب العالمین کے ہاں شہادت میں سب سے زیادہ بلند مقام پر ہوگا۔ (مسلم)

اس کے علاوہ دجال کے کہنے پر آسمان بارش برسائے گا اور زمین خزانے اگلے گی۔ اس کے ساتھ جنت بھی ہوگی اور جہنم بھی، اس کے ماننے والے بہت آرام کی زندگی گزاریں گے، ان کی فصلیں خوب اچھی ہوں گی اور دجال کے مخالفین بہت فقر و فاقہ میں ہوں گے بہت سخت تکلیف میں ہوں گے۔ تو یہ جنات سے ڈرنے والے اور مصائب سے نجات کے لیے بدعمل عاملوں کے پاس جانے والے تو دجال کے حالات دیکھ کر سب سے پہلے اس پر ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اور اصلاح کی توفیق عطاء فرمائیں۔

۲ دریائے نیل کا جاری ہونا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر کے گورنر تھے، اہل مصر نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ دریائے نیل بند ہو جاتا ہے پھر ایک خاص طریقہ اختیار کیے بغیر جاری نہیں ہوتا، انہوں نے دریافت فرمایا کہ وہ طریقہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ ہوتی ہے تو ایک کنواری لڑکی بہتر سے بہتر زیور و عمدہ پوشاک سے خوب آراستہ و مزین کر کے اس دریا کی بھینٹ چڑھاتے ہیں، جب تک یہ نہ کریں دریا چلتا ہی نہیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو شرک ہے اور اسلام میں شرک نہیں، یہ تو حرام ہے (یہ بات اچھی طرح ذہن میں بٹھالیں کہ شرک میں مبتلا ہو کر زندہ رہنے سے موت بہتر ہے) فرمایا ہرگز یہ طریقہ اختیار نہ کیا جائے، اس کے بعد کئی ماہ تک دریا جاری نہیں ہوا، بالکل خشک ہو گیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے شہر چھوڑ

کر جانے کا ارادہ کرلیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ لوگ اس تنگی کی وجہ سے اپنا وطن چھوڑ رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں اس معاملے کا ذکر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں خط لکھا کہ میں تمہاری طرف یہ پرچہ بھیج رہا ہوں اسے دریائے نیل میں ڈال دینا، اس پرچہ میں یہ مضمون تھا:

> ''یہ خط اللہ کے ایک بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے دریائے نیل کو لکھا جارہا ہے، اما بعد: اے دریا! اگر تو پہلے بغیر کسی کے حکم کے چلتا تھا تو ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں مت چل اور اگر تجھے اللہ واحد وقہار ہی جاری کرتا تھا، چلاتا تھا، تو ہم اللہ واحد وقہار سے دُعاء کرتے ہیں کہ تجھے جاری کردے۔''

جب یہ خط حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا تو امیر المومنین کے خط کے اعزاز کے لیے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ اسے دریا میں ڈالنے خود تشریف لے گئے۔ جب یہ خط دریا میں ڈالا تو دریا جاری ہوگیا اور ایک ہی رات میں سولہ ذراع پانی بہنے لگا۔ یہ ہوتے ہیں اللہ کے بندوں کے حالات جو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، اللہ تعالیٰ جمادات تک کو ان کے لیے مسخر فرمادیتے ہیں۔

۳ منصور:

منصور نے جب انا الحق کے نعرے لگائے تو علماء نے ان کے قتل کا فتویٰ دیا یہ ضروری نہیں کہ منصور قصوروار ہی ہوں ان کے اس قول کی تاویل ہوسکتی ہے اس لیے ان سے بدگمانی نہیں کرنی چاہیے، بہرحال عوام میں فتنے کا خطرہ تھا اس لیے قاضی نے قتل کا حکم دیا۔ انہیں قتل کردیا گیا تو مرنے کے بعد بھی انا الحق انا الحق (میں حق ہوں) کے نعرے بلند ہورہے ہیں، قاضی نے عوام میں فتنہ پھیلنے کے خطرے سے لاش کو جلانے کا

حکم دیا تو جلنے کے بعد راکھ سے انا الحق کی آواز آرہی ہے تو حکم دیا کہ راکھ کو دریا میں ڈال دو، دریا میں ڈال دیا تو دریا سے انا الحق کی آواز آرہی ہے، اس سے عوام میں بہت سخت فتنہ پھیلتا اس لیے جس مفتی صاحب نے قتل کا فتویٰ دیا تھا انہوں نے لٹھ اٹھایا اور دریا پر ایک زوردار لٹھ مار کر کہا: ’’خبردار! جواب آواز نکالی‘‘ بس پھر آواز نہیں آئی۔ یہ ہوتے ہیں مرد، ایسے ہوتے ہیں علماء دین جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

۴ بدعتی پیر:

ایک بدعتی پیر میلاد اور قوالی وغیرہ کروایا کرتا تھا۔ ایک عالم صاحب اسے منع کیا کرتے تھے۔ اس بدعتی نے کہا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی تصدیق کروادوں پھر تو آپ کو اعتراض نہیں ہوگا، ان عالم صاحب نے سوچا کہ شریعت تو کسی حال میں بھی بدل نہیں سکتی، چلو اس بہانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو ہوجائے گی۔ اس لیے پیر صاحب سے کہا کہ اچھا دکھاؤ۔ تو کیا دیکھ رہے ہیں کہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اس بدعتی نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ مولانا صاحب مجھے قوالی سے روکتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ٹھیک کررہے ہیں انہیں قوالی کرنے سے مت روکو۔ ان عالم صاحب کا حوصلہ دیکھیے، علماء کو اللہ تعالیٰ اتنی ہمت اور قوت عطاء فرماتے ہیں کہ سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پھر بھی عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہمارے سامنے آپ کی بیداری کے ارشادات اور حالات روز روشن کی طرح ہیں، آپ نے اپنی حیات طیبہ میں جو کچھ فرمایا اس کا ایک ایک لفظ ہمارے سامنے ہے جس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں اور اب جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اس میں پہلی بات یہ کہ یہ آپ ہیں بھی یا اس نے کچھ مسمریزم وغیرہ کردیا ہے، پہلے مجھے یہی معلوم نہیں، پھر یہ کہ اس وقت میں جاگ رہا ہوں یا خواب میں ہوں، ہوش میں ہوں یا بے ہوش ہوں، یہ بھی فیصلہ نہیں کرپارہا

(دیکھیے! اس وقت اتنا زبردست ہوش ہے مگر کہہ رہے ہیں کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ کیا ہو رہا ہے) پھر جو کچھ آپ فرما رہے ہیں وہ آپ ہی فرما رہے ہیں یا کوئی شیطان بول رہا ہے یہ بھی معلوم نہیں۔ پھر جو کچھ آپ فرما رہے ہیں میں وہ صحیح سمجھ بھی رہا ہوں یا نہیں یہ بھی پتا نہیں اور اگر سب باتیں مان لوں تو یہ باتیں ہیں کشف کی جن کی آپ کی حیات طیبہ کے ارشادات کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عالم صاحب کی تصدیق فرمائی کہ یہ صحیح کہتے ہیں۔

قصوں کی حقیقت:

یہ جو چار قصے میں نے بتائے اور کچھ اس سے پہلے بتا چکا ہوں ان قصوں کی حقیقت یہ ہے:

① توجہ ڈالنا:

توجہ کا اثر دنیا کے مسلمات میں سے ہے، اس میں دوسروں پر اثر ڈالنے کی مشق کی جاتی ہے، جسے عمل کرنا اور مسمریزم بھی کہا جاتا ہے۔

② متاثر ہونا:

جسے انفعال کہتے ہیں یعنی دوسروں سے متاثر ہونا۔ یہ فعل وانفعال اور عامل ومعمول کا چکر دنیا میں بہت چلا ہوا ہے اس کے کئی قصے متفرق طور پر بتا چکا ہوں اب یاد رکھنے میں سہولت کی غرض سے سب کی یک جا فہرست بتاتا ہوں:

① خواجہ غلطان

② عامل ومعمول

③ تھرما میٹر لگانے سے بخار اُتر گیا

④ آٹے کا پیڑا دیکھ کر بے ہوش ہو گیا

⑤ ''کچھ نہیں'' کا وظیفہ پڑھنے سے تندرست ہو گیا

⑥ بچوں نے استاذ کو بخار چڑھا دیا

⑦ جہان گردیدہ کہنہ مشق وجدی

⑧ ملحد پیر

⑨ مریدوں پر توجہ ڈالنے کا قصہ

⑩ ذرا سی ڈانٹ سے وجد غائب

③ شیطانی تصرف:

بعض مرتبہ شیطان کا تصرف ہوتا ہے جیسا کہ دریائے نیل شیطانی تصرف سے رک گیا تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط ڈالتے ہی جاری ہو گیا۔ منصور کے قصے میں بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان لوگوں کو گم راہ کرنے کے لیے تصرف کر رہا ہو۔

④ استدراج:

اس قسم کے قصوں میں استدراج بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا امتحان لے رہے ہیں کہ دین میں کتنے مضبوط ہیں اس لیے ان کی رسی ڈھیلی چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسا کہ دجال اور اس کے ماننے والوں کو خوب چھوٹ دی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کے جو بندے اس کی نافرمانیوں سے بچنے اور بچانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں ان پر اس قسم کے تصرفات شیطانیہ کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

انسان جنات سے افضل ہیں:

جو لوگ جنات سے ڈرتے ہیں اگر یہ قرآن ذرا توجہ سے پڑھ لیا کریں تو بات ان کی سمجھ میں آ جائے گی مگر آج کا مسلمان تو قرآن پڑھتا ہے صرف خوانی میں جہاں اسے قرآن پڑھنے کے بعد مٹھائیاں کھانے کو ملتی ہیں چائے بسکٹ ملتے ہیں ویسے اسے

قرآن سے کوئی غرض نہیں اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سنیے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۠o (۱۷-۷۰)

فرمایا کہ ہم نے بنی آدم کو مکرم و معزز بنایا اور انہیں بہت بڑی مخلوق پر فضیلت دی۔

حضرت آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنایا اور جنات کے سب سے بڑے رئیس ابلیس کو بھی حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے سب رسول انسانوں میں سے بھیجے اور جنات کو بھی ان کے اتباع کا حکم فرمایا، جنات میں سے کسی ایک کو بھی رسول یا نبی نہیں بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے ابتداء آفرینش سے لے کر قیامت تک پوری دنیا پر حکومت صرف انسانوں کو دی، کسی جن کو کہیں بھی کبھی تھوڑی سی دیر کے لیے بھی حکومت نہیں دی، البتہ اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں پر جنات کو مسلط فرما دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر چیز کو انسان کے تابع فرما دیا ہے، ہاتھی، اونٹ، گھوڑے، شیر، چیتے، فضا، پہاڑ، میدان سمندر ہر چیز پر انسان کی حکومت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کسی عمل کے ذریعے جنات کو تابع نہیں کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے تابع کر دیا تھا۔

سورۃ النمل میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے وزراء سے پوچھا کہ ملکہ سبا کا تخت کون لائے گا؟ ایک عفریت یعنی بہت بڑے جن بہت بڑے دیو نے کہا میں لاؤں گا، آپ کی مجلس ختم ہونے سے پہلے میں وہ تخت یہاں لے آؤں گا، میں قوی بھی ہوں اور امین بھی ہوں یعنی قوت اتنی ہے کہ جب میں اس تخت کو لا رہا ہوں گا اگر کوئی مجھ سے اسے چھیننا چاہے گا تو چھین نہیں سکے گا اور امین ہوں یعنی اس تخت میں جو قیمتی جواہر

اور سونا وغیرہ ہے اسے نکالوں گا نہیں۔ وہ تو ابھی اپنے کمالات ہی گنوا رہا تھا کہ ایک انسان صحابی نے عرض کیا کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے تخت یہاں لے آؤں گا چنانچہ یہ کہتے ہی وہ تخت دربار میں موجود تھا:

قَالَ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَo قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِکَ ۚ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌo قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْکُرُ اَمْ اَکْفُرُ ؕ وَمَنْ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْمٌo (۲۷-۳۸ تا ۴۰)

الذی عندہ علم من الکتب سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ان صحابی کو اتنی بڑی کرامت علم کی برکت سے ملی، ولی اور صحابی کی کرامت درحقیقت نبی کا معجزہ ہے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے انسان کی جنات پر فضیلت ظاہر کرنے کے لیے براہِ راست نبی کا معجزہ ظاہر کرنے کی بجائے ان کے صحابی کی کرامت کی صورت میں ظاہر فرمایا، صحابی تو وہ جن بھی تھا مگر انسان صحابی کی جن صحابی پر فضیلت ظاہر فرمادی۔

جنات تو ایک چھوٹے سے پرندے ہدہد کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتے جیسا کہ پہلے دو قصے بتا چکا ہوں ایک یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہدہد نے ملک سبا کی خبر دی اور وہاں کی ملکہ، اس کے تخت، شان وشوکت اور شرکیہ طور وطریق کی تفصیل تک بتادی، جب کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے مسخر جنات میں سے کسی کو اس کا علم نہ ہوا۔

دوسرا قصہ یہ کہ ہدہد زمین کے اندر پانی کی گہرائی معلوم کرلیتا ہے جب کہ کسی جن کو اس پر قدرت نہیں۔

اس پر کسی کو اشکال ہوسکتا ہے کہ پھر جنات انسان پر کیوں غالب آجاتے ہیں اسے

تنگ کرتے ہیں یہ تو ایسے ہی ہوا کہ جیسے کوئی بھنگی کسی بادشاہ کی پٹائی کرے اسے ذلیل کرے تو ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ معصیت کی وجہ سے ایسا ہے، جب انسان معصیت کرتا ہے تو اس کا قلب ضعیف ہو جاتا ہے پھر وہ ہر چیز سے ڈرتا ہے جیسا کہ ایک قصہ بتایا تھا کہ کہیں انسانوں کا قافلہ جارہا تھا تو وہ لوگ کہنے لگے کہ اگر ہم یہاں جنات کی پناہ میں آجائیں تو ہمیں امان مل جائے، جن تو انسانوں سے بہت ڈرتے ہیں بہت ڈرتے ہیں لیکن جب انہوں نے یہ بات سنی کہ یہ تو ہم سے ڈر رہے ہیں تو وہ ان پر غالب آگئے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں جنات ان پر غالب آجاتے ہیں اور طرح طرح سے انہیں تنگ کرتے ہیں۔

کسی نے ٹیلی فون پر بتایا کہ ان کے پڑوس میں پتھر آرہے ہیں تو پڑوسی ان سے جھگڑا کرتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ پتھر آپ لوگ ہمارے ہاں پھینکتے ہیں، وہ بے چارے بہت پریشان تھے کہ ہم نے تو کبھی ایسی حرکت نہیں کی لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کے گھر میں پتھر آرہے ہیں، بہت دیکھا چھان بین کی لیکن کچھ پتا نہیں چلتا کہ کہاں سے آتے ہیں پڑوسی ہمیں الزام دے رہے ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ یہ جنات کا کام ہے، جنات پتھر پھینک رہے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْۗءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ (۱۳-۱۱)

’’ہر شخص کی (حفاظت) کے لیے کچھ فرشتے (مقرر) ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی (صلاحیت کی) حالت کو نہیں بدل دیتے اور

> جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت ہی نہیں اور کوئی اللہ کے سوا ان کا مددگار نہیں رہتا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت مقرر کی ہوئی ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ کو انسان کی حفاظت کے لیے کسی فرشتے کی ضرورت نہیں پھر ایک فرشتے کی بھی کتنی طاقت ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے پوری جماعت مقرر فرمائی اور یہ جماعت صبح و شام بدلتی رہتی ہے، ایک جماعت صبح سے شام تک رہتی ہے پھر شام کو ان کے جانے سے پہلے ہی ان کی جگہ دوسری جماعت آ جاتی ہے۔ لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے معصیت میں مبتلا ہوتا ہے تو فرشتوں کی یہ جماعت اس پر سے ہٹالی جاتی ہے اور جن اسے ستانے لگتے ہیں۔ سو اگر کسی کو جن ستاتے ہیں تو یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے ورنہ اس بدترین مخلوق کی کیا مجال کہ ایسی مکرم و معزز ہستی کو ستائے ؎

یہ اعمال بد کی ہے پاداش ورنہ
کہیں شیر بھی جوتے جاتے ہیں ہل میں

اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سر کے کان اور دلوں کے تالے کھول کر سن لیں:

اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝ (۱۶-۹۹،۱۰۰)

> ’’یقیناً اس کا قابو ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں، بس اس کا قابو صرف ان ہی پر چلتا ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں اور ان لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔‘‘

تکملہ:

یہ جو لوگ کہتے رہتے ہیں کہ جن چڑھ گیا یا کسی نے جادو سفلی کر دیا تو بالفرض (یعنی

ویسے تو عموماً اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی لیکن چلیے ان لوگوں کے کہنے سے فرض کر لیتے ہیں) کسی نے کچھ کیا ہے تو اس بارے میں یہ سوچیں:

① اس کے دل میں یہ بات کس نے ڈالی کہ فلاں پر ایسا ایسا کرو، اس کا دل کس کے قبضے میں ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے نا۔

② اسے ہمت کس نے دی یعنی خیال آنے کے بعد پھر اتنی ہمت بھی پیدا ہوگئی کہ اس نے ایسا کام کرلیا، ظاہر ہے اللہ ہی نے دی۔

③ ہمت دینے کے بعد اس کی تدبیر کو کامیاب کس نے کیا؟ وہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی کوشش کو کامیاب کیا۔

④ اس کے توڑ کے لیے کتنے عامل تلاش کیے، کتنا پیسا برباد کیا، یہ عامل آخر اس چیز کو ختم کیوں نہیں کر پاتے؟ جو جادو وغیرہ کسی نے آپ پر کر دیا یہ اسے ٹھیک کیوں نہیں کرتے؟ کوئی کامیاب کیوں نہیں ہوتا؟ یہ دعوے تو ایسے ایسے کرتے ہیں کہ اتنے جن ہیں اور فلاں نے جادو کیا ہے اور اسے پہچاننے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں حلیہ بھی بتا دیتے ہیں پھر توڑ کیوں نہیں کرتے؟ برسوں علاج کرنے کے باوجود نجات کیوں نہیں ملتی؟

⑤ درحقیقت یہ سب وہم ہیں۔

⑥ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اسے کوئی دورہ پڑتا تھا، دورے کی حالت میں اس کا جسم کھل جاتا تھا جسم پر سے کپڑا اُتر جاتا تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دُعاء کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مرض سے نجات عطاء فرما دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس تکلیف سے نجات چاہتی ہے یا جنت؟ اس نے عرض کیا: ''جنت'' لیکن میرے لیے یہ دُعاء فرما دیں کہ جب دورہ پڑے تو میرا جسم نہ کھلا کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعاء فرما دی پھر اسے دورہ پڑتا تھا تو جسم نہیں کھلتا تھا۔

سوچنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو اس پر بھی قدرت تھی کہ اسے بیماری سے نجات عطاء فرما دیتے اور جنت بھی دے دیتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درجات بلند کرنے کے لیے اور کبھی ان کا امتحان لینے کے لیے ایسا کرتے ہیں، دیکھیے اس خاتون نے دنیا کی عارضی تکلیف کو قبول کرلیا کیونکہ اس کے عوض اسے جنت کی بشارت ملی۔ دنیوی تکالیف پر سوچا کریں کہ کب تک؟ بالآخر جانا ہے اور یہ کہ مومن کو تو تکلیف پر بہت اجر ملتا ہے، اجر کا مراقبہ کیا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''مومن کی مثال نرم پودے کی طرح ہے جسے ہوائیں جھکاتی رہتی ہیں اور منافق کی مثال سخت درخت کی طرح ہے جو ہلتا نہیں حتیٰ کہ دفعۃً جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔'' (مسند احمد)

مومن پر مختلف حوادث آتے ہیں وہ ان کا تحمل کر لیتا ہے ان سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ اس کا فائدہ ہوتا ہے کیونکہ اسے تکلیف پر اجر ملتا ہے اور منافق استدراج کے طور پر حوادث سے کچھ مدت تک محفوظ رہتا ہے پھر کوئی عذاب آتا ہے جو اسے تباہ کر کے رکھ دیتا ہے، اگر اس پر دنیا میں کوئی عذاب نہ بھی آیا تو آخرت کا عذاب تو ہے ہی۔

⑦ عامل کہتے ہیں کہ بندش ہے رکاوٹ ڈالی ہوئی ہے اگر ان کا دعویٰ صحیح ہے تو مجاہد جو اتنے شہید ہو رہے ہیں ان کے لیے یہ کیوں کچھ نہیں کرتے کوئی بندش کیوں نہیں لگا دیتے کہ یہ شہید نہ ہوں۔ ہندو تو جادو وغیرہ بہت جانتے ہیں تو وہ کوئی جادو کر کے کشمیر سے مجاہدین کو کیوں نہیں ہٹا دیتے؟ کیوں مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں؟ بیٹھے بیٹھے کوئی جادو کر دیں۔

⑧ علماء کے دشمن تو دنیا میں بہت ہیں تو کافر، فاسق و فاجر لوگ علماء پر کوئی ایسا جادو کیوں نہیں کر دیتے کہ وہ سب مر جائیں یا کم از کم اتنا ہی کر دیں کہ علماء کرام ان کے خلاف جو کام کرتے ہیں اسی پر کچھ بندش لگا دیں تاکہ علماء ان کے خلاف کام نہ کر سکیں۔

سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔

⑨ میں ان لوگوں سے کہتا ہوں کہ آپ ہر کام کے لیے تعویذ لیتے ہیں تو مجھے بھی کوئی ایسا تعویذ لا کر دے دیں کہ ایک رات میں پورا قرآن پڑھ لیا کروں یا ایسا کوئی ختم بتا دیں کہ ایک ہی دن میں پورے افغانستان پر طالبان کی حکومت قائم ہو جائے، امریکا پر یہیں بیٹھے بیٹھے کچھ پڑھ کر پھونک دوں جانا بھی نہ پڑے یہیں بیٹھے بیٹھے فتح ہو جائے اور کوئی ایسا وظیفہ بتا دیں جس کے زور سے پوری دنیا پر میرے اللہ کی حکومت ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ پر اعتماد پیدا کیجیے سب کچھ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے وعظ کی ابتداء میں حضرت عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا قصہ بتایا تھا اللہ پر ایسا اعتماد پیدا کریں اللہ کو ہاتھ پکڑا کر بے فکر ہو جائیں ایک در کے فقیر بن جائیں ایک در کے فقیر ؎

در پر کسی کے بیٹھ بھی رہ پاؤں توڑ کر
اے دل خراب و خوار کیوں دربدر ہے تو

اللہ اپنے بندے کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں:

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ؕ وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍo(۳۹-۳۶)

’’کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ خاص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت) کے لیے کافی نہیں اور یہ لوگ آپ کو ان (جھوٹے معبودوں) سے ڈراتے ہیں، جو اللہ کے سوا (تجویز کر رکھے) ہیں اور جسے اللہ گم راہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔‘‘

جو بھی اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتا ہے اسے کسی اور کی ضرورت نہیں رہتی اسے یہ خیال ہی نہیں آتا کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی مدد کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو یہ توفیق عطاء فرمائیں اور ان بدعمل عاملوں کے عذاب سے امت کی حفاظت فرمائیں۔ آخر میں جھاڑ

پھونک اور تعویذ گنڈوں سے بچنے والوں اور اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنے والوں کے بارے میں ایک بہت بڑی بشارت بھی سن لیجیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو جنت میں بلاحساب داخل ہونے کی بشارت دی ہے جو تعویذ گنڈے نہیں کرتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں:

عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدخل الجنۃ من امتی سبعون الفا بغیر حساب قالوا من ھم یا رسول اللہ قال ھم الذین لایکتوون ولا یسترقون وعلیٰ ربھم یتوکلون فقام عکاشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال ادع اللّٰہ ان یجعلنی منھم قال انت منھم قال فقام رجل فقال یا نبی اللّٰہ ادع اللّٰہ ان یجعلنی منھم قال سبقک بھا عکاشۃ (صحیح مسلم)

اس حدیث میں اگرچہ دم نہ کرنے والوں کا ذکر ہے مگر تعویذ گنڈوں کا درجہ تو دم کرنے کروانے سے بھی بہت کم ہے کیونکہ دم کا حدیث سے جیسا واضح ثبوت ہے ایسا واضح ثبوت تعویذ کا نہیں۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کی توہمات سے حفاظت فرمائیں قلوب سے غیر کا خوف نکال کر اپنا خوف عطاء فرمائیں اور اپنی محبت سے قلوب کو منور فرمادیں، اپنی ذات پر کامل اعتماد و توکل عطاء فرمادیں۔

اللھم اقذف فی قلبی رجاءک واقطع رجائی عمن سواک حتیٰ لا ارجو احدا غیرک، اللھم اجعلنا ممن توکل علیک فکفیتہ واستھداک فھدیتہ واستنصرک فنصرتہ

وصل اللھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک
محمد وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العلمین

بدعاتِ مروّجہ اور رسومِ باطلہ

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ ــــ کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ بدعاتِ مروجہ و رسومِ باطلہ

بمقام: ☜ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ☜ محرم ۱۴۰۲ھ

بوقت: ☜ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ☜ رجب ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

میرے مواعظ میں اصلاح منکرات وترک معاصی پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اس لیے کہ تقویٰ ودینداری کی بنیاد یہی ہے۔ انہی منکرات میں سے ایصال ثواب کی مروجہ رسوم بھی ہیں جو ایصال ثواب کے مسنون طریقہ کے خلاف ہیں اور دین اسلام میں اپنی طرف سے نئی ایجاد ہونے کی وجہ سے بدعت ہیں۔ اس لیے میرے یہاں ان کی اصلاح سے متعلق بھی وقتاً فوقتاً بیان ہوتا رہتا ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ اس ناچیز کوشش کے نتیجے میں مختلف منکرات وبدعات سے بہت سے لوگ تائب ہو چکے ہیں۔ تازہ قصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے بتایا کہ وہ بدعات میں مبتلا تھے بفضلہٖ تعالیٰ ان کو میرے ایک بیان سے ہدایت نصیب ہوگئی اور انہوں نے ان بدعات سے توبہ کرلی جس پر برادری نے ان کو چھوڑ دیا مگر انہوں نے ایک اللہ کی رضا کے مقابلہ میں برادری کی رضا کو ٹھکرا دیا ۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
مدنظر تو مرضی جانانہ چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

مسلمان کی شان اور اپنے مالک کے ساتھ معاملہ تو یہ ہے ۔

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

رب کریم کی رحمت نے جوان کی دستگیری فرمائی اور ہدایت کی نعمت سے نوازا، ابلیس کے نرغے سے نکال کر سیّد دو عالم، محسن اعظم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا دامن تھما دیا، اس نعمت کے شکریہ کے طور پر انہوں نے چاہا کہ بصورت کتابچہ اس مضمون کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو تاکہ دوسرے بھٹکے ہوئے لوگوں کے لیے بھی ذریعۂ ہدایت بنے۔ چنانچہ انہوں نے ٹیپ ریکارڈ سے یہ مضمون نقل کر کے مجھے دکھایا اور اشاعت کی اجازت طلب کی۔ میں اصلاحی نظر کے بعد اشاعت کی اجازت دیتا ہوں۔

یا اللہ! تیری وہ رحمت بے پایاں جس کے فیضان سے ایک قلب کی کایا پلٹ گئی اور بھٹکا ہوا دل راہِ راست پر آ گیا، اس کے صدقے ہم تجھ سے دعاء کرتے ہیں کہ اس مضمون کے تمام پڑھنے اور سننے والوں کے قلوب پر وہی رحمت نازل فرما، دستگیری فرما اور اپنے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا۔

یا اللہ! تو اس ناچیز محنت کو قبول فرما، اس کام میں برکت عطاء فرما، ہمارے لئے، اکابر کے لیے اور اپنے حبیب محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا، اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و قرب کا ذریعہ بنا۔

یا اللہ! تو دستگیری فرما، سوائے تیری دستگیری کے کچھ نہیں ہو سکتا، تو ہی شکستہ دلوں کا سہارا ہے، تجھ ہی سے فریاد ہے اور تو ہی کارساز ہے۔

رشید احمد

۳۰/ محرم ۱۴۰۲ھ

وعظ

بدعاتِ مروّجہ اور رسوم باطلہ

(محرم ۱۴۰۲ھ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖٓ اَجْمَعِيْنَ.

امابعد!

فقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد (رواہ البخاری ومسلم)

بدعت کی حقیقت:

بدعات میں جو گناہ ہوتے ہیں انہیں ثواب سمجھا جا رہا ہے۔ جس گناہ کو انسان ثواب سمجھے گا اس سے توبہ کیا کرے گا۔ وہ گناہ جس کو گناہ سمجھا جائے اس سے اولاً تو کبھی توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے اور بالفرض توبہ کی توفیق نہ بھی ہو تو کم از کم انسان اپنے آپ کو گنہگار تو سمجھتا ہے، گناہ کا اعتراف ہو، اقرار ہو، ندامت ہو تو شاید اسی پر اللہ تعالیٰ کی

رحمت ہو جائے مگر جب گناہ کو ثواب سمجھا جائے تو ظاہر ہے اس سے کیا توبہ کرے گا، کیا دل میں ندامت ہوگی بلکہ اس طرح کے گناہ کر کے اور زیادہ خوش ہوتا ہے کہ اس نے ثواب کا کام کرلیا، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وشر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار (رواہ النسائی)

''دین میں نئی نکالی ہوئی چیزیں سب گناہوں سے بدتر ہیں اور ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔''

فرمایا کہ ہر وہ کام جو میں نے بیان نہیں کیا اور میری طرف سے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان نہیں کیا، جس پر عمل نہیں کیا اگر لوگ اس کو اپنی طرف سے ثواب سمجھ کر کرنے لگیں تو وہ گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔

عقلی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ جس کام میں اللہ تعالیٰ نے ثواب نہیں بتایا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ثواب نہیں بتایا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کے مطابق عمل نہیں فرمایا، نہ اس میں ثواب بتایا، تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس پر عمل نہ کیا، نہ وہ مسئلہ بتایا، حضرات ائمۂ دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے نہ وہ مسئلہ بتایا نہ اس قسم کا کوئی عمل کیا، اب اگر لوگ ایسا کام کرتے ہیں اور اس میں ثواب سمجھتے ہیں تو سوچیں، یہاں سے اُٹھنے کے بعد بھی سوچیں، خوب سوچیں کہ وہ کارِ ثواب کیسے ہوگیا؟ اللہ کرے کہ اس مسئلہ پر سوچنے کی توفیق مل جائے۔ جب بھی اس مسئلہ پر خیال آتا ہے تو دل میں درد اُٹھتا ہے کہ یہ مسلمان قوم کہاں گئی۔ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرے اور پھر مسلمان کہلائے؟

دل میں درد اُٹھتا ہے، گنہگاروں کو دیکھ کر وہ درد نہیں ہوتا جتنا درد اس پر ہوتا ہے کہ مسلمان کہلاتے ہیں اور پھر اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانیوں اور مقابلہ کو کارِ

ثواب سمجھ رہے ہیں۔ بڑے دکھ اور درد کی بات ہے۔ دعاء کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس طریقہ سے بیان کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں کہ بات دلوں میں اتر جائے، سمجھ میں آجائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

شیطان کی وحی:

سوچیے یہاں سے اٹھنے کے بعد بھی سوچیے، کئی روز تک مسلسل اسے سوچیں گے تو شاید جا کر کچھ بات دل میں اتر جائے۔ یہ سوچیے کہ جو مسئلہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہیں بتایا اور نہ کیا، ائمۂ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بتایا نہ کیا تو آپ کو اتنے سال بعد اس کا علم کہاں سے ہوگیا؟ یہی کہنا پڑے گا کہ دلوں میں شیطان وحی ڈالتا ہے۔ قرآن میں ہے کہ شیطان بھی دلوں میں وحی کرتا ہے۔ ایک وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر، اور دوسری وحی فاسق و فاجر لوگوں کے دلوں میں شیطان ڈالتا ہے، ان کے دلوں میں برائی کے خیالات ڈالتا ہے، اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنے کے لیے غیر دین کو دین سمجھانے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے وہ مسئلہ نہیں بتایا اور بقول آپ کے وہ کارِ ثواب ہے تو کیا کہیں گے کہ یا تو معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کا علم ناقص ہے، ان کو معلوم ہی نہیں کہ اس میں بھی ثواب ہے۔ آپ کو پتا چل گیا کہ اس میں ثواب ہے۔ یا کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تو ہے کہ اس میں ثواب ہے مگر جان بوجھ کر اپنی رضا کا یہ طریقہ اپنے پاس چھپا لیا، بتایا نہیں۔ اب اتنا زمانہ گزرنے کے بعد آپ کو اس کا پتا چلا تو کیسے؟ اللہ تعالیٰ نے چھپا لیا تھا تو اللہ تعالیٰ کے پاس کی بات کا آپ کو علم کیسے ہوگیا؟ یا یوں کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ مسئلہ بتایا تھا مگر معاذ اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے نہیں یا سمجھنے کے بعد بھول گئے۔ غرض یہ کہ معاذ اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان چیزوں کا علم نہیں تھا۔ معاذ اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ناقص تھا، رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھا کہ ان چیزوں میں بھی ثواب ہے جن چیزوں میں یہ لوگ سمجھ رہے ہیں، اور اگر علم تھا تو کیا دوسرے درجہ میں آپ یہ کہیں گے کہ معاذ اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے دین پہنچانے میں معاذ اللہ! معاذ اللہ! خیانت کی ہے کہ دین پورا نہیں پہنچایا۔ یا یہ کہیں گے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس دین کو آگے نہیں پہنچایا اور نہ خود اس پر عمل کیا۔ ایک ایک بات کو سوچیے۔ آخر کار آپ کا ذہن کیا جواب دے گا؟ کیا اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ! معلوم نہیں تھا، یا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ! احکامِ الٰہیہ پہنچانے میں خیانت کی، یا یہ کہ معاذ اللہ! حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آگے دین پہنچانے میں خیانت کی، کس چیز کا آپ فیصلہ کریں گے؟ لِلّٰہ! غور کیجیے، پھر غور کیجیے، لِلّٰہ! پھر غور کیجیے، بڑے سے بڑا فسق وفجور، بڑے سے بڑا گناہ ہو، بڑی سے بڑی بدکاری ہو وہ بھی کم ہے اس بدعت سے، اس گناہ سے جو ہے تو گناہ مگر اسے کارِ ثواب سمجھ رہے ہیں۔

شریعت سے متوازی حکومت:

غیر دین کو دین سمجھ لینا اور جو باتیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائی، اس بات کو ان کی طرف منسوب کر دینا کہ یہ بھی انہی کی طرف سے بیان کی ہوئی ہے، اس پر جہنم کی وعید ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار (رواہ البخاری ومسلم)

”جو بات میں نے نہیں کہی اسے جو شخص میری طرف منسوب کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔“

سوچیں! جن چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے ثواب نہیں بتایا اگر ان میں ثواب سمجھیں گے تو آپ متوازی حکومت بنا رہے ہیں یا نہیں؟ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کے مقابلہ میں آپ اپنی حکومت چلانا چاہتے ہیں۔ دین ان کا ہے، حکومت

ان کی ہے، انہوں نے کوئی قانون ایسا نہیں بنایا تو گویا آپ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مقابلہ میں اپنا قانون بنالیں، اس کو بغاوت کہا جاتا ہے، متوازی حکومت قائم کرنا کہا جاتا ہے۔ بڑے سے بڑے مجرم کو معاف کیا جا سکتا ہے مگر جو مقابلہ کی حکومت بنائے اس کو کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔

ایصالِ ثواب یا عذاب؟:

یہ مسئلہ ہی ایسا ہے جس کی تمہید اتنی طویل ہوگئی، وہ اس لیے کہ مجھے معلوم ہے کہ اس کی اصلاح بہت مشکل ہے۔ ہاں! اگر اللہ تعالیٰ دستگیری فرمائیں تو کچھ مشکل نہیں، ایصالِ ثواب بہت آسان ہے، لیکن اس کے جو طریقے اختیار کیے جارہے ہیں وہ ایسے ہیں جو نہ اللہ تعالیٰ نے بتائے، نہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے، نہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار کیے اور نہ ائمۂ دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے۔

بدعت سے بڑھ کر شرک بھی:

ایک مولوی صاحب ہیں، مولوی بھی معمولی نہیں ایک دینی مدرسہ کے مہتمم۔ یعنی وہ مولوی جو مولوی گر بھی ہیں، صرف مولوی نہیں، دوسروں کو مولوی بنانے والے، جہاں مولوی بنانے کا کارخانہ ہے، جہاں علماءِ دین تیار ہوتے ہیں اور وہ مولوی صاحب میرے شاگرد بھی ہیں، شاگرد بھی آج کل کے شاگردوں کی طرح نہیں بلکہ بہت مخلص، بڑی محبت والے، بڑے ہی اطاعت گزار، بہت ہی زیادہ خدمت گزار۔ ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا، ایصالِ ثواب کے نام سے تیجے کی رسم کے منصوبے بننے لگے۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ یہ طریقہ ناجائز ہے، سنت کے خلاف ہے، اس طریقہ سے ایصالِ ثواب کا کہیں ثبوت نہیں، آپ یہ نہ کریں۔ نہایت ہی خدمت گزار، فرمانبردار شاگرد اور پھر عالم دین مگر میری بات نہ مانے تو میں نے کہا کہ آپ یہ کریں گے تو میں اس گناہ میں شریک

نہیں ہوں گا۔ وہ میرے بہت پیچھے پڑے مگر میں نے کہا میں اس میں شریک نہیں ہوسکتا۔ بالآخر انہوں نے کہا کہ اگر ہم یہ نہیں کرتے تو برادری ناراض ہوجائے گی اس لیے ہمیں یہ کرنا پڑتا ہے۔ میں نے جواب میں کہا کہ پہلے تو میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ صرف بدعت ہے اب معلوم ہوا کہ صرف بدعت ہی نہیں شرک بھی ہے۔ اس لیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی خاطر نہیں کررہے ہیں، برادری سے اتنا خوف ہے کہ اس کو اللہ بنا رکھا ہے، یہ شرک ہے غیر اللہ کو راضی کرنے کے لیے کررہے ہیں۔ بہرحال بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانے، وہ اتنے مطیع اور فرمانبردار تھے کہ انہوں نے کبھی میری کسی بات سے انکار نہیں کیا تھا مگر یہاں آکر شیطان نے جو سبق پڑھایا اس پر وہ اتنے مصر ہوئے کہ میری ایک نہ مانی، آخر کرکے چھوڑا۔ ڈرتے ہیں کہ لوگ کہیں گے:

"مرگیا مردود، نہ ختم نہ درود۔"

برادری میں ناک کٹ جائے گی، دنیا میں ناک بچانے کی فکر ہے، آخرت میں خواہ گردن ہی کٹ جائے اس کی پروا نہیں۔

یہ تو وہ مثل ہوئی کہ کہیں نکٹوں کی مجلس بیٹھی ہوئی تھی وہاں کوئی ناک والا پہنچ گیا تو سب ہنسنے لگے "ناکو آگیا، ناکو آگیا" اور یہ بہادر ایسا ہی تھا جیسے وہ مولوی صاحب بہادر نکلے کہ برادری ناراض ہوجائے گی، اس نے چاقو نکالا اور اپنی ناک بھی کاٹ دی۔ اندازہ لگائیے کہ کس حد تک برادری سے ڈرا جاتا ہے۔ اور یہ برادری بھی اتنی ظالم ہے کہ ایک طرف تو کسی کے عزیز کا انتقال ہوجاتا ہے اور دوسری جانب یہ قورمے اور پلاؤ کھانے کے لیے پر تولنے لگتے ہیں۔

اللہ کے بندے یا برادری کے؟:

میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ دعوت پر کتنا خرچ کریں گے۔ انہوں نے کچھ بتایا تو میں نے کہا کہ آپ اس سے دوگنا خرچ کر دیجیے لیکن آپ کے یہاں جو طلبہ

پڑھتے ہیں ان پر یہ رقم مخفی طور پر تقسیم کر دیجیے یا پھر محلّہ کے مساکین کو دے دیجیے۔ ہم روکتے نہیں صدقہ سے، اور زیادہ کیجیے اس سے بھی دوگنا کیجیے، مگر سنت کے مطابق کیجیے۔ مگر بات وہی کہ لوگ کہیں گے ”مرگیا مردود نہ ختم نہ درود“ برادری میں ناک کٹ جائے گی۔ برادری کو اللہ بنا رکھا ہے۔ کیا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے آپ یہ جواب دے کر بچ جائیں گے جس دن آپ کے سارے اعمال کا حساب وکتاب ہوگا اور وہاں کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ o وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ o وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ o

(۸۰-۳۴تا۳۶)

فرمایا: آج وہ دن ہے کہ شوہر بیوی سے، بیوی شوہر سے، باپ بیٹے سے بیٹا باپ سے، بھائی بھائی سے بھاگے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی دستگیری کرے تو کرے ورنہ وہاں کوئی کسی کام نہ آئے گا۔ لِلّٰہ! سوچیے کہ یہ برادری جس کو راضی کرنے کے لیے آپ اپنی عاقبت تباہ کر رہے ہیں، کیا یہ برادری اس وقت آپ کے کام آئے گی؟ جب مخفی صدقہ کا اتنا بڑا ثواب ہے، تو پھر اس پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا؟

گدھ بصورت انس:

میرا خیال تو یہ ہے کہ آج کل جب کوئی بیمار ہو جاتا ہوگا تو اس کے احباب واقارب اس کی صحت یابی کی دعاء نہیں کرتے ہوں گے بلکہ دعاء یہ کرتے ہوں گے کہ جلدی مرے تاکہ قورمہ ملے، اور جب ایک کا تیجہ اور چالیسواں ختم ہوا تو پھر دعاء کرتے ہوں گے کہ اللہ کرے کوئی اور بیمار ہو کہ پھر قورمہ ملے اور اس کا بھی چالیسواں ہو جائے تو پھر سوچتے ہوں گے کہ کوئی اور بیمار ہو، جہاں کوئی ہسپتال پہنچا بس ان کی خوشیوں کا کیا کہنا کہ ”آئے دن قورمے کے، آئے دن قورمے کے“ جیسے کسی حیوان کے مرنے پر گدھ منڈلاتے ہیں۔

آج کا بے غیرت مسلمان اور بے غیرت برادری کے لوگ کسی کے انتقال پر گدھ کی طرح منڈلاتے ہیں کہ اب کھانے کو ملے گا، اب کھانے کو ملے گا، اب کھانے کو ملے گا۔ اگر دل میں اللہ کا کچھ خوف نہیں، آخرت کی فکر نہیں، اپنے حساب وکتاب کی فکر نہیں، اللہ تعالیٰ اور اسلام کا پاس نہیں تو کم از کم کچھ غیرت ہی ہوتی جس کا عزیز مر گیا ہے اس پر کچھ رحم ہی آتا کہ ایک تو وہ صدمہ میں مبتلا ہے دوسرے یہ کہ علاج پر کافی پیسہ خرچ ہو چکا ہے مگر بے غیرت برادری اسی فکر میں لگی رہتی ہے کہ رہا سہا جو کچھ گھر میں بچ گیا ہے لاؤ کھلاؤ۔

ایک بار ہمیں محلہ میں باہر نکلے تو دیکھا کہ سامنے دیگیں چڑھی ہوئی ہیں۔ خیال ہوا کہ شادی ہے لیکن دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کوئی مر گیا ہے۔ یہ احباب واقارب ایسے بے درد ہیں، ایسے ظالم ہیں کہ رشتہ داروں کے مرنے پر یوں دعوتیں اُڑاتے ہیں جیسے شادی کی دعوتیں ہوتی ہیں۔ ایسی بے غیرتی کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور میں سوچتا ہوں کہ قورمہ کا لقمہ ان بے غیرتوں کے حلق سے اترتا کیسے ہے؟

ایصال ثواب کا صحیح طریقہ:

اگر آپ واقعۃً ایصال ثواب کرنا چاہتے ہیں، واقعۃً آپ کو مرنے والے کے ساتھ محبت ہے، واقعۃً آپ کے دل میں رحم کا جذبہ ہے تو پھر محسن اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمودہ طریقہ آپ کے لیے کیوں کافی نہیں؟ سنیے! ایصال ثواب کی حقیقت کیا ہے؟ ہر وہ نیک کام جو انسان اپنے لیے کرتا ہے وہ دوسروں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کرے تو اس کا ثواب دوسروں کو پہنچے گا۔ آپ اپنے لیے نفل نماز پڑھتے ہیں، نفل روزے رکھتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں، تسبیحات پڑھتے ہیں اور صدقہ خیرات کرتے ہیں، نفل حج کرتے ہیں، نفل عمرے کرتے ہیں، طواف کرتے ہیں، غرض یہ کہ ہر وہ نفل

عبادت جو آپ اپنے لیے کرتے ہیں اس میں آپ صرف یہ نیت کر لیں کہ اس کا ثواب ہمارے فلاں عزیز کو پہنچے، وہ پہنچ جائے گا، بس یہی ایصال ثواب ہے، وہ ثواب آپ کو بھی ملے گا اور جن دوسرے لوگوں کی نیت آپ نے کر لی ان سب کو بھی پورا ملے گا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایصال ثواب مردوں کو ہی کیا جاتا ہے۔ آپ اسے اچھی طرح سمجھ لیں کہ ایصال ثواب جیسے مردوں کو کیا جاتا ہے اسی طریقہ سے زندوں کے لیے بھی کر سکتے ہیں۔ جو عبادت جس طریقہ سے آپ اپنے لیے کرتے ہیں، اس میں نیت کر لیں کہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچے، پہنچ جائے گا۔ خواہ وہ شخص زندہ ہو یا مردہ۔

قیامت کی ہولناکیوں میں رحمت کے مستحقین:

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل الا ظله (رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی)

''سات قسم کے لوگ وہ ہیں جن کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ عطاء فرمائیں گے جبکہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔''

لوگ گناہوں کی وجہ سے پسینوں میں ڈوب رہے ہوں گے، جتنے گناہ زیادہ ہوں گے اتنے ہی پسینے زیادہ ہوں گے۔ کسی کے گھٹنوں تک، کسی کی ناف تک، کسی کے سینہ تک، کسی کے لبوں تک اور بہت سے لوگ ایسے ہوں گے کہ پسینوں میں غرق ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس روز اللہ تعالیٰ سات قسم کے لوگوں کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطاء فرمائیں گے جو پسینہ اور تمازت سے محفوظ رہیں گے۔ سب کا بیان کیا جائے تو بات لمبی ہو جائے گی۔ الحمد للہ! میں یہ حدیث روزانہ بلاناغہ پڑھتا ہوں، میرے معمولات میں داخل ہے، اس لیے پڑھتا ہوں کہ پڑھتے

وقت یہ خیال پیدا ہو جائے کہ ان سات قسموں میں کس کس میں داخل ہوں اور کس کس میں داخل ہو سکتا ہوں تا کہ ان میں داخل ہونے کی کوشش کروں، کتنی بڑی بشارت ہے۔ سوچا جائے کہ ان قسموں میں سے کس کس میں آپ داخل ہو سکتے ہیں مگر غفلت کی وجہ سے داخل نہیں ہو رہے۔ میں نے ایک بیان میں ساتوں قسموں میں داخل ہونے کا طریقہ تفصیل سے بتایا تھا، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو توفیق عطاء فرمائیں اور ان سات قسموں میں داخل فرمالیں۔

ان سات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس نے صدقہ اتنا مخفی دیا کہ دائیں ہاتھ سے دیتا ہے تو بائیں ہاتھ کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کیا دیا اور کس کو دیا۔ فرمایا کہ اس کا اتنا بڑا درجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو قیامت کے روز حشر کی تمازت سے محفوظ رکھیں گے اور اپنی رحمت خاصہ کے سایہ میں جگہ عطاء فرمائیں گے۔ یہ سوچیں کہ جب مخفی صدقہ کرنے کا اتنا بڑا ثواب ہے تو کسی کے مرنے پر ایصال ثواب کے لیے صدقہ کرتے وقت اتنے ہنگامے کیوں کرتے ہیں؟ یہ دعوتیں کیوں ہوتی ہیں؟ مخفی کیوں نہیں کرتے؟

ایصال ثواب کا بہتر طریقہ:

دوسری بات یہ کہ اگر انسان میں ذرا سی بھی عقل ہو تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ دعوت کھلانے کی بجائے نقد پیسہ دینے میں مسکین کا فائدہ زیادہ ہے، اس لیے کہ پیسہ سے اس کی ہر حاجت پوری ہو سکتی ہے۔ اس کو کپڑے کی ضرورت ہے، مکان کی ضرورت ہے، لحاف کی ضرورت ہے، کتاب کی ضرورت ہے، دواء کی ضرورت ہے، سفر کے لیے کرایہ کی ضرورت ہے۔ دنیا میں کوئی ضرورت ہو، پیسہ ایسی چیز ہے کہ اس سے ہر ضرورت پوری کی جا سکتی ہے۔ اور اگر آج کوئی ضرورت درپیش نہیں تو کل ضرورت کے لیے رکھ سکتے ہیں۔ کھانے کی ضرورت بھی پیسوں سے پوری ہو سکتی ہے۔ اس لیے صدقہ، خیرات میں نقد پیسہ دینا سب سے زیادہ افضل ہے۔ جس چیز میں مسکین کا فائدہ زیادہ ہو اس میں

ثواب بھی زیادہ ہے۔ نقد دینے میں ایک فضیلت یہ ہے کہ مخفی ہوگا، جس پر یہ بشارت کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ عطاء فرمائیں گے اور دوسری فضیلت یہ کہ اس میں مسکین کا زیادہ فائدہ ہے تو اس میں ثواب بھی زیادہ ہوگا۔

شیطان کا سبق اور اس کا نتیجۂ بد:

شیطان نے سمجھا رکھا ہے کہ کھانا ہی کھلاؤ۔ خواہ پہلے سے اس کے پیٹ میں درد ہو تو بھی کھانا ہی کھلاؤ، جب ثواب ملے گا ورنہ نہیں ملے گا اور سب سے مزے کی بات یہ کہ ثواب تو ہے مسکین کو صدقہ دینے میں، لیکن کھانا کھلاتے وقت مسکین کو کوئی قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتا۔ سارے کا سارا اعزہ و اقارب ہی مل کر کھا جاتے ہیں۔ نام ہو رہا ہے ایصالِ ثواب کا اور کھا جاتے ہیں برادری والے۔ اور پھر یوں بھی غیرت نہیں آتی کہ ایسے مواقع پر بڑے بڑے اغنیاء خود کو مساکین بنا لیتے ہیں، ان کی غیرت گوارا کیسے کرتی ہے۔ جہاں تیجا، دسواں اور اللہ جانے کیا کچھ خرافات ہوتی ہیں، وہاں بڑے بڑے امراء و اغنیاء اور اہلِ ثروت بھی اس طرح شریک ہو جاتے ہیں جیسے یہ بھی مسکین ہی ہیں، سب سے بڑے مسکین خود بن جاتے ہیں یہ کتنا بڑا ظلم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا مقابلہ ہے، کیسا فریب اور کیسی دیدہ دلیری ہے کہ خود ہی مسکین بن بیٹھے اور خود ہی مسکینوں کا حق کھا گئے۔

جب ثواب زیادہ نقد صدقہ دینے میں ہے وہ مخفی بھی رہتا ہے اور مسکین کی ہر حاجت اس سے پوری ہو جاتی ہے اور نقد صدقہ جائے گا بھی صرف مساکین کے پاس تو پھر یہ طریقہ کیوں اختیار نہیں کیا جاتا؟ اور اسی پر کیوں اصرار کیا جاتا ہے کہ کھانا ہی کھلایا جائے؟ اس میں ایک اور قباحت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ ایصالِ ثواب کے لیے جو کر سکیں، جتنا کر سکیں، جہاں کر سکیں، جب کر سکیں، جس حالت میں کریں، اخلاص سے ہونے والی ہر نفل عبادت کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرماتے ہیں، وہ ہر

جگہ موجود ہیں، دیکھنے والے ہیں، عبادتوں کو قبول کرنے والے ہیں، وہ سمیع وبصیر ہیں، علیم وخبیر ہیں مگر شیطان نے کیا پٹی پڑھا رکھی ہے کہ بس تیسرے ہی روز میں آگے پیچھے ہرگز نہیں اور کریں گے بھی مُردے کے گھر پر ہی جا کر۔ اگر اپنے اپنے گھر ایصال ثواب کرلیا تو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کریں گے اور دیکھنا الگ الگ نہ کرنا اکٹھے ہو کر ہی کرنا، الگ الگ کرلیا تو ان کا اللہ یعنی شیطان قبول نہیں کرے گا۔ ان کا اللہ تو شیطان ہی ہوا، جب ہی تو ان کا طریقہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے الگ ہے۔

ایصال ثواب کی غلط پابندیاں:

اللہ تعالیٰ کی رحمت تو بہت وسیع ہے، جہاں بھی کرلیں، جب بھی کرلیں یہاں سب قبول ہے لیکن لوگوں نے اتنی پابندیاں لگا رکھی ہیں کہ تیسرے، دسویں اور چالیسویں دن ہی ہو، مُردے کے گھر پر ہو اور سب لوگ اکٹھے ہو کر ہی کریں اور سب لوگ مل کر ایک ہی چیز پڑھیں۔ جہاں قرآن کریم ختم کرنا ہے وہاں اگر کوئی یہ کہے کہ میں اتنی دیر نفل پڑھ لیتا ہوں یا تسبیح پڑھ لیتا ہوں، اس کا بھی ثواب پہنچے گا لیکن نہیں، اس کی اجازت نہیں۔ سب کو وہی کرنا ہے جو دوسرے کر رہے ہیں۔ اور پھر اللہ بچائے، اللہ بچائے، میں ایک بار اتفاقاً لاعلمی میں ایک ایسی ہی مجلس میں پہنچ گیا جیسے ہی قرآن کریم ختم ہوا ایک شخص گرو بن کر کھڑا ہوا پورا قرآن کریم ختم ہونے کے بعد گرو نے پھر پڑھنا شروع کیا پہلے سورہ فاتحہ پڑھی، پھر سورۂ بقرہ کا پہلا رکوع پڑھا، پھر آخری رکوع پڑھا اور پھر یاد نہیں کہ بیچ بیچ میں سے کیا کیا پڑھا۔ ایک پڑھ رہا ہے۔ دوسرے سن رہے ہیں، وہ امام بنا ہوا ہے دوسرے سب مقتدی بنے ہوئے سن رہے ہیں، اس کے بعد کچھ لمبی لمبی دعائیں پھر کھانا کھلانے کا دور شروع ہو گیا۔

ایصال ثواب کے کھانے کا شرعی حکم:

میں نے کہا کہ اگر یہ دعوت میں ثواب نہیں سمجھ رہے، صرف برادری کے خوف سے

کررہے ہیں تو بھی ناجائز ہے مگر بدعت نہیں اور ثواب سمجھ کر کر رہے ہیں تو یہ بدعت ہے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف اور ان کا مقابلہ ہے، گھر والے کہنے لگے کہ اگر ہم ثواب نہ سمجھتے تو کیوں کرتے؟ ثواب ہی کے لیے تو کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ پھر تو یہ کھلی بدعت ہے اگر آپ اسے کارِ ثواب نہ سمجھتے صرف لوگوں کے خوف سے کرتے تو یہ غیر اللہ کی عبادت ہوتی کہ اللہ سے نہیں ڈرتے، لوگوں سے ڈر رہے ہیں مگر جب آپ یہ بتا رہے ہیں اسے کارِ ثواب سمجھ کر رہے ہیں تو یہ اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ سے بغاوت اور ان کا مقابلہ ہو گیا اس لیے کہ جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ثواب کا طریقہ نہیں بتایا آپ کون ہوتے ہیں اس میں ثواب بتانے والے۔ ایک ناچیز بندہ اور مقابلہ کرے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

اللہ تعالیٰ کی آسانیاں اور بندوں کی پابندیاں:

لِلّٰہ! اپنی جانوں پر رحم کیجیے، کچھ تو سوچیے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے لیے آسانیاں پیدا کریں کہ آپ جب چاہیں جس وقت چاہیں، جہاں چاہیں نفل عبادات کریں اور جس حال میں چاہیں کریں، مجلس میں، بازار میں، گھر میں، دوکان پر، مسجد میں، کہیں بھی ہوں خواہ چل رہے ہوں، بیٹھے ہوں، کھڑے ہوں، لیٹے ہوں، کسی بھی حالت میں ہوں، آپ جو بھی عبادت کریں گے اللہ تعالیٰ کے یہاں سب قبول ہے، اللہ تعالیٰ اس کا ثواب پہنچا دیتے ہیں بس صرف آپ کی نیت کی ضرورت ہے، صرف نیت کر لیجیے کہ اس کا ثواب فلاں کو ملے، مل جائے گا۔ مگر آپ نے تو یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ جب تک سب اکٹھے ہو کر زور نہیں لگائیں گے ثواب نہیں پہنچے گا، مجمع ہو اور ساتھ ساتھ ڈرائیور بھی ہو گارڈ بھی ہو ثواب پہنچانے کے لیے ڈرائیور آگے سے بھی پڑھے، پیچھے سے بھی پڑھے، اِدھر اُدھر سے بھی پڑھے جب ثواب پہنچے گا۔ معاذ اللہ! ویسے گویا اللہ تعالیٰ کو پتا نہیں چلتا۔

شکم پرست جعلی مُلّاؤں کے دھوکے:

اللہ تعالیٰ پیٹ کی جہنم سے حفاظت فرمائیں۔ شکم پرست مُلّاؤں نے اپنا پیٹ پالنے کے لیے عوام کو بڑے فریب دے رکھے ہیں۔ ایصال ثواب میں جو ڈرائیور کی ضرورت ہے یہ بھی سب پیٹ پالنے ہی کا دھندا ہے طرح طرح کی پٹی اور سبق پڑھا رکھے ہیں نہ مُردے کو ثواب پہنچے سوائے مُلّا کے اور نہ مُردے کو غسل دے سکیں سوائے مُلّا کے۔

ایک شکم پرست مُلّا کا قصہ:

ایک صحیح العقیدہ مسلمان کے چچا کا انتقال ہو گیا وہ اپنے چچا کو خود نہلانے لگے دنیوی لحاظ سے بڑے بڑے کارخانوں کے مالک ہیں، کئی کمپنیاں ان کی چل رہی ہیں، بہت اونچے طبقے کے ہیں۔ انہوں نے میت کو خود غسل دیا وہاں ایک قسم کا مُلّا پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ میں نہلاؤں گا، انہوں نے کہا کہ نہیں آپ فکر نہ کریں پیسے میں آپ کو دے دوں گا نہلاؤں گا میں خود۔ لیکن وہ مسلط رہا۔ صاحب خانہ تو خاموشی سے سنت کے مطابق نہلانے میں مشغول تھے اور وہ مُلّا چلا چلا کر پڑھنے لگا اور ایسی ایسی دعائیں جن کا کوئی ثبوت ہی نہیں، اللہ جانے کہاں کہاں سے نکال کر لے آیا تھا۔ انہوں نے بار بار کہا کہ بڑے میاں! آپ کو پیسہ مل جائے گا، آپ آرام سے بیٹھیں، آپ کو محنت کرنے کی ضرورت نہیں، ذرا فارغ ہو جاؤں، آپ کو پیسے دے دوں گا مگر وہ چلا چلا کر پڑھے ہی جا رہا تھا۔ اس کو یہ خطرہ تھا کہ اگر اس نے محنت نہ کی تو پیسہ نہیں ملے گا وہ اپنی محنت کرتا ہی رہا اور جب میت کو قبر میں داخل کیا تو وہاں بھی پھر وہی حرکت شروع کر دی، پھر انہوں نے سمجھایا کہ تجھے پیسے دے دوں گا کیوں اس طرح پریشان کر رہا ہے مگر وہ نقال باز نہ آیا، اگر اس کو پہلے ہی دو چار سو روپے دے دیتے تو خاموش ہو جاتا مگر وہ بیچارے اپنے کام میں مشغول۔ سوچا فارغ ہو کر دے دوں گا مگر اس کو یہی دھن کہ

میں اپنی محنت جتاؤں۔

ایصالِ ثواب میں پیٹ کے پجاری مُلّا نے سمجھا رکھا ہے کہ اگر آپ نے صرف نیت کرلی تو ثواب نہیں پہنچے گا۔ نیت کرنا تو کیا، آپ سارا قرآن پڑھ کر گھنٹوں دعائیں کیوں نہ کرتے رہیں جب تک ڈرائیور نہیں ہوگا ثواب نہیں پہنچے گا، ہاں ڈرائیور لاؤ تو کام بنے گا۔ پھر ڈرائیور کی قیمت بھی بہت بڑی زبردست۔

دوسرے شکم پرست مُلّا کی حکایت:

ایک مسجد میں امام صاحب کو لوگ جمعہ کی رات میں کھانا دیا کرتے تھے کہ وہ ان کے مُردوں کو پہنچا دیا کریں گویا کہ ان کو ایصالِ ثواب کا ڈرائیور بنا رکھا تھا۔ نماز کا بھی ڈرائیور اور ایصالِ ثواب کا بھی۔ ایک بار مسجد میں کچھ مسافر آئے ہوئے تھے لوگ کچھ کھانا ان مسافروں کو دے گئے کہ جب ہمارے مُردوں کی روحیں آئیں تو انہیں کھانا تم ہی دے دینا۔ اب مُلّا جی کو بڑا خطرہ لاحق ہوگیا کہ یہ کام تو بڑا خراب ہوا۔ فجر کی نماز سے قبل دروازے بند کرکے لاٹھی کبھی اِس دیوار پر ماریں، کبھی اُس دیوار پر، لاٹھی مار مار کر نشان ڈال دیے اور چلانا شروع کردیا: ’’نکلو، نکلو! کیا شور مچا رکھا ہے نکلو یہاں سے‘‘ بس لاٹھی سے مار رہے ہیں کبھی دروازوں پر پڑ رہی ہے، کبھی دیواروں پر۔ لوگ آئے دروازہ کھلوایا۔ پوچھا خیر تو ہے؟ کہا کہ روحیں آئی تھیں میں تو پہچانتا تھا کہ کون ہے، تمہارے خاندان والوں کو سب کو جانتا ہوں پرانا مُلّا ہوں، ہر ایک کا ثواب اس کے رشتہ داروں کو پہنچاتا تھا۔ رات کو تم لوگوں نے کھانا مسافروں کو دے دیا وہ ناواقف تھے انہوں نے کھانا صحیح تقسیم نہیں کیا اس لیے روحوں نے مسجد میں آکر رات بھر ہنگامہ مچائے رکھا۔ اب فجر کی نماز کا وقت ہوا تو میں ان کو بھگا رہا تھا، وہ آپس میں لڑ رہی تھیں ہر ایک کہتی تھی یہ میرا ہے، یہ میرا ہے، یہ میرا ہے۔ ان روحوں نے ایک ہنگامہ مچا رکھا تھا میں ان کو مار مار کر بھگا رہا تھا۔ لوگوں نے کہا واقعی بات تو صحیح ہے آیندہ کبھی کسی مسکین و مسافر

وکہ : نہ دیں گے بس آپ ہی کو دیں گے آپ فرداً فرداً سب کو جانتے ہیں۔ پیٹ کی م یہ ساری حرکتیں کرواتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

ایک غلط عقیدہ کی اصلاح:

آخر میں ایک اور غلط عقیدہ کی اصلاح بھی ضروری ہے وہ یہ کہ ایصال ثواب کے لیے جو چیز مسکین کو دی جاتی ہے بعینہ وہی چیز مردوں کو نہیں پہنچتی بلکہ اس کا ثواب پہنچتا ہے۔ عوام کا یہ عقیدہ کہ بعینہ وہی چیز مُردوں کو ملتی ہے یہ غلط ہے۔

بدعات کے ماحول میں وصیت کرنا فرض ہے:

ایک مسئلہ اور سمجھ لیجیے وہ یہ کہ جس خاندان میں ایصالِ ثواب کے غلط طریقے رائج ہیں اگر وہاں کسی کو اصلاح اور توبہ کی توفیق ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اپنے خاندان کے ہر فرد کو وصیت کر دے کہ اس کے مرنے پر ایسی کوئی بدعت ہرگز نہ کی جائے اور ایصال ثواب سنت کے مطابق کیا جائے۔ یہ وصیت کرنا اس پر فرض ہے اگر ایسی وصیت نہیں کی تو اس کے مرنے پر جو بدعات ہوں گی ان کا گناہ اور عذاب اس میت پر بھی ہوگا۔ اور یہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ بڑے سے بڑے کبیرہ گناہ سے بھی بدعت کا گناہ اور عذاب زیادہ ہے۔

ایک عبرت آموز قصہ:

ایک خاتون میرا یہ بیان سن کر بفضلہ تعالیٰ اس قدر متاثر ہوئیں کہ اپنی اولاد کو بہت تاکید سے بار بار وصیت کرتی رہیں کہ دیکھنا میرے مرنے پر تیجا، چالیسواں ہرگز نہ کرنا۔ مزید تاکید کے لیے اصرار کرتی رہیں کہ میری یہ وصیت ٹیپ کر لو کہ میرے مرنے پر دیگیں ہرگز نہ چڑھانا بلکہ جتنا ہو سکے سنت کے مطابق ایصالِ ثواب کرنا۔ جب ان کی اولاد نے بدعات سے بچنے کا پورا اطمینان دلایا تو انہیں سکون ہوا۔ چند روز ہوئے اس خاتون کا انتقال ہو گیا اور بحمد اللہ تعالیٰ کوئی بدعت نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں

اور ان کے اس جہاد کو دوسروں کے لیے بھی ہدایت اور ہمت کا ذریعہ بنائیں۔ ان کی اس ہمت کو دیکھ کر جتنے لوگوں کو بھی ہدایت ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ ان سب کا ثواب اس خاتون کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جائے گا بدعت کے ماحول میں اتباعِ سنت بہت بڑا جہاد ہے۔

یا اللہ! ہمیں اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح محبت عطاء فرما، صحیح عظمت عطاء فرما، صحیح اطاعت عطاء فرما، اتباعِ سنت عطاء فرما۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد
وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰہ رب العالمین.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

العاصی ۱۳۱۶ھ

اللہ تعالےٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے
ہیں تو اُس کو دین میں فہم عطاء فرما دیتے ہیں (صحیح بخاری)

بدعات رمضان

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
نام: ☜ بدعاتِ رمضان
بمقام: ☜ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی
بتاریخ: ☜ ۴ر شوال ۱۴۱۹ھ
بوقت: ☜ بعد نمازِ عصر
تاریخ طبع مجلد: ☜ رجب ۱۴۲۵ھ
مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱
ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰
فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

بدعاتِ رمضان

(۴؍شوال ۱۴۱۹ھ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖٓ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (۵-۵۴)

”اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کردے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر تیز ہوں گے کافروں

پر جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطاء فرمائیں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں بڑے علم والے ہیں۔‘‘

رمضان کی حکمت:

رمضان میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ اس سے اللہ کا بندہ کہلانے والا صحیح طور پر اللہ کا بندہ بن جاتا ہے۔ اللہ کا بندہ تو وہ ہوتا ہے جو اللہ کی ہر نافرمانی سے بچے، جو ہر نافرمانی سے نہیں بچتا وہ کتنے ہی دعوے کرتا رہے مگر وہ اللہ کا نہیں نفس و شیطان کا بندہ ہے۔ وعظ ’’رمضان ماہ محبت‘‘ چھپا ہوا ہے اس میں بہت تفصیل سے یہ بتایا گیا ہے کہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے بچنے بچانے کے کتنے نسخے بیان فرمائے ہیں۔ جو شخص ان نسخوں کو استعمال کرے گا وہ گناہوں سے بچ جائے گا۔

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

رمضان گذرنے کے بعد شوال کے بالکل شروع میں حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک وعظ میرے سامنے آیا جس کا نام ہے ’’تطہیر رمضان‘‘ یعنی رمضان کو گناہوں سے پاک کرنا۔ یہ وعظ ۲۱ رشعبان ۱۳۱۹ ہجری میں ہوا ہے۔ آج سے سو سال پہلے، پوری ایک صدی گذر گئی۔ اسے پڑھ کر ادھر توجہ ہوئی کہ رمضان کے بارے میں بیان تو ہوتے رہتے ہیں، اس کی کیسٹیں بھی ہیں مطبوع وعظ بھی ہے۔ ان سب میں یہی تفصیل ہے کہ رمضان ماہ محبت ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے اور بڑھانے کے نسخے ہیں مگر میں نے کبھی رمضان میں ہونے والے گناہوں کی تفصیل نہیں بتائی کہ رمضان میں یہ یہ گناہ ہوتے ہیں، بہت بڑے بڑے گناہ لوگ ثواب سمجھ کر کرتے ہیں جب تک ان گناہوں کو نہیں چھوڑیں گے اللہ کی محبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے رمضان سے ایک مہینہ پہلے شعبان میں اسی پر بیان فرمایا۔ امت میں

جو درد ہوتے تھے حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وہی نبض پکڑتے تھے اور اسی پر بیان فرماتے تھے، وعظ کا نام بھی دیکھیے کیسا عجیب رکھا ''تطہیر رمضان'' رمضان کو گناہوں سے منکرات سے، بدعات سے پاک کرنا۔

وعظ ضرورت کے مطابق ہونا چاہیے:

جن جن اوقات میں بدعات و منکرات ہو رہے ہوں ان پر وعظ و تنبیہات اسی زمانے میں یا اس سے پہلے قریبی زمانے میں ہونی چاہئیں۔ رمضان کی بدعات و منکرات کے بارے میں لوگ ٹیلیفون پر پوچھتے رہتے ہیں انہیں فرداً فرداً تو بتا تا رہا ہوں کہ یہ ناجائز ہیں لیکن اہتمام سے کسی عام مجمع میں اس پر بیان نہیں ہوا۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ معمول تھا کہ جس زمانے میں جس چیز کی ضرورت ہوتی تھی اس پر بیان فرماتے تھے اسی لیے تو حکیم الامۃ ٹھہرے۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی رحمہ اللہ تعالیٰ دارالعلوم دیوبند میں بہت اونچے استاذ تھے، صحیح مسلم پڑھاتے تھے، میرے بھی استاذ ہیں۔ بہت بڑے عالم تھے، بڑا عالم ہونے کے لیے دیوبند کا نام ہی کافی ہے۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقام بہت بلند تھا بہت بلند، پڑھانے کا طریقہ ایسا سلیس، تقریر ایسی بہترین کہ جو بیان فرماتے تھے بات دلوں میں اترتی چلی جاتی تھی انداز بیان کی خوبی کے ساتھ چہرے پر دلکش مسکراہٹ، بہت عجیب شخصیت تھے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ انہوں نے سبق کے دوران حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں فرمایا میں ان کے وعظ کے سوا کسی عالم کے وعظ میں ہرگز نہیں جاتا صرف ان کے وعظ میں جاتا ہوں۔ حالانکہ عمر کا کوئی زیادہ فرق نہیں ہوگا پھر ان کا منصب بھی اتنا بڑا کہ دارالعلوم دیوبند کے چوٹی کے اساتذہ میں سے تھے۔ مسند دارالحدیث پر بیٹھنے والے اور پھر وہاں حدیث کے طلبہ کئی کئی سو ہوتے تھے اتنے بڑے مجمع میں اعتراف کر رہے

ہیں کہ میں صرف ان کا وعظ سننے جاتا ہوں اس لیے کہ وہ ایسی چیزیں بیان فرماتے ہیں جن کی ضرورت ہوتی ہے، امت میں جو درد ہوتا ہے جو روگ ہوتا ہے اس کی نبض پکڑتے ہیں اس کو ٹھیک کرتے ہیں جبکہ دوسرے علماء ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہتے ہیں ضرورت کی چیزیں بیان نہیں کرتے۔

دوسروں تک بات پہنچانے کا طریقہ:

ایک بات اور سمجھ لیں تاکید کیا کرتا ہوں، فون پر لوگوں کو بتاتا رہتا ہوں اور آپ سب لوگوں کو پھر تاکید کرتا ہوں اس پر عمل کریں دوسروں کو بھی بتائیں وہ یہ کہ بعض مسائل ایسے بتائے جاتے ہیں کہ دوسرے لوگ انہیں نہیں مانتے کبھی تاویلیں کرتے ہیں اور کبھی میرے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ تو بڑا سخت ہے، ان کے سامنے میرا نام نہ لیا کریں بلکہ انہیں یہ بتایا کریں کہ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ’’بہشتی زیور‘‘ میں لکھا ہے۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ’’اصلاح الرسوم‘‘ میں لکھا ہے۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ’’امداد الفتاویٰ‘‘ میں لکھا ہے، ان کا نام لیں کیونکہ اگر میرا نام لیتے ہیں تو لوگ یہی کہتے ہیں کہ یہ تو بڑا سخت ہے۔ کوئی ان لوگوں سے یہ پوچھے کہ سخت کا کیا مطلب ہے؟ میں تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں بتاتا ہوں، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ ورسول بہت سخت ہیں۔ میں کوئی اپنی طرف سے باتیں تھوڑا ہی بناتا ہوں، میں باتیں بناتا نہیں بتاتا ہوں، اپنے اللہ کے قوانین بتاتا ہوں۔

حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی استقامت کے دو قصے:

ذرا آج حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کچھ حالات بھی سن لیجیے زیادہ نہیں صرف دو قصے آپ کی استقامت کے سناؤں گا تاکہ کچھ سمجھ لیں کہ کون تھے حکیم الامۃ۔ یاد رکھیے اور دوسروں کو بھی پہنچائیے۔

۱ بھتیجی کی شادی:

آپ کی بھتیجی کا نکاح تھا کسی دوسرے شہر میں نہیں وہیں تھانہ بھون میں۔ آپ بھائی کو بتائے بغیر بارات آنے سے پہلے تھانہ بھون چھوڑ کر قریب میں کوئی گاؤں تھا بھینسانی وہاں چلے گئے اور کسی سے کہہ دیا کہ اگر بھائی مجھے ڈھونڈیں تو انہیں بتا دیں کہ وہ کہیں چلا گیا ہے۔ حالانکہ اس شادی میں کوئی منکرات وخرافات وغیرہ نہیں تھیں شاید محض یہ بات ہو کہ اتنی بڑی بارات کیوں آ رہی ہے، شادی کے لیے تو ایک آدمی بھی کافی ہے۔ میری شادی کیسے ہوئی انوار الرشید میں آپ لوگوں نے پڑھا ہی ہوگا ہو سکتا ہے کہ بعض لوگوں نے نہ پڑھا ہو تو چلیے سن لیجیے۔ میری بارات میں ڈھائی آدمی تھے ایک تو میں، ویسے تو مجھے بارات میں شمار کرنا صحیح نہیں کیونکہ دولہا تو بارات میں شمار نہیں کیا جاتا، اس لیے بارات میں کل ڈیڑھ آدمی ایک حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک چھوٹا بھائی وہ چونکہ نابالغ تھے اس لیے انہیں آدھا شمار کر رہا ہوں۔ آپ بتائے بغیر بھینسانی تشریف لے گئے۔ بھائی نے تلاش کروایا تو وہ کہیں مل ہی نہیں رہے۔ قریب قریب جو گاؤں تھے وہاں آدمی بھیجے ان میں سے کوئی بھینسانی بھی پہنچ گیا تو حضرت نے اس سے فرمایا کہ بھائی سے جا کر کہہ دو کہ زندہ ہوں صحیح سلامت ہوں جب بارات واپس چلی جائے گی میں آ جاؤں گا۔ بارات کے جانے کے بعد آپ واپس تشریف لے آئے، یہ ہیں حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۲ ختنے کی رسم:

کسی کے ہاں ختنے کی رسم تھی۔ اس نے ختنے کی دعوت دی اور دھوکہ دینے کے لیے یہ ظاہر کیا کہ ایسے ہی اکابر علماء دیوبند کی دعوت کر رہے ہیں۔ دیوبند کے بڑے بڑے اساتذہ اس دعوت میں تشریف لے گئے۔ حضرت حکیم الامۃ جب وہاں پہنچے تو دستور کے مطابق ڈھنڈورا پیٹنے کی آواز آئی کہ ختنے کی دعوت ہے، حضرت تصنیف کا کام ساتھ

لے گئے تھے اور احتیاطاً لالٹین بھی اپنی ساتھ لے لی تھی جیسے ہی یہ سنا کہ یہ ختنے کی دعوت ہے کسی کو بتائے بغیر لالٹین اٹھائی اور چل پڑے۔ رات کا وقت اور راستہ بھی کیسا کہ فصلوں میں سے، ایسے مشکل اور پر خطر رستے سے گزرتے ہوئے ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے ٹکٹ لیا اور سوار ہو کر سیدھے تھانہ بھون۔

بات ہو رہی تھی حضرت حکیم الامۃ کے وعظ ''تطہیر رمضان'' کی اس وعظ میں ختم قرآن کے موقع پر مٹھائی تقسیم کرنے کی بدعت کے بارے میں فرمایا کہ یہ بری رسم اور بدعت اتنی جڑ پکڑ گئی ہے اتنی گہری اتر گئی ہے کہ علماء خواص اور عوام سب مل کر اس کو ختم کرنے کی پوری کوشش کریں تو پچاس سال سے پہلے ختم نہیں ہوگی اس کو ختم کرنے میں کم سے کم پچاس سال لگیں گے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ سب مل کر اسے ختم کرنے کی کوشش کریں تو بھی کم سے کم پچاس سال لگیں گے، سوچنے کی بات یہ ہے کہ اب تو سو سال ہو گئے، سو سال میں ختم ہونے کی بجائے اور بڑھ گئی اس کی وجہ کیا ہے؟ اس وجہ کو جتنا سوچیں گے اسی قدر ہدایت ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے تو یہ فرمایا کہ سب مسلمان عوام و خواص اسے ختم کرنے پر لگ جائیں تو پچاس سال لگیں گے، لیکن ختم کرنے پر لگے ہی نہیں۔ آپ بتائیں آپ نے کسی مولوی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ رسم بدعت ہے اس کو ختم کریں۔ میرا خیال ہے کہ اگر اس زمانے کے مولویوں سے کوئی کہے کہ یہ کام بدعت ہے ناجائز ہے، اسے چھوڑنا چاہیے تو وہ اس کے پیچھے پڑ جائیں گے کہ ارے یہ کہاں سے نکل آیا یہ تو بڑا سخت ہے عجیب عجیب باتیں نکالتا رہتا ہے، پاگل ہے، اس کی بات تو ماننا ہی نہیں چاہیے، عام طور پر مولوی لوگ شاید ایسے ہی کہیں گے، اللہ تعالیٰ ہدایت دیں۔

اس سے پہلے مجھے عام خطاب کے ذریعہ اس بدعت کی اصلاح کی طرف توجہ اس لیے نہ ہوئی کہ مجھے اس بدعت کے اس قدر عام ہونے کا علم ہی نہ تھا۔ ہماری آنکھ جس ماحول میں کھلی اس میں اس بدعت کا کوئی نام ونشان نہیں تھا پھر ذرا ہوش سنبھالنے پر

زندگی مدارس دینیہ میں گذری وہاں بھی اس بدعت کا کوئی وجود نہ تھا ؎

یہی فردوس ہے جس میں ہوئی ہے ابتدا میری
اسی فردوس میں ہو یا الٰہی انتہا میری

وعظ ”تطہیر رمضان“ جب نظر سے گذرا تو مجھے خیال ہوا کہ اگرچہ اب اس کا موقع تو گزر گیا یہ بیان ہونا چاہیے تھا شعبان یا رمضان میں مگر اللہ تعالیٰ نے یہ بات دل میں ڈال دی کہ رمضان میں ہونے والے کبیرہ گناہ جنہیں لوگ ثواب سمجھ کر کر رہے ہیں ان کی تفصیل بتائی جائے تاکہ آئندہ کے لیے شاید کسی کو ہدایت ہو جائے۔ رمضان میں جن فسادات کا بیان کروں گا ان میں سے اکثر تو بدعات ہی ہیں لیکن بعض بدعات نہیں صرف رسوم قبیحہ ہیں تغلیباً اس بیان کا نام ”بدعات رمضان“ رکھ دیا ہے۔

ارتداد کے درجات:

بیان کے شروع میں جو آیت میں نے پڑھی ہے اس کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ارتداد کا ذکر ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ

ارتداد کے لغوی معنی ہیں کسی بات سے پھر جانا۔ اس ارتداد کے مختلف درجات ہیں:

پہلا درجہ:

عام کافر، کافروں کے گھروں میں جو پیدا ہوئے وہ اس معنی میں مرتد ہیں کہ وہ قول سے پھر گئے۔ ازل میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے جو عہد لیا تھا:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط (۷-۱۷۲)

”کیا میں تمہارا رب نہیں؟“

سب نے بلا سوچے سمجھے، بلا تاخیر یک زبان ہو کر کہا: بَلٰى ”ہاں ہاں تو ہمارا رب ہے“ یہ کہہ کر اللہ کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ دنیا میں بھی اگر کسی بادشاہ کی حکومت کو تسلیم کیا

جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ صرف زبان سے یہ اقرار کرتے رہیں کہ آپ بادشاہ ہیں ہم آپ کی حکومت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اس بادشاہ کے بنائے ہوئے قوانین پر اس کے احکام پر بالکل عمل نہ کریں، اسے حکومت کو تسلیم کرنا نہیں کہتے، حکومت کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تیرے ہر حکم کو مانیں گے کسی بھی حکم کے خلاف نہیں کریں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی جتنی بھی اولاد قیامت تک پیدا ہوگی سب نے اللہ تعالیٰ سے یہ اقرار کیا ہے کہ یا اللہ! تو ہمارا رب ہے ہم تیرا ہر حکم مانیں گے پھر جب دنیا میں آئے تو کافروں کے ہاں پیدا ہونے والے اپنے ماں باپ وغیرہ کے اثر سے کافر ہوگئے، اس طرح اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا وہ اس سے پھر گئے اس لحاظ سے وہ بھی مرتد ٹھہرے۔

دوسرا درجہ:

مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے اس کے بعد انہوں نے اسلام سے انکار کر دیا، اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لیا یا لا مذہب ہوگئے دہریہ وغیرہ بن گئے۔ اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائیں۔

تیسرا درجہ:

اسلام سے تو انکار نہیں کرتے مگر اسلام کا معنی، مطلب، مفہوم اپنی طرف سے گھڑ لیا۔ جو مطلب اور مفہوم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اس کو چھوڑ کر الحاد کیا اپنی طرف سے کچھ مطلب بنا لیے یہ بھی مرتد ہیں۔ انہیں ''زندیق'' کہتے ہیں جیسے شیعہ، قادیانی، آغا خانی، منکرین حدیث، ذکری وغیرہ۔ یہ لوگ خود کو مسلمان کہتے ہیں، مسلمان کہلاتے ہیں مگر درحقیقت مسلمان نہیں اسلام کے عقائد کے منکر ہیں یہ بھی مرتد ٹھہرے کہ جو قول وقرار کیا تھا اس سے پھر گئے۔ یہ لوگ دوسرے کفار و مرتدین سے بدتر ہیں یہ بدترین کفار ہیں سزا کے معاملہ میں بھی ان کا حکم دوسرے کفار و مرتدین سے مختلف ہے کہ گرفتاری کے

بعد ان کی توبہ قبول نہیں انہیں قتل کر دینے کا حکم ہے جب کہ دوسرے کفار و مرتدین کی گرفتاری کے بعد بھی توبہ قبول کی جاتی ہے۔

چوتھا درجہ:

توحید و رسالت میں تو دخل اندازی نہیں کی، الحاد نہیں کیا مگر دوسرے احکام میں انہوں نے بھی الحاد کیا جیسے بدعتی لوگ وہ بھی اسلام میں تحریف کرتے ہیں۔ اسلام سے انکار نہیں کر رہے لیکن اسلام کے احکام جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ان میں پیوندکاری شروع کر دی اس پر بہت تفصیل سے بیان ہوتے ہی رہتے ہیں کہ بدعتی کا گویا خیال یہ ہوتا ہے کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں کا پتا ہی نہیں چلا ان پر الگ سے کوئی فرشتہ نازل ہوتا ہے، ان پر تو شیطان نازل ہوتا ہے۔ اس معنی میں یہ بھی مرتد ٹھہرے۔

پانچواں درجہ:

اگر کسی کے عقائد بالکل صحیح ہوں توحید و رسالت کا بھی در پردہ انکار نہیں کیا، بدعتی بھی نہیں مگر ویسے گناہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتا ہے، ڈاڑھی منڈاتا کٹاتا ہے، عورتیں پردہ نہیں کرتیں اور مرد ٹخنے ڈھانکتے ہیں یا ٹی وی وغیرہ دیکھتے ہیں ایسے ایسے جو گناہ کرتے ہیں لغوی معنی کے اعتبار سے یہ بھی مرتد ہیں۔ بات وہی ہے ہر مرحلہ میں یاد رکھیے ارتداد کے معنی ”قول و قرار سے پھر جانا“ ازل میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اقرار کیا کہ یا اللہ! ہاں تو ہمارا رب ہے تیری ہر بات مانیں گے، اس کے بعد جب مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے پھر اللہ کی ربوبیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار نہیں کیا قبول کر لیا کہ ہم مسلمان ہیں مسلمان کے معنی ”تابع ہو کر رہنے والا“ دوبارہ اقرار کر لیا کہ یا اللہ! تیرے ہر حکم کے تابع رہیں گے، اس کے بعد ذرا ہوش سنبھالا تو کلمۂ شہادت پڑھنے لگے مجبور ہو کر نہیں کسی غلط فہمی سے نہیں سوچ سمجھ کر یہ

کلمہ پڑھا تو تیسری بار پھر یہ اقرار کرلیا کہ یا اللہ! ہم تیرے بندے بن کر رہیں گے۔ لا الٰہ الا اللہ کے معنی یہ ہیں کہ حکومت صرف تیری ہے، تیرے حکم کے مقابلہ میں ہم کسی کا حکم نہیں مانیں گے نہ نفس کا، نہ شیطان کا، نہ کسی حاکم کا، نہ کسی رشتہ دار کا، نہ کسی دوست کا، کوئی قوت، کوئی عظمت، کوئی محبت، کوئی تعلق تیرے حکم کے مقابلے میں آجائے تو ساری دنیا کو ٹھکرادیں گے صرف تیرے بندے بن کر رہیں گے۔ یہ معنی ہیں لا الٰہ الا اللہ کے۔ یا اللہ! تو نے مسلمانوں کے گھروں میں پیدا فرمایا یا اللہ! تو نے لا الٰہ الا اللہ کہنے کی توفیق عطا فرمائی تیری اس رحمت کے صدقہ سے تجھ سے دعاء کرتے ہیں کہ یا اللہ! تو اس کلمہ کا مطلب اور اس کی حقیقت ہم سب کے دلوں میں صحیح معنوں میں اتار دے، اپنی مرضی کے مطابق مسلمان بنادے۔

یہ پانچ قسمیں ہیں مرتد کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ارشادات میں ایسے لوگوں کو بھی کافر فرمایا ہے جو ویسے اصطلاحی معنی میں کافر نہیں مسلمان ہی ہیں مگر مسلمانوں کے بعض کاموں کے بارے میں فرمایا کہ یہ کفر ہے اور بعض مسلمانوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ کافر ہیں، مثال کے طور پر فرمایا جس نے نماز قصداً چھوڑ دی خواہ ایک نماز ہی کیوں نہ چھوڑی ہو **فقد کفر**. **قد** پکی بات **کفر** صیغۂ ماضی وہ بھی تحقق کے لیے، پکی پکی بات یہ ہے کہ جس نے ایک نماز چھوڑ دی وہ کافر ہوگیا حالانکہ مسئلہ تو یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہوتا، یہاں بات وہی ہے جیسے میں نے ارتداد کے بارے میں بتایا کہ ارتداد کے کئی درجات ہیں اسی طرح کفر کے بھی کئی درجات ہیں۔ اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ایک باب رکھا ہے: **باب کفر دون کفر**. جس کا مطلب یہ ہے کہ کفر کے کئی درجات ہیں۔ بعض کفر تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب کوئی وہ کفریہ کام کرتا ہے تو وہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے اس کے احکام مسلمانوں جیسے نہیں رہتے اور بہت سے کفر ایسے ہیں جو ہیں تو کفر لیکن ان کا ارتکاب کرنے والا اسلام سے خارج نہیں ہوتا اس کا نکاح مسلمانوں میں کیا جائے گا، نماز جنازہ پڑھی

جائے گی، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور وراثت بھی مسلمانوں میں جاری ہوگی۔ اسلام سے خارج نہیں مگر کسی درجہ کا کافر وہ بھی ہے، دراصل کفر کے معنی ہیں ''ناشکری'' اور اللہ تعالیٰ کی چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی بھی اس کی ناشکری ہے غرضیکہ ارتداد اور کفر اصطلاحی کفر سے لے کر ہر چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو شامل ہیں اور ہر قسم کے گناہوں سے بچنا اسی وقت ممکن ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت کامل درجہ میں موجود ہو، فرمایا:

فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ

محبت کا معیار کیا ہے کون سی محبت اللہ کے ہاں قبول ہے وہ جو اس کی نافرمانیاں چھڑوا دے پھر آگے اپنے محبوب بندوں کی حالت بیان فرمائی:

اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ

مؤمنین کاملین پر مہربان اور کافرین، فاسقین پر سخت۔ آگے پھر اس کی تشریح فرمائی کہ وہ کافرین اور فاسقین پر کیسے سختی کرتے ہیں:

یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

یہ ہر قسم کے جہاد کو شامل ہے۔ مختلف قسم کی برائیوں کو ختم کرنے کے لیے جو طریقہ بھی ضروری ہوتا ہے اسے اختیار کرتے ہیں اور پھر لوگوں کو برائیوں سے روکنے کے بارے میں ان کا حال یہ ہے:

وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ

وہ لوگوں کو برائیوں سے روکنے میں کسی کی بھی کوئی پروا نہیں کرتے ان کے دلوں میں بس ایک ہی لگن ہوتی ہے کہ اللہ کی زمین سے فتنہ وفساد ختم کر کے امن قائم کیا جائے اور امن صرف اور صرف اسلام میں ہے۔

یہاں اس وضاحت کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو آیت کا بیان سے ربط معلوم ہو جائے کسی کو یہ اشکال نہ ہو کہ آیت تو ارتداد کے بارے میں ہے جب کہ بیان میں ارتداد کی

بجائے بدعات و منکرات کا ذکر ہے۔ بہت سے لوگوں کو یہ تعجب ہوتا ہوگا خاص طور پر علماء کو کہ یہ آیت کوئی پڑھ دیتا ہے حدیث کوئی پڑھ دیتا ہے بیان کچھ اور ہوتا رہتا ہے اس کی وجہیں دو ہیں:

① بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ میں جو بیان کرنا چاہتا ہوں اسی کے مطابق آیت پڑھتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ دل میں باتیں کچھ اور ڈال دیتے ہیں اس لیے کہ جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد بیان سے پہلے یہ دعاء کیا کرتا ہوں کہ یا اللہ! وہ باتیں کہلوا دے جو پوری امت کے لیے نافع ہوں پہلے دعاء کیا کرتا تھا کہ یا اللہ! حاضرین کے نفع کی باتیں کہلوا دے لیکن اب جب سے یہ دیکھ رہا ہوں کہ اللہ کی رحمت سے میری آواز کیسٹوں کے ذریعہ، کتابوں کے ذریعہ پوری دنیا میں پہنچ رہی ہے جہاد کے علم بردار ''ضرب مؤمن'' کی ضربات بھی پوری دنیا میں خوب خوب لگ رہی ہیں تو اب ادھر توجہ ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ایک چھوٹی سی آواز کو پوری دنیا کے کونے کونے میں، چپے چپے میں پہنچا رہے ہیں تو اب میں صرف حاضرین کے نفع کی دعاء کیوں کروں؟ اس لیے اب یوں دعاء کرتا ہوں کہ یا اللہ! تیرے علم میں پوری امت کے لیے جو باتیں نافع ہوں وہ میرے دل میں ڈال دے، میری زبان سے کہلوا دے، آیت میں وہ پڑھتا ہوں جس پر بیان کا ارادہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ دل میں کچھ اور ڈال دیتے ہیں تو بیان کا رخ اس جانب مڑ جاتا ہے اور جو بات شروع ہوئی تھی وہ ادھوری رہ جاتی ہے۔

② کبھی یوں ہوتا ہے کہ جو آیت میں بیان کے شروع میں پڑھتا ہوں اس میں وہ مضمون ہوتا ہے جو بیان کرنا چاہتا ہوں بات اسی کے بارے میں ہوتی ہے مگر عوام تو عوام خواص اور علماء کو بھی پتا نہیں ہوتا کہ اس آیت سے میں نے یہ مضمون کیسے نکالا؟ جب تک میں اس کی وضاحت نہ کروں کہ اس آیت کا بیان سے کیا تعلق ہے اس وقت تک لوگوں کو پتا نہیں چلتا۔ اسی طرح اس بیان کے شروع میں بھی میں نے جو آیت پڑھی ہے ہوسکتا ہے اس کے بارے میں بعض لوگوں کو یہ خیال ہو کہ یہ بیان تو بدعات

ومنکرات کے بارے میں ہے پھر ارتداد کی آیت کیوں پڑھی اسی لیے میں نے وضاحت کردی کہ جو گناہ بھی ہو جس نوعیت کا ہو وہ ارتداد میں داخل ہے۔ اس بیان میں صرف ان گناہوں کے بارے میں بتاؤں گا جن کا تعلق رمضان سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تفصیل اپنی مرضی کے مطابق کہلوادیں اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمادیں اور قیامت تک صدقہ جاریہ بنائیں اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔

رمضان میں گناہوں کی کثرت:

رمضان میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ عام دنوں میں جو گناہ ہوتے ہیں لوگ ان سے بھی تائب ہو جاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (۲-۱۸۳)

> ”اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس توقع پر کہ تم متقی بن جاؤ۔“

یہ مضمون بہت تفصیل سے وعظ ”رمضان ماہ محبت“ میں آچکا ہے کہ رمضان میں گناہ چھڑانے کے نسخے ہیں۔ اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ جو گناہ پہلے سے کر رہے ہیں رمضان میں سارے کے سارے چھوٹ جاتے مکمل طور پر اللہ کے بندے بن جاتے مگر وہ گناہ چھوٹنے تو رہے الگ رمضان میں عام دنوں کی بنسبت زیادہ گناہ کرتے ہیں، الٹا ریورس گیئر لگ جاتا ہے۔ رمضان میں جو گناہ ہوتے ہیں وہ دوسرے گناہوں کی بنسبت زیادہ بڑے گناہ ہیں۔ ان گناہوں کے زیادہ بڑے اور زیادہ خطرناک ہونے کی وجوہ یہ ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رمضان گناہوں سے بچنے کا نسخہ ہے۔ یہ ایک نسخہ نہیں اس میں کئی نسخے ہیں پھر بھی جو انسان گناہ نہیں چھوڑتا بلکہ پہلے سے زیادہ گناہ کرتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہا ہے کتنی بڑی بغاوت ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرمارہے ہیں کہ رمضان

میں تمہارے گناہ چھوٹ جائیں گے لیکن یہ اور زیادہ گناہ کر کے گویا اللہ تعالیٰ کو تحدی (چیلنج) کر رہا ہے کہ تو کہتا ہے گناہ چھوٹ جائیں گے ہم تو اور زیادہ بغاوت کر رہے ہیں۔

② مبارک مہینے میں جیسے عبادات کا ثواب زیادہ ایسے ہی مبارک مہینے میں گناہوں کا عذاب بھی زیادہ ہوگا۔

③ رمضان میں لوگ جو گناہ کرتے ہیں ان کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اس کا گناہ تو بہت ہی بڑا بہت ہی بڑا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی بدعت کا گناہ بڑے سے بڑے گناہ سے زیادہ ہے۔ بدعت بہت بڑا جرم ہے کیونکہ:

① بدعتی اپنے علم کو اللہ کے علم سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علم سے ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے علم سے زیادہ سمجھتا ہے۔ کسی کو پتا نہیں تھا کہ یہ ثواب کے کام ہیں اسے پتا چل گیا۔

② یہ متوازی حکومت بنانا ہے۔ کسی حکومت کے مقابلے میں کوئی اپنی حکومت قائم کر لے تو یہ باغی ہے اور باغی کی سزا موت ہے۔ ویسے کوئی کتنے بڑے گناہ کرے، کسی حکومت کی نافرمانیاں کرے مگر اس کے مقابلہ میں متوازی حکومت نہ بنائے تو ہو سکتا ہے کہ حکومت کبھی اسے معاف کر دے لیکن جو شخص کسی حکومت کے مقابلہ میں اپنی حکومت قائم کرنا چاہے وہ تو کسی حال میں بھی قابل معافی نہیں ہوتا۔ یہ بدعتی لوگ جو اپنی باتیں گھڑ گھڑ کر دین میں داخل کر رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں اللہ کی حکومت کے مقابلہ میں اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

آج کے مسلمان کے خود ساختہ اعمال کی حقیقت:

آج ایک کلیہ، ایک اصول بتا دوں اس کے بارے میں جتنا زیادہ غور کریں گے بات دلوں میں اترے گی۔ یا اللہ! جو بات میں اب کہنے لگا ہوں اسے سننے والوں کے دلوں میں اور جہاں تک میری یہ بات پہنچے ان سب کے دلوں میں اتار دے۔ یہ بات

خوب خوب سوچئے کہ جو اعمال، جو عبادات شریعت سے ثابت نہیں لیکن آج کا مسلمان انہیں ثواب سمجھ کر رہا ہے ان کے پس پشت دو چیزیں ہوتی ہیں:

① کھانے پینے کا دھندا، جہاں بھی کوئی کام کرے گا تو پیٹ سامنے ہوتا ہے پیٹ۔

② شہرت اور نام ونمود۔

آپ جہاں بھی دیکھیں گے جہاں بھی جتنی بدعتیں ہیں ان میں یہ دونوں چیزیں یا دونوں میں سے ایک ضرور ہوگی۔ ان میں سے پہلی جو ہے کھانے پینے کا دھندا وہ حب مال کا شعبہ ہے اور نام ونمود حب جاہ ہے۔ حب جاہ اور حب مال یہ دونوں چیزیں انسان کو گمراہ اور تباہ کر رہی ہیں دونوں کے مجموعے کا نام ہے حب دنیا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (۳۱-۳۳)

”دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا:

حب الدنیا رأس کل خطیئة (بیہقی)

”ہر گناہ کی بنیاد حب دنیا ہے۔“

رمضان میں ہونے والے گناہوں کی فہرست:

اب رمضان میں ہونے والے گناہوں کی فہرست گنواؤں گا ایک ایک میں سوچتے جائیں کہ یہ دونوں خرابیاں یا دونوں میں سے ایک تو ضرور ہوگی۔ پہلے فہرست سنیے پھر ایک ایک کر کے تفصیل ہوتی رہے گی۔

① قاری اور سامع کی اجرت۔

② تراویح کی متعدد جماعتیں۔

③ خواتین کا مسجد میں جانا۔

④ عورتوں کی جماعت۔

⑤ شبینہ۔

⑥ چند روزہ ختم۔

⑦ ستائیسویں رات میں ختم۔

⑧ لیلۃ القدر کی وضاحت۔

⑨ بسم اللہ پڑھنا۔

⑩ تکرار سورۃ اخلاص۔

⑪ مفلحون پر ختم کرنا۔

⑫ تراویح کے بعد مروج دعاء۔

⑬ ختم قرآن کے موقع پر چراغاں کرنا۔

⑭ مٹھائی تقسیم کرنا۔

⑮ روزہ کشائی۔

⑯ افطار پارٹی۔

⑰ مسجد میں کھانے لانا۔

⑱ لیلۃ الجائزۃ۔

⑲ چاند کے حساب کے غیر شرعی طریقے۔

⑳ عید سے پہلے میٹھی چیز کھانا۔

㉑ سویاں پکانے کا التزام۔

㉒ سویوں کا مبادلہ۔

㉓ نماز عید یا خطبہ کے بعد دعاء۔

㉔ نماز عید کے بعد مصافحہ و معانقہ۔

㉕ عید مبارک کہنا۔

(۲۶) عیدی لینا دینا۔

(۲۷) عید پر نیا جوڑا اپنانا۔

(۲۸) شش عید منانا۔

۱ قاری اور سامع کی اجرت:

رمضان کے گناہوں میں سب سے پہلا گناہ یہ کہ حافظ اور سامع کو تراویح میں قرآن مجید سنانے کے لیے معین کرتے ہیں تو کبھی تو ان کی اجرت معین کر دیتے ہیں اور کبھی بلا تعیین خدمت کے نام سے اُجرت دیتے ہیں، یہ دونوں طریقے ناجائز ہیں۔ قرآن مجید سننا سنانا خالص عبادت ہے اس پر اُجرت لینا دینا دونوں حرام بہت سخت گناہ ہے۔

اشکال:

اس پر اشکال ہوسکتا ہے کہ امام بھی تو عبادت کرتا ہے نماز پڑھانا عبادت ہے، مؤذن جو اذان دیتا ہے وہ بھی عبادت ہے، مسجد کا خادم خدمت کرتا ہے وہ بھی عبادت ہے، معمار جو مسجد کی تعمیر کا کام کرتا ہے وہ بھی عبادت ہے، مدارس دینیہ میں علماء جو پڑھاتے ہیں وہ بھی عبادت ہی کرتے ہیں بلکہ یہ تو سب عبادتوں سے بڑی عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین امت کو سکھائے جائیں، علم دین کی تعلیم دی جائے یہ سب سے بڑی اور بنیادی عبادت ہے تو کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ مولوی لوگ مسئلہ ایسے ہی بتاتے ہیں اپنے لیے تو ہزاروں ہزاروں تنخواہیں جائز کر رکھی ہیں لے بھی رہے ہیں غٹ غٹ کھا بھی رہے ہیں اور بچارے قاری صاحب اور سامع صاحب گیارہ مہینے تو انتظار کرتے رہے کوئی اچھی سی مسجد مل جائے، بڑے بڑے سیٹھوں کی کوئی مسجد مل جائے، گیارہ مہینے وظیفے پڑھتے رہے کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے۔

کوئی آ پھنسے:

گاؤں میں ایک عطائی حکیم صاحب تھے۔ عطائی اس حکیم کو کہتے ہیں جس نے کہیں

سے باقاعدہ علم طب کی سند نہ لی ہو بلکہ یوں ہی ادھر ادھر سے نسخے معلوم کر کے بیٹھ گئے ایک تندرست ہوا تو دس مارے جیسے ایک حکیم صاحب کا قصہ ہے کہ جب قبرستان کے قریب سے گذرا کرتے تو سر پر رومال لے کر سر کو جھکا کر جلدی سے گذر جاتے تھے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ قبرستان میں جو دفن ہیں اکثر میرے ہی مارے ہوئے ہیں اس لیے شرم کی وجہ سے اوپر رومال لے کر گردن جھکا کر جلدی سے گذر جاتا ہوں۔ گاؤں میں جو حکیم صاحب تھے ان کے پاس کبھی کبھی کوئی پھنس جاتا تھا۔ کبھی کبھی پھنسنے کی وجہیں دو ہیں ایک وہی کہ عطائی تھے باقاعدہ حکیم نہیں تھے۔ دوسری بڑی بات یہ کہ گاؤں کے لوگ کم بیمار ہوتے ہیں، اس لیے کہ وہ مرغن غذائیں نہیں کھاتے غذا سادہ ہوتی ہے اور بار بار نہیں کھاتے ہر وقت چرتے نہیں رہتے۔ ورزش بہت کرتے ہیں، ان کے کام ایسے محنت کے ہوتے ہیں کہ جو کچھ کھاتے ہیں ہضم ہو جاتا ہے اس کے برعکس شہر کے لوگ سارا دن چرتے رہتے ہیں۔ بچہ کو پیدا ہوتے ہی یہ سکھایا جاتا ہے کہ اللہ نے تجھے چرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ پیتے رہو، کھاتے رہو، نکالتے رہو سارا دن اس کو چراتے رہتے ہیں کبھی بسکٹ دے دیا کبھی ٹافی دے دی کبھی دودھ دے دیا، کبھی کچھ دے دیا، کبھی کچھ دے دیا۔ شروع ہی سے بچوں کو ایسی عادت ڈال دیتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کھانے پینے کے لیے ہی پیدا کیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے:

خوردن برائے زیستن است نہ زیستن برائے خوردن

کھانا اس لیے ہے کہ زندہ رہ سکیں اور زندہ اس لیے رہیں کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت کو قائم کرنا ہے۔ آج کل لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کھانے پینے کے لیے بھیجا ہے کہتے ہیں یہ زندگی کھانے کے لیے ہے، حالانکہ کھانا زندہ رہنے کے لیے ہے۔ لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ ہر وقت کہیں نہ کہیں آنا جانا رہتا ہے اور کوئی کام نہ ہو تو بھی کھانے پینے کے لیے چلے جاتے ہیں جس وقت بھی جہاں بھی

جاتے ہیں چائے بسکٹ تو لازم ہیں بلکہ یہ تو پرانی بات ہوگئی اب تو کچھ اور بھی ترقی کر گئے ہیں ہر پانچ دس منٹ کے بعد ادھر گئے بسکٹ چائے ادھر گئے بسکٹ چائے رات کے بارہ بجے تک یہی ہوتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے تو رات بنائی ہے اس لیے کہ مغرب کے بعد متصل کھانا کھا کر پھر عشاء کی نماز پڑھ کر سو جائیں اور صبح صادق سے تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹہ پہلے اُٹھ جائیں اور یہ آج کل کا مسلمان عام انسان تو چھوڑیے آج کل کا مسلمان الو کا کام کرتا ہے۔ یہ جب فجر کی نماز پڑھ کے سوتا ہے تو دن کے گیارہ بارہ بجے اٹھتا ہے دن کو سونا تو الو کا کام ہے۔

گاؤں کے لوگ اگر چہ خوراک زیادہ کھاتے ہیں مگر چونکہ محنت بہت کرتے ہیں اس لیے وہ ہضم ہو جاتی ہے اور نہ تو بار بار کھاتے ہیں نہ ہی مرغن غذائیں کھاتے ہیں اس لیے بیمار کم ہوتے ہیں اور اگر کوئی بیمار ہوا بھی تو وہ لوگ علاج میں غلو نہیں کرتے ان کا توکل کچھ زیادہ ہوتا ہے کبھی علاج کرتے بھی ہیں تو سونف اجوائن وغیرہ کھا لیتے ہیں اسی سے ٹھیک ہو جاتے ہیں حکیم ڈاکٹر کے پاس بہت کم جاتے ہیں۔

بات ہو رہی تھی حکیم صاحب کی، وہ حکیم صاحب تسبیح بہت پڑھتے تھے۔ بظاہر نیک تھے اللہ تعالیٰ ان کے باطن کو بھی قبول فرمالیں، نیک ہی ہوں گے، پکے نمازی تھے اور مسلمانوں کی صورت تھی۔ کوئی ظریف الطبع شخص ان سے کہنے لگا کہ حکیم جی! آپ تسبیح پر کیا پڑھتے ہیں؟ حکیم جی ابھی جواب بھی دینے نہ پائے تھے کہ وہ شخص بولا میں بتاؤں آپ تسبیح پر کیا پڑھتے ہیں، آپ پڑھتے ہیں کوئی آپھنسے، کوئی آپھنسے، کوئی آپھنسے، کوئی بیمار آپھنسے تاکہ دنیا سے چلتا کروں وطن بھیج دوں۔ ایسے ہی یہ حافظ لوگ جو ہیں رمضانی حافظ یہ گیارہ مہینے تسبیح پڑھتے رہتے ہیں کوئی موٹی سی مسجد آپھنسے، بڑے بڑے مالداروں کی کوئی مسجد آپھنسے، کوئی آپھنسے، گیارہ مہینے وظیفہ پڑھتے ہیں پھر گیارہ مہینے کی محنت کے بعد جب بہت بڑے رئیسوں کی مسجد مل گئی تو اب یہ مولوی کہتا ہے کہ لینا دینا حرام ہے۔

دارالافتاء کے مفتیان کرام کا حال:

اس پر ایک کام کی بات اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈال دی۔ اس رمضان میں کراچی سے بھی اور باہر سے ملتان وغیرہ کی طرف سے بھی بہت فون آتے رہے کہ بہت ضروری مسئلہ لکھوانا ہے کوئی زبانی پوچھتا ہے تو میں ٹیلیفون پر بتادیا ہوں اور اگر کوئی تحریری فتویٰ لینا ہو تو دارالافتاء سے لینا پڑتا ہے۔ رمضان میں دارالافتاء کے مفتی حضرات جہاد پر چلے جاتے ہیں اس لیے تحریری فتویٰ پندرہ شوال کے بعد مل سکتا ہے۔ میں ان سائلین سے کہتا رہا کہ ”دارالعلوم کورنگی اور جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن“ میں بھی تو دارالافتاء ہیں ماشاء اللہ تعالیٰ وہاں تو کئی کئی مفتی ہیں وہاں سے لکھوالیں تو وہ جو ملتان سے بار بار فون کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ آپ ہی سے لکھوائیں گے یہاں علماء کی دو جماعتوں میں آپس میں کسی مسئلہ پر نزاع ہے اور سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ جو فیصلہ فرمائیں گے وہ سب مانیں گے۔ بہت سمجھاتا رہا لیکن ہر دوسرے تیسرے دن وہ فون کرتے رہے۔ آخر میں میں نے کراچی والوں کو بھی اور ملتان والوں کو بھی یہ کہنا شروع کردیا کہ دارالافتاء کے مفتی دس مہینے تو قلم چلاتے ہیں دو مہینے جہاد میں جاکر تلواریں چلاتے ہیں اگر آپ لوگوں کا مسئلہ حل نہیں ہو رہا تو پہنچ جائیں محاذ پر سارے مسئلے حل ہو جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس کے بعد سے اب تک کسی نے فون کیا ہی نہیں پندرہ شوال بھی قریب آگئی اس کے باوجود بالکل خاموش۔

بات یہ ہو رہی تھی کہ کسی کو اشکال ہو سکتا ہے کہ کئی عبادتوں پر تو اُجرت لیتے دیتے ہیں انہیں تو کوئی کچھ کہتا ہی نہیں اور قاری اور سامع کی اجرت حتیٰ کہ خدمت کو بھی حرام کہتے ہیں۔

اشکال کا جواب:

بعض دفعہ کئی مسائل دیکھنے میں عامی شخص کو ایک جیسے نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت

علماء جانتے ہیں کہ ان مسائل میں فرق ہے۔ مدارس میں پڑھانا بھی عبادت، امامت بھی عبادت، اذان دینا بھی عبادت، تراویح میں قرآن سنانا بھی عبادت، سب کے لیے تنخواہ لینا جائز ہے مگر تراویح میں قرآن سنانے والے کے لیے ناجائز ایسا کیوں ہے؟ بات یہ ہے کہ جب تک دل سے کیوں کی بیماری نہیں نکلے گی اس وقت تک یقین کیجیے، یقین کیجیے، یقین کیجیے کہ دل نہیں سدھر سکتا کبھی نہیں سدھرے گا۔ کیوں کا سوال پیدا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ دین کی بنیاد یہ ہے کہ علماء پر اعتماد ہو وہ جیسے بتائیں مان لیں۔ مجھ سے اگر کوئی کسی بھی مسئلہ کے بارے میں پوچھتا ہے کیوں تو میں یہ جواب دیا کرتا ہوں کہ ہم سے کیوں نہ پوچھیے کیا پوچھیے، کیا کا جواب تو ہم دیں گے کیوں کا جواب نہیں دیں گے اور اگر آپ کو کیوں کا جواب چاہیے تو پھر پہلے میں سوال کرتا ہوں آپ اس کا جواب دیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دو آنکھیں کیوں لگائیں ایک کیوں نہیں لگادی کام تو ایک سے بھی چل جائے گا اور اگر دو ہی لگانا تھیں تو ایک آنکھ لگاتے سامنے ماتھے پر دوسری لگاتے گدی میں۔ اب تو گاڑی چلاتے وقت پیچھے کی جانب دیکھنے کے لیے آئینہ لگانا پڑتا ہے اگر اپنی ہی ایک آنکھ پیچھے ہوتی تو آئینہ لگانے کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور اگر اللہ تعالیٰ آنکھ لگادیتے آپ کی انگلی میں پھر تو کچھ نہ کہیے ٹارچ کی طرح گھماتے رہتے ادھر ادھر آگے پیچھے دائیں بائیں سب طرف۔ آپ کے جسم میں جو اللہ تعالیٰ کے تصرفات ہیں آپ کو ان کی حکمت تو معلوم نہیں اس کے احکام کی حکمتیں معلوم کرنے کے درپے ہیں ارے کیا پدی کیا پدی کا شوربہ۔

عقل کے بندو اللہ کی بندگی اختیار کرو:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ عورت حیض کے ایام کی نمازیں تو قضاء نہیں کرتی اور روزے قضاء کرتی ہے ایسے کیوں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کوئی حکمت بیان کرنے کی بجائے یہ فرمایا:

ھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دارقطنی)

ارے کیوں کے بندو! عقل کی بندگی چھوڑ کر اللہ کی بندگی اختیار کرو۔ آپ نے کوئی وجہ کوئی حکمت بیان نہیں فرمائی حالانکہ اس کا جواب تو بہت آسان اور عام فہم ہے کہ روزے تو بارہ مہینوں میں صرف ایک مہینہ ہوتے ہیں ضروری نہیں کہ اس ایک ماہ میں حیض آئے اور اگر آئے تو تین دن یا زیادہ سے زیادہ دس دن انہیں قضاء کرنے کے لیے گیارہ مہینے موجود ہیں۔ روزے زیادہ سے زیادہ چھوٹے دس ایک مہینہ میں ایک روزہ بھی نہیں آتا یہ تو بہت آسان ہے جب کہ نمازیں ایک دن میں چھ ہوتی ہیں، وتر مستقل نماز ہے۔ اگر کسی عورت کے کم سے کم ایام ہوئے یعنی تین دن تو اٹھارہ نمازیں تو یہی ہوگئیں اور اگر دس دن ہوئے تو پھر اور بھی زیادہ، اتنی نمازیں قضاء کرنا مشکل ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ(۲۲-۷۸)

ہم نے دین میں تنگی نہیں رکھی۔ آج کا مسلمان چلا چلا کر کہتا ہے کہ دین بہت سخت ہے، دیندار بننا بہت مشکل ہے، ارے اگر دیندار بن گئے تو دنیا میں رہو گے کیسے، تجھے دنیا میں رہنا نہیں، مسلمان بن کر تو زندہ کیسے رہے گا؟ آج کل تو یہ حال ہے اور اللہ تعالیٰ تو جگہ جگہ فرماتے ہیں کہ ہم نے دین کو بہت آسان کیا ہے:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ(۲-۱۸۵)

اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتے ہیں تمہیں مشقتوں میں مشکلات میں نہیں ڈالنا چاہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ دین بہت آسان ہے۔ کسی کو کوئی کام کرنا ہی نہ ہو تو اسے آسان سے آسان کام بھی مشکل لگتا ہے اور اگر کرنے کا عزم ہو تو مشکل کام بھی آسان لگتے ہیں۔ اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرما رہے ہیں کہ دین بہت آسان ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ جواب دے دیتیں اور اسے تنبیہ فرماتیں کہ اری پگلی اتنی کھلی ہوئی آسان سی بات تیری عقل میں نہیں آتی مگر

یوں تنبیہ فرمانے کی بجائے دوسرے طریقہ سے اعلیٰ معیار کی تنبیہ فرمائی کہ اللہ کے حکم کے سامنے کیوں پوچھ رہی ہے۔

دو چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سے کسی دل میں کوئی ایک بھی ہو وہ کبھی بھی کسی حکم کی مصلحت سوچنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا، ایک چیز ہے محبت اور دوسری ہے عظمت، اگر کوئی محبوب کے حکم کی حکمت تلاش کرتا ہے تو وہ محبت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

قصہ محمود و ایاز:

سلطان محمود نے ایاز کو حکم دیا کہ بہت قیمتی جواہر کا گلاس خرید کر لاؤ، وہ لے آئے تو حکم دیا کہ اسے توڑ دو، انہوں نے توڑ دیا، بادشاہ نے ڈانٹا کہ اتنا قیمتی گلاس کیوں توڑ دیا؟ ایاز نے عرض کیا حضور! غلطی ہوگئی معاف فرمادیں۔ یہ ہیں محبت کے کرشمے۔

اس قصہ میں مظاہرۂ محبت کے تین مواقع ہیں:

① جب سلطان نے گلاس لانے کا حکم دیا تو ایاز کہتے حضور کے خزانے میں ایسے قیمتی گلاسوں کی کیا کمی ہے؟ اور گلاس منگوانے کی کیا ضرورت؟

② جب سلطان نے گلاس کو توڑنے کا حکم دیا تو کہتے حضور! آپ نے خود ہی تو منگوایا ہے پھر اتنا قیمتی گلاس تڑوا کر اتنا مال کیوں ضائع کروا رہے ہیں؟

③ بادشاہ نے جب ڈانٹا کہ کیوں توڑا تو کہتے حضور! آپ ہی نے تو حکم دیا ہے۔

لیکن تینوں مواقع پر ایاز نے ایک ہی قصے میں عقل کے بندوں کو تین سبق پڑھا دیے کہ محبت کسے کہتے ہیں۔ عظمت بھی یہی کام کرواتی ہے، عارف کامل حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عظمت سلطان کا نقشہ یوں بیان فرمایا ہے ؎

اگر شہ روز را گوید شب است این
بباید گفت اینک ماہ و پروین

”اگر بادشاہ دن کو رات کہے تو یوں کہنا چاہیے کہ یہ رہے چاند اور ثریا۔“

لوگوں کے دلوں میں حکومت کی عظمت ہے، اس لیے انہیں حکومت کے کسی قانون کے بارے میں کبھی بھی کوئی اشکال نہیں ہوتا، اس سے ثابت ہوا کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں اشکالات کرنے والے نفس کے بندوں کے دلوں میں نہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اور نہ عظمت، ان کے دل محبت وعظمت دونوں سے خالی ہیں۔

دل میں محبت وعظمت پیدا ہو جائے۔ دل بن جائے عقل درست ہو جائے تو کام چلیں گے ورنہ نہیں۔ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک بار ان کے مطب میں ایک شخص آیا۔ وہ سامنے بیٹھا ہوا تھا درمیان میں میز تھی، میز پر چائے کی خالی پیالی رکھی ہوئی تھی۔ اس شخص نے کسی دینی بات کی مصلحت پوچھی کہ ایسا کیوں ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میں نے پیالی میں جھانک کر دیکھنا شروع کر دیا زاویے بدل بدل کر کبھی دائیں سے کبھی بائیں سے، کبھی آگے ہو کر کبھی پیچھے ہو کر، کبھی اوپر سے سر اُٹھا کر کبھی نیچے کر کے، وہ پوچھنے لگا کہ کیا دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا میں نے اسے جواب میں کہا کہ میرا خیال ہے کہ اس میز کو اٹھا کر اس پیالی میں ڈال دوں اس میں جگہ دیکھ رہا ہوں کہیں ملتی ہی نہیں کیسے رکھوں؟ تو اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میز پیالی میں آجائے؟ فرمایا اگر یہ نہیں ہو سکتا تو تیری اتی سی تو عقل ہے ایسے ہاتھ کا اشارہ کر کے، ایک تو لفظ ہوتا ہے ’’اتنی‘‘ دوسرا ہوتا ہے ’’اتی‘‘ یہ بہت ہی قلیل چیز کے لیے بولا جاتا ہے تو فرمایا کہ تیری پیالی تو ہے اتی سی اس میں اللہ کی اتنی بڑی بات کیسے رکھ دوں؟ یہ جو لوگ بھی ’’کیوں‘‘ کہتے ہیں وہ سن لیں سمجھ لیں عقل کی اتی سی پیالی میں پہاڑ جیسی بات کیسے رکھی جا سکتی ہے؟ بچو! بات مان لو تمہارے فائدے کے لیے کہہ رہا ہوں مان لو، علماء جو بتائیں بشرطیکہ علماء صحیح ہوں ان کی بات میں ’’کیوں‘‘ نہ پوچھا کریں۔ یہ سمجھیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی بات ہے اس میں چون چرا مت کیجیے۔ یاد رکھیے! جن لوگوں میں ’’کیوں‘‘ کا مرض ہے انہیں ہدایت کبھی بھی نہیں ہو سکتی۔

اگر قاری اور سامع کی اجرت معین کر لی وہ تو حرام ہے ہی، اور جو تاویل کرتے ہیں کہ خدمت کے نام سے لیتے دیتے ہیں اس کے لیے حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے امتحان کا ایک طریقہ بتا دیا۔ یہ لوگ حکماء امت نبض شناس ہوتے ہیں۔ فقہ کا معنی ہے ''دینی بصیرت'' اسی کو ''تفقہ'' کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے یہ بصیرت عطاء فرماتے ہیں اسے ''فقیہ'' کہتے ہیں، فقیہ کی جمع ہے فقہاء۔ ان فقہاء امت کو اللہ تعالیٰ نے ایسی بصیرت عطاء فرمائی کہ آئندہ بھی جو خطرات دین کے معاملہ میں ہو سکتے تھے وہ ان سے حفاظت کے طریقے امت کو بتا گئے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ عالم الغیب تھے بلکہ یہ کام انہوں نے اس بصیرت فقہیہ سے کیا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطاء فرمائی تھی۔

خدمت کے نام پر لینے دینے والوں کا امتحان:

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کا امتحان یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ میں للہ دین کی خدمت کرنا چاہتا ہوں، اور دوسرا یہ کہے کہ چونکہ یہ دین کی خدمت کرتا ہے اس لیے میں للہ اس کی خدمت کرتا ہوں، لیجیے امتحان کسوٹی لیجیے تھرمامیٹر لگا کر دیکھیے اور سب سے پہلے تھرمامیٹر اپنے اندر لگا کر دیکھیے کہ حقیقت کیا ہے بشرطیکہ نیت صحیح ہو اگر نیت صحیح نہ ہو پھر تو سمجھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے نیت صحیح ہو تو مشکل سے مشکل بات بھی سمجھ میں آ جاتی ہے۔ نیت صحیح کر کے اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان کا امتحان یوں لیں کہ حافظ اور سامع صاحب سے یہ کہہ دیں کہ یہاں سے آپ کو نقدی وغیرہ بالکل نہیں دیں گے اور جوڑا بھی نہیں دیں گے، جوتا بھی نہیں دیں گے، مٹھائی بھی نہیں دیں گے کچھ بھی نہیں دیں گے پھر بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حافظ صاحب یہ سمجھیں کہ یہ ایسے ہی اوپر اوپر سے جائز کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں کچھ نہ کچھ تو مل ہی جائے گا۔

حقیقت شناس:

ایک شخص نے باورچی رکھا اور اس سے یہ کہہ دیا کہ کھانا نہیں ملے گا خشک تنخواہ

ہوگی، باورچیوں کو تنخواہ کے ساتھ کھانا دینے کا بھی عام دستور ہے اس لیے جب اس نے کہا کہ خشک تنخواہ دوں گا کھانا وانا کچھ نہیں دوں گا تو باورچی کو خیال ہوا کہ کچھ نہ کچھ تو مل ہی جائے گا ایسے ہی اوپرا اوپرے سے کہہ رہا ہے، اس نے قبول کرلیا۔ کھانا تیار کر کے سامنے رکھا اور لقمے گننے شروع کردیے کہ کچھ بچے گا تو میں کھاؤں گا، جتنی روٹیاں رکھی تھیں وہ سب کھا گیا اس نے سوچا کہ سالن تو تھوڑا سا بچ جائے گا وہی چکھ لوں گا لیکن اس نے بوٹیاں بھی ساری کھالیں پھر سوچنے لگا کہ ہڈی تو بچے گی ہی میں ہڈی چوس کر مزا تو دیکھ ہی لوں گا کہ کیسا سالن پکا ہے اس نے ہڈی بھی اٹھا کر چوسنا شروع کردی تو باورچی کی چیخ نکل گئی کہ ہائے ہڈی بھی گئی۔ اس خانسامہ کی طرح ہوسکتا ہے کہ قاری جی صاحب اور سامع صاحب سمجھیں کہ کہہ تو رہے ہیں کچھ نہیں دیں گے مگر کچھ نہ کچھ تو نکل ہی آئے گا اور نہیں تو جوڑا تو مل ہی جائے گا پورا جوڑا نہ سہی جوتا تو دے ہی دیں گے، جوتا تو لگانا چاہیے ان کے سروں پر دینے والوں کے بھی اور لینے والوں کے بھی۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ نہ کچھ ملنے کی امید میں یہ پڑھانا شروع کردیں اور کچھ نہ سہی تو ختم کی مٹھائی تو کہیں نہیں گئی وہ تو مل ہی جائے گی، اس لیے امتحان یہ ہے کہ جب تراویح میں سنالیں تو انہیں کچھ بھی نہ دیں مٹھائی کی ایک امرتی بھی نہ دیں ایک لڈو بھی نہ دیں کچھ بھی نہ دیں ایسے ہی چلتا کردیں پھر دیکھیے پورے گیارہ مہینے دوسروں میں بھی اعلان کرتا رہے گا کہ ارے فلاں شہر کے فلاں محلے میں جو مسجد ہے وہاں کوئی نہ جائے کچھ نہیں ملے گا وہاں کے لوگ لیموں نچوڑ ہیں ایک پائی بھی نہیں دیں گے حتیٰ کہ جوتا بلکہ مٹھائی بھی کچھ بھی نہیں ملے گا اس طرح اگر مال کے لالچ میں تراویح پڑھائی تھیں پھر تو یہ قاری اور سامع کبھی اس مسجد کا رخ نہیں کریں گے اور ان جیسے جتنے بھی ہوں گے وہ کبھی بھی اس مسجد میں تراویح نہیں پڑھائیں گے بلکہ میرا خیال ہے کہ اس تجربہ کے بعد آپ کو الم تر والی تراویح ہی پڑھنا پڑھیں گی کوئی رخ نہیں کرے گا۔ یہ تو امتحان ہوگیا سنانے والوں کا۔ دینے والے کہتے ہیں کہ ہم تو خدمت کرتے ہیں انہوں نے محنت کی اللہ کا کلام سنایا یہ تو بہت معزز ہستی ہیں

ہم ان کی خدمت کرتے ہیں۔

ایک قاری صاحب کا قصہ:

ایک مولوی صاحب نے تراویح میں قرآن مجید سنایا تو لوگ ان کے پیچھے پڑ گئے کہ ہم آپ کی کچھ خدمت ضرور کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں کچھ بھی خدمت نہیں کراؤں گا۔ آپ لوگوں کے دینے سے کیا ہوگا میرا اللہ مجھے بہت دے رہا ہے لیکن وہ لوگ ان کی بات مان ہی نہیں رہے تھے پیچھے پڑ گئے کہ چلیے عید کے لیے آپ کو نیا جوتا تو خرید کر دے ہی دیں، ان کو ایسے زبردستی پکڑ کر لے گئے جیسے جیل میں لے جا رہے ہوں، زبردستی پکڑ کر جوتے کی دوکان میں لے گئے جب وہ لوگ جوتا نکلوانے میں مشغول ہوئے یہ مولوی صاحب آنکھ بچا کر وہاں سے بھاگ آئے وہ پیچھے تلاش ہی کرتے رہے کہ قاری صاحب کدھر گئے۔ عبرت کی بات ہے اللہ تعالیٰ سب کو ایسی ہی فکر آخرت عطاء فرما دیں۔

اگر ان خدمت کرنے والوں سے یہ کہا جائے کہ ان قاری صاحب سے زیادہ محتاج ایک دوسرے قاری صاحب ہیں۔ محتاج بھی ان سے زیادہ ہیں اور دین کا کام بھی ان سے زیادہ کرتے ہیں۔ یا یہ کہ جہاد میں ضرورت ہے وہاں لگا دیں، یا محلے میں کوئی مسکین ہے اسے دے دیں لیکن نہیں یہ تو اسی کو دیں گے جس نے تراویح پڑھائی ہیں ان کی خدمت کا جذبہ بس اسی تک محدود ہے، اگر واقعۃً علماء، صلحاء، قراء کی مدد کرنے کے جذبات ہیں تو صرف انہی کے لیے کیوں دوسروں کے لیے کیوں نہیں؟ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایسے تھرمامیٹر بتائے ہیں جو کہتا ہے کہ خدمت کے نام سے لیتا ہے خدمت کے نام سے دیتا ہے ذرا لگاؤ تھرمامیٹر۔ ساتھ ساتھ عقل کی بات بھی سیکھتے جائیں ذرا ذرا سی حرارت پر تھرمامیٹر نہ لگایا کریں۔ تھرمامیٹر لگایا کریں اپنے دل میں تھرمامیٹر لگا لگا کر دیکھا کریں عربی میں تھرمامیٹر کو کہتے ہیں ''مقیاس الحرارۃ'' دل میں

مقیاس الحرارۃ لگا کر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی حرارت کتنی ہے کہیں یہ دل بیمار تو نہیں ہوگیا، اللہ کی محبت کی حرارت بڑھانے کی کوشش کیا کریں اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطاء فرمائیں۔ یہ تو پہلا مسئلہ ہوگیا کہ قاری اور سامع کو اجرت یا خدمت کے نام سے دینا حرام ہے لینے والا اور دینے والا سخت گناہ گار گناہ کبیرہ کے مرتکب، ایسی حالت میں اس مسجد میں تراویح پڑھنا جائز نہیں۔

فاسق کی امامت کا حکم:

اگر محلہ کی مسجد کا امام فاسق ہو مثلاً ڈاڑھی کٹاتا ہو، صرف ڈاڑھی منڈانے والا ہی نہیں کٹانے والا بھی فاسق ہے، ٹخنے ڈھانکتا ہو، کئی اماموں کے بارے میں معلوم ہوا کہ نماز پڑھاتے وقت تو شلوار اوپر کر لیتے ہیں بعد میں نیچے کر لیتے ہیں، نماز پڑھاتے وقت مرد بن جاتے ہیں اس کے بعد پھر عورت بن جاتے ہیں، دن بھر میں صرف پانچ نمازوں کے اوقات میں مرد بنتے ہیں باقی چوبیس گھنٹے عورت رہتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ ٹخنے کھلے رکھنے کا حکم نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کسی حال میں بھی مرد کے لیے ٹخنے ڈھانکنا جائز نہیں حرام ہے۔ یا امام تصویر کھنچواتا ہو، ٹی وی دیکھتا ہو یا بینک اور انشورنس جیسے حرام خوروں کی دعوت قبول کر لیتا ہو یا گھر میں شرعی پردہ نہ کرواتا ہو یا اور کسی کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو تو فرض نماز کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اگر قریب میں کوئی ایسی مسجد ہے جس کا امام فاسق نہ ہو وہاں جا کر نماز پڑھے اور اگر سب مسجدوں کے امام فاسق ہیں تو فرض جماعت کے ساتھ پڑھیں اس کا وبال امام اور مسجد کی منتظمہ پر ہوگا کہ اس نے ایسا نالائق امام کیوں رکھا ہوا ہے، صالح امام کیوں نہیں رکھا۔ فرض کی جماعت چھوڑنا جائز نہیں تراویح کا حکم یہ ہے کہ محلے کی مسجد میں فرض پڑھ کر گھر میں تراویح پڑھیں خواہ انفراداً پڑھیں یا اگر کسی حافظ کا انتظام ہوجائے تو گھر پر ہی جماعت سے پڑھ لیں۔ رمضان شروع ہونے سے پہلے تلاش کریں کہ کسی مسجد میں ایسا قاری ہے جو نہ اُجرت

کے نام سے لے گا اور نہ ہی خدمت کے نام سے، اگر کوئی ایسا قاری مل جائے تو وہاں تراویح پڑھ لیں اور اگر نہیں ملتا تو عشاء کے فرض مسجد میں جماعت سے پڑھیں اور تراویح گھر پر انفرادی طور پر یا جماعت سے پڑھیں۔ یہ بات خوب سمجھ لیں کہ امام کتنا ہی فاسق ہو فرض کی جماعت چھوڑنا جائز نہیں۔

۲ تراویح کی متعدد جماعتیں:

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک ہی مسجد میں تراویح کی کئی کئی جماعتیں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی مسجد دو منزلہ ہے تو نیچے بھی اور اوپر بھی تراویح کی جماعتیں ہوتی ہیں اور اگر مسجد وسیع ہے تو ایک ہی منزل میں کئی کئی جماعتیں ہوتی ہیں یہ بھی جائز نہیں۔ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے صراحۃً لکھا ہے کہ ایک مسجد میں ایک نماز کی دو جماعتیں جائز نہیں، ایک مسجد میں ایک نماز کی ایک ہی جماعت ہونی چاہیے یہ حکم فرض اور تراویح دونوں کو شامل ہے۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریح سے بھی بڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ مسجد میں کئی قاری ہیں اور کئی جماعتیں ہو رہی ہیں تو فرمایا کہ یہ صحیح نہیں سب جماعتوں کو ختم کر کے فرمایا کہ سب لوگ ایک امام کے پیچھے پڑھیں۔ اتنی بڑی شخصیت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلہ پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی نے بھی کوئی اشکال نہیں کیا کہ متعدد جماعتوں کی اجازت دی جائے سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر خاموش رہے کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور اس کے بعد سے دو جماعتیں نہیں ہوئیں، اس طرح اس پر اجماع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے کہ تراویح کی جماعت ایک مسجد میں ایک ہی ہونی چاہیے۔ یہ فیصلہ ہوا ہی اس پر ہے کہ ایک مسجد میں تراویح کی متعدد جماعتیں ہو رہی تھیں جنہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ختم کر کے ایک جماعت کروادی، اتنی کھلی ہوئی بات سامنے ہے مگر اس کے باوجود یہ قاری لوگ بھی اور ان کے مقتدی بھی

سارے کے سارے لگے ہوئے ہیں اپنی من مانی پر، وہ قصہ پھر دہرادوں کہ جہاں کہیں بھی بدعت ہوگی دو کام یا دو میں سے ایک ضرور ہوگا یا کھانے پینے کا دھندا کھانے کو کچھ مل جائے کھانے کو۔ کسی سے پوچھا گیا کہ تجھے قرآن کے احکام میں سے کون سا حکم پسند ہے؟ تو وہ کہتا ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا (۷-۳۱)

''کھاؤ اور پیو۔''

پھر پوچھا کہ قرآن کی دعاؤں میں سے کون سی دعاء پسند ہے؟ تو اس نے وہی بنی اسرائیل کی دعاء بتائی:

رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ (۵-۱۱۴)

''اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے دسترخوان نازل فرما۔''

آج کل مسلمانوں کا یہی حال ہے انہیں کھانے پینے کے دھندے کے سوا قرآن کا نہ کوئی حکم پسند ہے نہ کوئی دعاء، اللہ کی راہ میں قتال اور جان کی بازی لگانے کے احکام اور دعاؤں سے بہت ڈرتے ہیں، ایسے موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح کہہ دیں گے:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۝ (۵-۲۴)

''موسیٰ تو جا اور تیرا رب ہم تو بس یہیں بیٹھے رہیں گے۔''

یہیں بیٹھے ختم قرآن کی مٹھائیاں کھاتے رہیں گے ان کے بس دو ہی کام ہیں کھاؤ پیو اور نام و نمود، ارے واہ فلاں مسجد میں تو اتنے اتنے قاری سنا رہے ہیں اگر ایک سنائے گا تو کیا مزا آئے گا، مزا ہی نہیں آتا انہیں مزا آتا ہے لڈو کھانے میں یا یہ کہ نام ہو نام، بس یا پیٹ ہے یا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اگر دین مقصود ہے، اللہ کی رضا مقصود ہے، فکر آخرت ہے تو نام کی خواہش نہیں ہوتی، مٹھائی کی تمنا نہیں ہوتی پھر تو خالص اللہ کا بندہ بن جاتا ہے۔ یا اللہ! تو نے مسلمانوں کے گھروں میں پیدا فرمایا اس

رحمت کے صدقہ سے تو ہم سب کو اپنے صحیح اور سچے بندے بنا لے۔

۳ تراویح کے لیے عورتوں کا مسجد میں جانا:

اب سنیے نمبر تین عورتوں کا تراویح پڑھنے کے لیے مسجدوں میں جانا، یہ بھی ناجائز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو عورتوں کو مسجد جانے سے بالکل قطعاً روک دیتے۔ پہلی بات تو یہ کہ صحابی کا قول حجت ہے، واجب العمل ہے پھر یہ صحابی کون ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقام:

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہت بلند مقام حاصل ہے۔ آپ کی خصوصیت اور بلند مقام کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ فرمایا عائشہ، پوری دنیا میں سب سے زیادہ محبت عائشہ سے ہے۔ پوچھنے والے نے پھر پوچھا کہ مردوں میں سے کس سے زیادہ محبت ہے؟ فرمایا **ابوھا** ان کے ابا سے، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مردوں میں سب سے زیادہ محبت ہے۔ اگر کسی میں ایمان ہی نہیں وہ تو یہ سوچ سکتا ہے کہ جب کئی بیویاں ہوں تو ایسا ہوتا ہے کہ کسی بیوی سے زیادہ محبت کسی سے کم تو شاید یہاں بھی ایسا ہی ہوگا مگر ایمان ہو ایمان، اپنے ایمان کی خیر منایا کریں، ایمان کو تازہ رکھا کریں۔

پکی روٹی:

پنجابی زبان میں ایک کتاب ہے پکی روٹی۔ بچپن میں کچھ بچیاں ہمارے ہاں والدہ مرحومہ سے یہ کتاب پڑھا کرتی تھیں ہم بھی بچے تھے آتے جاتے سنا کرتے تھے اس لیے اس وقت کی بعض بعض باتیں اب بھی یاد ہیں۔ نام بھی دیکھئے کیسا اچھا رکھا ہے۔ کتاب لکھنے والے نے سوچا ہوگا کہ اگر کسی مسکین کو آٹا وغیرہ دیا جائے تو اسے

پکانے کی زحمت ہوگی اس لیے آٹا نہیں بلکہ پکی پکائی روٹی تمہیں دے رہے ہیں۔ اللہ والوں نے امت کو سدھارنے کے لیے کیسی کیسی محنتیں کی ہیں۔ ارے پڑھنے والو سننے والو! کچھ محنت کی قدر کرو، اگر اب بھی قدر نہ کی تو قیامت کے روز گلا پکڑا جائے گا۔ پکی روٹی میں سوال وجواب ہیں۔ پہلے خود ہی سوال کرتے ہیں پھر اس کا جواب لکھتے ہیں اس میں ایک سوال یہ ہے کہ اگر کوئی پوچھے کہ ایمان کھڑا ہے یا بیٹھا ہے تو جواب میں کہو کہ اللہ کے فرمانبردار بندوں کا ایمان بیٹھا ہے اور نافرمانوں کا ایمان کھڑا ہے، خطرہ ہے کہ چلا نہ جائے۔ انسان جب کھڑا ہوتا ہے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ ابھی چلا جائے گا جانے کے لیے کھڑا ہوا ہے اسی طرح اونٹ کی مثال ہے کہ اگر اونٹ کھڑا ہوا ہے تو یہ خیال ہوگا کہ ابھی کہیں بھاگا اور اگر اونٹ آرام سے بیٹھا ہوا ہے گھٹنہ بھی بندھا ہوا ہے تو اطمینان ہوتا ہے کہ بھاگے گا نہیں۔ ایمان کھڑا نہ رہے بیٹھا رہے، ایمان کی حفاظت کیا کریں اگر خدانخواستہ کھڑا ہوگیا تو بس بھاگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے محبت نہیں تھی کہ دوسری سب بیویوں میں سے کسی بات میں کوئی تفوق تھا، کوئی خوبی زیادہ تھی بلکہ ان سے محبت اس لیے تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم یہی تھا کہ عائشہ ہماری مقرب ہے اس لیے میرے رسول! یہ تیری بھی مقرب ہے۔ کہنے کو تو یہ کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ تھیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ مقام اور فضیلت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔

سنیے پہلی بات تو یہی کہ جس کے قلب میں ذرا سا ایمان ہو وہ خود ہی سوچ سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پھر اس کی کچھ وضاحت بھی سن لیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں کسی بیوی کے بستر پر ہوتا ہوں تو وحی نازل نہیں ہوتی لیکن عائشہ کے بستر میں ہونے کے باوجود وحی نازل ہوتی ہے سوچیے اللہ کی طرف سے ہے یا نہیں؟

دوسری بات یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقہاء صحابہ میں سے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض صحابہ کو فقہاء کہا جاتا ہے، فقہاء فقیہ کی جمع ہے۔ فقیہ کے معنی ہیں تہ تک پہنچنے والا، بات کی حقیقت تک پہنچنے والا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سمجھنے والے، حقیقت تک پہنچنے والے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کیا ہے انہیں فقیہ کہا جاتا ہے۔ تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقیہہ ہیں، حقیقت تک پہنچنے والی، ان کا فیصلہ ہے اور کن لوگوں کیلیے صحابیات رضی اللہ عنہن کے لیے، یہ زمانہ تو کتنی دور کا ہے پندرہویں صدی چل رہی ہے آج کی عورتوں کی کیا نسبت ان صحابیات سے۔

تیسری بات یہ کہ خواتین خواتین کے حالات سے جتنی واقف ہوتی ہیں کوئی دوسرا اتنا واقف نہیں ہوتا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خواتین کے حالات سے جو واقفیت رکھتی تھیں وہ مردوں کو تو نہیں ہو سکتی اس لیے ہر لحاظ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فیصلہ واجب القبول ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی اہلیہ کو روکنا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اہلیہ سے فرمایا کرتے تھے کہ نماز پڑھنے مسجد مت جایا کرو تو وہ مانتی نہیں تھیں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد جانے سے نہیں روکا اس لیے وہ شوہر کے منع کرنے پر نہ رکیں۔

اس بارے میں پہلے ایک مسئلہ اور سن لیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کا مسجد کی بنسبت گھر میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب ہے اور گھر کے صحن کی بنسبت کمرے کے اندر نماز پڑھنا زیادہ ثواب ہے اور کمرے کی بنسبت کمرے کے اندر بھی اگر کوئی کمرہ ہو تو اس میں جا کر پڑھنا زیادہ ثواب ہے۔ ثواب لینا مقصود ہے یا نفس پرستی مقصود ہے اگر خواتین کا مسجدوں میں جانا جائز بھی ہوتا تو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ گھر میں پڑھنا زیادہ ثواب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اہلیہ کو روکا تو وہ مانی نہیں تو انہوں نے یہ تدبیر اختیار کی کہ فجر کی نماز کے وقت ایسی جگہ چھپ کر کھڑے ہو گئے جہاں سے اہلیہ گزرتی تھیں جب کسی طرح یقین ہو گیا کہ یہ اپنی بیوی ہے تو انہیں چھیڑا اور جلدی سے بھاگ گئے۔ اہلیہ نے انہیں پہچانا نہیں کیونکہ ایک تو اندھیرا تھا دوسرے وہ جلدی سے بھاگ گئے تھے۔ وہ جب گھر آئیں تو کہنے لگیں کہ آپ سچ فرماتے ہیں اب عورتوں کے لیے مسجدوں میں جانے کا زمانہ نہیں رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بات عقل میں آگئی اگر نہ آتی تو میں کسی دوسرے طریقہ سے تیری عقل میں بٹھاتا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوڑا کچھ نہ پوچھئے۔

عورت کو کسی بھی نماز کے لیے مسجد جانا جائز نہیں۔ بہت سے لوگ حرمین شریفین کا حوالہ دیتے ہیں کہ دیکھئے وہاں بھی خواتین مسجدوں میں جا کر نماز پڑھتی ہیں۔ اس کے دو جواب ہیں:

① یہ جو مرد اور عورتیں حج اور عمرے کے لیے جاتے ہیں انہوں نے وہاں کی حکومت کو عاجز کر رکھا ہے، نگرانوں کو بھی عاجز کر رکھا ہے وہ لوگ مطاف میں جگہ جگہ کھڑے ہوتے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کا اختلاط نہ ہو مگر یہ پھر بھی نہیں رکتیں مردوں پر آ آ کر گرتی ہیں یوں لگتا ہے کہ جب تک یہ مردوں سے رگڑے نہ کھائیں انہیں مزا ہی نہیں آتا ؎

نکل جا اے زمیں ناپید انہیں اے آسماں کر دے
نہ یوں بیٹھیں گی پردے میں یہ بے غیرت یہ سیلانی

ان کے مرد ان سے بھی زیادہ بے غیرت ہیں، ان بے غیرتوں کے دل سیاہ اور عقلیں مسخ ہو گئیں ؎

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا

پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

یہ لوگ دیوث ہیں دیوث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’دیوث کبھی جنت میں داخل نہ ہوگا۔‘‘ (طبرانی کبیر)

مجھے کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ انہیں روکنے کے لیے میں وہاں کی حکومت سے اجازت لے لوں پھر دیکھیے کیسے روکتا ہوں انہیں، ارے جہاں میں پہنچ جاؤں تو پھر رکیں گی کیسے نہیں دارالافتاء کے تو ایک بچے نے پوری بس کو الٹ ڈالا (ایک مجاہد طالب عالم جس کا حضرت اقدس سے اصلاحی تعلق ہے اس نے بتایا کہ وہ بس میں سفر کر رہا تھا، ڈرائیور نے گانا لگا دیا طالب علم نے منع کیا تو ڈرائیور نے آواز مزید تیز کر دی، طالب علم نے پھر روکا تو آواز مزید بڑھا دی وہ کہتے ہیں کہ میں نے ٹیپ ریکارڈر پر ایک زوردار مکہ رسید کیا، ایک ہی مکے سے ٹیپ ریکارڈر کا ستیاناس ہوگیا۔ اس کے بعد ڈرائیور کو دو تین مکے رسید کیے ڈرائیور مجھ سے بہت طاقتور تھا مگر وہ اتنا مرعوب ہوا کہ مجھ پر ہاتھ نہ اٹھا سکا، گاڑیاں رک گئیں، لوگوں کا ہجوم ہوگیا، ایک عامی شخص نے نعرہ لگایا ’’طالبان زندہ باد‘‘ پولیس والے نے ڈرائیور کا چالان کاٹا اس لیے کہ بسوں میں گانا لگانا خلاف قانون ہے۔ پولیس والوں کو اس کی تو ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ گناہوں سے روکیں یا خلاف قانون سے روکیں انہیں تو اپنی جیب گرم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے وہ ایسا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ بعد میں ایک بوڑھے شخص نے مجھ سے حضرت اقدس کا نام لے کر پوچھا کہ کیا آپ ان کے شاگرد ہیں میں نے کہا ہاں تو اس شخص نے کہا کہ یہ کام ان کا شاگرد ہی کر سکتا ہے)

یہ لوگ جو حج کرنے جاتے ہیں وہاں جا کر بالکل مست ہو جاتے ہیں کسی کی بات مانتے ہی نہیں چلیے ایک قصہ اور بتا دوں یہ تو بڑی عبرت کا قصہ ہے۔

رئیسۃ القوم:

ایک بار حج کے موقع پر مزدلفہ میں میرے قریب پنجاب سے تعلق رکھنے والا ایک خاندان بیٹھا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ پنجاب سے تعلق ہے کراچی میں رہتے ہیں انہوں نے بتایا کہ وہ کئی کارخانوں کے مالک ہیں۔ جس کے دل میں جس چیز کی محبت ہوتی ہے وہ جہاں بھی بیٹھتا ہے ذکر لیلیٰ چھیڑ دیتا ہے۔

جہاں بھی بیٹھتے ہیں ذکر انہی کا چھیڑ دیتے ہیں

کوئی مولیٰ کا ذکر چھیڑے کوئی لیلیٰ کا۔ ان لوگوں نے مجھ سے کچھ مسائل پوچھنا شروع کر دیے میں نے سوچا کہ چلیے شاید اسی طرح انہیں کچھ ہدایت ہو جائے اس لیے میں بھی متوجہ ہو گیا مسائل بتاتا رہا تو ایسے لگ رہا تھا کہ سب میرے عاشق ہو گئے، لٹو ہی ہو گئے، ساری رات ایسے ہی گذر گئی میں نے سوچا کہ ایک مسئلہ پوچھنے کا ثواب ایک ہزار رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ ہے مجھے بتانے کا تو اور بھی زیادہ ثواب مل رہا ہے، یہ تو ہمیں افضل ترین عبادت مل گئی، مزدلفہ میں حکم ہے کہ زیادہ سے زیادہ عبادت کرو اللہ کا ذکر کرو تو میں نے سوچا افضل ذکر مل گیا ہے، ان لوگوں کو ہدایت ہو جائے گی اور کیا چاہیے۔ ساری رات اسی طرح گذر گئی صبح کو جب اذان ہوئی تو مجھ سے کہنے لگے کہ نماز پڑھائیں میں نے کہا ابھی وقت نہیں ہوا۔ آپ لوگ بھی یاد رکھیں! مزدلفہ میں معلم صبح صادق سے پہلے ہی اذانیں دلوا کر لوگوں کو نماز پڑھوا دیتے ہیں۔ کسی کی نماز ہو یا نہ ہو، حج ہو یا نہ ہو ان کو اپنا کام آسان کرنا ہوتا ہے کہ جلدی جلدی پہنچاؤ۔ ایک بار منیٰ میں ابھی زوال کا وقت ہوا نہیں تھا وہ پہلے ہی کنکریاں مروانے کے لیے بھگائے چلا جا رہا ہے میں نے معلم سے کہا کہ ابھی تو وقت ہوا نہیں اس سے پہلے ہی آپ لیے جا رہے ہیں تو کہتے ہیں آپ کی رمی نہیں ہو گی ان لوگوں کی ہو جائے گی، چلنے دو، حاجیوں کو بکری بنا رکھا ہے وہ پیپسی کولا پلا دیتے ہیں تو اور بھی بکری کا دماغ چکرا جاتا ہے۔

شف بیبسی:

جدہ میں ایک شخص عید کے موقع پر بکرا خریدنے گیا۔ وہاں ایک بدوی جو بکریاں بیچ رہا تھا اس نے اپنے پاس پیپسی کی بوتلیں بھی رکھی ہوئی تھیں جو بھی اس کے قریب جاتا تو وہ بدوی کہتا: ”**شف بیبسی، شف بیبسی.**“ عربی میں ”پ“ نہیں، ”پ“ کی جگہ ”ب“ استعمال کرتے ہیں اور شف کے معنی ہیں دیکھ یعنی پیپسی کا کرشمہ دیکھ پھر وہ ایک بکرے کے منہ میں چند گھونٹ پیپسی کے ڈال دیتا بکرا چکرا کر گر جاتا پھر کھڑا ہوتا پھر گر جاتا اور بدوی لوگوں کو یہ تماشا دکھا کر کہتا: ”**شف بیبسی، شف بیبسی، شف بیبسی.**“ اس طریقہ سے وہ لوگوں کو یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ یہ جو رات دن تم پیپسی پیتے رہتے ہو یہ ایسی خراب چیز ہے، لوگوں کو پیپسی کے نقصان سے بچانے کے لیے پیپسی پر اپنے پیسے خرچ کر رہا تھا۔

بات ہو رہی تھی مزدلفہ کی، وہ لوگ کہنے لگے کہ نماز پڑھائیں وقت ہو گیا ہے۔ میں نے بتایا ابھی وقت نہیں ہوا جب وقت ہو جائے گا تو میں بتا دوں گا۔ میرے پاس تو دنیا بھر کے حسابات رہتے ہیں جہاں کا بھی چاہیں فوراً چند منٹ میں بتا سکتا ہوں کہ وقت ہوا ہے یا نہیں۔ جب میں نے کہا کہ ابھی وقت نہیں ہوا تو وہ ذرا بیٹھ گئے۔ پھر کسی دوسری طرف سے کسی معلّم نے اذان دلوا دی تو ان میں سے ایک کہتا ہے:

”او کیوں چانگراں مارن ڈیا؟“

”وہ کیوں چیخیں مار رہا ہے؟“

بندروں کے چیخنے چلانے کی آواز کو ”چانگراں“ کہتے ہیں، ایسے واہیات لوگ کہ موذن کی آواز کو اس سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ پھر کسی طرف سے اذان کی آواز آئی تو پھر کہنے لگے:

”او کیوں چانگراں مارن ڈیا؟“

پھر اصرار شروع کر دیا کہ نماز پڑھائیں، میں نے پھر ایک دو بار کہا کہ آخر مجھے بھی تو نماز پڑھنی ہے جب وقت ہو جائے گا تو پڑھادوں گا اپنی نماز بر باد مت کریں انتظار کرلیں۔ بڑی مشکل سے انہوں نے دو تین منٹ صبر کیا تو ایک عورت بولی:

''گنا ای تاں ماف کراؤن آئے آں اناں وچ اے وی سئی، اے وی ماف ہو جاؤ گا، چلو پڑھو نماج تے چلیے۔''

''گناہ ہی تو معاف کروانے آئے ہیں، انہیں میں یہ بھی سہی یہ نماز کا گناہ بھی معاف ہو جائے گا، چلو پڑھو نماز اور چلیں۔''

معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت رئیسۃ القوم تھی اس نے جیسے ہی کہا تو سارے اٹھ گئے، رات بھر کا عشق یہ کر نکل گیا۔ رئیسۃ القوم بلکہ فقیہۃ القوم فرما رہی ہیں کہ یہاں گناہ ہی تو معاف کروانے آئے ہیں اگر یہ ایک نماز نہیں ہوئی تو یہ بھی ساتھ ہی معاف ہو جائے گی چلو پڑھو۔ یہ تو جاتے ہی اسی نیت سے ہیں کہ گناہ معاف کروانے آئے ہیں اس لیے یہاں خوب خوب گناہ کرو کیونکہ حج کرنے سے تو سارے گناہ معاف ہو ہی جائیں گے۔

حرمین شریفین میں عورتوں کے مسجد میں نماز پڑھنے کے بارے میں ایک بات تو یہ ہوگئی کہ یہ حاجی وہاں جا کر صرف شیطان کی بات مانتے ہیں اور کسی کی بات نہیں مانتے تو انہیں کوئی کیا سمجھائے۔

② ہمارا تعلق مذہب حنفی سے ہے، امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر چلنے والے۔ سعودیہ کی حکومت حنفیہ نہیں حنبلیہ ہے۔ ان کے ہاں عورتوں کا مسجد میں جا کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روک دیا اور ان کے ارشاد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ارشاد سمجھا جائے گا اس لیے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورتوں کا مسجدوں میں نماز پڑھنے جانا جائز نہیں، اس لیے حرمین شریفین کا حوالہ دینا صحیح نہیں یا تو حنفی مذہب چھوڑ دیں کوئی مجبور تھوڑا ہی کرتا ہے لیکن اگر خود کو حنفی کہتے ہیں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر چلنا پڑے گا۔ کہلائیں حنفی

اور تقلید کریں کسی دوسرے امام کی یہ نہیں ہوسکتا جو بھی خود کو حنفی کہتا ہے اسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر عمل کرنا ہوگا خواہ بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اگر حرمین شریفین ہی کی بات کرتے ہیں تو پھر وہاں کے لوگ تو نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء بھی نہیں مانگتے۔ بہت سے لوگ ان کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ وہ دعاء ہی نہیں مانگتے، یہ غلط ہے وہ دعاء تو مانگتے ہیں مگر بغیر ہاتھ اُٹھائے اور یہاں لوگوں کا حال یہ ہے:

① ہاتھ اٹھا کر مانگتے ہیں۔

② اجتماعی طور پر مانگتے ہیں۔ سارے اکٹھے ہوکر امام کی اقتداء میں دُعاء مانگتے ہیں۔ جب امام شروع ہوتا ہے تو یہ بھی شروع ہوتے ہیں جب امام ختم کرتا ہے تو یہ بھی ختم کردیتے ہیں۔

③ امام کو چلانے پر مجبور کرتے ہیں اور اسے لازم سمجھتے ہیں اگر کوئی امام زور زور سے چلا کر دعاء نہیں منگواتا تو یہ اسے مجبور کرتے ہیں وہ پھر بھی نہیں کرتا تو اسے نکال دیتے ہیں کہ یہ تو گونگا ہے کوئی دوسرا بولنے والا امام لاؤ۔

کسی مستحب کام کو فرض واجب کی طرح سمجھا جانے لگے تو وہ ناجائز ہوجاتا ہے دعاء کے بارے میں لوگوں نے کتنی بدعتیں جاری کر رکھی ہیں، اگر حرمین شریفین کے مطابق عمل کرنا ہے تو دعاء کے بارے میں ان کو کیوں بھول جاتے ہیں؟ دعاء بھی تو انہی کی طرح مانگا کریں۔ یہ تو نفس کے بندے ہیں انہیں جس کام میں مزا آتا ہے وہ کرتے ہیں اور جہاں مزا نہیں آتا تو کہتے ہیں یہ تو وہابی ہیں۔

یہ بات پکی کرلیں کہ ہم حنفی ہیں۔ مذہب حنفی معلوم کرنے کے لیے علماء کے سامنے عربی فتاویٰ کی کتابیں موجود ہیں جن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ عورتوں کے لیے گھروں سے نکلنا ممنوع ہے، نماز پڑھنے کے لیے مسجدوں میں جانا جائز نہیں۔ عوام بہشتی زیور میں دیکھیں کہ عورتوں کو مسجد جانے سے روکا ہے یا نہیں۔ آج کل مولوی بھی اور عوام بھی یہ کہتے ہیں کہ عورتیں جب مسجد میں جاتی ہیں

جمعہ کا خطبہ سنتی ہیں، خطیب صاحب کا بیان سنتی ہیں تو فائدہ بہت ہوتا ہے، یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ فائدہ صرف اللہ کے قانون کے مطابق کام کرنے میں ہے اگر اللہ کے قانون کے خلاف کام کیا تو بظاہر کتنا ہی فائدہ نظر آئے وہ جہنم کا ذریعہ بنے گا۔ جو بھی یہ کہتا ہے کہ اللہ کے قانون کے خلاف کام کرنے سے دین بنتا ہے وہ دین میں تحریف کررہا ہے۔ مثال کے طور پر یہ کہا جائے کہ کوئی رقص وغیرہ کا انتظام کریں گے وہاں بہت لوگ آئیں گے مرد بھی عورتیں بھی پھر ہم لوگوں کو تبلیغ کریں گے دین کی باتیں بتائیں گے لوگوں کو دین کے احکام کا علم ہوگا اس سے انہیں بہت فائدہ ہوگا۔ یا یہ کہ کسی جگہ تبلیغ کے لیے لوگوں کو بلایا جائے اور وہاں پردے وغیرہ کی قید نہ ہو بے پردہ عورتیں اور مرد سب ایک ساتھ بیٹھیں تو اس طرح لوگ بہت آئیں گے اگر پردے وغیرہ کی پابندی لگاتے ہیں تو بہت تھوڑے لوگ آئیں گے فائدہ کم ہوگا۔ یہ تلبیس ابلیس ہے۔

دین کو قائم کرنے کا طریقہ:

مکہ مکرمہ میں ایک شامی عالم تھے، بہت مضبوط عالم۔ چونکہ جنس کو جنس سے محبت ہوتی ہے اس لیے مجھے ان سے محبت تھی۔ وہ میرے پاس ملنے آیا کرتے تھے، میں بھی ان کے پاس جایا کرتا تھا۔ ایک بار میں ان کے پاس گیا تو وہاں کوئی شامی مجاہد آیا ہوا تھا، وہ ڈاڑھی منڈا تھا تو انہوں نے اس مجاہد کے سامنے مجھ سے پوچھا کہ جہاد کی مصلحت سے ڈاڑھی منڈانا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے کہا نہیں جائز نہیں تو وہ لڑکا بہت ناراض ہوا کہنے لگا اس کے سوا تو جہاد ہو ہی نہیں سکتا ہم جاتے ہیں تو دشمن پکڑ لیتے ہیں پھر ہم جاسوسی کیسے کریں گے، بہت بولتا رہا اس وقت مجھ سے اللہ تعالیٰ نے ایک جملہ کہلوا دیا:

لایقام الدین بھدمه

دین کو گرا کر دین کو قائم نہیں کیا جاسکتا۔ میرے اس جواب پر وہ شامی عالم بہت خوش ہوئے۔ آپ لوگ بھی یاد کرلیں دلوں میں بٹھالیں:

لایقام الدین بھدمہ

یہ ناممکن ہے کہ دین کو گرا کر دین قائم کیا جائے۔ اللہ کی قائم کردہ حدود کو توڑ کر انسان کبھی دیندار نہیں بن سکتا۔ عورتوں کا گھروں سے باہر نکلنا، خواہ وہ تبلیغی جماعت میں نکلیں، خواہ وہ جمعہ پڑھنے کے لیے نکلیں، خواہ وہ تراویح پڑھنے کے لیے نکلیں اس سے کبھی بھی ان کے دین کو فائدہ نہیں پہنچے گا کیونکہ دین کو گرا کر کبھی بھی دین قائم نہیں ہوسکتا۔ کل قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی تو اگر اللہ تعالیٰ نے یہ پوچھ لیا کہ میرے احکام کو پامال کرکے، میری قائم کردہ حدود کی خلاف ورزی کرکے عورتوں کو گلیوں گلیوں، شہروں شہروں میں پھرا کر کیا تم یہ سمجھتے تھے کہ ان کو ہدایت ہورہی ہے فائدہ ہورہا ہے؟ تو کیا جواب دیں گے؟ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہدایت عطاء فرمائیں۔

⁴ عورتوں کی جماعت:

بہت سی عورتیں رمضان میں تراویح کی جماعت کرتی ہیں، حالانکہ عورتوں کی جماعت کرنا جائز نہیں۔ اس سے پہلے نمبر پر تو یہ بتایا تھا کہ عورتوں کا جمعہ یا تراویح وغیرہ پڑھنے کے لیے مسجدوں میں جانا جائز نہیں۔ اب یہ بتا رہا ہوں کہ خواتین کا اپنے گھروں میں بھی تراویح کی جماعت کرنا جائز نہیں۔ اکیلی اکیلی پڑھیں۔

اس بارے میں لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہماری بچی تو حافظہ ہے اگر وہ سنائے گی نہیں تو قرآن بھول جائے گی۔ قرآن کو پکا کرنے کا یہ نسخہ ہے کہ سنائے، یہاں پھر وہی بات جو گزشتہ نمبر میں میں نے بتائی تھی کہ اللہ کے لیے کام کرتے ہیں تو اللہ کی نافرمانی کیوں کرتے ہیں؟ اللہ کی نافرمانی کرکے، اللہ کے قانون کے خلاف کرکے، اللہ کے قانون کو توڑ کر، اللہ کو ناراض کرکے کہتے ہیں کہ اس سے دین کا فائدہ ہوگا، تبلیغی جماعت والوں کی طرح عورتوں کو گھر سے نکال کر کہتے ہیں بہت فائدہ ہورہا ہے، ارے! گناہ کبیرہ کرکے کہتے ہیں فائدہ ہورہا ہے، اس پر کفر کا خطرہ ہے یا نہیں؟ کر رہے ہیں گناہ کبیرہ

اور کہہ رہے کہ بہت فائدہ ہو رہا ہے۔ معلوم نہیں لوگوں کی نظر میں فائدہ کسے کہتے ہیں نقصان کسے کہتے ہیں؟ کسی دینی کام کے کرنے میں فائدہ ہے یا نقصان اس کا معیار یہ ہے کہ اللہ کے قانون کے مطابق کرے اور کسی ایک کو بھی ہدایت نہ ہو تو آپ کا فائدہ ہے اور اگر اللہ کے قانون کے خلاف کر کے پوری دنیا کو آپ اپنے ساتھ ملالیں تو فائدہ نہیں نقصان ہے، جہنم کا کام کر رہے ہیں۔ گویا ان کے خیال میں معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اقامت دین کے ان طریقوں کا علم ہی نہ تھا جو کہیں سے ان کی طرف وحی ہو رہے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ عورتوں کی تراویح کی جماعت اس لیے ہونی چاہیے کہ اس طرح عورتیں اپنا قرآن پکا کریں گی۔ جس چیز کو شریعت نے ناجائز قرار دے دیا اسے قرآن پکا کرنے کا ذریعہ بنا رہے ہیں، ناجائز کام کر کے سمجھ رہے ہیں کہ بہت بڑی عبادت کر لی۔

مرد و عورت کے لیے علم کی حقیقت:

اس کے ضمن میں بتانا چاہتا ہوں کہ مردوں اور عورتوں کے لیے علم کی حقیقت کیا ہے۔ علم یہی تو ہے نا کہ قرآن مجید پر عمل کرنے کی توفیق ہو۔ احکام قرآن سے، حقوق القرآن سے واقفیت ہو، جس قرآن کو یاد رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نافرمانی کر رہے ہیں اس قرآن کے حقوق کیا ہیں۔ نمبر وار تین چیزیں یاد کرلیں:

① تجوید القرآن:

قرآن مجید کے الفاظ کو تجوید کے ساتھ سیکھیں۔ پہلا حق تو یہ ہے۔

② احکام قرآن کا علم:

اس کے بعد رہا یہ کہ قرآن مجید کے احکام کیا کیا ہیں؟ احکام کا علم حاصل کریں اس کے لیے بہشتی زیور خوب توجہ سے پڑھیں، سمجھنے کی کوشش کریں، بار بار پڑھتے رہیں،

بچیوں کو پڑھائیں تاکید کریں کہ بہشتی زیور دیکھا کریں۔

③ احکام قرآن پر عمل:

تیسری چیز رہ جاتی ہے کہ قرآن کے احکام کے مطابق عمل ہو۔ اس کے لیے کسی بھی ایسی شخصیت سے تعلق رکھیں کہ جس کے بیان میں اعمال کی طرف توجہ دلائی جاتی ہو۔ بداعمالیوں سے، گناہوں سے، نافرمانیوں سے بچانے کی کوشش کی جاتی ہو، خاص طور پر وہ نافرمانیاں جن کا عام مسلمانوں میں دستور ہو گیا ہے ان کو گناہوں کی فہرست سے ہی نکال دیا ان کی اصلاح کی طرف متوجہ کیا جاتا ہو، جن کے بیان میں فکر آخرت پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہو، کسی ایسے اللہ والے کے ساتھ تعلق رکھیں، ان کے مواعظ کی کتابیں پڑھیں، کیسٹیں سنیں اس سے فکر آخرت پیدا ہو گی۔ بتایئے کوئی چیز باقی رہ گئی، اس میں سارا ہی دین آ گیا مگر یہ جو رجحان لوگوں میں پیدا ہو گیا ہے کہ ذرا دین کی طرف مائل ہوئے تو اپنی بچیوں کو اسکول کالج سے اٹھا لیتے ہیں یہ تو بہت اچھا کرتے ہیں لیکن پھر وہ اس کوشش میں لگ جاتے ہیں کہ ان کی بچی حافظہ، قاریہ، مقرئہ، عالمہ، فاضلہ بن جائے اور پھر جب بچی حافظہ بن گئی تو کہتے ہیں کہ اگر تراویح میں سنائے گی نہیں تو اس کو قرآن یاد کیسے رہے گا؟ گناہ کرو گناہ، کبیرہ گناہ کرو اس لیے کہ بچی کو حافظہ بنا لیا تو اب قرآن کو پکا بھی تو رکھنا ہے۔

یہ بات خوب یاد رکھیں کہ جو تین چیزیں میں نے بتائی ہیں لڑکیوں کے لیے وہ کافی ہیں البتہ مردوں کے لیے پورے علم دین کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ خواتین کو کیا ضرورت پڑی ہے ان چیزوں کو حاصل کرنے کی؟ ان پر جتنا علم حاصل کرنا فرض ہے اس کی تفصیل میں نے بتا دی۔ اس بارے میں میرا رسالہ ’’اکرام مسلمات‘‘ دیکھیں۔

④ شبینہ:

شبینہ کی جو بدعت چل نکلی ہے اس میں شہرت و نمود کے علاوہ اور بھی کئی مفاسد ہیں،

اس بدعت کی مختلف صورتیں ہیں۔

پہلی صورت:

ایک صورت تو یہ ہے کہ جو قاری صاحب مسجد میں تراویح پڑھانے کے لیے معین ہیں وہی ایک دو راتوں میں پورا قرآن سنا دیں۔ اس میں یہ قباحتیں ہیں:

① شہرت و نمود، دکھاوے کے لیے کوئی کام کرنا شرک کی ایک قسم ہے۔

② اکثر نمازی شریک نہیں ہو سکتے۔

③ کئی لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہتے ہیں جب امام صاحب رکوع میں جاتے ہیں تو شریک ہو جاتے ہیں جو قرآن مجید کی کھلی بے حرمتی ہے۔

④ کئی لوگ اونگھتے رہتے ہیں، بار بار چائے پیتے ہیں یا منہ میں لونگ یا کالی مرچ وغیرہ رکھتے ہیں، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سخت تنبیہ فرمائی ہے کہ عمل اتنا ہی کرو جتنا انشراح اور رغبت سے ہو سکے۔

⑤ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن سننے کی سنت پوری ہو گئی اس کے بعد وہ تراویح پڑھتے ہی نہیں یا اپنے گھر میں چھوٹی سورتوں سے پڑھ لیتے ہیں، بعض تو بے ہمتی اور سستی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں لیکن اکثر دنیا کمانے کی ہوس میں کرتے ہیں کہ روزانہ تراویح میں قرآن سنیں گے تو دنیا کمانے میں بہت بڑا نقصان ہو گا، دنیائے مردار کے عشق میں شبینہ میں شرکت کی بہانہ سازی۔

⑥ شبینہ میں قرآن مجید لاؤڈ اسپیکر پر پڑھا جاتا ہے جس سے اہل محلہ کو تکلیف ہوتی ہے، بعض کمزور یا مریض ہوتے ہیں جن کے آرام میں خلل واقع ہوتا ہے، بعض دن بھر کے تھکے ہوئے ہوتے ہیں صبح جلدی ہی پھر کام پر جانا ہوتا ہے، شبینہ والے ظالموں کو بوڑھوں اور بیماروں پر رحم نہیں آتا تو ایسے مشغول لوگوں پر کیا رحم کھائیں گے، بات یہ ہے کہ آہستہ پڑھتے ہیں تو لوگوں میں نام کیسے ہو گا جو شبینہ سے اصل مقصد ہے۔

⑦ عموماً شبینہ میں پڑھنے والے قاری زیادہ ہوتے ہیں جن میں باہم تقابل اور مقتدیوں سے زیادہ سے زیادہ داد حاصل کرنے میں تسابق کی کوشش ہوتی ہے، پھر مقتدیوں میں بھی یہی باتیں چلتی ہیں کوئی ایک کو فوقیت دے رہا ہے تو کوئی دوسرے کو، اس سے بسا اوقات بعض قاریوں کی توہین بھی ہوجاتی ہے۔ یہ قباحت حسن قراءت کے مقابلہ میں بھی ہے۔

دوسری صورت:

عام تراویح پڑھانے کے بعد مسجد ہی میں دوسرے ایسے لوگ شبینہ میں تراویح پڑھیں جنہوں نے پہلے تراویح نہیں پڑھیں، اس میں مزید دو قباحتیں ہیں:

① ایک مسجد میں ایک ہی نماز کی دو جماعتیں کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

② پہلی جماعت میں حاضری کی کمی، جس سے مسجد اور اسلام کی رونق میں کمی ہوتی ہے۔

تیسری صورت:

جو لوگ پہلے تراویح پڑھ چکے ہوں وہ مسجد کے اندر نوافل میں شبینہ کریں، اس میں ایک مزید قباحت یہ بھی ہے کہ نوافل کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔

چوتھی صورت:

مسجد سے باہر کہیں پڑھیں، اس میں مزید دو قباحتیں ہیں:

① مسجد کی جماعت کو کاٹنا، مسجد، اسلام و اہل اسلام کی رونق کو کم کرنا۔

② عموماً ایسے لوگ عشاء کے فرض بھی وہیں پڑھتے ہیں مسجد میں نہیں پڑھتے جبکہ بلا ضرورت شرعیہ فرض میں مسجد کی جماعت کو چھوڑنا جائز نہیں۔ اگر فرض مسجد میں پڑھ کر تراویح کے لیے مسجد سے باہر نکلتے ہیں تو اس میں بھی دو قباحتیں ہیں:

① ناواقف لوگ سمجھیں گے کہ تراویح نہیں پڑھتے اور مظنہ تہمت سے بچنا فرض ہے۔

⑤ تراویح سے اعراض کے ساتھ مشابہت ہے۔

⑥ چند روزہ ختم:

اس میں بھی وہ سب مفاسد ہیں جن کی تفصیل شبینہ کے بیان میں بتا چکا ہوں، مزید یہ کہ بقیہ ایام میں اگر چھوٹی سورتیں پڑھتے ہیں تو یہ ناموزونیت نماز و قرآن کے احترام کے خلاف ہے۔

⑦ ستائیسویں رات میں ختم:

اس میں یہ مفاسد ہیں:

① ہر جگہ اس کا التزام ہونے لگا ہے، امر مستحب پر بھی فرض یا واجب جیسا دوام و التزام جائز نہیں جب کہ اس رات میں ختم کرنے کا تو استحباب بھی ثابت نہیں۔

② اس رات میں ختم کرنے کو زیادہ برکت اور زیادہ ثواب کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے جبکہ شرعاً اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

③ یہ دائمی معمول اس زعم پر مبنی ہے کہ یہ رات یقینی طور پر لیلۃ القدر ہے حالانکہ اس کا کوئی یقین نہیں اس کی تفصیل بھی آٹھویں نمبر میں بتاؤں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

④ بقیہ دو راتوں میں تراویح بہت مختصر ہونے کی وجہ سے مساجد کی رونقیں ختم ہو جاتی ہیں جبکہ شرع و عقل دونوں کا مقتضی یہ ہے کہ رمضان کے آخر میں عبادت زیادہ کی جائے لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے، شاید کئی لوگ تو تراویح بھی نہیں پڑھتے ہوں گے۔

اس رات میں ختم قرآن کا استحباب بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے لیکن اس میں کچھ باتیں سمجھنے کی ہیں:

① ان کا یہ خیال اسی امر پر مبنی ہے کہ شاید یہ لیلۃ القدر ہو۔ لیلۃ القدر میں زیادہ عبادت کرنے کا تو ثبوت ہے لیکن ختم قرآن کی تخصیص کا کوئی ثبوت نہیں۔

② مروج دستور میں تو ختم والی رات میں عام راتوں کی بنسبت عبادت کم ہوتی ہے اور بدعات وخرافات زیادہ۔

③ اس رات میں ختم کرنے میں فضیلت یقینی نہیں صرف متوقع ہے کہ شاید فضیلت مل جائے اور اس کے مقابلے میں آخری دو راتیں خالی رہ جانے اور دوسرے مفاسد مذکورہ یقینی ہیں۔ ایک متوقع نفع کے لیے یقینی نقصان کر لینے کی شرعاً گنجائش ہے نہ عقلاً۔

⑧ لیلۃ القدر کی وضاحت:

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر کا علم دیا گیا تھا مگر پھر وہ اٹھا لیا گیا۔ اس لیے کسی خاص رات کے لیلۃ القدر ہونے کا یقین نہیں۔

② یہ خیال بھی غلط ہے کہ لیلۃ القدر ہمیشہ ایک ہی تاریخ میں ہوتی ہے۔

③ لیلۃ القدر کے بارے میں ابتداءً کوئی علامت نہیں البتہ بعض روایات میں کچھ ایسی علامات کا ذکر ہے جو رات گزر جانے کے بعد ظاہر ہوتی ہیں، اوّلاً تو یہ علامات یقینی نہیں، دوسری بات یہ کہ رات گزر جانے کے بعد علامات تلاش کرنے سے کیا فائدہ؟ جنہیں جو عبادت کرنی تھی کر لی اور جنہوں نے رات غفلت میں گزار دی وہ اسے دوبارہ نہیں پا سکتے۔ رات گزر جانے کے بعد علامات معلوم ہونے سے صرف ناقص محبت والوں کو یہ فائدہ ہو سکتا ہے کہ اگر اس رات میں انہیں عبادت کی توفیق مل گئی تو وہ شکر گزار بندے بننے کے لیے اور زیادہ عبادت کریں گے، کامل محبت والوں کو ایسی ہمت افزائی کی ضرورت نہیں اور عوام کا یہ نقصان ہے کہ وہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے ہیں باقی راتیں غفلت میں گزار دیتے ہیں۔

④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات کا علم دے کر واپس لے لیا گیا۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ لوگ زیادہ سے زیادہ کوشش کریں اگر اس کا علم دے دیا جاتا تو لوگ اس

رات تو خوب عبادت کرتے اور باقی وقت غفلت میں گزار دیتے۔ اس کے علاوہ یہ حکمت بھی ہے کہ لوگ لیلۃ القدر کو جانتے ہوئے بھی اس میں گناہ کرتے تو انہیں عذاب زیادہ ہوتا۔

⑤ اس رات میں کوئی خاص عبادت متعین نہیں بسہولت جو عبادت چاہیں کریں۔ تلاوت، تسبیحات، نوافل، دینی کتب کا مطالعہ یا اللہ تعالیٰ کے احسانات، انعامات اور کمالات کا مراقبہ جو چاہیں کریں۔ اس کے برعکس لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ عبادت کی تعیین کر دی اتنے اتنے نوافل پڑھے جائیں اور فلاں فلاں سورتیں پڑھی جائیں یہ سب بدعات وخرافات ہیں جن پر ثواب کی بجائے عذاب ہے۔

⑥ طبیعت پر جبر کر کے تمام رات جاگنا ممنوع ہے، انشراح کے ساتھ، طیب خاطر سے جتنی دیر جاگ سکتا ہے جاگے اور جب نیند آنے لگے سو جائے۔

⑦ رات کو جاگنے کی وجہ سے فجر کی جماعت نہ نکل جائے، مسجد کی جماعت میں شریک ہوں۔

⑧ جس انشراح سے فجر کی نماز ہمیشہ پڑھتے ہیں اسی طرح پڑھ سکیں یہ نہ ہو کہ رات بھر جاگ کر فجر کی نماز میں جھومتے رہیں۔

⑨ نفل عبادت مسجد کی بجائے گھر میں کرنا مسنون ہے مسجدوں میں جا کر ہنگامہ آرائی نہ کریں۔

⑩ نوافل کی جماعت مکروہ تحریمی ہے اس لیے نوافل انفرادی طور پر پڑھیں۔

⑪ سب سے بڑی عبادت گناہوں کو چھوڑنا ہے۔ لیلۃ القدر میں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور آیندہ کے لیے ہر قسم کی نافرمانیوں سے بچنے کا عزم مصمم کریں اور اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی دعاء بھی کریں۔

(لیلۃ القدر کے بارے میں مزید تفصیل حضرت اقدس کے وعظ ''لیلۃ القدر'' میں پڑھیں۔ جامع)

⑨ بسم اللہ پڑھنا:

مسئلہ یہ ہے کہ امام پورے قرآن میں ایک بار بسم اللہ بلند آواز سے پڑھے تاکہ مقتدیوں کا سماع مکمل ہو جائے۔ اس کا بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ پہلی ہی رات قرآن مجید کی ابتداء ہی میں یہ عمل کرلیا جائے۔ لیکن اسے لازماً ختم والی رات ہی پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس میں یہ قباحتیں ہیں:

① غیر ثابت امر کا التزام، اس عمل کی ختم والی رات کے ساتھ تخصیص کا کوئی ثبوت نہیں، بالفرض اس کا استحباب ثابت ہوتا تو بھی اس کا التزام اور اس پر دوام جائز نہ ہوتا، غیر ثابت کا التزام اور بھی زیادہ قبیح ہے۔

② شرعاً وعقلاً بسم اللہ ابتداء قرآن میں تو مقصود بالذات ہے، پھر ہر سورت کے شروع میں سورتوں کے درمیان فرق بتانے کے لیے ہے، اس کا مقتضی یہ ہے کہ قرآن مجید کی اصل ترتیب کے مطابق بسم اللہ کو ابتداء قرآن میں ہی بلند آواز سے پڑھنا چاہیے تاکہ مقتدیوں کا سماع قرآن مجید کی اصل ترتیب کے مطابق ہو۔

③ کارِ خیر کو جلدی کرلینا بہتر ہے بلاوجہ اتنی تاخیر کیوں؟

④ ختم والی رات سے پہلے امام یا کسی مقتدی کا انتقال ہوگیا تو وہ اس سعادت سے محروم رہ گیا۔

⑩ تکرار اخلاص:

ختم والی رات سورہ اخلاص تین بار پڑھنے کا التزام کیا جاتا ہے، اس میں یہ مفاسد ہیں:

① فرائض میں سورت کا تکرار مکروہ ہے، تراویح بھی چونکہ فرائض کی طرح جماعت کے ساتھ اداء کی جاتی ہیں لہٰذا اس حکم کراہت میں بھی یہ فرائض کی طرح ہیں۔

② اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی سے کوئی ثبوت نہیں۔

③ اس میں ثواب سمجھا جاتا ہے اور غیر ثابت کو کارِ ثواب سمجھنا بدعت ہے۔

④ اس کا التزام کیا جاتا ہے جس سے مستحب کام بھی واجب الترک ہو جاتا ہے تو جس کا کوئی ثبوت ہی نہ ہو اس کا ترک کرنا بطریق اولیٰ واجب ہوگا۔

⑪ مفلحون پر ختم کرنا:

اس کا بھی التزام کیا جاتا ہے، اس کے استحباب کے لیے ایک حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے، لیکن تحقیق کرنے سے ثابت ہوا کہ اس حدیث سے اس کے استحباب پر استدلال صحیح نہیں۔

اس کی مفصل و مدلل تحقیق احسن الفتاویٰ کی دسویں جلد (تتمہ) میں ہے۔

⑫ تراویح کے بعد مروج دعاء:

اس کا تو بہت ہی زیادہ التزام ہے، فرائض وواجبات سے بھی زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس میں یہ قباحتیں ہیں:

① اس کا کوئی ثبوت نہیں، نماز کے بعد دعاء مانگنا ثابت ہے لیکن اس میں یہ تفصیل ہے کہ فرض کے بعد ہاتھ اُٹھائے بغیر مختصر سی دعاء انفراداً مانگے البتہ نوافل کے بعد انفراداً ہاتھ اٹھا کر طویل دعاء مانگنا صحیح ہے۔

اس کی مفصل و مدلل تحقیق میرے رسالہ "**زبدة الكلمات في حكم الدعاء بعد الصلوٰت**" میں ہے، یہ رسالہ احسن الفتاویٰ کی تیسری جلد میں ہے اور مستقل بھی چھپا ہوا ہے جس کا نام ہے "نمازوں کے بعد دعاء۔"

تنبیہ:

احسن الفتاویٰ کی تیسری جلد میں کچھ اہم مباحث رہ گئے تھے جو دسویں جلد میں ہیں۔ فرائض کی طرح تراویح بھی جماعت سے پڑھی جاتی ہیں لہٰذا دعاء کے مسئلہ میں

بھی یہ بحکم فرائض ہیں، غالباً وتر کے بعد بھی اسی طرح دعاء مانگنے کا التزام کیا جاتا ہے جب کہ وتر کا بحکم فرض ہونا تو اور بھی زیادہ ظاہر ہے۔ تراویح کے بعد دعاء میں یہ بدعات ہیں:

① بوقت دعاء ہاتھ اٹھانا۔

② اجتماعاً کرنا۔

③ امام کی اقتداء میں کرنا۔

④ بلند آواز سے کرنا۔

⑤ ان سب بدعات کو ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والے کو ملامت کرنا۔

⑬ ختم قرآن کے موقع پر چراغاں کرنا:

اس میں یہ قباحتیں ہیں:

① مال وقف سے کرنا حرام ہے۔

② مال وقف سے نہ ہو تو بھی چونکہ اس کا التزام کیا جاتا ہے اس لیے اس سے احتراز لازم ہے۔

⑭ مٹھائی تقسیم کرنا:

مٹھائی تقسیم کرنے کی مروج رسم میں کئی قبائح ہیں مثلاً:

① اسے مستقل ثواب سمجھا جاتا ہے جو دین پر زیادتی ہونے کی وجہ سے بدعت ہے۔

② اس کا ایسا التزام کیا جاتا ہے کہ کسی حال میں بھی اس رسم کو ترک نہیں کیا جاتا، التزام کی وجہ سے تو مستحب کام بھی واجب الترک ہو جاتا ہے چہ جائیکہ جس کا استحباب ہی ثابت نہ ہو۔

③ وقف کی رقم سے اس پر صرف کرنا ناجائز ہے اس لیے کہ یہ خرچ مصارف مسجد میں سے نہیں لہٰذا منتظمہ کمیٹی پر شرعاً اس رقم کا ضمان واجب ہوگا۔

④ بلاضرورت شرعیہ چندہ کرنا ناجائز ہے اس میں دین اور قرآن مجید کی تحقیر وتذلیل ہے۔

⑤ چندہ میں اگر خطاب خاص کیا گیا یا ایسی مجلس میں خطاب عام کیا گیا کہ جس میں کچھ خاص لوگ شریک ہوں تو ان دونوں صورتوں میں چندہ دہندگان کی رضا اور طیب خاطر متیقن نہیں، بلکہ ظن غالب یہ ہے کہ مروت اور غلبۂ حیاء کی وجہ سے رقم دی ہوگی، لہٰذا اس رقم سے خرید کردہ مٹھائی حلال نہ ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لایحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفسہ (مسند الامام احمد)

کسی کا مال حلال نہیں جب تک کہ اس کے شرح صدر کا یقین نہ ہو جائے۔ اس کا یقین ہو جائے کہ خوشی سے دے رہا ہے جبکہ آج کل تو چندہ مانگنے والوں کا طریقہ ایسا ہوتا ہے کہ جیسے گلے پر انگوٹھا رکھ کر زبردستی نکلواتے ہیں وہ تو ویسے ہی حرام ہو گیا۔

⑥ ایسے موقع پر چندہ دینے میں وہ لوگ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں جن کی آمدن حرام ہوتی ہے اس کی دو وجہیں ہیں:

[1] حرام خوروں کے پاس پیسہ بہت ہوتا ہے، بینک اور انشورنس والوں کے پاس پاخانوں کے ڈھیروں کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں۔

[2] حرام خور شیرینی وغیرہ کے لیے اور مساجد میں دریاں، قالین اور دوسری چیزوں کے لیے پیسہ دے کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ بہت بڑے دیندار ہیں اور وہ لوگوں پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ دیکھئے اگر بینک اور انشورنس وغیرہ کی ملازمت حرام ہوتی تو یہ مولانا صاحب یا یہ مسجدوں والے ہماری رقمیں قبول نہ کرتے یہ لوگ تو ہم سے چندہ لیتے ہیں اور خوب خوب لیتے ہیں تو معلوم ہوا کہ جو مولوی ہماری آمدن کو حرام کہتے ہیں وہ ایسے ہی اپنی طرف سے باتیں گھڑتے ہیں دیکھئے ہماری آمدن تو حلال ہے۔

⑦ اگر چندہ جمع کرتے وقت یہ خیال رکھا جائے کہ حرام خوروں سے نہ لیں اور یہ بھی یقین ہو کہ چندہ دینے والے طیب خاطر سے دے رہے ہیں تو بھی ایک غلط رسم اور

بدعت کی تائید تو ہوگی اس لیے ہر حال میں اس سے احتراز لازم ہے۔

⑧ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اظہار مسرت وشکر کی غرض سے مٹھائی تقسیم کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ شکر کی حقیقت تو یہ ہے کہ منعم کو راضی کیا جائے یہ کیسا شکر ہے جو منعم کو ناراض کر کے اداء کیا جا رہا ہے؟

⑮ روزہ کشائی:

یہ بدعت بھی بہت عام ہے اس میں یہ قباحتیں ہیں:

① نام ونمود، پہلے بتا چکا ہوں کہ دکھاوے کے لیے کام کرنا شرک کی ایک قسم ہے۔

② غیر مکلف بچے کو بھوکا پیاسا رکھ کر اسے ایذاء پہنچانا۔

③ اس موقع پر جمع ہونے والے لوگ کچھ ہدیہ دینا لازم سمجھتے ہیں، اس کا نام تو ہدیہ ہے لیکن درحقیقت یہ قرض ہے۔ اس کی تفصیل آگے عیدی کے بیان میں بتاؤں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

④ کھانے کی دعوت کو ضروری سمجھتے ہیں، یہ بھی درحقیقت قرض ہے۔ اس کی تفصیل بھی ان شاء اللہ تعالیٰ عیدی کے بیان میں بتاؤں گا۔

⑤ ایسی واہیات رسم اور بدعت شنیعہ میں لگ کر مغرب کی نماز مسجد کی جماعت سے نہیں پڑھتے جب کہ مسجد کی جماعت سے پڑھنا واجب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ترک پر بہت سخت وعید سنائی ہے۔

⑥ مغرب کی نماز بہت دیر سے پڑھتے ہیں۔

⑯ افطار پارٹی:

روزہ کشائی کی بدعت کے بیان میں جو قباحتیں بتائی ہیں ان میں سے آخری تین نمبروں والی قباحتیں افطار پارٹی میں بھی ہیں یعنی:

① عموماً یہ دعوت بھی قرض ہی شمار ہوتی ہے۔

② مسجد کی جماعت کا ترک۔

③ مغرب کی نماز میں بہت زیادہ تاخیر۔

ان کے علاوہ دو قباحتیں مزید ہیں:

④ ریاء و نمود، لوگوں میں اپنے مال کی نمائش کے لیے لوگ اس قسم کی تقریبات منعقد کرتے ہیں۔

⑤ دنیائے مردار حاصل کرنے کے لیے لوگوں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لیے اصحاب منصب و مال کی دعوت کرتے ہیں۔

⑰ مسجد میں کھانے لانا:

کھجور یا پانی سے افطار کرنے کی فضیلت ہے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان میں یہ خوبیاں ہیں:

① ہر جگہ بسہولت مل سکتی ہیں۔

② بہت سستی ہیں۔

③ حلق سے بہت جلد اتر جاتی ہیں۔

④ اٹھا کر مسجد میں لے جانا بہت سہل ہے۔

⑤ مسجد میں کھانے سے مسجد کی تلویث اور بے حرمتی نہیں ہوتی۔

اس زمانے میں بوقت افطار مختلف اقسام کے ماکولات و مشروبات کی رسم چل نکلی ہے جس میں یہ قباحتیں ہیں:

① گھر میں کھا کر نکلیں تو جماعت نہیں ملے گی۔

② مسجد میں ساتھ لے جائیں تو اتنی چیزیں اٹھا کر لے جانے کی مشقت۔

③ مسجد میں اتنے ماکولات و مشروبات کھانے پینے سے نماز میں غیر معمولی تاخیر۔

④ مسجد کی تلویث و بے حرمتی۔ مسجد میں اتنے کھانے جمع کرتے ہیں اور ایسا ہنگامہ

کرتے ہیں کہ ہوٹل سے بھی زیادہ۔

⑤ رات کا کھانا دو قسطوں میں منقسم ہو گیا، پہلے بوقت افطار اور پھر دوسری قسط نماز کے بعد، یہ طبی لحاظ سے صحت کے لیے سخت مضر ہے۔

⑱ لیلۃ الجائزۃ:

یہ ایک نئی بدعت سننے میں آ رہی ہے عید کی رات لیلۃ الجائزہ کے نام سے مسجد میں جمع ہو کر نوافل کی جماعت کرتے ہیں، اس میں یہ قبائح ہیں:

① جائزہ کے معنی ’’انعام‘‘ یہ لفظ جائزہ ہی بتا رہا ہے کہ یہ رمضان میں تراویح اور روزوں پر انعام کی رات ہے، تراویح اور روزوں پر بہت انعام کا وعدہ ہے اور رمضان کے اختتام پر جہنم سے نجات کی بشارت ہے، اس لیے رمضان کا آخری دن ختم ہوتے ہی اس ماہ مبارک میں کیے گئے اعمال پر انعام ملنے کا وقت شروع ہو گیا، رات میں تراویح کا عمل ختم ہو گیا اور دن میں روزے کا عمل ختم ہو گیا، جیسے عید کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے ایسے ہی اس رات میں تراویح پڑھنا ممنوع ہے، عید کے دن کی طرح عید کی رات میں بھی عمل سے چھٹی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی عمل بھی نہ کرے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اعمال ماثورہ میں سے کوئی عمل نہ کرے، عید کے دن تو نفل روزہ رکھنا بھی جائز نہیں، اس کا مقتضی تو یہ تھا کہ رات کو نوافل پڑھنا بھی جائز نہ ہوتا کوئی دوسری عبادت کرے لیکن چونکہ تراویح جماعت سے پڑھی جاتی ہیں اور نوافل انفراداً پڑھے جاتے ہیں اس لیے تراویح سے پوری مشابہت نہ ہونے کی وجہ سے شریعت نے اس رات میں نوافل پڑھنے سے نہیں روکا۔

② تراویح سے مشابہت ہے جو حدود اللہ پر زیادتی ہے۔

③ نوافل کی جماعت جائز نہیں۔

④ عبادت نافلہ کے لیے اجتماع۔ اس کی تفصیل احسن الفتاویٰ جلد اول باب رد

البدعات میں ہے۔

⑤ ایسی بدعات مسجد میں کرنا اور بھی زیادہ قبیح ہے۔

⑲ چاند کے حساب کے غیر شرعی طریقے:

ایک بہت سخت گمراہی کی بات یہ کہ لوگوں نے چاند کے بارے میں حساب لگانے کے مختلف طریقے نکال رکھے ہیں، ان طریقوں کے ذریعہ حساب لگا کر وہ یہ بتاتے ہیں کہ چاند انتیس کا ہوگا یا تیس کا، یہ ناجائز ہے شرعاً اس کا کچھ اعتبار نہیں، اس بارے میں شریعت نے جو اصول بتا دیا کہ رؤیت کی شہادت پر مدار ہے، بس اسی اصول پر عمل کیا جائے گا دوسرے حسابوں کا کچھ اعتبار نہیں۔

اس کے علاوہ ایک قابل اصلاح امر یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ ایک روزے سے بچنے کے لیے اور عید کی خوشی میں چاہتے ہیں کہ چاند انتیس کا ہو جائے تو اچھا ہے اور بعض تمنا کرتے ہیں کہ تیس کا چاند ہو۔ ایک دن اور مل جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ رمضان کی برکتیں حاصل کر سکیں۔ یہ دونوں طرز فکر صحیح نہیں۔ اگر اللہ کے ساتھ تعلق صحیح ہو تو اللہ کا بندہ تو تفویض پر عمل کرتا ہے کہ جس میں میرا محبوب راضی اسی میں میں بھی راضی، اگر میرا اللہ ایک روزہ اور رکھوائے گا تو بسر وچشم اس میں راضی اور اگر میرا اللہ عید کروا کر مجھے کھلائے پلائے تو میں اس میں راضی۔ اللہ کی تقدیر پر، اللہ کے فیصلوں پر بندے کو ہر حال میں راضی رہنا چاہیے۔ آپ اپنی طرف سے کچھ نہ سوچا کریں کہ کب ہوگا اور کیسے ہوگا، جب ہونا ہوگا ہو جائے گا اسی پر راضی رہیں۔

⑳ عید سے پہلے میٹھی چیز کھانا:

یہ بدعت تو نہیں لیکن اس کی کچھ وضاحت کرنے کی ضرورت ہے، اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں فرق کرنے کے لیے عید کی صبح کو جلدی ہی کوئی چیز کھالی جائے۔ افطار میں جلدی کرنے کے استحباب کی وجہ بھی یہی ہے کہ غروب کے بعد روزہ ختم ہوا تو

اس کا حکم ہو جانے کے اظہار کے لیے افطار جلدی کیا جائے، حدود اللہ میں فرق کے اظہار کی شریعت میں اور بھی کئی مثالیں ہیں۔ رہی میٹھی چیز کی بات تو اس کی بناء یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی صبح کو کھجوریں کھایا کرتے تھے، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کھجور کی خصوصیت نہیں اسی طرح میٹھی چیز کی بھی کوئی خصوصیت نہیں، کھجوریں گھروں میں عام ہوتی تھیں، اس لیے کوئی کھانا پکانے کی زحمت کی بجائے اس آسان طریقہ پر عمل کر لیا جاتا تھا۔

(۲۱) سویاں پکانے کا التزام:

عید کے دن سویاں پکانے کو ضروری سمجھا جاتا ہے اگر اسے سنت سمجھتے ہیں تو چونکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں اس لیے بدعت ہے اور اگر سنت نہیں سمجھتے تو اگر چہ بدعت تو نہیں لیکن پھر بھی فرض واجب کی طرح التزام بہت قبیح رسم ہے۔ اگر کوئی ضروری نہ سمجھتا ہو تو بھی اس غلط رسم کی تائید ہوتی ہے۔ اس لیے اس سے احتراز لازم ہے۔

(۲۲) سویوں کا مبادلہ:

ہر گھر میں سویاں پکتی ہیں پھر بہت اہتمام والتزام سے ایک دوسرے کے گھر بھیجی جاتی ہیں۔ یہ رسم بھی لغو اور واجب الترک ہے۔

(۲۳) نماز عید یا خطبہ کے بعد دعاء:

خطبہ کے بعد دعاء ثابت نہیں، نماز عید کے بعد اثبات دعاء کے لیے دو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں لیکن ان سے استدلال میں کلام ہے اور نمازوں کے بعد استحباب دعاء کے کلیہ میں داخل کرنے میں بھی یہ اشکال ہے کہ نماز کے بعد متصل بلا فصل خطبہ ہے، دوسری بات یہ کہ خطبہ بھی دعاء ہے، مزید یہ کہ اس دعاء میں کئی واضح بدعات بھی شامل کر دی گئی ہیں:

① دعاء کا التزام اور تارک پر نکیر شدید۔

② رفع یدین۔ یہ پہلے بتا چکا ہوں کہ فرائض کے بعد دعاء میں رفع یدین ثابت نہیں اور نماز عید بھی بحکم فرائض ہے۔

③ بلند آواز سے دعاء کرنا اور اس کا ایسا التزام کہ اسے کسی حال میں بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔

④ اجتماعیت اور اس کا التزام نمبر ۳ سے بھی زیادہ۔

⑤ امام کی اقتداء اور اس کا التزام، اس پر شدت بھی گزشتہ دو نمبروں سے کم نہیں۔

ان وجوہ کی بناء پر اس رسمی دعاء سے احتراز لازم ہے۔

㊹ نماز عید کے بعد مصافحہ و معانقہ:

نماز عید کے بعد مصافحہ و معانقہ بدعت ہے، شریعت میں مصافحہ کا موقع صرف اول ملاقات ہے، نمازوں کے بعد مصافحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت نہیں، یہ بدعت روافض کی ایجاد ہے، اس لیے اس سے احتراز واجب ہے، حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس بدعت کے مرتکب کو زجر و توبیخ کی جائے پھر بھی باز نہ آئے تو حسب قدرت اسے سزا دی جائے۔ معانقہ کا مروجہ طریقہ تو ویسے ہی بہت قبیح اور بڑا خطرناک ہے، اس کی تفصیل رسالہ ”مصافحہ و معانقہ“ میں ہے، یہ رسالہ احسن الفتاویٰ کی آٹھویں جلد میں ہے۔

㊺ عید مبارک کہنا:

عید کی مبارک باد دینا لینا جائز ہے لیکن اسے سنت سمجھنا جائز نہیں، سنت سمجھنا بدعت ہے پھر ضروری سمجھنا اور بھی بڑی بدعت اور انہی مخصوص الفاظ ”عید مبارک“ کو سنت یا ضروری سمجھنا بہت بڑی بدعت ہے۔

㊻ عیدی لینا دینا:

عیدی لینے دینے میں یہ قباحتیں ہیں:

① فخر و نمود۔

② اگر اسے سنت سمجھتے ہیں تو بدعت ہے۔

③ عموماً مبادلہ کی نیت ہوتی ہے، پھر مبادلہ بھی بصورت قرض جس میں مزید کئی قبائح ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

① یہ قرض جبراً وصول کیا جاتا ہے اس طرح کہ نہ دینے والے کو ملامت کی جاتی ہے اور جبراً کسی سے کچھ لینا حرام ہے۔

② بلا ضرورت قرض لینا دینا ناجائز ہے۔

③ پھر ظلم یہ کہ اس قرض کو ہدیہ کا نام دیا جاتا ہے جو اصطلاح شریعت کو بدلنا ہے۔ ہدیہ تو دلیل محبت و باعث ازدیاد محبت ہوتا ہے اس لیے اس کا عوض لینے کی کوئی خواہش نہیں ہوتی لیکن قرض کی حقیقت اس کے برعکس ہے یہ قاطع محبت ہے، اس کا نام ”قرض“ رکھا ہی اسی لیے گیا ہے کہ یہ محبت کی مقراض یعنی قینچی ہے۔

④ قرض کا حکم یہ ہے کہ جب بھی استطاعت ہو ادا کر دیا جائے لیکن یہ قرض مواقع معہودہ کے سوا ادا نہیں کیا جاتا اگر کوئی دینا چاہے تو قرض خواہ قبول نہیں کرتا مواقع معہودہ پر ہی قبول کرتا ہے یہ بھی مستقل گناہ ہے، کیا معلوم کہ موقع تک زندگی ہوگی بھی یا نہیں، قرض ادا کر سکے گا یا نہیں، خدانخواستہ قرض ادا کرنے سے پہلے موت نے آدبوچا تو کیا بنے گا، مقروض کی موت کی صورت میں اس کے ورثہ کا ادا کرنا یقینی نہیں اور قرض خواہ کی موت کی صورت میں اس کے تمام ورثہ پر قرض کو تقسیم کر کے ہر ایک کو اس کا حصہ دینا ضروری ہے جبکہ اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا بلکہ عرف کے مطابق مواقع معہودہ پر کسی ایک وارث کو دیا جاتا ہے اور وہ اپنا حق سمجھ کر استعمال کرتا ہے دوسرے ورثہ کے حق کا خیال تک نہیں آتا۔

⑤ کئی قرض خواہ قرض وصول کرنے سے پہلے مرجاتے ہیں تو یہ قرض اس کے وارثوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، پھر کئی وارث بھی مرجاتے ہیں تو بصورت مناسخہ تقسیم

در تقسیم و نقل در نقل ہو کر اتنا پھیل جاتا ہے کہ سب اہل حقوق اور ہر ایک کے حق کی مقدار کا معلوم کرنا ناممکن ہو جاتا ہے، اس لیے مقروض اگر کسی وقت قرض ادا کرنا بھی چاہے تو اس کے لیے ان حقوق العباد سے سبکدوش ہونے کی کوئی صورت ممکن نہیں رہتی، بے شمار لوگوں کے حقوق کا بوجھ لے کر مرے گا۔

③ اس رسم کا فرض و واجب کی طرح التزام کیا جاتا ہے جب کہ ایسے التزام سے امر مندوب بھی واجب الترک ہو جاتا ہے۔

④ دینے والے کی نیت عوض لینے کی نہ ہو تو بھی جس کے بچوں کو عیدی دی جاتی ہے وہ اسے اپنے اوپر بوجھ محسوس کرتا ہے اور اس کا عوض دینا ضروری سمجھتا ہے۔

⑤ معاوضہ کی ناجائز رسم کی تائید و ترویج ہے۔

⑥ دیکھنے سننے والوں کے لیے ناجائز رسم کے ارتکاب کی بدگمانی و مظنہ تہمت۔

⑦ بچوں کے دلوں میں مال کی محبت پیدا ہوتی ہے، اس لیے اپنے بچوں کو بھی پیسے ہرگز نہ دیا کریں، بچوں کو پیسے دے کر ان کی دنیا و آخرت تباہ کرنے کی بجائے انہیں صدقہ و خیرات، جہاد اور دین کے دوسرے کاموں پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی ترغیب دیتے رہنا لازم ہے۔

㉗ ہر عید پر نیا جوڑا بنانا:

عید کے موقع پر نیا لباس پہننا مستحب ہے مگر اس کے لیے یہ تو ضروری نہیں کہ ہر عید پر نیا جوڑا بنایا جائے۔ ایک جوڑا بنا لیا عید کے دن پہنا اور پھر اتار کر حفاظت سے رکھ لیا، پھر دوسری عید میں بھی وہی پہن لیا، اس طرح ایک ہی جوڑا کئی سال چلے گا، میں اور میرے گھر والے ایسا ہی کرتے ہیں، حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ضرورت کے لیے تین جوڑے کافی ہیں ایک جمعہ اور عید کے لیے دوسرا عام حالات کے لیے اور تیسرا محنت و مزدوری کے وقت پہننے کے لیے۔ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ ہر جمعہ اور ہر عید کے لیے نیا جوڑا بنانے کا نہیں فرما رہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ایک بہتر قسم کا جوڑا جمعہ اور عید کے لیے مختص کر لیا جائے اور ہمیشہ وہی پہنا جائے جبکہ پہلے زمانے میں کپڑا جلدی خراب ہو جاتا تھا، دو تین بار دھلنے سے اس کی رونق ختم ہو جاتی تھی اور دیکھنے سے پتا چل جاتا تھا کہ پرانا ہے لیکن اس زمانہ میں تو کپڑے ایسے بن رہے ہیں کہ مہینوں استعمال ہونے کے بعد بھی نئے پرانے میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ ہر عید پر نیا جوڑا بنانے میں یہ قباحتیں ہیں:

① نام و نمود۔

② ضرورت سے زیادہ مال و اسباب جمع رکھنا اور اسے بار بار دیکھنا دنیا کی ہوس کی دلیل ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سخت وعید ہے، تیسویں پارے کے آخر میں سورہ ہمزہ اسی بارے میں ہے:

وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۨ‏ o الَّذِىۡ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ o يَحۡسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخۡلَدَهٗ o كَلَّا لَـيُنۡۢبَذَنَّ فِى الۡحُطَمَةِ o وَمَاۤ اَدۡرٰكَ مَا الۡحُطَمَةُ o نَارُ اللّٰهِ الۡمُوۡقَدَةُ o الَّتِىۡ تَطَّلِعُ عَلَى الۡاَفۡـِٕدَةِ o اِنَّهَا عَلَيۡهِمۡ مُّؤۡصَدَةٌ o فِىۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ o (۱۰۴-۱تا۹)

دیکھیے جہنم کی کیسی سخت وعید ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔ اگر خدانخواستہ کبھی کسی سے ایسی کوئی غلطی ہو جائے تو پہلا جوڑا کسی مسکین کو دے دے۔ سوچیے! پھر سوچیے! پھر سوچیے! کہ زیادہ جوڑے جمع کر لی تو جان کیسے نکلے گی؟

③ اس سے دنیا کی ہوس بڑھتی ہے، دوسرے نمبر میں تو بتایا تھا کہ یہ دنیا کی ہوس کی دلیل ہے، اس تیسرے نمبر میں بتا رہا ہوں کہ اس سے دنیا کی ہوس اور زیادہ بڑھتی ہے۔

④ جن کے پاس اتنی وسعت نہیں ہوتی وہ قرض لے کر بلکہ اور بھی کئی ناجائز ذریعے اختیار کر کے اس ہوس کو ضرور پورا کرتے ہیں۔

عام طور پر دستور ہے کہ عید کے بالکل قریب جا کر کپڑے خریدتے ہیں اس میں مزید یہ قباحتیں ہیں:

⑤ اپنے افلاس کا اظہار کہ پہلے اس کے پاس اتنی گنجائش نہ تھی۔

⑥ حب مال جیسے مہلک مرض کا اظہار کہ پیسے موجود ہونے کے باوجود عین وقت سے پہلے نکالنے کو دل نہیں چاہتا۔

⑦ عید کے قریب ہر چیز مہنگی ہوتی ہے، اس وقت میں خریداری سے دنیا کا بندہ اپنی دنیا کا بھی نقصان کرتا ہے۔

⑧ ان دنوں میں بازاروں میں اور دکانوں پر مردوں اور عورتوں کا بہت ہجوم ہوتا ہے جو احمق لوگوں کو تو شاید اچھا لگتا ہو لیکن عقلمند کو اس سے تکلیف ہوتی ہے، دین کا نقصان الگ۔ اللہ تعالیٰ عقل اور دین کی فکر عطاء فرمائیں۔

㉘ شش عید منانا:

عید کے بعد جو چھ روزے رکھے جاتے ہیں انہیں ’’شش عید‘‘ اس لیے کہا جاتا ہے کہ عید کے بعد ہیں، لیکن اب معلوم ہوا کہ بعض احمق عقل و دین دونوں سے کورے ’’شش عید‘‘ کا مطلب یہ سمجھنے لگے کہ ان چھ روزوں کے بعد عید منائی جائے اس لیے انہوں نے یہ بدعت شروع کر دی، عید منانے لگے، یہ بہت سخت بدعت ہے، شریعت پر زیادتی اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے۔ مجھے تو ایسی حماقت اور بے دینی کی بات سن کر بہت تعجب ہوا، یقین نہیں آ رہا تھا کہ دنیا میں کوئی ایسا احمق بھی ہو سکتا ہے لیکن تحقیق کرنے سے ثابت ہوا کہ کوئی ایک نہیں بلکہ بہت سے خاندان ایسے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں عقل عطاء فرمائیں۔ یہ بدعت ظاہر ہونے کے بعد ان روزوں کو ’’شش عید‘‘ کہنے سے بھی احتراز کرنا چاہیے اس لیے کہ یہ لفظ بولنے سے اس خطرناک بدعت کی تائید ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہر قسم کی بدعات ومنکرات سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

وصل اللّٰهم وبارک وسلم علىٰ عبدک ورسولک محمد وعلىٰ اٰله وصحبه اجمعين والحمدللّٰه رب العلمين

بسم الله الرحمن الرحيم

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ اُن کے لئے محبت پیدا کر دے گا (مریم : ۹۶)

بیعت کی حقیقت

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ بیعت کی حقیقت

بمقام: ☜ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: ☜ بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: ☜ رجب ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۳۶۰۱۹

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

بیعت کی حقیقت

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖٓ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ۚ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا o (۴۸-۱۰)

شریعت میں بیعت کی بہت بڑی اہمیت ہے، بظاہر تو بیعت ہونے والا شیخ سے عہد کرتا ہے لیکن درحقیقت یہ عہد اللہ تعالیٰ سے ہے، میں نے اس وقت جو آیت پڑھی ہے بوقت بیعت بھی یہی آیت پڑھی جاتی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ بیعت ہونے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، اس لیے خوب سوچ کر سمجھ کر بیعت ہونا چاہیے، اسی لیے یہاں کسی کو جلدی سے بیعت نہیں کیا جاتا بلکہ بیعت کے لیے بہت سی شرطیں مقرر ہیں جب تک وہ

شرطیں پوری نہ ہوں بیعت نہیں کیا جاتا، بیعت ہونے کے لیے لوگوں کو مہینوں بلکہ سالوں انتظار کرنا پڑتا ہے، ایسے لوگ بھی ہیں جو کئی سالوں سے بیعت کی درخواستیں لیے پھرتے ہیں مگر انہیں بیعت نہیں کیا جاتا، حالات کے اعتبار سے مختلف لوگوں کے لیے مختلف مدت ہوتی ہے، کسی کی درخواست جلدی قبول ہوجاتی ہے کسی کی دیر سے ایک مولوی صاحب میرے شاگرد تھے انہوں نے کئی سال مسلسل مجھ سے پڑھا اور دورانِ تعلیم میری خدمت بھی بہت کرتے تھے، پھر عالم بننے کے بعد وہ مشہور علامہ اور اعلیٰ درجہ کے استاذ، مدرس اور خطیب بھی بن گئے، انہوں نے بیعت ہونے کی درخواستیں شروع کیں، بیچارے کہتے رہے کہتے رہے حتیٰ کہ کئی سال گزر گئے اسی حال میں ان کا انتقال ہوگیا مگر وہ بیعت نہیں ہوسکے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں درجات بلند فرمائیں، بیعت ہونے سے جو مقصد ہے اللہ تعالیٰ ان کے حق میں وہ مقدر فرمادیں۔

عرضِ مرتب:

اس وعظ میں حضرت اقدس نے بیعت کی جو شرائط اور طریق کار بیان فرمایا ”انوار الرشید“ کی تیسری جلد میں اس سے زیادہ تفصیل ہے اس لیے وہ نقل کی جاتی ہے:

حضرت اقدس کا طریق تربیت:

حضرت اقدس کسی کو بھی جلدی بیعت نہیں فرماتے، بیعت کی درخواست کرنے والوں کو مندرجہ ذیل مراحل سے گزرنا پڑتا ہے:

۱ حضرت اقدس کے وعظ سے متاثر ہو کر کوئی بیعت کی درخواست کرتا ہے تو اسے تحریری درخواست دینے کی ہدایت کی جاتی ہے، زبانی درخواست کو قابل سماعت نہیں سمجھا جاتا۔

۲ تحریری درخواست کے جواب میں لکھا جاتا ہے

’’بہشتی زیور حصہ ہفتم میں شیخ کامل کی علامات غور سے پڑھیں، اس کے بعد جس شیخ پر اعتماد ہو اور اس کے ساتھ مناسبت بھی ہو اس سے تعلق قائم کریں۔‘‘

۳ پھر علامات شیخ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد بھی اگر وہ حضرت اقدس ہی کی طرف رجوع پر اصرار کرتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے:

① سنت کے مطابق استخارہ کریں۔

② ہفتہ وار مجالس وعظ میں شریک ہوا کریں، کم از کم سات مجالس میں شرکت کریں۔ یہ شرط صرف مقامی لوگوں کے لیے ہے۔

③ تمام مطبوعہ مواعظ تین بار غور سے پڑھیں۔

④ ’’انوار الرشید‘‘ کا اول سے آخر تک پورے غور سے مطالعہ کریں۔

۴ ان ہدایات کی تعمیل کی تحریری اطلاع آتی ہے تو جواب میں ارشاد ہوتا ہے:

بیعت خود مقصود نہیں، اصلاح مقصود ہے، آپ کو اصلاحی مکاتبت کی اجازت ہے، اُمورِ ذیل کی پابندی کریں:

① ’’بہشتی زیور‘‘ کا مطالعہ روزانہ بقدرِ فرصت۔

② مواعظ اور ’’انوار الرشید‘‘ کا جتنا حصہ ہو سکے روزانہ۔

③ ممکن ہو تو ہفتہ وار مجلس وعظ میں حاضری کی پابندی۔

④ رات کو سونے سے قبل دن بھر کے حالات کا محاسبہ اور مراقبۂ موت۔

⑤ ہر ماہ ایک بار اطلاع حالات کا پرچہ، یعنی محاسبہ میں منکرات ظاہرہ و باطنہ میں سے کسی کا احساس ہو تو اس کی اطلاع اور اس پر جو نسخۂ اصلاح تجویز کیا جائے اس کا اتباع۔

۵ اصلاحی تعلق قائم کرنے کے بعد بشرائط ذیل بیعت کی اجازت دی جاتی ہے:

① اوپر اصلاحی مکاتبت کی اجازت میں جو پانچ ہدایات تحریر کی گئی ہیں، کم از کم چھ ماہ تک ان کی پوری پابندی کی ہو۔

② بیعت سے مقصد اور اس مقصد کی تحصیل کا طریقہ بخوبی سمجھ گیا ہو۔

③ تحصیل مقصد میں رواں دواں ہو۔

④ منکرات ظاہرہ سب چھوٹ گئے ہوں اور منکرات باطنہ سے نجات کی فکر پیدا ہوگئی ہو۔

جب طالب سے متعلق امور مذکورہ کا خوب اطمینان ہو جاتا ہے تو اسے بیعت کر لیا جاتا ہے۔

بیعت کے بعد:

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے امراض ظاہرہ کا علاج تو بیعت سے پہلے ہی ہو جاتا ہے، بلکہ عموماً اصلاحی تعلق سے بھی پہلے صرف مواعظ کیمیا تاثیر ہی سے ظاہری گناہوں سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ان گناہوں سے بھی جن کو آج کے مسلمانوں بلکہ اس دور کے علماء و مشائخ نے بھی گناہوں کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے۔ جیسے اقارب سے شرعی پردہ نہ کرنا، تصویر کھنچوانا، بلا ضرورت شدیدہ تصویر رکھنا، تصویر والے مقام میں بلا ضرورت شدیدہ جانا، شا، بنک اور انشورنس جیسی حرام ملازمت کرنا، حرام آمدنی والوں کی دعوت اور ہدیہ قبول کرنا، ایسی تقریبات میں شریک ہونا جہاں منکرات ہوں۔ سوئم، چہلم، برسی جیسی بدعات کرنا یا ان میں شریک ہونا وغیرہ۔ ایسی تمام بدعات، منکرات اور خرافات سے سلسلۂ بیعت میں داخل ہونے سے پہلے ہی زندگی پاک وصاف ہو جاتی ہے۔

اب بیعت ہونے کے بعد امور ذیل میں تربیت و اصلاح کا سلسلہ شروع ہوتا ہے:

① امراض باطنہ یعنی حب مال، حب جاہ، عجب، کبر، ریاء اور حسد و بخل وغیرہ کا علاج۔

② فضائل باطنہ یعنی اخلاص، صبر، شکر، توکل، قناعت اور زہد وغیرہ کی تحصیل۔

③ آداب المعاشرۃ۔

④ صفائی معاملات۔

⑤ اعمال ظاہرہ واحوال باطنہ میں استقامت وترقی۔

⑥ دین میں ایسا تصلب اور اتنی استقامت ومضبوطی کہ اعزہ، اقارب، احباب اور برا ماحول ومعاشرہ غرض یہ کہ دنیا کی کوئی طاقت بھی دین پر استقامت میں بال برابر بھی لچک پیدا نہ کر سکے اور حال یہ ہو جائے۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
مدنظر تو مرضی جانانہ چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

❁ ❁ ❁

سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابند علائق کر
یہ دیوانہ اُڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

⑦ دوسروں کو بھی حسب موقع دعوت وتبلیغ کے ذریعہ منکرات وفواحش سے روک کر انہیں دُنیا وآخرت کی رسوائی اور جہنم سے نکالنا اور پُرسکون زندگی میں لانا۔

⑧ عبادات بالخصوص نماز میں خشوع وخضوع اور آداب ظاہرہ وباطنہ کا اہتمام۔

⑨ نظافت ظاہرہ وباطنہ۔

اس کی تفصیل عنوان ’’نظافت ونزاکت ظاہرہ وباطنہ‘‘ کے تحت گزر چکی ہے۔

⑩ حفاظت وقت اور نظم وضبط اوقات، یعنی نظام الاوقات کی تعیین اور اس کی پابندی۔

⑪ ہر چیز کو اس کے موقع محل اور سلیقہ سے رکھنا۔

مقاصد مذکورہ کی تحصیل کے لیے تعلیم و تلقین کے ساتھ تعمیل و تمرین پر بھی خاص توجہ دی جاتی ہے۔

ایک طرف تشجیع، تطییبِ خاطر، دل جوئی، ہمت افزائی، خوب خوب پر تپاک ''شاباش'' کی بھرمار اور دل کی گہرائیوں سے اُٹھنے والی پر اثر دُعائیں۔

دوسری جانب مجبوری گھسائی، رگڑائی، انجکشن اور آپریشن پھر مرہم پٹی۔

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کچھ نہ پوچھو دل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل

رشتے کرنے کی شرائط:

① فاسق نہ ہو۔

② علماء دیوبند سے کم از کم اتنا تعلق رکھتا ہو کہ ان کی کتابیں دیکھتا ہو، ان کے وعظ سنتا ہو اور ان سے مسائل پوچھتا ہو۔

③ علماء دیوبند میں سے کسی سے اصلاحی تعلق یا خصوصی عقیدت رکھتا ہو۔

④ جہاد کی مخالفت نہ کرتا ہو۔

اگر اہلِ سلسلہ میں سے کسی نے شرائط مذکورہ میں سے کسی شرط کے خلاف کیا تو اس کا اصلاحی تعلق ختم کر دیا جاتا ہے۔

غیر شادی شدہ خواتین کو بیعت کرنے کی شرط:

غیر شادی شدہ خواتین کو اصلاحی تعلق قائم کرنے کی تو اجازت دے دی جاتی ہے مگر ان کو بیعت نہیں کیا جاتا، البتہ اگر کسی کا والد یا کوئی ولی شرائط مذکورہ کی پابندی کے معاہدہ کا فارم پُر کر کے دے تو بیعت کر لیا جاتا ہے۔

بیعت کرنے میں تاخیر کی حکمت:

میں بیعت کرنے میں اتنی تاخیر اس لیے کرتا ہوں کہ بیعت کی درخواست کرنے والے کے اخلاص کا اطمینان ہو جائے اور یہ بھی علم ہو جائے کہ یہ بیعت کے طریق کار سے بخوبی واقف ہے، اسی امتحان کی غرض سے میں بیعت بہت دیر سے کرتا ہوں، بعض لوگوں کو تو کئی کئی سال لٹکائے رکھتا ہوں۔

تین قصے:

خلافِ معمول تین آدمیوں کو بہت جلدی بیعت کر لیا تھا، ان کے قصے سُن لیجیے:

پہلا قصہ:

کئی سالوں کی بات ہے کہ ایک صاحب آئے اور کہنے لگے کہ مرید ہونے آیا ہوں، میں نے کہا ایسے جلدی سے مرید نہیں ہوا جاتا کچھ وقت یہاں آتے رہیں، وعظ سنتے رہیں، اپنے حالات بھی بتاتے رہیں، ان کو کچھ سمجھایا تھوڑی سی تبلیغ اور مزید تقریر کا ارادہ تھا مگر میری بات سُن کر انہوں نے جو جواب دیا تو معلوم ہوا کہ ماشاء اللہ! بہت عاقل اور دانا ہیں ان سے مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیتا ہے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ زہد و توکل اور اہل دنیا سے استغناء بھر دیتے ہیں اور اس کی برکت سے اس کو عقل کامل عطاء فرماتے ہیں، اور عجیب بات یہ کہ یہ شخص کوئی عالم نہیں بلکہ بالکل ان پڑھ اور عامی تھے۔ وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا تو مجھے بہت دی ہے، اتنی دی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نعمتوں کی بارش برسا رکھی ہے، دنیا تو اتنی دے رکھی ہے کہ میرے تصور سے بھی بڑھ کر، میری حاجات وضروریات سے زائد۔

میں ان کے حلیہ کو دیکھ کر حیران تھا کہ لگتے تو مسکین ہیں مگر باتیں ایسی کر رہے ہیں

گویا کہ وقت کے بادشاہ ہیں، غرضیکہ انہوں نے یہ وضاحت کردی کہ بیعت سے ان کا مقصد صرف اور صرف اپنی اصلاح اور رضائے الٰہی ہے، آخر یہ سوچ کر میں نے انہیں بیعت کرلیا کہ بیعت کا مقصد تو انہیں معلوم ہی ہے پھر ٹالنے سے کیا فائدہ ورنہ میں تو بیعت کے لیے آنے والوں کو خوب خوب کھنگالتا ہوں اس لیے کہ ان میں سے اکثر کو بیعت کا مقصد معلوم نہیں ہوتا یوں ہی دوسروں کی دیکھا دیکھی بھاگ کر آ جاتے ہیں۔

اب ذرا یہ بھی سُن لیجیے کہ وہ جو استغناء اور خودداری کے اتنے بلند بانگ دعوے کر رہے تھے کہ دنیا اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی اتنی دے رکھی ہے، نعمتوں کی دن رات بارشیں ہیں تو وہ حقیقت میں تھے کون؟ ان کے جانے کے بعد پتا چلا کہ مزدور ہیں جوڑیا بازار میں بوجھ اُٹھانے کی مزدوری کرتے ہیں، مزید یہ کہ ان کو ''عرق النسا'' کا درد بھی ہے، یہ لفظ بھی درست کرلیجیے ''عرق النساء'' بالالف الممدودۃ نہیں بلکہ ''عرق النسا'' بالالف المقصورۃ ہے، ٹانگ میں ایک رگ ہے جس کو عربی میں ''نسا'' کہتے ہیں، عرق کے معنی ہیں ''رگ'' اُردو میں اس بیماری کو ''لنگڑی کا درد'' کہتے ہیں یہ لنگڑی کا درد اتنا شدید ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ، جنہیں ہوتا ہے ان سے پوچھیے، اللہ کسی کو تجربہ نہ کروائے، بہت سخت درد ہوتا ہے پھر اس کا علاج بھی بہت مشکل سے ہوتا ہے، سو دیکھ لیجیے دنیا میں ایسے ہوتے ہیں زاہدین، بیوی بچوں کا پیٹ پال رہے ہیں پشت پر وزنی بوریاں اُٹھا اُٹھا کر اور لنگڑی کا درد اس پر مستزاد ہے لیکن اتنی سخت محنت ومشقت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے زہد ایسا عطاء فرمایا کہ زبان پر ایک ہی جملہ ہے کہ دنیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت دی ہے، اتنی دی ہے کہ میں سوچ نہیں سکتا۔ پہلا شخص یہ تھا جس کو میں نے جلدی سے بیعت کرلیا۔

دوسرا قصہ:

اسی طریقے سے ایک اور صاحب آگئے کہ میں بیعت ہونا چاہتا ہوں، ان کو بھی یہی

سمجھایا کہ بیعت جلدی سے نہیں ہوا جاتا، کچھ وقت دیکھنا چاہیے پیر و مرید کچھ عرصہ ایک دوسرے کا تجربہ کریں اگر اعتماد پیدا ہو جائے اور دونوں کو ایک دوسرے سے مناسبت ہو تو بیعت ہونا چاہیے، ایسی بیعت کا فائدہ بھی ہے لہٰذا جلدی نہ کیجیے، مگر ان کا جواب سُن کر بھی اندازہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عقل کامل دی ہے اس لیے ان کو بیعت کر لیا۔

اب ان کا قصہ سنیے بڑا عجیب قصہ ہے، کہنے لگے میں کالج میں پڑھتا تھا ایک بار اپنے کالج کے ساتھیوں کے ساتھ بندر روڈ پر جا رہا تھا وہاں ایک بہت بڑا بورڈ نظر آیا جس پر انگریزی میں لکھا تھا یہ موسیقی کا کالج ہے۔ یعنی یہاں ناچ گانا اور شیطانی کام سکھائے جاتے ہیں، اس کے متعلق ساتھی کہنے لگے کہ یہ کام بہت مشکل ہے، میں نے کہا نہیں کچھ مشکل نہیں، یہ تو آسان سا فن ہے، لیکن کسی نے مجھ سے اتفاق نہ کیا تمام ساتھی کہنے لگے کہ یہ تو بہت مشکل فن ہے یوں بیٹھے بٹھائے نہیں آجاتا اس کے لیے بہت محنت کرنا پڑتی ہے، میں اپنی بات پر اَڑ گیا کہ نہیں تم سب غلط کہتے ہو یہ کوئی مشکل کام نہیں اچھا خاصا مناظرہ شروع ہو گیا، شیطان کو ورغلانے کا موقع ہاتھ آ گیا، میں نے اپنی بات اوپر رکھنے کے لیے ان کو چیلنج کر دیا کہ اچھا میں سیکھ کر دکھاتا ہوں، سیکھنے کے بعد تو کوئی میرے دعوے کو رد نہ کر سکے گا کسی فن سے متعلق صاحب فن کی بات تو ہر شخص مانتا ہے۔

موسیقی کا فن سیکھنا شروع کر دیا، والدین کو پتا چلا تو بہت پریشان ہوئے اور ان کو اس برائی سے باز رکھنے کی کوشش کی، نرمی سے نہ مانے تو سختی سے سمجھایا کہ بیٹا یہ کام صحیح نہیں اس سے تمہاری نیک نامی نہیں ہوگی بلکہ پورے خاندان کی بدنامی ہوگی مگر انہوں نے بس طے کر لیا کہ ہرچہ بادا باد کچھ بھی ہو جائے یہ کام تو ضرور کرنا ہے، والدین نے چھوڑنے پر زیادہ اصرار کیا تو کہتے ہیں کہ ان کو میں نے دھمکی دے دی کہ اگر آپ لوگوں نے مجھے زیادہ روکا تو میں جا کر گندے بازار میں بیٹھ جاؤں گا پھر آپ لوگوں کی کیا عزت رہے گی؟ ذرا سوچ لیجیے! ان بیچاروں کو مجبوراً خاموش ہونا پڑا۔ یہ گانے کا فن سیکھتے رہے

اور بقول ان کے کالج سے پورا فن حاصل کرنے کے بعد جب فارغ ہوئے تو ملک بھر میں جہاں جہاں مشہور گویوں کا پتا چلا انفرادی طور پر ان سے بھی جا کر مزید سیکھا اور ایسی مہارت حاصل کرلی کہ خود گویوں کے استاذ بن گئے بتایا کہ ریڈیو پاکستان کے کئی مشہور اور بڑے بڑے گویے میرے شاگرد ہیں، اب آگے اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھیے کہ کایا کیسے پلٹی؟ کہنے لگے ایک بار بیٹھے بیٹھے میں اداس اور پریشان ہوگیا، پریشانی ایسی چھا گئی کہ دل ودماغ ماؤف ہوگئے، آخر علاج شروع کیا حکیموں، ڈاکٹروں کی دوائیں لیں، عاملوں سے تعویذ لیے، پھونکیں لگوائیں، مگر کوئی فرق نہ آیا بلکہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دواء کی، پریشانی اتنی بڑھ گئی کہ کھانا پینا چھوٹ گیا اور میں سوکھ کر کانٹے کی طرح ہوگیا، بالآخر تھک ہار کر یہ فیصلہ کیا کہ اس زندگی سے تو موت بہتر ہے لہٰذا خودکشی کرلو، خودکشی کا فیصلہ کیا اور اپنے دومنزلہ مکان کی چھت پر چڑھ گیا کہ چھلانگ لگا کر خودکشی کرلوں، اللہ تعالیٰ نے دل میں خیال ڈالا کہ اگر چھلانگ لگانے سے مرا نہیں اور کوئی ہاتھ پاؤں ٹوٹ گیا یا دماغ میں ایسی چوٹ آگئی کہ دماغ بے کار ہوگیا تو اپاہج بن کر زندگی گزارے گا، وہ زندگی اس زندگی سے بھی بدتر ہوگی، اس لیے خودکشی کی کوئی دوسری صورت سوچی جائے لہٰذا مکان سے نیچے اتر آئے، اب اس کا نعم البدل جو شیطان نے دل میں ڈالا وہ یہ کہ بجلی کے بورڈ کے پاس جا کر بجلی کا ایک تار نکال کر پاؤں کے انگوٹھے میں باندھ لیں پھر اس کا سوئچ دبا دیں، بس ایک سیکنڈ میں قصہ ختم ہوجائے گا، اٹھ کر بجلی کے بورڈ کے پاس گئے اور کام کرنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے دستگیری فرمائی دل میں یہ بات ڈالی کہ جلدی نہ کرو ابھی ذرا بیٹھ کر اطمینان سے سوچ لو، شاید کوئی اور تدبیر اس سے بھی بہتر ذہن میں آجائے، جیسے ہی بیٹھے خیال آیا کہ ذرا قرآن مجید اٹھا کر دیکھوں، دیکھیے اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے کیسے دستگیری فرما رہی ہے، وہ دستگیری پر آئیں تو ہر قسم کے فساق وفجار اور کفار تک کو راہِ راست پر لے آتے ہیں، ہدایت کے

عجیب عجیب بہانے پیدا فرما دیتے ہیں انہوں نے قرآن مجید اٹھایا جیسے ہی کھولا تو سب سے پہلے اس آیت پر نظر پڑی:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُo (۱۳-۲۸)

"خبردار اللہ کی یاد سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔"

ان کو جو بیماری لاحق تھی یعنی دل کی پریشانی اللہ تعالیٰ کی شان کہ قرآن کھولتے ہی اسی کا علاج سامنے آ گیا:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُo (۱۳-۲۸)

تمہاری اس لاعلاج بیماری کا ایک ہی علاج ہے اللہ کی یاد، اس سے مراد صرف زبانی ذکر نہیں بلکہ ذکر اللہ کی اصل روح تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ کر اسے راضی کرنا ہے ورنہ کوئی زبان سے تو اللہ اللہ کرتا رہے مگر نافرمانیوں سے باز نہ آئے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہے بلکہ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کو فریب دینے کی کوشش کر رہا ہے۔

انہوں نے کالج میں عربی مضمون بھی لیا ہوا تھا اس لیے جیسے ہی اس آیت پر نظر پڑی اس کے معنی بھی سمجھ گئے اس لیے رقت طاری ہوگئی رونا شروع کر دیا روئے اور خوب روئے اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی، رات کا وقت تھا بیوی کو جگایا کہ مجھے پانی گرم کر دیں میں نہاؤں گا، اس کے بعد بیوی سے کہا کہ مجھے نماز پڑھوائیں، عشاء کی نماز پڑھی، پہلے تو شاید نماز کے قریب بھی نہیں پھٹکتے ہوں گے، اب نہا کر عشاء کی نماز پڑھی دل سے توبہ کی اور پہلا کام یہ کیا کہ گانے کے موضوع پر جو ہزاروں روپے کی کتابیں جمع کر رکھی تھیں وہ سب جلا ڈالیں اسی طرح ہزاروں روپے کا گانے بجانے کا سامان تھا آلات واوزار وہ بھی توڑ پھوڑ کر جلا دیے، اس کے بعد اپنے ساتھیوں کے پاس گئے جو گانے بجانے کے کام میں ان کے شریک تھے ان کو بتایا کہ میں نے توبہ کر لی ہے آپ

لوگ بھی توبہ کرلیں، ان کے ساتھیوں میں سے مزید دو نے توبہ کی اور انہوں نے بھی یہی کام کیا کہ تمام کتابیں اور شیطانی آلات جلاڈالے۔ بعد میں ایک ساتھی کو یہاں لاکر مجھے دکھایا کہ ان کو بھی میرے ساتھ ہدایت نصیب ہوئی، اب آگے کا قصہ سنیے، کہنے لگے توبہ کے بعد میں نے سوچا کہ ایک بدترین گناہ میں جو اس قدر زندگی برباد کی اس کا کچھ کفارہ بھی تو ہونا چاہیے، کفارہ یہ سوچا کہ قرآن مجید تجوید کے ساتھ پڑھا جائے، قرآن مجید تجوید کے ساتھ پڑھنا شروع کیا اور مکمل تجوید سیکھ کر مجود بن گئے، مجھے بھی قرآن سنایا ماشاء اللہ بہت عمدہ پڑھتے تھے، تجوید میں مہارت کے بعد اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالا کہ اب پورے عالم بھی بن جاؤ، چنانچہ مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ میں داخلہ لے لیا اور پورے عالم بن گئے۔

جب انہوں نے یہ پورا قصہ سُنا دیا تو میں نے بھی انہیں بیعت کرنے میں دیر نہیں کی، پہلی ہی مجلس میں کہہ دیا آیئے آیئے آپ کو تو ابھی بیعت کرلیتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے خوش نصیب لوگوں کو جلدی بیعت کرنے میں ایک نیت یہ بھی ہوتی ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی رحمت نازل فرمادیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مخلص بندہ ہے اس بندے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمتوں سے نوازا ہے، اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں آئے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی یہ رحمتیں فرمادیں گے، یہ دو شخص ہوگئے۔

تیسرا قصہ:

ایک تیسرے خوش نصیب کا قصہ بھی سُن لیجیے وہ آکر کہنے لگے کہ افغانستان جہاد کے لیے جارہا ہوں اور ابھی فوراً جارہا ہوں لیکن جاتے جاتے خیال آگیا کہ پہلے گناہوں سے توبہ کرکے پھر جہاد میں جاؤں اور توبہ کا یہی طریقہ اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالا کہ آپ سے بیعت ہوجاؤں، آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر گناہوں سے توبہ کرلوں، پھر جہاد میں جاؤں، میں نے کہا ٹھیک ہے، دیر نہ کیجیے جلد آجایئے، ان کو بھی

فوراً بیعت کرلیا، یہ تین قصے تو پرانے ہیں، اس کے بعد تو بحمد للہ تعالیٰ آپ لوگ دیکھ ہی رہے ہیں، میں مجاہدین کو فوراً بیعت کرلیتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے ان جانبازوں کے لیے میرے دروازے ہر وقت کھلے ہیں، انہیں بیعت کرنے میں ذرا بھی تاخیر نہیں کرتا، سوچتا ہوں کہ یہ تو ہیں ہی بخشے بخشائے لوگ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہے، میں بھی اس رحمت میں حصہ دار بننے کے لیے انہیں فوراً بیعت کرلیتا ہوں، یہ تو ہو گیا ان لوگوں کا تذکرہ جن کو بلا سوچے سمجھے بیعت کرلیتا ہوں، اب رہے وہ لوگ جن کو درخواست کے باوجود بھی بیعت نہیں کرتا ان کا قصہ بھی سُن لیجیے، ایک بڑے میاں یہاں آگئے بڑی عمر کے سن رسیدہ تھے ساتھ ایک دوسرے صاحب کو بھی سفارش کے لیے لے آئے جن کو سفارشی لائے ان کا دارالافتاء سے بہت پرانا تعلق تھا وہ کہنے لگے کہ یہ بیعت ہونے آئے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ آپ نے ان کو یہ نہیں سمجھایا کہ وہاں بیعت کی کچھ شرائط ہیں، ہر ایک کو بیعت نہیں کیا جاتا یہاں ایسے نہیں ہوتا کہ جو بھی آئے جلدی سے اسے بیعت کرلیا جائے۔ بیعت کے کچھ اصول وضوابط ہیں۔

لطیفہ:

ایک حکیم صاحب کا قصہ بیان میں سناتا رہتا ہوں، جن لوگوں کو یہاں کے قصے یاد ہیں ان کو چاہیے کہ خود بھی ان سے عبرت حاصل کریں اور آگے دوسروں تک بھی پہنچایا کریں اللہ کرے ان دو کاموں کی توفیق سب کو مل جائے۔ ہمارے بچپن میں گاؤں میں ایک عطائی حکیم صاحب تھے، عطائی حکیم اسے کہتے ہیں جس نے باقاعدہ فن نہ سیکھا ہو ایسے ہی طب کی کتابیں دیکھ دیکھ کر یا کہیں سے کچھ نسخے حاصل کرکے حکیم بن گیا ہو، وہ حکیم صاحب تسبیح بہت پڑھتے تھے تسبیح ہر وقت ہاتھ میں رہتی تھی۔ یہ اس زمانے کا قصہ بتا رہا ہوں جب میری عمر سات آٹھ برس تھی، اب تک یاد ہے اور جیسے جیسے عمر گزر رہی ہے وہ قصہ زیادہ یاد آرہا ہے، درمیان میں تو ہوسکتا ہے کہ چالیس پچاس سال تک وہ

بالکل ذہن سے نکل گیا ہو لیکن اب جب پیروں کے حالات سامنے آ رہے ہیں تو وہ پرانا قصہ رہ رہ کے پھر یاد آ رہا ہے، گاؤں میں ایک ظریف الطبع شخص تھے ایک بار وہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے میں بھی وہاں موجود تھا، وہ کہنے لگے حکیم جی! آپ تسبیح پر کیا پڑھتے ہیں؟ حکیم صاحب بولے کہ اللہ کا نام لیتا ہوں اور کیا پڑھتا ہوں، وہ کہنے لگے نہیں نہیں میں بتاؤں آپ کیا پڑھتے ہیں؟ آپ یہ پڑھتے ہیں:

”کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے“

آپ تو تسبیح پر یہ وظیفہ پڑھتے ہیں، حکیم صاحب کے پاس مریض کبھی کبھی کوئی قسمت سے آتا تھا جس کی تین وجوہ ہیں:

① یہ باضابطہ حکیم نہ تھے عطائی تھے، عطائی حکیم کا یہی حال ہوتا ہے جو تکے چڑھ گیا یا اِدھر اُدھر، ایک کو شفاء ہو گئی تو دس کو وطن پہنچا دیا۔

ایک عطائی حکیم کا قصہ:

ایک عطائی حکیم ایک قبرستان کے پاس سے گزرتا تھا تو رومال سے اپنا چہرہ چھپا لیتا تھا، کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرماتے ہیں:

> ”یہ سب میرے ہی مارے ہوئے ہیں، ان سے شرم آتی ہے اس لیے ان کے پاس سے منہ چھپا کر گزرتا ہوں۔“

دوسرے عطائی حکیم صاحب:

ایک عطائی حکیم صاحب جلاب دینا تو جانتے تھے لیکن بند کرنا نہ جانتے تھے، کسی مریض کو سخت جلاب دے دیا، اسے بہت زیادہ اسہال آنے لگے تو حکیم صاحب سے روکنے کو کہا، حکیم صاحب نے فرمایا:

”کوئی بات نہیں، مادہ فاسدہ نکلنے دو۔“

جب اسہال بہت زیادہ بڑھ گئے تو پھر مریض کے گھر والوں نے حکیم صاحب سے کہا کہ مریض کی حالت تو بہت خراب ہوگئی ہے، حکیم صاحب نے پھر وہی ارشاد دُہرا دیا:

”کوئی فکر کی بات نہیں، مادہ فاسدہ نکلنے دو۔“

آخر مریض مر گیا تو حکیم صاحب فرماتے ہیں:

”مرنا تو سب کو ہے ہی اس کا وقت آ گیا مر گیا، غنیمت ہے کہ مادہ فاسدہ نکال کر مرا اگر خدانخواستہ مادہ فاسدہ اندر ہی لے کر مر جاتا تو کیا بنتا؟“

② ان حکیم صاحب کے پاس مریض زیادہ نہ آنے کی دوسری وجہ یہ کہ گاؤں کے لوگ بہت کم بیمار ہوتے ہیں اس لیے کہ خوراک سادہ، محنت ومشقت کے کام اور صاف آب وہوا۔

③ تیسری وجہ یہ کہ گاؤں کے لوگ بیمار ہو بھی جائیں تو بھی حکیم ڈاکٹروں کے پاس بہت کم جاتے ہیں، گھریلو اشیاء، سونف اجوائن وغیرہ سے ہی علاج کر لیتے ہیں یا ویسے ہی مرض کا تحمل کر لیتے ہیں علاج کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔

ان وجوہ کی بناء پر ان حکیم صاحب کے پاس کبھی کبھار ہی کوئی مریض پھنستا تھا، اس لیے وہ کہنے لگے آپ تسبیح پر بیٹھے یہی وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں کہ کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے، آج کل کے پیر بھی لمبی لمبی تسبیحات لے کر یہی پڑھتے رہتے ہیں، وہ حکیم صاحب کہتے تھے:

”کوئی مریض آ پھنسے“

یہ پیر پڑھتے ہیں:

”کوئی مرید آ پھنسے، کوئی مرید آ پھنسے، کوئی مرید آ پھنسے“

کہیں کہیں تو ان کی طرف سے باقاعدہ اعلان ہوتے ہیں:

”آؤ مرید ہو جاؤ، مرید ہو جاؤ، اللہ کی رحمت میں آ جاؤ۔“

بعض جگہ تو بیعت کے عجیب عجیب طریقے سننے میں آتے ہیں لمبی لمبی پگڑیاں یا چادریں ایک دوسرے کے ساتھ باندھ کر پھیلا دیتے ہیں بہت دور دور تک مسجد یا مجلس کے آخری سرے تک پھیلا دیتے ہیں پھر اعلان کرتے ہیں:

> ’’جو بھی اس کو ہاتھ لگا دے گا مرید ہو جائے گا لہٰذا جلدی سے ہاتھ لگاتے جاؤ اور مرید بنتے جاؤ۔‘‘

آج کل کے پیروں کا حال:

کچھ پیروں نے اپنے مستقل گماشتے چھوڑے ہوئے ہیں کہ لوگوں کو پکڑ پکڑ کر کھینچ کھینچ کر لاؤ اور مرید کرواؤ، ایک شخص نے بتایا کہ ان کو ایک پیر صاحب کا کوئی گماشتہ پکڑ کر اپنے پیر کے پاس لے گیا، کہ ہمارے پیر صاحب ایسے باکمال ہیں کہ جس پر پھونک لگا دیتے ہیں یا تعویذ دیتے ہیں یا پڑھنے کو کچھ بتا دیتے ہیں تو اس کی ساری پریشانیاں کافور ہو جاتی ہیں تمام مشکلات حل ہو جاتی ہیں لہٰذا آپ بھی چلیں، بہلا پھسلا کر ان کو لے گیا، جیسے لوگ عورتوں کو اغواء کر کے لے جاتے ہیں ایسے ہی ان کو بھی وہ اغواء کر کے لے گیا، جوں ہی وہاں پہنچے پیر صاحب ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے، اصل میں وہ پہلے سے ہی تیار ہوتے ہیں انہیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا گماشتہ جسے پکڑ کر لائے گا وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہوگا، بس اسی خیال میں یہ ابھی پہنچے ہی تھے کہ پیر صاحب اُٹھ کر کھڑے ہو گئے، ابھی ان سے پوچھا ہی نہیں کہ کون ہے؟ کس مقصد سے آیا ہے؟ یہ پوچھے بغیر ان کو سینے سے لگا لیا، کہنے لگے بس آپ اور میں آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ وہ مرد تھے ورنہ بعض پیر تو عورتوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ ایک عورت نے اپنے حالات میں لکھا کہ ایک پیر نے مجھے سینے سے لگا لیا اور کہنے لگا کہ اب ہم دونوں بھائی بہن بن گئے، کیا ٹھکانا ہے اس بے غیرتی کا، عورت کا اپنا بیان ہے کہ یہاں کوئی پیر ہے معلوم نہیں کون سا بابا، اس بابا نے پہلے تو اس کو سینے سے لگا لیا پھر دیر

تک اسے بھینچتا رہا اس کے بعد کہا کہ اب ہم بھائی بہن بن گئے۔ غنیمت ہے کہ یہ مرد تھے پہلے ان کو سینے سے لگا کر بھائی بنایا پھر کچھ پڑھنے کو وظیفہ بتا دیا، پھر کہنے لگے چونکہ آپ کو بھائی بنالیا ہے اس لیے روزانہ میری مجلس میں آیا کریں، پابندی سے یہاں حاضری دیں۔

اتنا تو پیر صاحب نے کہہ دیا، آگے مزید تشریح اس گماشتہ نے کی کہ آپ اب مرید ہو گئے ہیں یہاں مرید کرنے کا یہی دستور ہے، جس کو حضرت صاحب سینے سے لگا لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ میرا بھائی بن گیا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ مرید ہو گئے اب دنیا کی کوئی طاقت آپ کو چھڑا نہیں سکتی۔ وہ بے چارا بہت پریشان تھا کہ مرید تو اس نے زبردستی کرلیا اب میں کیسے بچوں گا۔ اگر میں ان کی مجلس میں نہیں گیا تو معلوم نہیں کیا ہوگا، بے چارہ بہت سہا ہوا تھا۔ میں نے تسلی دی کہ کچھ بھی نہیں ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ بال بھی بیکا نہیں ہوگا، اور اس کو مرید ہونے کا صحیح طریقہ بتایا، آخر اس نے اس پیر سے بحمد اللہ تعالیٰ توبہ کرلی، اب اس کے پاس کبھی نہیں جاتا۔

میں یہ قصہ بتا رہا تھا کہ یہاں ایک صاحب آگئے جو بہت معمر تھے پہلی ہی مجلس میں آکر کہتے ہیں بیعت ہونے آیا ہوں اور ساتھ ایک پرانے مرید کو سفارش کے لیے بھی لے آئے، میں نے ان سفارشی سے کہا آپ ان بڑے میاں کو کچھ بتائے بغیر یونہی کیسے لے آئے؟ وہ کہنے لگے کہ میں نے تو ان کو سمجھایا تھا مگر یہ بیعت ہونے پر بضد ہیں کہ میں جاتے ہی بیعت ہو جاؤں گا، یہ گھر سے فیصلہ کر کے آئے ہیں، آخر میں نے بڑے میاں کو سمجھایا کہ بیعت کا معاملہ اتنی جلدی کا نہیں ہوتا، اس میں بہت سوچ بچار کی ضرورت ہوتی ہے، جانبین کے لیے اطمینان حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے، اطمینان کس بات کا؟ اس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے چل کر بتاؤں گا، جب میں نے یہ سمجھایا تو وہ کہنے لگے:

’’حضور! کارِ خیر میں دیر تو نہیں کرنا چاہیے۔‘‘

میں نے کہا:

’’بس بس! مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ بیعت ہونے نہیں آئے بلکہ مجھے بیعت کرنے آئے ہیں، مجھے سمجھا رہے ہیں میرے مرید بننے نہیں بلکہ پیر بننے آئے ہیں میں آپ کو پیر نہیں بناؤں گا تشریف لے جائیں۔‘‘

چیلے کا قصہ:

یہ تو وہی قصہ ہوا کہ ایک چیلا گیا گرو کے پاس، کہنے لگا کہ حضور مجھے اپنا چیلا بنا لیں، اس نے کہا بیٹا! چیلا اتنی جلدی اور آسانی سے نہیں بنایا جاتا، پہلے زمانے کے گرو بھی آج کل کے پیروں سے زیادہ عقل مند تھے، آج کل کے پیر تو تسبیح لیے بیٹھے ہیں کہ کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے لیکن اس گرو نے چیلے سے کہا کہ بیٹا! چیلا بننا بہت مشکل ہے، چیلا کہتا ہے:

’’اچھا جی اگر چیلا نہیں بناتے تو اپنا گرو ہی بنا لیجیے۔‘‘

کچھ نہ کچھ تو بنا لیجیے چیلا نہ سہی تو گرو ہی سہی، ان صاحب سے بھی میں نے یہی کہا کہ آپ مرید بننے نہیں بلکہ پیر بننے آئے ہیں لیکن میں آپ کو پیر نہیں بناؤں گا، بس تشریف لے جائیں۔

مجاہد کی عظمت:

پہلے بتا چکا ہوں کہ یہاں بیعت کے سلسلے میں ہر شرط سے مستثنیٰ صرف ایک ہی قسم ہے اور وہ ہے مجاہد، اس کے لیے کوئی شرط نہیں اس کو تو فوراً آنکھیں بند کر کے بیعت کر لیتا ہوں اللہ تعالیٰ سب کو مجاہد بنا دیں، اپنی راہ میں جان و مال قربان کرنے کی توفیق عطاء فرما دیں۔ میں بوقت بیعت ہر شخص سے یہ عہد بھی لیتا ہوں:

’’اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال یا جان قربان کرنے کا موقع پیش آیا تو بخوشی قربان کروں گا۔‘‘

جہاد کے محاذ کھلنے سے پہلے یہ عہد نہیں لیتا تھا، اس لیے جو لوگ جہاد کے محاذ کھلنے سے پہلے بیعت ہوئے ہیں وہ اپنے طور پر یہ عہد کرلیں پہلے جو عہد لیا کرتا تھا گو یہ عہد بھی ان میں ضمناً داخل ہے بلکہ بیعت کی روح ہے لیکن یہ الفاظ صراحۃً نہیں کہلوائے جاتے تھے اس لیے اب وصیت کرتا ہوں کہ یہ عہد جو پہلے ضمناً کیا تھا اب اسے صراحۃً تازہ کریں۔

مجاہد کا اخلاص بھی یقینی ہوتا ہے اس لیے میں اسے بیعت کرنے میں دیر نہیں کرتا، دوسرے لوگوں میں ایک تو اخلاص کا پتا نہیں چلتا، دوسرے وہ بیعت کا صحیح طریق کار بھی نہیں سمجھتے اس لیے ان کو کچھ وقت تک کھنگالنا پڑتا ہے۔

مقصد بیعت:

بیعت سے مقصد یہ ہے کہ بندہ واقعۃً اللہ تعالیٰ کا بندہ بن جائے اس کی ہر قسم کی ظاہری و باطنی سب نافرمانیوں سے توبہ کرکے پکا اور سچا مسلمان بن جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا تعلق پیدا ہوجائے کہ دنیا کا کوئی تعلق، کوئی محبت، کوئی خوف اور کوئی طمع اس میں بال برابر بھی لچک پیدا نہ کرسکے، اس محبوب حقیقی کے عشق کا جنون اس حد تک پہنچ جائے کہ پوری دنیا کی عقل کو مقابلہ کے لیے یوں للکارے ؎

سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابند علائق کر
یہ دیوانہ اُڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

◆ ◆ ◆

وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نسخۂ عشق کا
تو کتاب عقل کی طاق پر جو دھری تھی سو وہ دھری رہی

یہ ہے بیعت کا صحیح مقصد لیکن آج کل بیعت سے غلط مقاصد پیش نظر رہتے ہیں سب کا حاصل طلب دنیا ہے۔

بیعت کے ذریعہ تحصیل دنیا کے مختلف طریقے ان کے پیش نظر ہوتے ہیں، مثلاً:

پیر صاحب کے ساتھ تعلق کی وجہ سے یا پیر صاحب کی سفارش سے دنیا کی بڑی بڑی مشکلات حل ہو جائیں گی۔ پیر صاحب کے حلقہ میں دنیوی لحاظ سے اونچے طبقہ کے لوگوں سے تعارف ہوگا، ان سے تعلقات پیدا ہوں گے تو دنیا کے ہر قسم کے کام نکلوانے میں بہت سہولت ہو جائے گی۔

بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ پیر صاحب کی برکت سے جن بھوت پریت وغیرہ تمام بلاؤں سے نجات مل جائے گی، اسی طرح دوسری تکالیف اور مصیبتوں سے چھٹکارا مل جائے گا دکھ درد ٹل جائیں گے، یہ کوئی مفروضہ نہیں واقعہ ہے بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ تصور ہے، ایک شخص نے مجھے بتایا کہ میں تنگ دستی کا شکار ہوں مختلف قسم کی تکالیف اور پریشانیوں کا بھی سامنا ہے کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ مصیبتیں کیوں آرہی ہیں۔ مجھے لوگ کہتے ہیں تمہاری پریشانیوں کی واحد وجہ یہ ہے کہ تمہارے سر پر کسی پیر کا ہاتھ نہیں، مرشد کا سایہ ہوتا تو کبھی پریشان نہ ہوتے، جلدی کسی سے بیعت ہو جاؤ۔

میرے پاس ایک مولانا صاحب آئے جو مولانا بھی تھے سن رسیدہ بھی تھے، یہ اس لیے بتا رہا ہوں کہ یہ دونوں صفتیں انسانی کمالات میں شمار کی جاتی ہیں علم کا صفت کمال ہونا تو ظاہر ہی ہے عالم دین کو ہر مسلمان قابل احترام سمجھتا ہے اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور بڑھاپا بھی عموماً کمال عقل کی علامت سمجھا جاتا ہے، زندگی بھر کے تجارب سے انسان بہت کچھ سیکھ جاتا ہے، اس عمر میں فکر آخرت بھی پیدا ہو جاتی ہے، ان میں یہ دونوں کمال تھے لیکن میں اس زمانے میں بالکل نوعمر تھا، تیس، پینتیس سال کی عمر ہوگی،

وہ آ کر مجھ سے فرمائش کرنے لگے:

"آپ مجھے بیعت کرلیں اور میری پشت پر ہاتھ رکھ دیں۔"

مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اتنی عمر گزر گئی یہ کسی سے بیعت نہیں ہوئے، اب مجھ جیسے نو عمر سے بیعت ہونا چاہتے ہیں آخر میرے اندر انہوں نے کیا خوبی دیکھی جب وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا، اس لیے کہ آپ کا نام لینے سے جنات بھاگ جاتے ہیں، میں لوگوں کے جنات نکالتا ہوں بعض جن بڑے ضدی اور سرکش ہوتے ہیں ان کو بھگانے کے لیے لمبے لمبے وظیفے پڑھنے پڑتے ہیں، کبھی حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی "القول الجمیل" سے (یہ عملیات کی مشہور کتاب ہے) وظیفے پڑھتا ہوں کبھی کسی اور کتاب سے مگر وہ نکلنے کا نام ہی نہیں لیتے مگر آپ کا نام لینے سے بھاگ جاتے ہیں، اس لیے میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا فیصلہ کیا ہے، میں نے کہا کہ آپ نے بزرگی کی علامت خوب پہچانی، اگر آسیب بھگانا ہی بزرگی کا معیار ہے تو ایسی بزرگی کے لیے تو مسلمان ہونا بھی شرط نہیں کئی ہندو بھی لوگوں کے جن اُتار دیتے ہیں بلکہ غیر مسلم اس فن میں بہت ماہر ہوتے ہیں، آپ ان میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت ہو جائیں۔

میں نے یہ قصہ اس پر سنایا کہ بعض لوگ کسی بزرگ سے بیعت ہو جاتے ہیں مگر ان کے پیش نظر اپنی اصلاح نہیں ہوتی صرف اس مقصد سے بیعت ہوتے ہیں کہ اس بزرگ کی برکت سے جن بھوت بھاگ جائیں گے، مالی پریشانیوں سے یا آفات ومصائب سے چھٹکارا حاصل ہوگا۔

تحصیل دنیا کی بدترین صورت:

بعض دنیائے مردار کے عاشق ایسے بھی ہیں جو دین کے لبادے میں دنیا کماتے ہیں، یہ بدترین دنیا ہے وہ بیعت اس لیے ہوتے ہیں کہ دینی لحاظ سے کوئی امتیازی حیثیت مل گئی تو مال وجاہ دونوں ہاتھ لگ گئے عوام سے اموال وصول کرنے اور ان کی

نظروں میں اپنی جاہ و بزرگی کا سکہ بٹھانے کی بہت بڑی تجارت کے دروازے کھل گئے، مال و جاہ دونوں میں بہت بلند پرواز، اور اگر خدانخواستہ دنیائے مردار کے ایسے ذلیل ترین عاشق کو شومئ قسمت سے خلافت بھی مل گئی پھر تو سبحان اللہ! کچھ نہ پوچھیے، پروازوں پر پروازیں۔

پہنچتی اپنی نظریں سکر میں تا لامکاں دیکھیں
لباسِ زہد و تقویٰ میں مجسم مستیاں دیکھیں

یہ دنیائے مردار کے عشق کا بہت ہی بدترین شعبہ ہے، اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے شر سے حفاظت فرمائیں، **ولا حول ولا قوۃ الا بہ.**

بیعت سے مقصد کیا ہے؟ اس کی تفصیل تو میں نے بتادی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا، پکے اور سچے مسلمان بننا مقصود ہے۔

تحصیل مقصود کے غلط طریقے:

پھر بعض لوگ جو یہ صحیح مقصد سمجھ لیتے ہیں وہ اسے حاصل کرنے کے طریقے غلط اختیار کرتے ہیں جن کی کچھ تفصیل بتاتا ہوں:

① بعض سمجھتے ہیں کہ صرف مرید ہوجانے سے بیٹھے بٹھائے ہی بیڑا پار ہوجائے گا، گناہوں سے بچنے کی ضرورت نہیں ویسے ہی مغفرت ہوجائے گی۔

② بعض سمجھتے ہیں کہ بیعت ہوگئے تو پیر صاحب کی دُعاء اور توجہ سے گناہ خود بخود ہی چھوٹنے لگیں گے کچھ کرنا نہیں پڑے گا۔

③ بعض سمجھتے ہیں کہ قلب جاری ہوجائے، بس یہی دلیل وصول ہے اور اگر سب لطائف جاری ہوجائیں تو پھر تو سبحان اللہ! غوث کے مقام پر پہنچ گئے۔

④ بعض توجہ کے اثر کو کمال سمجھے ہوئے ہیں۔

⑤ بعض کشف و کرامات کو دلیل وصول سمجھتے ہیں۔

⑥ بعض کچھ خاص قسم کے مراقبات اور اذکار و اشغال کو مفتاح الکمال سمجھتے ہیں۔

وزیرستان سے ایک مولوی صاحب نے لکھا:

> ’’میں اپنے شیخ سے مقام احدیت کے مراقبہ کی مشق کر رہا تھا، کامیابی سے پہلے ہی شیخ کا انتقال ہوگیا دوسرے شیخ سے تعلق قائم کیا اور ان کی ہدایت کے مطابق مقامِ احدیت کا مراقبہ کرتا رہا پھر بھی یہ مقام حاصل نہ ہوا اور ان شیخ صاحب کا بھی انتقال ہوگیا، اب مجھے آپ کے سوا کوئی نظر نہیں آتا آپ تکمیل کروادیں۔‘‘

میں نے انہیں یہاں بلوا کر سلوک کی حقیقت سمجھائی، بحمد اللہ تعالیٰ سمجھ گئے۔

⑦ بعض نے چیخنے چلانے اور وجد و حال کو معراج ولایت سمجھ رکھا ہے۔

⑧ بعض نے درسی کتابوں کی طرح سلوک کے بھی کچھ ابواب و اسباق مقرر کر رکھے ہیں، بس جس نے یہ نصاب پڑھ لیا وہ کامل ولی اللہ بن گیا۔

ایک مولوی صاحب مجھ سے کہنے لگے:

> ’’میں سلوک کے نصاب کی تکمیل کرنا چاہتا ہوں، کتنے سال کا نصاب ہے؟‘‘

مجھے اس مولوی کی جہالت پر بہت تعجب ہوا، مولوی اور اتنی بڑی جہالت العیاذ باللہ۔

اندرون سندھ سے ایک مولوی نے لکھا:

> ’’میں اپنے شیخ سے ولایت کبریٰ کا سترہواں باب پڑھ رہا تھا، کہ شیخ کا انتقال ہوگیا، میں نے پورے پاکستان اور ہندوستان کے مشائخ پر نظر ڈالی، آپ جیسا کوئی نظر نہیں آیا، آپ میری تکمیل کروادیں۔‘‘

میں نے انہیں بھی بلوا کر صحیح طریقہ سمجھایا تو وہ یہاں کے بعض ذمہ داروں سے بہت تعجب سے کہنے لگے:

> ’’یہ ابواب پڑھے بغیر ولایت کیسے حاصل ہوسکتی ہے؟‘‘

بحمد اللہ تعالیٰ یہاں رہے تو چند دنوں کے اندر ہی راہِ راست پر آ گئے۔

صحیح طریقہ:

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا شرعی اور عقلی دونوں لحاظ سے صرف اور صرف یہی طریقہ ہے کہ اس کی ہر قسم کی نافرمانی سے بچا جائے، ہر قسم کے منکرات ظاہرہ و باطنہ چھوڑ دیں اور دوسروں کو بھی ہر قسم کے منکرات سے بچانے کی کوشش کریں، اپنی استطاعت و قدرت کے مطابق پوری پوری جدوجہد کریں، کسی کی کوئی رعایت نہ کریں، دنیا کی کوئی محبت، کوئی خوف، کوئی طمع اور کوئی تعلق اللہ تعالیٰ کی محبت و تعلق کے مقابلہ میں نہ آنے پائے۔

سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابند علائق کر
یہ دیوانہ اُڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑے بغیر اسے راضی کرنا قطعاً ناممکن، ناممکن، ناممکن۔ ایسا خیال رکھنے والوں کی عقلیں مسخ ہو گئی ہیں، اس لیے اتنی موٹی بات ان کی عقل میں نہیں آتی۔ اس دور کے صوفیہ کو اس طرف کوئی توجہ نہیں مراقبات، محاسبات اور اذکار و اشغال تو بہت کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی کھلی نافرمانیاں اور علانیہ بغاوتیں دیکھ رہے ہیں ان سے روکنا تو در کنار اپنے چہرے سے بھی ناگواری کا کوئی اثر ظاہر نہیں کرتے، علانیہ فسق و فجور میں مبتلا بے دینوں سے محبت کے تعلقات، ان کے ہاں آمد و رفت، دعوتیں کھانا اور بہت ہی انشراح و انبساط سے میل جول اور اختلاط سے ثابت کر رہے ہیں کہ ان کے قلوب میں ایسے فسق و فجور اور علانیہ بغاوتوں سے کوئی انقباض نہیں، کسی قسم کی کوئی ناگواری نہیں، اغیار تو اغیار اپنے متعلقین اور مریدوں کو بھی گناہوں سے بچنے کی قطعاً کوئی تلقین نہیں کرتے، کسی قسم کی کوئی روک ٹوک نہیں کرتے، بس وظائف اور مراقبات پر زور ہے، لطائف کے کچھ اسباق پڑھا دیے اور کچھ مراقبات بتا دیے، اس کے ساتھ انہیں خلافت بھی دے دی، مجھے ایسے بہت سے پیروں کا علم ہے، میں سنی سنائی باتیں

نہیں کررہا، اپنے مشاہدات بتارہا ہوں، ایسے مریدوں کو بھی خلافتیں دے رکھی ہیں جن کے لوگوں پر کھلے مظالم، جھوٹے مقدمات، دوسروں کی جائیدادوں پر جبراً ناجائز قبضہ کرنے، جعل سازی اور مکر وفریب اور حرام خوری کو پیر صاحب بخوبی جانتے ہیں، مگر پیر صاحب نے بزعم خود ان کا لطیفہ قلب جاری کرکے ان کو خلافت سے نواز رکھا ہے، بینک اور انشورنس کے حرام خور ملازمین کو بھی خلافت کا تاج پہنا رکھا ہے، شرعی پردے کا تو کہیں نام ونشان تک نہیں، پردہ تو درکنار کھلی بے حیائی اور نامحرم رشتہ داروں سے بے حجابانہ اختلاط تو گویا ان کے مذہب میں کوئی گناہ ہے ہی نہیں بلکہ صلہ رحمی اور کارِ ثواب ہے، مریدوں کو تو چھوڑیے خود پیر صاحبان کے گھروں میں شرعی پردہ نہیں اور مریدنیوں کو تو خود سے پردہ کروانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا انہیں تو بیٹیاں بنا کر ہوس کا نشانہ بنا رہے ہیں۔

مخصوص قسم کے مراقبات اوراذکار واشغال خود مقصود نہیں، بلکہ تحصیل مقصود کا ذریعہ ہیں اصل مقصود ہر قسم کے معاصی ظاہرہ وباطنہ سے بچنا ہے، پھر اس میں بھی بنیادی چیز ہمت ہے، مراقبات اوراذکار واشغال سے ہمت بلند ہوتی ہے، جب تک ہر چیز کی بنیاد یعنی ہمت سے کام نہیں لیں گے نفس وشیطان اور بے دین ماحول ومعاشرہ کے مقابلہ میں ہمت نہیں کریں گے اس وقت تک کوئی تدبیر بھی کارگر نہیں ہوگی، اس حقیقت کو خوب خوب سمجھ لیں اور دلوں میں اُتار لیں، اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائیں۔

مرید خود ہمت کرکے گناہ چھوڑے اس کے بغیر گناہ نہیں چھوٹ سکتے مرید کو خود ہمت کرنا پڑے گی۔

شیخ کی ضرورت:

بہت سے لوگوں کو بلکہ بعض علماء کو بھی اشکال ہوتا ہے کہ جب مقصد ہی گناہ چھوڑنا ہے تو یہ کام تو انسان خود بھی کرسکتا ہے، کسی سے بیعت ہونے کا کیا فائدہ؟ بس انسان خود

ہمت کر کے گناہ چھوڑتا جائے اس طرح خود بخود اس کی اصلاح ہو جائے گی بیعت کی تو ضرورت ہی نہیں، اس اشکال کا جواب ذرا تفصیل سے سُن لیں نمبر وار بتا دیتا ہوں:

① بیعت ہونے کے بعد دل میں فکرِ آخرت پیدا ہونے لگتی ہے، کوئی انسان کیسا ہی بے فکر ہو آزاد منش ہو لیکن کسی بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے بعد اس کے دل میں کچھ فکر ضرور پیدا ہوتی ہے کہ بیعت کر کے جو میں نے اپنے مالک سے عہد کیا ہے کہ آیندہ گناہوں کی زندگی سے اجتناب کروں گا اور فرائض وواجبات کی پابندی کروں گا تو اب اس عہد کو پورا کرنا چاہیے، اس طرح دل میں آخرت کی فکر پیدا ہونے لگتی ہے اور گناہ چھوٹنے شروع ہو جاتے ہیں، جب فکر پیدا ہوتی ہے تو سمجھیے کام بن گیا یہ فکر ہی بنیاد ہے اصلاح کی، جو لوگ گناہ نہیں چھوڑتے نہ ہی گناہ چھوڑنے کا کبھی خیال آتا ہے ان کے بگاڑ کی جڑ اور بنیاد یہی بے فکری ہے، جسے اپنی قبر اور آخرت کی فکر ہی نہیں اسے کیا پڑی ہے کہ حلال وحرام اور جائز وناجائز کی تمیز کرتا پھرے، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ یہ فکر پیدا فرما دیں سمجھ لیں کہ اس کی آخرت سنورنا شروع ہو گئی، خواہ وہ اَن پڑھ اور عامی ہی کیوں نہ ہو اور بے فکر شخص کی اصلاح کبھی نہیں ہو سکتی خواہ وہ عالم فاضل ہی کیوں نہ ہو، یہاں جو علماء زیرِ تربیت ہوتے ہیں انہیں میں یہی تلقین کرتا رہتا ہوں، بار بار تنبیہ کرتا ہوں کہ اگر ہر کام کرنے سے پہلے یہ فکر پیدا ہوتی ہے کہ یہ کام جو کرنے لگا ہوں یا زبان سے جو بات کہنے لگا ہوں شرعاً یہ جائز بھی ہے یا نہیں؟ اگر یہ فکر پیدا ہوتی ہے تو یہ صلاحِ قلب کی علامت ہے، اگر یہ فکر نہیں پیدا ہوتی تو یہ دل کے مردہ ہونے کی علامت ہے، اس پر محنت کی جائے اور صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، جب تک مسلمان میں فکر پیدا نہ ہو اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور فکر پیدا کرنے کا موثر ومجرب ذریعہ کسی مصلح سے اصلاحی تعلق قائم کرنا ہے۔

② بعض لوگوں میں کچھ فکر تو ہوتی ہے مگر اتنی ناقص کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے قوانین

معلوم کرنے کی ہمت نہیں ہوتی، بیعت ہونے کے بعد اس کی ہمت پیدا ہو جاتی ہے، ہر کام کے بارے میں فکر پیدا ہونے کے بعد تحقیق کرے گا کہ یہ جائز ہے یا ناجائز؟ یہ چیز حلال ہے یا حرام؟

④ بے شمار لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے قوانین کا علم ہے لیکن اس کے باوجود ان پر ایسی غفلت طاری رہتی ہے کہ ان قوانین کا استحضار نہیں رہتا۔ بیعت ہونے سے یہ استحضار پیدا ہو جاتا ہے۔

سوچیے! کیا صرف علم حاصل کر لینا کافی ہے؟ ہرگز نہیں! اصل مرحلہ تو آگے ہے، آج کل لوگوں نے معلومات جمع کرنے کو ایک مستقل مقصد بنا لیا ہے عمل کرنا مقصود نہیں بس علم برائے علم مقصود ہے چنانچہ مشاہدہ ہے کہ لوگ سب کچھ جاننے کے باوجود گناہ کرتے رہتے ہیں، گناہ کا گناہ ہونا انہیں معلوم ہے کوئی دوسرا پوچھ لے تو فوراً کہہ دیں گے کہ بے شک یہ گناہ ہے مگر دلوں پر غفلت کے ایسے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں کہ جاننے کے باوجود بلکہ زبان سے اعتراف کرنے کے باوجود گناہ سے باز نہیں آتے، اولاً تو گناہوں کو چھوڑنے کی فکر ہی نہیں ہوتی اور اگر تھوڑی بہت فکر ہو بھی تو وقت پر استحضار نہیں ہوتا گناہ کرتے وقت اس طرف توجہ نہیں جاتی کہ ہم گناہ کر رہے ہیں، صرف جہلاء نہیں بہت سے علماء بھی اس خطرناک غفلت کا شکار ہیں، بڑے بڑے کبائر میں مبتلا ہیں مگر احساس تک نہیں، مثلاً:

غیبت کا حال دیکھ لیجیے، آج کل تقریباً ہر محفل کی رونق اسی گناہ سے ہے اچھے اچھے دیندار کہلانے والے گھنٹوں اس میں مبتلا رہتے ہیں، مزے لے لے کر مردہ بھائیوں کا گوشت کھاتے رہتے ہیں مگر کیا مجال ہے کہ کسی کے کان پر جوں تک رینگ جائے، بتائیے کس کو غیبت کا حرام ہونا معلوم نہیں؟ سب کو معلوم ہے مگر استحضار کسی کو نہیں۔

نماز میں ہاتھ ہلانے کا مسئلہ لے لیجیے ہر مولوی نے یہ مسئلہ پڑھا ہے کسی مولوی

سے پوچھیں تو بتا بھی دے گا کہ نماز میں بلاضرورت ہاتھ ہلانا مکروہِ تحریمی ہے اس کا اعادہ واجب ہے اور جلدی جلدی تین بار ہلانے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے خواہ ضرورت سے ہی ہو، یہ مسئلہ سب نے پڑھا ہے، مگر یہاں افتاء کے لیے جو بھی مولوی صاحبان آتے ہیں نماز میں ہاتھ ہلاتے ہیں گویا سب کا اجماع ہے کہ نماز میں ہاتھ ہلانا فرض یا واجب ہے، بار بار ٹوکنا پڑتا ہے تو جا کر کہیں یہ عادت چھوٹتی ہے، بتائیے وہ پڑھا ہوا مسئلہ کہاں گیا؟ یہی کہیں گے نا کہ علم ہے مگر گناہ کرتے وقت اس کا گناہ ہونا مستحضر نہیں ہوتا۔

شرعی پردے کا علم کس مولوی کو نہیں؟ قرآن مجید میں صاف صاف مذکور ہے احادیث اور فقہ کی کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں، پردے کی اہمیت اور اس کی فرضیت سب کو معلوم ہے مگر استحضار کسی کو نہیں، استحضار سے اتنا بعد ہے کہ گویا اس کا علم ہی نہیں لیکن جو مولوی صاحبان یہاں پہنچ جاتے ہیں انہیں استحضار ہو جاتا ہے اور آنکھیں کھل جاتی ہیں پھر اپنے گھروں میں بلکہ علاقوں میں پردہ کی تحریک چلاتے ہیں اور یہاں پنجاب، سرحد، وزیرستان اور افغانستان بلکہ مغربی ممالک تک سے خط آتے ہیں کہ ہم نے یہاں آکر اپنے گھروں میں شرعی پردہ کا اہتمام شروع کر دیا ہے، یوں لگتا ہے کہ ان مولویوں کو پہلے معلوم ہی نہ تھا حالانکہ سب کچھ معلوم تھا پڑھتے پڑھاتے رہے تھے مگر وہی بات کہ غفلت کی وجہ سے استحضار نہ تھا، صرف علم کافی نہیں بلکہ علم کا استحضار بھی ضروری ہے، بیعت کی برکت سے غفلتوں کے پردے چاک ہوتے ہیں، استحضار نصیب ہوتا ہے، اس لیے بیعت ہونا صرف عوام کے لیے ہی نہیں علماء کے لیے بھی ضروری ہے بلکہ علماء کے لیے زیادہ ضرورت ہے تاکہ جو کچھ پڑھا پڑھایا ہے اس کا استحضار نصیب ہو اور اس پر عمل کی توفیق مل جائے۔

④ گناہوں سے بچنے کے لیے صرف استحضار بھی کافی نہیں، دیکھیے بہت سے لوگوں کو تو گناہ کے وقت گناہ ہونے کا استحضار نہیں ہوتا اس لیے گناہوں میں ڈوبے

رہتے ہیں لیکن ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہیں عین گناہ کے وقت گناہ کا پورا احساس ہوتا ہے، اپنے جرم کا استحضار ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود باز نہیں آتے، ان لوگوں کو آخرت میں جواب دہی کی فکر نہیں اس لیے گناہوں کو چھوڑنے کی کوئی تدبیر نہیں کرتے ان کے حق میں علم اور اس کا استحضار دونوں چیزیں بے کار ہیں، اس مرض کا علاج بھی بیعت کے ذریعے ہوتا ہے، جو کسی مصلح کے ہاتھ پر بیعت ہوتا ہے وہ اول تو گناہ کے قریب نہیں پھٹکتا، اگر کچھ غفلت کی وجہ سے گناہ کا ارادہ کرلے یا گناہ کرنے لگے تو اسے فوراً استحضار ہوجاتا ہے، کانپ اٹھتا ہے اور گناہ چھوڑ دیتا ہے۔

⑤ کبھی اتنی فکر تو ہوجاتی ہے کہ گناہ چھوڑنے چاہئیں یعنی گناہ کا علم بھی ہے وقت پر استحضار بھی ہے اور اس کے نتیجے میں بچنے کی فکر بھی پیدا ہوگئی اس کی تدبیریں بھی سوچتا ہے مگر ان سب باتوں کے باوجود بچ نہیں پاتا، بے چارہ اپنی طرف سے بہت تدبیریں کرتا ہے مگر سب تدبیریں ناکام ہوجاتی ہیں، چنانچہ بہت سے لوگ بتاتے ہیں کہ ہم گناہوں سے بچنا چاہتے ہیں دیندار بننے کی تدبیریں سوچتے رہتے ہیں مگر گناہ نہیں چھوٹتے، دیندار نہیں بنا جاتا، آخر کیا کریں؟ اصل بات پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ خود بیٹھے بیٹھے انسان کتنی ہی تدبیریں سوچ لے منصوبے بنالے اس سے دیندار نہیں بنتا، یوں بیٹھے بٹھائے اصلاح نہیں ہوجاتی، اصلاح کے لیے صرف وہی تدبیریں کارگر ہوتی ہیں جو شیخ تجویز کردے، شیخ ہر مرید کے مزاج کو دیکھ کر اس کے لیے الگ الگ نسخے تجویز کرتا ہے۔

یہ تفصیل تو ظاہری گناہوں کے بارے میں بتادی جن کا انسان کو کسی حد تک علم یا احساس ہوتا ہے، اب ذرا باطنی گناہوں سے متعلق بھی سن لیں:

⑥ باطنی گناہوں کی جڑیں بہت مضبوط اور گہری ہوتی ہیں ابھی تفصیل سے بتا چکا ہوں کہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک ظاہری گناہ میں مبتلا ہوتا ہے مگر گناہ ہونے کا علم

ہی نہیں ہوتا یا علم ہوتا ہے مگر استحضار نہیں ہوتا غفلت و بے توجہی کی وجہ سے گناہ میں مبتلا رہتا ہے اور کبھی علم و استحضار کے باوجود بھی گناہ کا شکار ہوتا ہے مگر باطنی گناہ ایسے خطرناک ہیں کہ ان کا سرے سے علم ہی نہیں ہوتا، جیسے: حسد، کبر، ریاء، عجب وغیرہ جب اپنے اندر ان مہلک ترین امراض کے وجود کا علم ہی نہیں تو ان سے بچنے کی فکر کیسے ہوگی؟ شیخ ان امراض کی تشخیص کر کے بتاتا ہے کہ تیرے اندر فلاں مرض ہے۔

⑦ اگر کسی کو اپنے اندر کسی باطنی مرض کے وجود کا احساس ہو بھی گیا تو وہ اس کا علاج نہیں جانتا، شیخ اس کا علاج کرتا ہے۔

تمام باطنی گناہوں کی جڑ حبِ دنیا ہے جس کے دو شعبے ہیں حبِ مال اور حبِ جاہ، دونوں انتہائی خطرناک قسم کے گناہ ہیں ایسے خطرناک کہ بسا اوقات ان کی نحوست سے ظاہری اعمال بھی تباہ ہو جاتے ہیں۔ یہ باطنی امراض انسان کے دل میں موجود ہوتے ہیں مگر پوری زندگی گزر جاتی ہے اور مریض کو احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ کسی مرض کا شکار ہے، اس قسم کے خطرناک امراض کی نشاندہی کے لیے اور ان سے بچنے کے لیے کسی مصلح کے ہاتھ پر بیعت ہونا بہت ضروری ہے بلکہ یوں کہیں کہ اصلاحی تعلق قائم کرنا ضروری ہے، بیعت مقصود نہیں مقصود تو اصلاحی تعلق ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب تک کسی ماہر طبیب باطن سے اصلاح نہیں کروائے گا اس وقت تک امراض ظاہرہ و باطنہ سے نہیں بچ سکے گا، ظاہری امراض کا کبھی علم ہو جاتا ہے احساس بھی بیدار ہوتا ہے مگر خود اپنے طور پر بچنا مشکل ہوتا ہے باطنی امراض کا تو پتا ہی نہ چلے گا ان کا علم ہی بیعت ہونے کے بعد ہوتا ہے، اس لیے بیعت ہونا اور کسی شیخ سے اصلاحی تعلق رکھنا بہت ضروری ہے اصلاحی تعلق کے بغیر گناہوں سے بچنا بہت مشکل ہے۔

عبرت کے دو قصے:

آخر میں عبرت کے دو قصے مزید سُن لیجیے تاکہ بات پوری طرح ذہن نشین ہو جائے،

اصلاحی تعلق نہ رکھنے کا صرف یہی نقصان نہیں ہوتا کہ انسان گناہوں سے بچ نہیں پاتا، بے دین رہتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بھی خطرناک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان ظاہری اعمال کا پابند ہو جاتا ہے، تہجد گزار بن جاتا ہے اور خود کو دیندار بلکہ ولی اللہ سمجھنے لگتا ہے حالانکہ دین کے بہت سے احکام ابھی اس کے علم میں بھی نہیں آئے ہوتے اللہ تعالیٰ کے بہت سے قوانین سے بالکل بے خبر ہوتا ہے۔

پہلا قصہ:

صوبہ سرحد سے ایک شخص کا خط آیا:

> ''میں تبلیغی جماعت سے وابستہ ہوں اور اندرون ملک کے علاوہ بیرون ملک بھی کئی سال لگا چکا ہوں، دینی اعمال کی پوری پابندی کرتا ہوں، ممکن حد تک کسی دینی حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتا، اس لیے میرا خیال تھا کہ اب میں دیندار بن چکا ہوں میرے اندر کوئی ایسی خامی باقی نہیں جیسی بے دین لوگوں میں ہوتی ہے مگر آپ کے دار الافتاء سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے مجھے متوجہ کیا:
>
> ''آپ میں ابھی بھی ایک بہت بڑی خامی موجود ہے وہ یہ کہ شریعت میں دیور سے پردہ فرض ہے اور آپ ابھی تک اس فرض کے تارک ہیں۔''

مخلص تھے دین پر محنت بھی بہت کی تھی، کئی سال لگائے تھے، اس لیے یہ سنتے ہی کانپ گئے اور مجھے لکھا:

> ''میں بھاگا بھاگا ایک مولوی صاحب کے پاس گیا کہ حضرت یہ صاحب کہتے ہیں دیور سے پردہ فرض ہے مولوی صاحب نے فرمایا:
>
> ''بے شک دیور سے پردہ فرض ہے تمہیں اس میں کیا اشکال ہے؟''
>
> ''اسی وقت میں نے گھر جا کر اس حکم کی تعمیل کی، بیوی کو پابند کر دیا کہ آئندہ

تمہیں دیوروں سے پردہ ہے۔‘‘

ذرا سوچیے! اس مسلمان کا اگر کسی مصلح سے اصلاحی تعلق ہوتا، مصلح سے مراد شیخ کامل ہے جو واقعۃً مصلح ہو خود بھی دیندار ہو دوسروں کو بھی دیندار بنائے ایسا پیر نہیں جو خود بھی مریدوں کے ساتھ حرام کھانے میں شریک ہو، یا جس کے اپنے گھر میں بھی شرعی پردہ نہ ہو، وہ دوسروں کو کیا بتائے گا؟ اگر شیخ کامل سے تعلق ہوتا تو اتنا عرصہ شریعت کے ایک اہم حکم سے بے خبر نہ رہتا وہ تو اس کے اخلاص اور اس کی محنت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوئی اور ہدایت کا یہ بہانہ بنا کہ دارالافتاء سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس بھیج دیا جس نے انہیں گناہ کا احساس دلایا، ورنہ تو مرتے دم تک اسی جہالت و بے خبری میں رہتے، پھر ستم یہ کہ اتنے بڑے گناہ میں مبتلا رہنے کے باوجود خود کو دیندار سمجھے بیٹھے تھے، اسی ایک مثال سے اندازہ کر لیجیے کہ دیندار مسلمانوں کے لیے بھی بیعت ہونے کی کتنی اہمیت ہے۔

دوسرا قصہ:

ابھی تقریباً ایک مہینہ ہی ہوا ہوگا کہ یہیں دارالافتاء کے سامنے سے ایک صاحب نے پرچہ لکھ کر دیا:

> ’’میں بیس سال سے یہاں دارالافتاء کے سامنے رہ رہا ہوں مگر کبھی دارالافتاء میں آنے کا اتفاق نہیں ہوا، میرا وقت زیادہ تر تبلیغ میں گزرتا ہے کئی سالوں سے جماعت میں لگا ہوا ہوں ہمہ وقت تبلیغ کے کام میں مشغول ہوں۔ مجھ سے ایک صاحب نے پوچھا:
>
> ’’آپ کبھی دارالافتاء گئے ہیں، وہاں کی مسجد میں کوئی نماز پڑھی ہے؟‘‘
>
> میں نے کہا:
>
> ’’نہیں! کبھی جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔‘‘

انہوں نے کہا:

”چلیے آج میرے ساتھ دارالافتاء کی مسجد میں نماز پڑھ لیجیے۔“

میں نے نماز پڑھی اور بیان سننے بیٹھ گیا، آپ کا بیان سنا اور سن کر پہلی بار احساس ہوا کہ شریعت میں پردہ کی اس قدر اہمیت ہے، پردہ سے متعلق یہ باتیں کہیں نہ سنی تھیں، بیان سن کر اٹھا تو احساس ہوا کہ شریعت کے اتنے بڑے حکم کی مجھ سے خلاف ورزی ہوتی رہی، اس کوتاہی پر ندامت ہوئی اور سچے دل سے توبہ کی، میرے حق میں دُعاء کیجیے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں اور آیندہ کے لیے اس قسم کی کوتاہیوں سے محفوظ رکھیں، سچا مسلمان بنادیں۔“

چونکہ انہوں نے دین کی خاطر بہت محنت کی تھی، دل میں فکر موجود تھی اس لیے کوتاہیوں کا جیسے ہی احساس ہوا توبہ کی اور راہِ راست پر آگئے۔ یہاں بھی سوچیے! وہ اتنے عرصہ سے اپنے خیال میں پکے دیندار بنے ہوئے تھے، دین کی خاطر محنت کررہے تھے، خود بھی دیندار کہلاتے تھے دوسروں کو بھی دیندار بنا رہے تھے لیکن کسی مصلح سے اصلاحی تعلق نہیں تھا اس لیے اتنے عرصہ ایک کبیرہ گناہ میں مبتلا رہے، یہاں آنے کے بعد پہلی بار انہیں گناہ کا احساس ہوا۔ گناہ کا احساس تو بہت دیر سے ہوا لیکن بحمد اللہ تعالیٰ اصلاح جلدی ہوگئی۔

ان دو مثالوں سے بیعت کی اہمیت کا اندازہ کرلیجیے کہ کس قدر ضروری ہے، بالخصوص اس فتنہ کے دور میں۔

ان مثالوں سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی کہ بیعت ہونا اور کسی مصلح کامل سے اصلاحی تعلق رکھنا بہت ضروری ہے، اس کے بغیر سچا دیندار مسلمان بننا ناممکن ہے، ناممکن۔ بیعت ہوئے بغیر اول تو اپنے امراض اور گناہوں کا علم ہی نہیں ہوگا اگر علم ہوا تو اس کا استحضار نہیں ہوگا، استحضار ہوا بھی تو بچنے کی فکر نہیں ہوگی، بچنے کی فکر بھی پیدا ہوگئی تو بچنے کی قدرت نہیں ہوگی، یہ تو ہے ظاہری گناہوں کا معاملہ۔ باطنی گناہوں کا معاملہ ان

سے بھی زیادہ خطرناک ہے، ان کا علم تو شیخ کے بتائے بغیر ہو ہی نہیں سکتا، آج کے دور میں تو ظاہری امراض کا بھی یہی حال ہوگیا ہے، وہ بھی کسی سے اصلاحی تعلق رکھے بغیر نہیں چھوٹتے، انہی دو مثالوں کو سوچ لیجیے، بے پردگی کا گناہ کوئی باطنی گناہ تو نہیں ظاہری گناہ ہے اس کا گناہ ہونا بالکل ظاہر بلکہ اظہر ہے۔ صرف نقل کی رو سے ہی نہیں عقل کی رو سے بھی کوئی عالم ہو یا جاہل بلکہ عقل مند اور دانا ہو یا کم عقل اور احمق، اتنی موٹی سی بات تو سمجھتا ہی ہے کہ عورت کی عام نمائش جائز نہیں، اس کا نظروں سے اوجھل رہنا ہی بہتر ہے، لیکن دیکھ لیجیے کتنے مسلمان اس گناہ کا شکار ہیں، یہ موٹی سی حقیقت ان کی نظر سے اوجھل ہے۔ پردہ تو شریعت کا ایک حکم ہے، اللہ تعالیٰ کے بے شمار قوانین میں سے ایک قانون ہے ورنہ انسان کی پوری زندگی میں اور زندگی کے ہر شعبے میں اللہ تعالیٰ کے سینکڑوں قوانین ہیں، ہر قانون کا علم حاصل کرنا اور ہر وقت اس پر عمل پیرا ہونا اس کے بغیر ممکن نہیں کہ کسی ماہر قانون سے تعلق پیدا کیا جائے اس سے قدم قدم پر رہنمائی حاصل کی جائے۔

بیعت سے فائدہ کیسے ہوتا ہے؟

اب تک بیعت کی ضرورت کا بیان ہوا، اس کے فائدے بتائے گئے، اب رہی یہ بات کہ بیعت سے فائدے کیسے حاصل ہوتے ہیں؟ اس کی تفصیل بھی سن لیجیے۔ بیعت سے فائدہ ہونے کی یہ وجوہ ہیں:

① جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ بیعت ہونے والے کو یہ خیال رہے گا کہ اس نے شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کے گناہوں سے بچنے اور سچا مسلمان بننے کا وعدہ کیا ہے، اس لیے وہ ہوشیار رہے گا کہ کہیں کوئی بات اس وعدہ کے خلاف نہ ہو جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سخت گرفت نہ ہو۔ یہ فکر اسے بیدار و ہوشیار رکھے گی۔

② شیخ کی دُعاء اور نظرِ شفقت اس کی معین ومددگار رہے گی۔

③ شیخ کی صحبت کیمیا تاثیر سے قلب میں دنیا سے بے رغبتی، اللہ تعالیٰ سے محبت اور فکرِ آخرت پیدا ہوگی، صحبت کی تاثیر قرآن وحدیث اور تجربات ومشاہدات سے ثابت ہے اور دنیا بھر کے مسلمات میں سے ہے۔

④ شیخ کے متعلقین اور صالح ماحول کے اقوال واحوال کا اثر۔

⑤ اہل سلسلہ بلکہ عوام سے بھی شرمائے گا کہ مرید ہوکر کیسی حرکتیں کررہا ہے۔

⑥ شیخ ذکر وشغل اور مراقبہ کے ایسے طریقوں کی تلقین وتعلیم دیتا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی محبت ہر ماسوا کی محبت پر ایسی غالب آجاتی ہے کہ دنیا کی کوئی محبت، کوئی خوف، کوئی طمع اور کوئی تعلق محبوب حقیقی کی رضا کے خلاف کوئی کام نہیں کرواسکتا۔

⑦ دین سے بے توجہی وبے التفاتی کی صورت میں شرمائے گا کہ شیخ کے سامنے کس منہ سے حاضری دے گا اگر کبھی ایسی کوتاہی ہوگئی تو بھی شرم کی وجہ سے شیخ کی خدمت میں حاضری ہرگز نہ چھوڑے، بہرصورت حاضری کا معمول جاری رکھے، ایسی غفلتوں اور کوتاہیوں کا علاج یہی ہے۔

⑧ اصلاح کا مدار اطلاع واتباع پر ہے، یعنی شیخ کو اپنے عیوب کی اطلاع دے، پھر شیخ جو نسخہ بتائے اسے استعمال کرے، پھر شیخ کو اس نسخہ کے اثر کی اطلاع دے۔ یہ سلسلہ جاری رکھے، اس ہدایت کے مطابق پہلے تو کسی گناہ کے تقاضے کے وقت یہ خیال آئے گا کہ گناہ کا ارتکاب کیا تو شیخ کو بتانا پڑے گا، اس سے شرم آئے گی، اس کا جواب تو یہ ہوسکتا ہے کہ مریض کو طبیب کے سامنے اپنے مرض کی صحیح صحیح پوری کیفیت بتانے سے شرمانا جائز نہیں، پوری صحیح کیفیت طبیب کو نہیں بتائے گا تو علاج کیسے ہوگا۔ چلیے اس کا جواب تو ہوگیا لیکن طبیب کا دیا ہوا نسخہ استعمال کیوں نہیں کیا؟ شیخ کو اس کا جواب کیا دے گا؟ شیخ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا، یہ سوچ کر شرم میں ڈوب جائے گا

اور گناہ کے ارتکاب سے باز رہے گا۔ ایک شخص نے اپنے حالات میں غیبت کے مرض میں ابتلاء لکھا، میں نے اسے جو نسخہ لکھا اس میں ایک جزء یہ بھی تھا کہ جس کے سامنے کسی کی غیبت کریں تو توبہ کے بعد اسے اطلاع بھی کریں کہ میں نے آپ کے سامنے غیبت کا گناہ کبیرہ کیا تھا، اس لیے اب آپ کو اپنی توبہ کی اطلاع دے رہا ہوں، پھر اس صورت حال کی یعنی اسے اطلاع دینے کی مجھے اطلاع دیں۔

اس نے دوسرے خط میں لکھا:

”میں نے اس خوف سے کہ آپ کو بتانا پڑے گا کبھی کسی کی غیبت کی ہی نہیں۔“

⑨ شیخ کی روک ٹوک، ڈانٹ بلکہ مار پٹائی سے بھی گھبرائے گا نہیں، پریشان نہیں ہوگا شیخ کی مار بھی ناگوار نہیں ہوگی بلکہ مطمئن رہے گا، خوش ہوگا، جیسے مریض طبیب کی کڑوی دواء یا انجکشن یا آپریشن سے مطمئن اور خوش ہوتا ہے۔ حالانکہ طبیب کی تشخیص مرض یقینی نہیں، طریق علاج کی صحت کا یقین نہیں پھر یہ کہ طبیب اور ڈاکٹر کی مریض کے ساتھ محبت ناقص، پھر اگر صحت ہو بھی گئی تو آخر کب تک، موت سے تو کوئی مفر نہیں، جب کہ شیخ کی محبت وشفقت کاملہ پھر مرض کی تشخیص اور نسخہ کی تجویز بھی یقینی، اگر بالفرض کبھی اس میں غلطی ہو بھی جائے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس میں بھی تاثیر رکھ دیتے ہیں، شیخ کی غلطی کو صحیح اور خطا کو صواب بنا دیتے ہیں۔ بہر حال شیخ کے نسخہ سے شفاء یقینی ہے، پھر شفاء بھی کیسی؟ دنیا بھی جنت اور آخرت بھی جنت۔ شیخ کی مار سے یہ دولت مل جائے تو بھی یہ سودا بہت سستا ہے ؏

متاع جان جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے

شیخ کے انتخاب کا طریقہ:

شیخ کے انتخاب میں بہت ہی غور وفکر سے کام لینا ضروری ہے، ان ہدایات کو ملحوظ رکھیں:

① کسی معروف مصلح کامل سے باضابطہ اصلاحی تعلق رکھا ہو اور اس نے اسے بیعت وارشاد کی اجازت دی ہو، اس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے، گمراہ اور ملحد پیروں نے عوام کو پھانسنے کے لیے یہ بہت بڑا جال پھیلا رکھا ہے کہ انہیں کسی شیخ سے فیض حاصل کرنے کی ضرورت نہیں، براہِ راست اللہ تعالیٰ سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کر رہے ہیں، یقین کرلو! یقین کرلو!! یقین کرلو!!! کہ ایسا شخص ولی اللہ ہرگز نہیں ہوسکتا، یہ ولی الشیطان ہے ؎

نفس نتوان کشت الا ظلِ پیر
دامن این نفس کش را واگیر

’’کسی شیخ کامل سے اصلاح کروائے بغیر نفس کے شر سے حفاظت ناممکن ہے، اس نفس کش کے دامن کو مت چھوڑ۔‘‘

② دین میں خوب پختہ اور متصلب ہو، معاشرے میں پھیل جانے والے منکرات وبدعات سے بہت دور رہتا ہو، خاص طور پر وہ منکرات جن سے بچنے کا اہتمام اکثر علماء ومشایخ بھی نہیں کرتے، مثلاً رشتہ داروں سے شریعت کے مطابق مکمل پردہ نہ کرنا، تصویروں کی لعنت، ٹی وی کی لعنت، غیبت کرنے اور سننے کا کبیرہ اور علانیہ گناہ، بینک انشورنس اور حرام آمدن کے دوسرے ذرائع والوں کی دعوت یا ہدیہ قبول کرنا وغیرہ۔

③ دنیوی لحاظ سے اونچے طبقہ کی بے جا اور بلاضرورت رعایت نہ کرتا ہو۔

④ اہلِ ثروت واہلِ مناصب اور عوام کی بھیڑ بھاڑ کی بجائے اس کی طرف علماء واہلِ صلاح مساکین کا رجوع ہو۔

⑤ متعلقین کو صرف اوراد ووظائف اور مراقبات وغیرہ کی تلقین پر ہی اکتفاء نہ کرتا ہو بلکہ بدعات ومنکرات اور امراض باطنہ سے بچنے کی تبلیغ زیادہ کرتا ہو متعلقین کو سمجھاتا ہو کہ بیعت سے اصل مقصد یہی ہے اذکار واشغال وغیرہ اسی مقصد کی تحصیل کے ذرائع ہیں اور تحصیل مقصد میں معین ومددگار ہیں۔

⑥ متعلقین کو ایسے ہی آزاد نہ چھوڑ رکھا ہو بلکہ ان کی غلطیوں پر روک ٹوک کرتا ہو۔

⑦ پاس بیٹھنے سے دنیا سے بے رغبتی اور وطن آخرت کا شوق پیدا ہو۔

⑧ متعلقین میں سے اکثر کو دین میں ایسی پختگی و رسوخ حاصل ہو کہ ہر قسم کے منکرات و بدعات سے خود بھی بچتے ہوں اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کرتے ہوں، اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی کی کوئی پروانہ کرتے ہوں۔

⑨ ان آٹھ نمبروں کی خوب اچھی طرح تحقیق کرنے کے بعد جب پورا اطمینان ہو جائے کہ شیخ خود بھی امراض ظاہرہ و باطنہ سے محفوظ ہے اور متعلقین کے علاج کی بھی پوری صلاحیت رکھتا ہے تو اس سے ربط کو مزید بڑھائیں، مجالس میں حاضر ہوں، مواعظ و ملفوظات سنیں۔

⑩ سنت کے مطابق استخارہ کریں۔

پھر اگر شیخ کی مجالس سے فائدہ محسوس ہو مناسبت معلوم ہو اور قلب مطمئن ہو تو بیعت کی درخواست کریں۔

شیخ سے استفادہ کی چار شرطیں:

چار چیزیں لازمی ہیں استفادہ کے لیے

اطلاع واتباع واعتماد وانقیاد

شرائطِ اربعہ کی تفصیل:

① **اعتماد:** اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ کے صالح اور مصلح ہونے پر اعتماد ہو، یعنی یہ اعتماد ہو کہ شیخ خود بھی منکرات ظاہرہ و باطنہ سے بچتا ہے اور متعلقین کو بچانے میں بھی پوری مہارت رکھتا ہے، یہ شرط بیعت ہونے سے پہلے کی ہے جیسا کہ انتخابِ شیخ کے بیان میں بتا چکا ہوں۔

② **انقیاد:** اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ مرض کی جو تشخیص کرے اور اس کے لیے جو

نسخہ تجویز کرے اسے انشراح قلب سے قبول کرے، چون وچرا نہ کرے، اپنی رائے کو دخل نہ دے، سب کچھ مکمل طور پر شیخ کے سپرد کردے:

”مردہ بدست زندہ“

بن کر رہے۔

③ **اطلاع:** شیخ کو اپنے امراض کی بلا کم وکاست صحیح صحیح اطلاع دے، کوئی چیز بھی چھپائے نہیں، کسی حالت پر بھی پردہ ڈالنے کی کوشش ہرگز نہ کرے، بہت سے متعلقین اس ہدایت پر عمل نہیں کرتے، خوب سمجھ لیں کہ یہ خیانت ہے اور بہت بڑا جرم، ایسے مریض کو کبھی شفا نہیں ہوسکتی۔

یہ بھی خوب سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ شیخ کامل کو ایسی بصیرت وفراست عطاء فرمادیتے ہیں کہ وہ عموماً مریض کے اقوال واحوال سے اس کے امراض کو سمجھ جاتا ہے اس کے باوجود وہ عموماً ازخود کچھ نہیں بتاتا اس لیے کہ علاج کا قاعدہ یہی ہے جس میں کئی مصلحتیں ہیں، اس لیے مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے امراض خود بتائے۔

④ **اتباع:** شیخ جو ہدایت دے اس کا اتباع کرے جو نسخہ تجویز کرے اسے پابندی سے استعمال کرے اور پھر نسخے کے نتائج کی اطلاع دے، یہ سلسلہ بہت پابندی سے جاری رکھے اس میں غفلت ہرگز ہرگز نہ ہونے پائے۔

مزید ہدایات:

⑤ شرط اول یعنی اعتماد میں یہ بھی داخل ہے کہ اپنے شیخ کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ میرے حق میں پوری دنیا سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ افضل ہیں۔

⑥ اسی شرط اول میں یہ بھی داخل ہے کہ اپنے شیخ کے سوا کسی دوسرے شیخ کی نہ کوئی اصلاحی کتاب دیکھے نہ کسی کی مجلس میں جائے نہ وعظ سنے، اسے ”وحدت مقصد“ کہا جاتا ہے جو اس طریق میں مفتاح الفلاح وکلید کمال ہے:

یکے گیرو محکم گیر۔

’’ایک کو پکڑو اور مضبوط پکڑو۔‘‘

ادب واحترام تو سب کا کرے اور دل میں محبت وعظمت بھی سب کی رکھے لیکن اصلاحی تعلق صرف ایک سے رکھے۔

کسی دوسرے شیخ کی طرف توجہ کرنے، ان کی کتابیں پڑھنے یا وعظ سننے سے نفع کی بجائے نقصان ہوگا، اسے ایک مثال سے سمجھیے، لڑکی شادی سے پہلے اپنے لیے شوہر منتخب کرنے میں پوری دنیا کی تحقیقات کرتی پھرے، یہ کوئی معیوب نہیں، مثلاً بہت سے رشتے کسی کے سامنے ہیں، ایک لڑکا پاکستان میں ہے، دوسرا افغانستان میں، تیسرا ہندوستان میں، کوئی سعودیہ میں اور کوئی انگلینڈ یا امریکا وغیرہ میں۔ اب ظاہر ہے کہ رشتہ تو ان میں سے ایک ہی سے کرنا ہے اس لیے اسے حق پہنچتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے حالات معلوم کرے اور خوب خوب معلوم کرے استخارات بھی کرے ان کے بارے میں لوگوں سے بھی پوچھے، ہر طرح اپنا اطمینان کرلے، یہ کوئی عیب کی بات نہیں نہ عقل کی رو سے نہ ہی شریعت کے لحاظ سے، دنیا والوں کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا بلکہ لڑکے لڑکی والے خود کہتے ہیں کہ رشتہ کی بات پکی کرنے سے پہلے خوب سوچ لیں، غور وفکر کرلیں اچھی طرح کھنگالیں تاکہ بعد میں کسی قسم کی پریشانی نہ ہو، لیکن اچھی طرح دیکھ بھال کرنے کے بعد جب رشتہ کا انتخاب کرلیا اور شادی ہوگئی تو اب شادی ہوچکنے کے بعد اگر لڑکی کسی اور لڑکے کو پسند کرلے کہ میرے شوہر کی بنسبت تو یہ بہت حسین ہے یا بڑا مال دار ہے تو بتائیے کوئی غیرت منداس کو گوارا کرے گا؟ کسی کی بیوی غیر مرد کی تعریفیں کرنے لگے کہ وہ اتنا اچھا ہے ایسا پیارا ہے تو اس کا مطلب کیا لیا جائے گا؟ یہی نا کہ شوہر کی بجائے اس اجنبی پر اس کا دل آگیا ہے اور اس کے ساتھ بھاگنا چاہتی ہے۔

آشنا کے ساتھ عورت کے بھاگ جانے یا اغواء ہونے کے واقعات تو پرانے ہیں، اب اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی، جس بے حیائی کے لیے عورت بھاگتی تھی یا اغواء

کی جاتی تھی اب وہ بے حیائی اور بے غیرتی گھروں میں ہو رہی ہے، کچھ عرصہ پیشتر معاشرہ میں اتنی بے حیائی نہیں تھی عورتوں میں پردہ تھا، حیاء تھی مردوں میں بھی غیرت تھی کوئی اکا دکا مرد و عورت بے حیاء ہوتے تو انہیں مقصد براری کے لیے گھر سے بھاگنا پڑتا، مگر اب ٹی-وی، وی-سی-آر نے گھر گھر سینما ہال کھول دیے، عورتوں میں بے پردگی، عریانی اور ادھر مردوں میں بھی دیوثی عام ہوگئی، اب بے حیاء مردوں اور عورتوں کو گھر چھوڑ کر کہیں دور بھاگ جانے اور بدنام ہونے کی ضرورت نہیں اب گھروں میں ہی بے حیائی اور بدکاری شروع ہوگئی ہے۔

ہاں تو شادی سے پہلے کسی کے بارے میں جتنا چاہیں پوچھ گچھ کرلیں، معلومات کرتے رہیں، لیکن جب شادی ہوگئی تو شوہر کے سوا کسی کی طرف نظر اٹھانا بھی حرام ہے، اب غیر کی طرف نظر گئی تو یہ برائی کرائے گی اگر برائی کی نوبت نہیں بھی آئی تو دل میں یہ طمع تو ضرور ہوگی کہ کاش فلاں شوہر مجھے مل جاتا، کاش کہ فلاں، کاش کہ فلاں، ایسی باتیں دل میں لانا اور سوچنا بھی گناہ ہے، پریشان بھی رہے گی گناہ بھی ہوگا، اب سمجھیے کہ اسی طریقے سے ایک شیخ کے ساتھ اصلاحی تعلق قائم کرنے کے بعد اگر کسی دوسرے کی کتاب دیکھی یا کسی کا وعظ سنا تو ہوسکتا ہے کہ دل میں یہ خیال آجائے کہ یہ شیخ تو بہت اچھے ہیں، بڑے متقی اور پارسا ہیں سمجھانے کا انداز بھی بہت عمدہ ہے، اپنے منتخب شیخ سے نظر ہٹ گئی اور دوسرے شیخ سے متعلق اس قسم کی باتیں سوچنے لگا تو لازماً ذہن میں انتشار پیدا ہوگا تشویش ہوگی۔ اس انتشار کی وجہ سے اس کو فائدے کی بجائے نقصان پہنچے گا۔ ایک شیخ سے تعلق جوڑ لیا تو گویا شوہر منتخب کرلیا اب اس شوہر کو چھوڑ کر باقی ساری دنیا سے آنکھیں بند کرلے تو اس کا فائدہ ہوسکتا ہے ورنہ فائدہ نہیں ہوگا، علم دین پڑھنے پڑھانے کی بات اور ہے اصلاحی تعلق کی بات اور ہے، البتہ ایک مقام ہے، ایک مقام، جب کوئی مرید اس مقام پر پہنچ جائے تو اسے اجازت دی جاسکتی ہے کہ دوسروں کی کتابیں دیکھے اور ان کے بیان سنے، لیکن اس مقام تک کب پہنچتا ہے؟ جب اپنے شیخ

سے متعلق عقیدہ اتنا راسخ ہو جائے یقین اتنا پختہ ہو جائے کہ بالفرض اس کے مقابلے میں آسمان سے فرشتہ بھی اُتر آئے تو اسے اہمیت نہ دے دوسرے شیوخ کی بنسبت اپنے شیخ کو اہمیت دے ہاں یہ ضروری نہیں کہ اسے ہر لحاظ سے سب سے افضل بھی سمجھے، فضیلت میں شان و مرتبہ میں خواہ دوسرے مشایخ بڑے ہوں لیکن جہاں تک فائدہ پہنچنے کا تعلق ہے اس بارے میں بس یہی یقین رکھے کہ میری ہدایت اور اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرا شیخ ہی مقدر ہے ہر شخص کا مقسوم اور مقدر الگ الگ ہوتا ہے، یہ سمجھے کہ میری اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر ہے اس لیے میرے حق میں میرا شیخ ہی سب سے افضل ہے۔ جیسے مثال دے چکا ہوں کہ شادی کے لیے ایک مرد کے انتخاب کر لینے کے بعد دوسرے مرد کو دیکھنا بلکہ دل میں اس کا خیال لانا بھی حرام ہے، اب ساری امیدیں اور ہر قسم کی توقعات اسی ایک شوہر سے وابستہ کر لے کہ حمل ہو گا تو اسی سے ہو گا اولاد ہو گی تو اسی سے ہو گی، بس میرے لیے سب کچھ یہی ہے یہی عقیدہ مرید اپنے شیخ سے متعلق رکھے کہ اسے جو خیر و بھلائی حاصل ہو گی اسی شیخ کے واسطے سے ہو گی، یہ عقیدہ اتنا پکا ہو جائے کہ آسمان سے کوئی فرشتہ بھی اُتر آئے تو اس کا عقیدہ متزلزل نہ ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اُتر کر آ جائیں تو بھی شیخ کا دامن نہ چھوٹے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے، مسلمان اُن کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے، کافروں کی گردنیں اُڑائیں گے اور پوری دنیا سے کفر کا نام و نشان مٹا دیں گے یہ سب کچھ ہو گا لیکن ان حالات میں بھی مرید اپنے شیخ کے دامن سے وابستگی اسی طرح رکھے جیسی نزول عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھی۔ پھر وہی شوہر والی مثال سامنے آتی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں ہر مسلمان کو ان سے بڑی عقیدت ہے اور سب لوگ ان کی تشریف آوری کے منتظر ہیں لیکن ان کے تشریف لانے کے بعد یہ تو نہیں ہو گا کہ مسلمان خواتین شوہروں سے یہ مطالبہ شروع کر دیں کہ ہمیں طلاق دے دو ہم عیسیٰ علیہ السلام سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، انہی سے اولاد چاہتے ہیں۔ کوئی غیرت مند خاتون

دل میں اس قسم کا خیال بھی نہ لائے گی۔ اسی مثال کو سامنے رکھ کر سمجھیں کہ کسی مرید میں جب اتنی مضبوطی آ جائے اور ایسی پختگی پیدا ہو جائے کہ کوئی بڑے سے بڑا انسان بلکہ فرشتہ بھی اس کے سامنے آ جائے تو شیخ کی عقیدت میں فرق نہ آنے پائے، جب کوئی مرید اس مقام کو پہنچ جائے تو اس کی اجازت دی جا سکتی ہے کہ کسی دوسرے شیخ کی کتابیں دیکھے اس کا بیان سنے، مگر آج کل کے مریدوں میں یہ بات کہاں پائی جاتی ہے؟ آج کے مسلمان میں ثابت قدمی اور استقامت تو ہے ہی نہیں۔ کسی مولوی کا ایک آدھ بیان سن لیا تو اس پر لٹو ہو گئے، کسی کی کتاب دیکھ لی تو اس پر فریفتہ ہو گئے، واہ! کیا کہنے اس تحریر کے، سبحان اللہ! ان کا تو جواب ہی نہیں، بس یہ تو بے پیندے کے لوٹے ہیں کوئی جدھر چاہے لڑھکا دے، ہوا کا ذرا سا جھونکا لگے اور یہ لڑھکے۔ ایک مولوی صاحب کا خط آیا کہ ہمارے استاذ صاحب نے ہمیں تاکید کی ہے کہ فلاں مولانا صاحب کی کتابیں بہت اچھی ہیں ان کو دیکھا کرو، اتفاق سے وہ استاذ بھی یہاں سے بیعت تھے، میں نے جواب میں لکھا کہ اپنے اس استاذ کو بھی یہاں لاؤ پہلے تو ان کے کان کھینچوں جو تمہیں یہ مشورہ دے رہے ہیں، یہ اصلاح کا کون سا طریقہ ہے کہ جس مولوی کی کتاب پسند آ گئی اسی کو دل دے دیا اور اس پر لٹو ہو گئے، پھر اسی مثال کو سوچیے کہ کسی کی بیوی غیر مرد کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے اور مائل ہونے لگے تو یہ اس قابل نہیں کہ اسے گھر میں رکھا جائے، ایسی آوارہ عورت کو گھر سے نکال دیا جائے، یہی سلوک ہر جائی مرید کے ساتھ ہونا چاہیے۔

اگر شیخ سے فائدہ نہ ہو:

البتہ اگر کسی مرید کو اپنے شیخ سے فائدہ نہیں پہنچ رہا تو وہ شیخ بدل سکتا ہے۔ شیخ سے فائدہ نہ پہنچنے کی مختلف وجوہ ہوتی ہیں:

① شیخ کے انتخاب میں غلطی کی، شیخ کا انتخاب کرتے وقت اس سے مرید ہوتے

وقت اس میں یہ شعور نہ تھا کہ کس قسم کے شیخ سے مرید ہوا جائے؟ بس کسی شیخ کی طرف عام لوگوں کا رجوع دیکھا اور جھٹ سے بیعت ہو گئے۔ یاد رکھیں! جس پیر کی طرف خواص اور علماء کی بجائے عوام کا رجوع ہو، انہی کی بھیڑ بھاڑ ہو یہ اس پیر کے نالائق ہونے کی دلیل ہے، حق پرست عالم یا شیخ کی طرف عوام کا زیادہ رجحان نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی حق پرستی کی وجہ سے عموماً عوام میں معیوب اور بدنام ہوتا ہے، البتہ جو پیر مداہن اور ڈھیلا ڈھالا ہو، سب کو خوش رکھتا ہو وہ عوام میں بہت مقبول ہوتا ہے، ایسے پیر پر لوگوں کا جمگھٹا رہتا ہے اور لوگوں کی دیکھا دیکھی اس قسم کے پیر سے بیعت ہو گیا اور اب اس سے کچھ فائدہ نہیں ہو رہا۔

② دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ شیخ تو صحیح ہے واقعۃً مصلح ہے مگر یہ شیخ سے کہیں دور چلا گیا یا شیخ ہی نقل مکانی کر گیا اس لیے اس سے رابطہ رکھنا، اپنے حالات کی اطلاع دے کر اتباع کرنا مشکل ہو گیا تو بھی دوسرے شیخ سے تعلق قائم کرنا ضروری ہے اس لیے کہ بیعت و تعلق کا اصل مقصد تو یہی ہے جو پہلے تفصیل سے بتا چکا ہوں کہ مرید بار بار اپنے حالات کی اطلاع دیتا رہے اپنے عیوب بتاتا رہے اور شیخ جو نسخے تجویز کرے ان پر عمل کرے، اب اگر شیخ سے رابطہ کٹ جائے کہ اسے حالات کی اطلاع دینے اور اصلاح کے نسخے لینے کی کوئی صورت نہ رہے تو اصلاح کیسے ہو گی؟ ایسی مجبوری میں بھی دوسرے شیخ کا دامن پکڑنا ضروری ہے، لیکن پہلے شیخ سے بدگمان نہ ہو اس کی برائی بیان نہ کرے ورنہ نقصان ہو گا۔

③ یہ بھی ممکن ہے کہ شیخ کامل ہے، مرید بیعت ہونے کے بعد حالات کی اطلاع بھی مسلسل دے رہا ہے، شیخ کے بتائے ہوئے نسخوں پر عمل بھی کر رہا ہے، مگر اس کے باوجود فائدہ نہیں ہو رہا یعنی گناہ نہیں چھوٹ رہے دنیا کی محبت دل سے نہیں نکل رہی، ایسی صورت میں بھی شیخ کا بدلنا ضروری ہے۔

غرض کسی مجبوری کے بغیر دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنا صحیح نہیں، اس سے فائدہ کی بجائے نقصان ہوتا ہے، مرید کو چاہیے کہ بیعت کے سلسلے میں جلدی نہ کرے بار بار سوچ لے پھر سوچ سمجھ کر جس شیخ سے بیعت ہو تو سمجھ لے کہ اب یہ زندگی بھر کا رشتہ ہے اب ہمیشہ کے لیے اسی کا ہو رہے، شیخ کی سختی اور ڈانٹ ڈپٹ کو خوشی سے گوارا کرے، یاد رکھیے! بچوں کے لیے والدین کی مار شاگردوں کے لیے استاذ کی مار اور مریدوں کے لیے شیخ کی مار بڑی رحمت ہوتی ہے مار پڑتے وقت خواہ اس کا رحمت ہونا سمجھ میں نہ آئے مگر مار سہ لے اور استاذ و شیخ کا دامن نہ چھوڑے تو تھوڑا سا وقت گزرنے پر اس سختی کا رحمت ہونا مشاہدہ میں بھی آجاتا ہے اور ہر موافق و مخالف کو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ شفیق استاذ اور مربی و مصلح شیخ کی مار واقعۃً بڑی رحمت تھی، اگر یہ مار نہ پڑتی تو شاگرد یا مرید اس مقام تک نہ پہنچتا جس مقام پر اب نظر آرہا ہے اس لیے ایسی سختی سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

بچوں کو حد سے زیادہ پیٹنا ظلم ہے:

لیکن بعض اوقات جو میں کہا کرتا ہوں کہ آج کل کے قاری صاحبان بڑے ظالم اور قصاب ہیں بچوں کو بے دردی سے پیٹتے ہیں، شرعی حدود کی کوئی رعایت نہیں کرتے، تو یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے، دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں، ان کا فرق اس مثال سے سمجھیے کہ ڈاکٹر کسی مریض کا آپریشن کرتا ہے تو دنیا کا کوئی انسان بھی اسے مریض سے دشمنی نہیں سمجھتا بلکہ مریض کے اعزہ و اقارب اور دوسرے تمام لوگ اسے مریض پر شفقت اور اس کی خیر خواہی پر محمول کرتے ہیں مگر آپریشن ہمیشہ مجبوری کے درجے میں کیا جاتا ہے کہ جب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو، پہلے مرحلے میں تو ڈاکٹر کی کوشش ہوتی ہے کہ دواء سے ہی کام چل جائے، دواء کارگر نہ ہو تو دوسرے مرحلے میں انجکشن، اس سے بھی کام نہ چلے تو تیسرے مرحلے میں آپریشن تجویز کرتا ہے، پھر یہ کہ عین آپریشن کے دوران بھی اسے مریض پر غصہ نہیں آتا بلکہ ڈاکٹر کا دل مریض کی ہمدردی اور خیر خواہی سے معمور رہتا ہے کہ کسی طرح اس

کی جان بچ جائے، لیکن جس ڈاکٹر کی کیفیت یہ ہو کہ مریض سامنے آتے ہی غصہ سے لال پیلا ہو جائے، آنکھیں سرخ ہو جائیں، رگیں پھول جائیں اور آپریشن کے لیے مریض کو بے ہوش کرتے ہی بے دردی سے اس پر نشتر چلانا شروع کر دے تو یہ معالج نہیں بلکہ قاتل ہے، مریضوں کا اس کی طرف رجوع کرنا یا اس سے آپریشن کروانا خودکشی کے مترادف ہوگا۔ بچوں کی مار کے معاملے میں بھی یہی مثال مدنظر رکھیں کہ استاذ کی پہلی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ سختی اور مار پٹائی کی نوبت ہی نہ آئے، وعظ ونصیحت کے ذریعہ بچوں کا ذہن ایسا بنایا جائے کہ از خود وہ خوشی سے کام کریں ان کو مارنا نہ پڑے اگر مجبوراً کسی بچے پر سختی کرنا ہی پڑے تو اس میں اعتدال اور قدر ضرورت کی رعایت بہت ضروری ہے ورنہ یہ بچے پر بلکہ اپنی جان پر ظلم ہوگا، اس سختی سے مقصد صرف بچے کی اصلاح ہو اس کا فائدہ مدنظر ہو اپنے جذبات اور غصے کا اس میں قطعاً کوئی دخل نہ ہو، اگر بچے پر غصہ آئے تو عین غصے کی حالت میں اسے سزا نہ دے جب غصہ اُتر جائے تو سزا دے۔

یہ جو کہا ہے کہ وعظ ونصیحت کے ذریعہ طلبہ کی ذہن سازی کی جائے اس میں زبانی تقریر کی بجائے نصیحت کی کتاب پڑھ کر سنانا زیادہ مفید رہتا ہے کوئی اچھی سی مستند کتاب جس میں عمدہ مضامین ہوں اکابر اور اسلاف کے واقعات ہوں سنانے کا معمول بنالیا جائے، تمام طلبہ کو ایک جگہ جمع کر کے روزانہ کتاب میں سے تھوڑی سی مقدار کہ جس سے سننے والے اُکتا نہ جائیں سنادی جائے یہ طریقہ زبانی تقریر کی بنسبت زیادہ موثر اور مفید ہے اس کی کئی وجوہ ہیں تفصیل بیان کرنے کا یہ موقع نہیں۔

(اس کی تفصیل ''جواہر الرشید'' جلد اول صفحہ ۵۴ میں دیکھیں۔ جامع)

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰہ رب العالمین.

تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ تبلیغ کی شرعی حیثیت حصہ اول

بمقام: ☜ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: ☜ بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: ☜ رجب ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وعظ

تبلیغ کی شرعی حیثیت

اور حدود

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖٓ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

فرض تبلیغ کی دو قسمیں:

جو تبلیغ فرض ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

① فرض عین

② فرض کفایہ

۱ فرض عین:

جو تبلیغ ہر مسلمان مرد و عورت پر اس طرح فرض ہے جس طرح نماز، روزہ فرض ہے،

خواہ اس شخص کا تعلق تبلیغ کا کام کرنے والی کسی جماعت سے ہو یا نہ ہو، اس کا حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف ہر ایک کے لیے ارشاد فرمایا ہے:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک أضعف الایمان (مشکوۃ شریف)

''تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے اس پر لازم ہے کہ اس برائی کو اپنے ہاتھ سے مٹائے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے، اگر اس کی استطاعت بھی نہ ہو تو اپنے دل سے اس برائی کو مٹائے یعنی بوقت استطاعت مٹانے کا عزم رکھے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔''

اگر کوئی یہ فرض اداء کرنے میں کوتاہی کرے گا تو گویا اس کے اندر ایمان ہی نہیں ہے۔

اس حدیث میں استطاعت کی ترتیب کا ذکر ہے، جب منکر اور گناہ سے روکنے کی استطاعت ہو تو اسے استعمال کرنے میں یہ ترتیب ہے کہ گناہ کا کام کرنے والے کو پہلے زبان سے روکا جائے، پھر زبان سے روکنے میں بھی یہ تفصیل ہے کہ پہلے نرمی سے سمجھایا جائے، اگر نرمی سے کہنے سے گناہ چھوڑ دے تو سختی اور غصہ سے کام لینا جائز نہیں۔ نرمی سے کام نہ چلے تو سختی سے کہا جائے۔ اگر سختی سے کہنے سے کوئی باز نہیں آتا تو ہاتھ استعمال کرے، اس میں بھی یہی تفصیل ہے کہ بقدر ضرورت ہی ہاتھ استعمال کیا جائے، مثلاً ایک تھپڑ سے کام چل سکتا ہے تو دوسرا تھپڑ لگانا جائز نہیں۔ غرضیکہ جس طرح بھی ممکن ہو گناہ کو مٹا کر چھوڑنا ہے۔

یہ بات مسلمان کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی گناہ کو دیکھ کر صبر کر لے۔ اگر گناہ کے مٹانے میں ذرا سی بھی غفلت کی تو وہ اس حدیث کی رو سے مسلمان ہی نہیں ہے۔

اگر زبان یا ہاتھ کے استعمال کرنے میں کسی ناقابل برداشت فتنہ کا اندیشہ ہو تو زبان یا ہاتھ کا استعمال کرنا جائز نہیں۔

ایک غلطی کا ازالہ:

لیکن اس کے باوجود اس بات کا خوب استحضار رکھنا کہ ’’اگر مجھے قدرت ہوتی تو میں اس گناہ کو مٹا کر چھوڑتا‘‘ اور یہ پختہ عزم رکھنا کہ ’’آیندہ جب بھی قدرت ہوئی اسے مٹا کر چھوڑوں گا‘‘ فرض ہے، **فان لم یستطع فبقلبه** کا یہی مطلب ہے۔ حدیث کے اس جملہ کا مطلب سمجھنے میں بہت سے مولوی بھی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ وہ اس حدیث کا یہی مطلب سمجھتے اور بیان کرتے رہتے ہیں کہ ’’دل میں برا سمجھتا رہے۔‘‘ دل میں برا سمجھنا تو بڑی آسان سی بات ہے۔ حدیث کے الفاظ میں غور کیا جائے کہ **فبقلبه** کا تعلق **فلیغیر** کے ساتھ ہے یعنی اپنے دل کے ذریعہ مٹائے، اور دل سے مٹانا اسی وقت پایا جائے گا جب اس بات کا عزم رکھے گا کہ ’’قدرت ملنے پر اس گناہ کو مٹا کر چھوڑوں گا۔‘‘

ایک دوسری حدیث سے بھی جس کی تفصیل آیندہ بیان کروں گا اس مطلب کی تائید ہوتی ہے۔ جو شخص کسی برائی کو دیکھ کر ہاتھ یا زبان سے مٹانے کی قدرت نہ ہونے کی صورت میں بار بار اپنے دل میں بوقت قدرت اس کے مٹانے کا پختہ عزم نہیں کرے گا وہ بہت بڑا مجرم اور سخت گنہگار رہوگا، اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکے گا، یہ نہی عن المنکر ہے وہ تبلیغ جو فرض عین ہے، آج تو لوگوں نے اسلام کو بہت میٹھا بنا رکھا ہے، بس لوگوں کو میٹھی میٹھی باتیں بتا دیں اور ہو گئے ساری دنیا کے مبلغ۔

گناہوں سے روکنے کے لیے کسی کو سزا دینا ہر ایک کے لیے جائز نہیں:

اس حدیث میں جس مسئلہ کا حکم بیان کیا گیا ہے اسے اصطلاح شریعت میں ’’تغییر منکر‘‘ کہا جاتا ہے جو ہر مسلمان پر بقدر استطاعت فرض ہے۔

ایک دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرے مثلاً ڈاڑھی کٹائے

یا منڈائے یا کوئی عورت بے پردہ گھر سے باہر نکلے تو اسے ایسی عبرت ناک سزا دی جائے کہ آیندہ کسی کو ایسی حرکت کرنے کی ہمت نہ ہو، شرعی اصطلاح میں اسے ''تعزیر'' کہا جاتا ہے۔ ایسی سزا دینا ہر مسلمان کے لیے جائز نہیں بلکہ یہ صرف حکومت کا کام ہے۔

لیکن آج کی حکومت ایسے گناہوں پر سزا تو کیا دیتی، ایسے گناہوں سے بچنے والوں کو سزا دیتی ہے۔ اسی طرح آپ نے کسی شخص کو کوئی گناہ کرتے دیکھا، آپ کے منع کرنے سے اس نے وہ گناہ چھوڑ دیا، آپ کو یقین ہے کہ وہ آپ کے چلے جانے کے بعد پھر گناہ کرے گا، ایسی صورت میں آپ کے لیے جائز نہیں کہ آیندہ کے لیے اسے گناہ سے روکنے کی خاطر سزا دیں۔ اس لیے کہ آپ پر ''تغییر منکر'' یعنی گناہ کو مٹانا فرض تھا وہ حاصل ہو گیا۔

البتہ والدین اپنی نابالغ اولاد کو، شوہر بیوی کو، اُستاذ شاگرد کو اور پیر مریدوں کو حدود شرع کی پابندی کرتے ہوئے مناسب سزا دے سکتا ہے۔ اس میں نیت صحیح ہونا ضروری ہے، اللہ کی رضا مقصود ہو، ایسا نہ ہو کہ غصہ تو اپنی کسی ذاتی غرض سے آیا اور شریعت کا بہانہ بنا کر انتقام لینا شروع کر دیا۔

ان لوگوں یعنی والدین، شوہر، استاذ اور پیر کے سوا کسی دوسرے کے لیے یہ جائز نہیں کہ کسی کو ایسی سزا دے، شریعت کا حکم یہ ہے کہ ایسے مجرموں کو حکومت سے سزا دلائی جائے، البتہ حکومت اپنا یہ فرض ادا نہ کرے تو دوسرے لوگ بھی تعزیر لگا سکتے ہیں بشرطیکہ کسی بڑے فتنہ کا خطرہ نہ ہو۔

نہی عن المنکر کی اہمیت اور اس کے ترک پر وعیدیں:

چونکہ نہی عن المنکر بہت مشکل بھی ہے اور بہت اہم بھی، اس لیے اس کے ترک پر بہت سی وعیدیں وارد ہوئی ہیں، ان سے متعلق چند آیتیں اور حدیثیں سن لیں:

۱ وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ o اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ o (۱۰۳-۱ تا ۳)

> ”زمانہ شاہد ہے کہ بے شک انسان خسارے میں ہے مگر جو ایمان لایا، نیک اعمال کیے، حق بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہے۔“

اللہ تعالیٰ کے عذاب اور خسارے سے بچنے کے لیے انسان کو چار کام کرنے پڑیں گے:

① عقائد صحیح رکھنا۔

② نیک اعمال اختیار کرنا۔

③ ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرنا۔

④ ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرنا۔

۱ عقائد صحیح رکھنا:

تمام عقائد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق ہوں۔

ان میں سے اگر ایک عقیدہ بھی غلط ہوا تو اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔

۲ نیک اعمال اختیار کرنا:

نیک اعمال کا یہ مطلب نہیں کہ تسبیحات زیادہ ہوں، نمازیں لمبی لمبی ہوں، تہجد، اشراق اور چاشت وغیرہ نفل نمازوں اور نفل روزوں، نفل حج، عمرے اور صدقات خیرات وغیرہ کی بہت پابندی ہو، بلکہ نیکی کی بنیاد اور روح گناہوں کو چھوڑنا ہے۔ تفصیل کے ساتھ یہ بیان وعظ ”ترکِ گناہ“ اور ”ترکِ منکرات“ میں چھپ چکا ہے۔

۳ ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرنا:

عقائد صحیحہ کی ایک دوسرے کو تبلیغ کرتے رہنا۔

۴ ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرنا:

ایک دوسرے کو اعمال صالحہ یعنی گناہوں سے بچنے اور نفسانی تقاضوں کے وقت صبر کی تلقین کرتے رہنا۔

نظر بدنظری کا تقاضا کر رہی ہو، زبان غیبت یا فضول گوئی اور لایعنی باتوں کا تقاضا کر رہی ہو تو ایسے مواقع پر ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کیا کریں۔

مذکورہ چاروں کاموں میں سے اگر کسی ایک کام میں بھی کوتاہی یا غفلت ہوئی تو انسان دنیا و آخرت کے خسارے سے نہیں بچ سکے گا۔

۲ لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ٥ کَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ٥ (۵-۷۸،۷۹)

’’بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی داؤد اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی زبان سے، یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے۔ جو برا کام انہوں نے کر رکھا تھا اس سے باز نہیں آتے تھے، واقعی ان کا فعل بے شک برا تھا۔‘‘

اس آیت کے شانِ نزول میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علماء بنی اسرائیل شروع میں لوگوں کو گناہوں سے روکتے، تبلیغ کرتے اور اللہ سے ڈراتے رہتے تھے، مگر جب وہ نہ مانے تو ان علماء نے انہی لوگوں کے ساتھ اُٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا شروع کر دیا، گناہوں سے بیزاری ظاہر نہیں کی، ان علماء کی اس حرکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر لعنت کی گئی۔

آج کے علماء اور دین داروں کی مداہنت پرستی:

آج کے علماء، مشائخ اور ظاہری دین داروں میں یہ وبا بہت تیزی سے پھیل رہی

ہے۔ انہوں نے لوگوں کے سامنے اسلام کو ایسا ثابت کر دیا ہے کہ گویا ان کی یہ دین داری اسلام کی خاطر نہیں بلکہ اختلاف طبع و مزاج کی وجہ سے ہے جیسا کہ مقولہ مشہور ہے ''پسند اپنی اپنی'' ایک شخص ڈاڑھی رکھے ہوئے ہے لباس اسلام کے مطابق ہے، رہن سہن اور کھانے پینے کے تمام طور طریقے شریعت کے مطابق ہیں مگر جو لوگ ڈاڑھی منڈاتے یا کٹاتے ہیں، لباس ان کا کوٹ پتلون ہے، میز کرسی پر کھاتے ہیں، ان کے ساتھ اس کی گہری دوستی ہے، ان کے ساتھ ہنسی، دل لگی کی باتیں کرتا رہتا ہے، ان کے یہاں آنا جانا بھی ہے، ان کی دعوتوں میں بھی شریک ہوتا ہے، اس طرح یہ شخص لوگوں کی نظروں میں یہ ثابت کرتا ہے:

> ''اس کا یہ طرز زندگی اسلام کی خاطر نہیں ہے بلکہ اپنی طبعی پسند کی وجہ سے ہے، اسے ڈاڑھی پسند ہے تو دوسروں کو کلین شیو پسند ہے، سب اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہے۔''

اس کا مزید نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ایک ہی شخص ایک وقت میں ڈاڑھی رکھ لیتا ہے، لباس اسلام کے مطابق پہن لیتا ہے، پھر وہی شخص دوسرے وقت میں ڈاڑھی منڈا کر کوٹ پتلون پہن لیتا ہے، اس کے اس عمل سے دوسرے لوگوں کو اور آنے والی نئی نسلوں کو اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ اسلام مسلمانوں کو کسی خاص قسم کے طرز زندگی کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی دیتا ہے۔

اگر آپ لوگوں کے گناہ دیکھ کر بھی ان کے ساتھ گھلے ملے رہتے ہیں اور اس طرح اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ ہمیں آپ کے گناہوں سے کوئی نفرت نہیں تو آپ کی یہ دین داری اللہ کے لیے نہیں ہے، اگر اللہ کے لیے ہوتی تو لوگوں کے گناہ دیکھ کر ان سے بیزاری کا اظہار کرتے، گناہوں کو دیکھ کر ان سے بیزاری کا اظہار نہ کرنے والوں پر بھی اللہ کا عذاب اسی طرح آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کے علماء پر آیا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ گنہگاروں کے ساتھ بدخلقی سے پیش آئیں، انہیں حقیر و ذلیل سمجھیں، دین کی طرف راغب کرنے اور دینی دعوت دینے کی غرض سے تو ان کے ساتھ خوش اخلاقی ہی سے پیش آنا چاہیے۔

یہ مطلب بھی نہیں کہ جن لوگوں کے ساتھ مختلف ضرورتوں کی وجہ سے میل جول رکھنا پڑتا ہے ان سے میل جول ختم کر دیں۔ مقصد یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے گناہوں کو دیکھ کر آپ ان کے سامنے اپنی بیزاری کا اظہار نہیں کر سکتے ہیں تو اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے اتنا تو کر سکتے ہیں کہ ایسے شخص پر نظر پڑتے ہی فوراً اس کے لیے دعاء کر لیں یا کم از کم چوبیس گھنٹے میں ایک وقت متعین کر کے اس میں تمام گنہگاروں کے لیے دعاء کر لیا کریں۔ ایسا کرنے سے اللہ کے عذاب سے بچنے کے علاوہ یہ فائدے بھی حاصل ہوں گے:

① ایک مسلمان بھائی کا حق اداء ہوگا۔ کسی کو تکلیف میں مبتلا دیکھ کر اس کے لیے دعاء کرنا اس کا حق ہے۔ ایک مسلمان گناہوں میں مبتلا ہو اس سے بڑی تکلیف کیا ہو سکتی ہے؟

② آپ میں عجب و کبر پیدا نہیں ہوگا کہ ہم تو ایسے متقی ہیں اور یہ گنہگار ہیں، دعاء کے ساتھ عجب کا علاج بھی ہو گیا۔

③ دل میں گنہگاروں سے نفرت اور ان کی تحقیر پیدا نہیں ہوگی۔

④ گناہوں کی برائی کا استحضار اور ان سے بچنے کے اہتمام میں اضافہ ہوگا، جب دوسروں کو بچانے کے لیے دعاء کریں گے تو لازماً اپنے آپ کو بچانے کے لیے اس سے زیادہ دعاء اور اہتمام کریں گے۔

بے دینوں کے ساتھ محبت رکھنے کا عذاب:

بہت سے لوگوں کو فساق و فجار سے نفرت ہونے کی بجائے ان کی بہت سی باتیں

انہیں اچھی لگتی ہیں۔

ایک صاحب نے کہا:

> ’’انگریز بہت ہنس مکھ اور خوش مزاج ہوتے ہیں اور یہ علماء اور بزرگ حضرات خشک مزاج ہوتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں کی خوش مزاجی ان کی زبان کا اثر ہے۔‘‘

ایسی باتیں اور بہت سے لوگ کہہ دیتے ہیں اس لیے اس کے جوابات سن لیں:

① مسلمان ہر کام میں اپنے اللہ کے قانون کا پابند ہوتا ہے۔ وہ کوئی کام بھی قانون کے خلاف نہیں کر سکتا کہ جیسا دل میں آیا کر لیا، ہر وقت ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں کوئی ایسی بات یا حرکت نہ ہو جائے جس سے میرا مالک ناراض ہو جائے۔

انگریز بالکل آزاد ہیں جیسا دل میں آیا کر لیا، اس سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بڑے خوش مزاج ہیں۔

جو شخص قانون کا پابند ہوگا وہ خوش مزاج ہو ہی نہیں سکتا، اگر خوش مزاجی کی کوئی بات کرے گا بھی تو قانون کا پابند رہ کر، سوچ سمجھ کر، موقع محل دیکھ کر اور اللہ کی رضا کے لیے کرے گا، آزادی سے بلا سوچے سمجھے، بے موقع و محل اور مخلوق کی رضا کے لیے نہیں کرے گا۔

② اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

> ’’اللہ کے باغیوں اور مجرموں کے سامنے ان کے گناہوں سے بیزاری کا اظہار کرو۔‘‘

اللہ والے اللہ کے اس قانون کی پابندی کرتے ہیں، اس لیے اللہ کے باغیوں اور مجرموں کے ساتھ زیادہ خوش مزاجی نہیں کرتے ہیں۔

اور انگریز جب خود ہی اللہ کے باغی ہیں تو وہ دوسرے باغیوں سے نفرت کیا کریں گے بلکہ محبت ہی کریں گے، اسی لیے وہ ہر ایک سے خوش مزاجی سے پیش آتے ہیں۔

ان دو وجہوں سے معلوم ہوا کہ انگریزوں کی خوش مزاجی کی یہ خوبی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، البتہ بہت سی باتیں غیر مسلم اقوام میں ایسی ہوتی ہیں جن میں واقعۃً خوبی ہوتی ہے، جیسے نظم اوقات، پابندیٔ وقت، سلیقہ مندی وغیرہ، ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ باتیں دراصل اسلامی تعلیمات ہیں، مسلمانوں نے ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے اور کفار ان پر عمل کر کے دنیوی ترقی حاصل کر رہے ہیں ایسی خوبیوں کو یہ سوچ کر حاصل کرنے کی کوشش کریں کہ یہ ہم نے کھودی تھیں دوسروں کے پاس دیکھ کر یاد آ گئیں کہ یہ تو ہمارے اپنے گھر کی ہیں۔

غیر قوموں میں بعض باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو عقلاً و شرعاً صحیح نہیں ہوتیں مگر بعض لوگوں کو طبعاً پسند آتی ہیں ایسی باتوں کی طرف طبیعت کا مائل ہونا بہت ہی خطرناک ہے جو انسان کو کفر تک لے جا سکتا ہے۔

بعض باتیں غیر قوموں میں غیر اختیاری ہوتی ہیں، مثلاً جسمانی ساخت، خوش رنگ، لمبا قد، قوت، شجاعت وغیرہ اگر ان چیزوں کی وجہ سے ان کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے اور ان کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے تو یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں، اس لیے کہ یہ بات سب کے نزدیک مسلّم ہے:

> ’’جس کے ساتھ عداوت اور دشمنی ہوتی ہے اس کی خوبیاں اور کمالات بھی برے لگتے ہیں، اور جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے اس کی بری باتیں بھی اچھی لگتی ہیں۔‘‘

آپ کے سامنے اگر کوئی آپ کے کسی دشمن کی خوبیاں بیان کرنا شروع کر دے تو آپ کو کتنی ناگواری ہوتی ہے، آپ تو اس کا نام سننا بھی پسند نہیں کرتے، پھر اللہ کے اتنے بڑے دشمنوں اور باغیوں کی غیر اختیاری خوبیوں کو دیکھ کر اگر آپ متأثر ہو جاتے ہیں تو یہ اس کی دلیل ہے کہ آپ کو اللہ کے دشمنوں سے محبت ہے، پھر انجام بھی اللہ کے دشمنوں کے ساتھ ہی ہوگا۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ:

> ’’انسان کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس نے دنیا میں محبت کی۔‘‘

کسی میں کوئی خوبی نظر آئے تو یہ دیکھیں کہ یہ شخص مسلمان اور دین دار ہے یا نہیں، اگر مسلمان ہے اور دین دار ہے تو سب کچھ ہے۔

مذکورہ تینوں باتوں سے بچنے کی کوشش کریں ورنہ ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے، اپنی اصلاح کیسے کریں؟

اوّلاً یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کو جن کے ساتھ محبت ہمیں بھی ان کے ساتھ محبت اور اللہ کے نزدیک جو مبغوض ہیں ہمارے نزدیک بھی مبغوض۔

دوسرا علاج یہ کہ اگر غیر اختیاری طور پر ان کی کوئی خوبی سامنے آئے یا کوئی آپ کے سامنے بیان کرے تو اس کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے بتکلف یوں رد کرنے کی کوشش کیا کریں:

> ’’جو لوگ اللہ کے باغی ہوتے ہیں ان میں کوئی کمال ہو ہی نہیں سکتا، کسی کا ظاہر اچھا ہونے سے ضروری نہیں کہ اس کا باطن بھی اچھا ہو۔ سانپ کا ظاہر کتنا اچھا اور خوبصورت ہوتا ہے لیکن اندر زہر بھرا ہوتا ہے۔‘‘

آپ کفر کی جتنی برائیاں بیان کریں گے اتنی ہی کفر سے نفرت بڑھے گی اور جتنی کفر سے نفرت بڑھے گی اتنی ہی اسلام سے محبت بڑھے گی۔

اگر بتکلف ان کی برائیاں سوچنے اور بیان کرنے کی بجائے ان کی خوبیوں کو سوچیں گے یا سنیں گے یا کسی کو بتائیں گے تو ان سے محبت بڑھے گی جو بالآخر کفر تک لے جائے گی۔

خلاصہ یہ کہ فساق و فجار سے خوش مزاجی سے پیش آنا یا محبت کرنا اور دوستانہ تعلق رکھنا

تو دور کنار ان کے فسق و کفر سے نفرت ظاہر کرنا فرض ہے اور ان کے فسق و کفر کے مٹانے کی ادنیٰ سی کوشش سے بھی غفلت کرنا، یعنی دل میں ان کے مٹانے کا پختہ عزم نہ رکھنا بہت بڑا جرم اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔

بنی اسرائیل پر نہی عن المنکر ترک کرنے کی وجہ سے یہ عذاب آیا کہ انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا گیا تھا۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ لیخرجن من امتی اناس من قبورھم فی صورۃ القردۃ والخنازیر داھنوا اھل المعاصی سکتوا عن نھیھم وھم یستطیعون (درمنثور)

”اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میری اُمت کے بہت سے لوگ اپنی قبروں سے بندر اور خنزیر کی صورت میں نکلیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے گناہ کرنے والوں کے ساتھ مداہنت سے کام لیا اور قدرت ہونے کے باوجود انہیں گناہوں سے نہیں روکا۔“

ت **وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّاتُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً** (۸:۲۵)

اللہ کے عذاب سے ڈرو جو دنیا میں پھیل جانے والا ہے، اگر کوئی کہے کہ ہم تو گناہ کرتے ہی نہیں، گناہ تو دوسرے لوگ کرتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ اگر دوسروں کو گناہ سے نہیں روکا تو عذاب تم پر بھی آئے گا۔

تین آیتیں تو بتا دیں اب تین حدیثیں بھی سن لیں:

① حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مثل القائم علی حدود اللہ والمداھن فیھا کمثل اقوام استھموا علی سفینۃ فی البحر فاصاب بعضھم اعلاھا واصاب بعضھم اسفلھا فکان الذین فی البحر اسفلھا

یصعدون فیستقون الماء فیصبّون علی الذین فی اعلاها فقال الذین فی اعلاها لاندعکم تصعدون فتؤذوننا فقال الذین فی اسفلها فانا ننقبها فی اسفلها فنستقی فان اخذوا علٰی ایدیهم فمنعوهم نجوا جمیعًا وان ترکوهم غرقوا جمیعًا (بخاری وترمذی)

”اللہ کی حدود پر قائم اور ان میں مداہنت کرنے والے کی مثال اس قوم کی طرح ہے جنہوں نے سمندر میں ایک کشتی پر قرعہ اندازی کی تو ان میں سے بعض کو اوپر کا حصہ ملا اور بعض کو نیچے کا حصہ ملا۔ نیچے سے والے پانی پینے کے لیے اوپر چڑھتے تو وہ اوپر والوں پر پانی گرا دیتے، اوپر والوں نے کہا کہ ہم تمہیں نہیں آنے دیں گے، تم اوپر چڑھ کر ہمیں تکلیف دیتے ہو، نیچے والوں نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم کشتی کے نیچے سوراخ کرکے وہیں سے پانی پی لیں گے۔ اگر اوپر والوں نے ان کے ہاتھ پکڑ کر انہیں سوراخ کرنے سے منع کیا سب لوگ بچ جائیں گے اور اگر چھوڑ دیا تو سارے لوگ ڈوبیں گے۔“

اس مثال سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برائیوں سے روکنے کی اہمیت بیان فرمائی کہ اگر نیک لوگ دوسروں کو گناہوں سے روکنے کے لیے اپنی مکمل استطاعت اور ہمت سے کام نہیں لیں گے تو اللہ کے عذاب میں نیک لوگ بھی برے لوگوں کے ساتھ پسیں گے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ بہت سے لوگ کسی کو گناہ میں مبتلا دیکھ کر اسے تنبیہ کرنے کی بجائے یہ کہہ کر خود کو بری الذمہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ”اس کی قبر اس کے ساتھ ہماری قبر ہمارے ساتھ۔“

② حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اوحی اللہ عزوجل الٰی جبریل علیہ السلام ان اقلب مدینۃ کذا وکذا باھلھا فقال یا ربّ ان فیھم عبدک فلانا لم یعصک طرفۃ عین قال فقال قلب علیہ وعلیھم فان وجھہ لم یتمعر فی ساعۃ قط (بیہقی شعب الایمان)

اللہ تعالیٰ عزوجل نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا:

''فلاں فلاں شہر کو ان کے رہنے والوں پر اُلٹ دو۔''

انہوں نے کہا:

''اے میرے رب! ان لوگوں میں تیرا ایک فلاں بندہ ایسا ہے جس نے پلک جھپکنے بھر بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا:

''اس پر بھی اور دوسرے لوگوں پر بھی اس شہر کو اُلٹ دو، اس لیے کہ لوگوں کے گناہ دیکھ کر میری خاطر کبھی بھی اس کے چہرے پر بل نہیں پڑا۔''

اتنا بڑا عابد اور زاہد جو ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتا تھا اور ذرا سی دیر کے لیے بھی اس نے اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہیں کی، لیکن چونکہ اسے لوگوں کے گناہ دیکھ کر ذرا بھی رنج وغم نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی اس نے برائیوں کو مٹانے کی سب سے آخری کوشش یعنی دل میں مٹانے کا عزم کیا، جس کا ظہور گناہوں کو دیکھ کر بیزاری کا اظہار کرنے سے ہوتا ہے، اس لیے اس کی عبادت اور ریاضت اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکی۔

③ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علٰی ان یغیروا علیہ ولایغیرون الا اصابھم اللہ بعقاب قبل ان یموتوا (ابوداؤد)

’’اگر کسی قوم کا کوئی فرد گناہ کرتا ہو اور اس قوم کے دوسرے افراد اس کو روکنے کی قدرت بھی رکھتے ہوں اس کے باوجود وہ اسے گناہوں سے نہیں روکتے تو اللہ تعالیٰ ان کے مرنے سے پہلے ان پر عذاب بھیج دے گا۔‘‘

نہی عن المنکر میں حفظ حدود اللہ:

نہی عن المنکر کی اہمیت میں اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا:

اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ (۹:۱۱۲)

’’نیک باتوں کا حکم دینے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے۔‘‘

جو لوگ نہی عن المنکر کرتے ہیں وہ حدود اللہ کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔ حدود اللہ کی حفاظت کیسے؟

اوّلاً تو نہی عن المنکر کا فریضہ اداء کر کے ہی حدود اللہ کی حفاظت کی، اس لیے کہ جو لوگ برائیوں کو دیکھ کر اسے مٹانے کی کوشش نہیں کرتے وہ حدود اللہ کو توڑ رہے ہیں۔

دوسری صورت حدود اللہ کی حفاظت کی یہ کہ برائیوں کو روکتے ہوئے دل میں یہ خیال نہ آئے:

’’میں نے بہت بڑا کام کر لیا اور میں بہت بڑا مجاہد ہوں۔‘‘

بلکہ نظر اللہ تعالیٰ پر رہے کہ میرا اللہ مجھ سے کام لے رہا ہے۔ اگر نظر اپنے کمال پر چلی گئی تو ساری کوششیں رائیگاں گئیں، ایسا کام اللہ کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اپنے نفس کے لیے ہوتا ہے۔

اگر کبھی کسی برائی سے روکتے ہوئے درمیان میں نفسانیت کا کوئی خیال آ جائے تو اپنا کام نہ چھوڑیں بلکہ اگر اسی موقع پر تنبہ ہو جائے تو استغفار کر کے نیت خالص کر لیں

اور اگر بروقت تنبہ نہ ہو تو بعد میں جب تنبہ ہو فوراً استغفار کریں، نفس کا محاسبہ جاری رکھیں۔

تیسری صورت حفظ حدود اللہ کی یہ ہے کہ کسی برائی کو روکتے ہوئے غصہ اتنا زیادہ نہ جاری کرے کہ حد سے تجاوز ہو جائے۔ مثال کے طور پر کسی کو گناہ سے روکنے کے لیے زبان سے کہنا، معمولی ڈانٹنا کافی ہو تو اسے برا بھلا کہنا یا اس پر ہاتھ اُٹھانا جائز نہیں ہے۔ غصہ صرف اتنا جاری کرے جس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو جائے، دوسروں کو گناہوں سے روک دے۔ یوں سمجھے:

> ”جیسے کسی بھنگی کو کسی بہت بڑے بادشاہ نے اپنے سامنے یہ حکم دیدیا کہ میرے بیٹے کو سزا دو۔ اس بھنگی پر کیا گزرے گی؟ اگر تعمیل حکم نہیں کرتا تو بھی خطرہ اور اگر کرتا ہے تو بھی بادشاہ کی ناگواری کا خطرہ کہ کہیں سزا میں زیادتی نہ ہو جائے یا شہزادے کی تحقیر نہ ہو جائے۔“

اسی طرح جب کوئی کسی کو گناہ سے روکے تو یہ سمجھ لے کہ یہ اللہ کا بندہ ہے اور اللہ کو اپنے تمام بندوں سے محبت ہے کسی سے کم کسی سے زیادہ، اسے گناہوں سے روکنے کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے لیکن اس حکم کی تعمیل میں اگر کہیں حد سے تجاوز ہو گیا تو میرا کیا بنے گا۔

برائیوں سے روکنے پر آنے والی مصیبتیں:

قرآن کریم میں ہر جگہ دوسروں کو نیکیوں کی تبلیغ کرنے کے ساتھ برائیوں سے روکنے کا حکم بھی ہے۔ فریضۂ تبلیغ جبھی اداء ہوگا کہ دونوں کام ہوں، نیکی کی تبلیغ کرنا آسان ہے برائیوں سے روکنا بہت مشکل کام ہے۔ اگر کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھنے کی تبلیغ کرے تو لوگ خواہ اس کی تبلیغ سے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں بہرحال اس کی اس تبلیغ سے اس کے دشمن نہیں بنیں گے بلکہ اس کی تعریف کریں گے اور اسے شاباش بھی دیتے رہیں گے لیکن جہاں کہا، ”ٹی وی مت دیکھو، گانا مت سنو، تصویر کی لعنت سے بچو،

ڈاڑھی منڈانا اور کٹانا چھوڑ دو، آمدنی کے حرام ذرائع سے بچو، شریعت کے مطابق پردہ کرو۔“

تو پھر دیکھیے کہ سارے گھر والے، رشتہ دار اور سب محلے والے اس کے کیسے دشمن بن جاتے ہیں۔ اسی لیے حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نقل فرمایا ہے:

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ
(۳۱:۱۷)

> ”اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر۔“

نہی عن المنکر پر جو مصیبتیں آئیں گی اُن پر آپ کو صبر کرنا پڑے گا کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے، جیسے کفار کے ساتھ جہاد کرنا مشکل ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کا حکم ہونے کی وجہ سے فرض ہے اور جہاد کی تکالیف اور مشقتوں پر صبر کرنا ضروری ہے اسی طرح برائیوں سے روکنے میں بھی تکلیفیں ضرور پہنچیں گی، کہیں کم کہیں زیادہ۔ کم از کم لوگ اتنا تو ضرور کہیں گے:

> ”اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے، پاگل، دقیانوس، پرانے خیالات کا اور تنگ نظر ہے، دنیا میں رہنا نہیں جانتا، کہاں سے دُنیا میں آ گیا، کہیں جنگل میں چلا جائے، اس کے پیچھے لگو گے تو دنیا تباہ ہو جائے گی، خود تو خراب ہوا ہمارے بچوں کو بھی خراب کر رہا ہے۔“

یہ بھی ایک قسم کی اذیت اور تکلیف ہے۔ بلکہ اگر آپ لوگوں کی ان ایذاؤں کی وجہ سے نہی عن المنکر چھوڑ کر تنہائی اختیار کر کے صرف اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کی کوشش کریں گے تو بھی لوگ آپ کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے آپ کو اپنے ساتھ گناہوں

میں شامل ہونے پر مجبور کریں گے۔ اور یہ قصہ آج کا نہیں ہے بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے زمانے سے چلا آرہا ہے۔ مفسرین نے رہبانیت کی تاریخ میں لکھا ہے:

> ’’اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ جب لوگ برائیوں میں مبتلا ہونے لگے تو ان کے علماء اور صلحاء نے انہیں ان برائیوں سے روکنے کی کوشش کی مگر جب وہ لوگ برائیوں سے باز نہیں آئے تو انہوں نے سوچا کہ اب تو معاملہ ہماری قدرت سے باہر ہو گیا، ہم تو انہیں منع کر کے بری الذمہ ہو گئے، چلیں اب اپنی ہی حفاظت کرتے ہیں، مگر ان لوگوں نے کہا کہ ہم تمہیں یوں آرام سے بیٹھنے نہیں دیں گے تمہیں ہمارے ساتھ گناہوں میں شامل ہونا پڑے گا۔ پھر بادشاہ کے پاس جا کر شکایت لگا دی کہ ان پاگلوں کو سمجھائیں اور مجبور کریں کہ یہ گناہوں میں ہمارا ساتھ دیا کریں۔
>
> رقیبوں نے رپٹ جا جا کے لکھوائی ہے تھانے میں
> کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

بادشاہ نے لوگوں کی شکایت سن کر ان علماء اور صلحاء سے کہا کہ بہتر تو یہی ہے کہ تم لوگوں کے ساتھ گناہوں میں شامل ہوا کرو ورنہ شہر چھوڑ کر کہیں جنگل میں چلے جاؤ، شہر میں رہنے کا تمہیں کوئی حق نہیں، شہر میں وہی رہ سکتا ہے جو گناہوں کی مجالس میں شامل ہوا کرے، ان لوگوں نے اپنے دین کی حفاظت کی خاطر شہر چھوڑ دیا اور جنگل میں جا کر رہنے لگے۔‘‘

آج کل بھی اس قسم کے بہت سے واقعات پیش آرہے ہیں۔ اولاد نیک بننا چاہتی ہے لیکن ان کے والدین انہیں نیک بننے نہیں دیتے۔ ایک لڑکے نے ڈاڑھی رکھ لی تو اس کے گھر والے اس سے کہتے ہیں:

''مسلمان بن کر رہنا ہے تو گھر میں رہو اور اگر مولوی بن کر رہنا ہے تو گھر سے نکل جاؤ۔''

چونکہ لوگوں کو گناہوں سے روکنے کا جہاد بہت مشکل ہے اس لیے آج کل مولویوں اور مقرروں نے یہ طے کر رکھا ہے:

''تقریروں میں صرف میٹھی میٹھی باتیں بتائی جائیں ورنہ لوگ ناراض ہو کر چلے جائیں گے۔''

نہی عن المنکر کا صحیح اور مؤثر طریقہ:

جو لوگ آپ کے ماتحت اور زیر تسلط ہیں جیسے بیوی، اولاد اور ملازم وغیرہ انہیں برائیوں سے روکنے کے لیے حدود اللہ کی پابندی کرتے ہوئے ہر ممکن کوشش کرنا فرض ہے، لیکن جو لوگ آپ کے ماتحت نہیں انہیں گناہوں سے روکنا ہر ایک پر فرض نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے، اور ایسے لوگوں کو گناہوں سے روکنے کے دو طریقے ہیں:

① خطاب خاص
② خطاب عام

① خطاب خاص:

اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ جس کے ساتھ آپ کی ایسی بے تکلفی ہو کہ اگر آپ اسے کسی گناہ میں مبتلا دیکھ کر اسے تنبیہ کریں تو اسے ناگواری نہ ہو بلکہ خوشی ہو اور آپ کی اس تنبیہ پر آپ کا احسان مند ہو تو ایسے شخص کو کسی گناہ میں مبتلا دیکھ کر خصوصی خطاب کے ذریعے گناہوں سے روکنا آپ پر فرض ہے۔

لیکن اگر کسی شخص کے ساتھ ایسی بے تکلفی نہ ہو یا اجنبی ہو تو ایسے [illegible] گناہ میں مبتلا دیکھ کر خصوصی خطاب کے ذریعے گناہوں سے روکنے کی کوشش کبھی نہ کریں۔

اگر ایسا شخص بظاہر دین دار ہے تو آپ کی تبلیغ سے اسے ناگواری ہوگی اور اس کے دل میں آپ کے خلاف بغض اور کینہ پیدا ہوگا اور اپنے گناہوں کی غلط تاویلیں بھی کرے گا اور اگر ایسا شخص بظاہر دین دار نہیں لیکن دل میں دین اور دین داروں کی کچھ عظمت اور وقعت ہے تو آپ کی تبلیغ سے اسے بھی ناگواری تو ہوگی لیکن دل میں دین کی تھوڑی سی عظمت ہونے کی وجہ سے زبان سے وہ کچھ نہیں کہے گا مگر اس کے دل سے دین داروں کی وقعت جاتی رہے گی اور وہ آیندہ دین داروں سے بچنے کی کوشش کرے گا کہ یہ لوگ تو بات بات پر ٹوکتے رہتے ہیں۔

اور اگر کوئی شخص ایسا بے دین ہے کہ اس کے دل میں دین اور دین داروں کی کوئی عظمت اور وقعت نہیں ہے تو وہ آپ کی تبلیغ سن کر فوراً کوئی کلمۂ کفر بک دے گا، مثلاً کسی شخص کو ڈاڑھی رکھنے کی تبلیغ کی اور اس نے جواب میں کہہ دیا:

”جاؤ! یہ تو مولویوں کے کام ہیں۔“

یا کہہ دیا:

”ڈاڑھی رکھنے سے صورت کیسی بکرے جیسی لگتی ہے۔“

تو فوراً کافر ہو جائے گا اور اس کے کفر کا سبب آپ ٹھہریں گے۔ اس قسم کے لوگوں کو اجمالی طور پر صرف اس قسم کی تبلیغ کرنا چاہیے:

> ”ہم مسلمان ہیں، مسلمان کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ہوتی ہے، اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت سے توبہ کریں، اپنی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق گزاریں، خصوصاً ان گناہوں سے بچنے کی زیادہ کوشش کریں جو ہمارے معاشرے میں کینسر کی طرح داخل ہو گئے ہیں اور جنہیں لوگوں نے گناہوں کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے۔“

② خطاب عام:

نہی عن المنکر کی تبلیغ کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کے عام مجمع میں معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائیوں کے فسادات اور خرابیاں خوب کھل کر بیان کی جائیں۔ البتہ خطاب عام میں بھی اس بات کی رعایت رکھنا ضروری ہے کہ انداز بیان میں ایسی درشتی اور تیزی نہ ہو جس سے سننے والوں کو وحشت ہو اور وہ اپنی توہین محسوس کریں بلکہ خطاب محبت، شفقت، اور دردِ دل کے ساتھ ہو۔ اس لیے کہ دل سے نکلنے والی باتوں میں زیادہ اثر ہوتا ہے ۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اور

از دل خیزد بر دل ریزد
”دل سے نکلنے والی بات دل پر ہی گرتی ہے۔“

تبلیغ فرض کفایہ:

تبلیغ کی دوسری قسم ہے فرض کفایہ، اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اگر کوئی جگہ ایسی ہو جہاں کے بسنے والوں کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ انہیں مذہب اسلام کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے، ایسے موقع پر تمام مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ وہ کچھ لوگوں کو ان کی طرف بھیجیں جو انہیں اسلام کی دعوت دے کر مسلمان بنائیں اور اس کے بعد انہیں اسلام کے احکام اور فرائض سکھلائیں، اگر مسلمانوں میں سے کسی نے بھی یہ فرض ادا نہ کیا تو سب گنہگار رہوں گے اور اگر صرف ایک شخص نے یہ فرض اداء کر دیا تو سب مسلمان بری الذمہ ہو جائیں گے۔

اس وقت پوری دنیا میں کوئی ملک بھی ایسا نہیں ہے بلکہ کسی ملک میں کوئی جگہ ایسی

نہیں جہاں اسلام کی دعوت پہنچانا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہو، اس لیے کہ اس زمانے میں اسلام کی شہرت خود ہی دعوت بن کر پورے عالم میں پھیل چکی ہے، دنیا کے ہر فرد کو اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ ''اسلام'' بھی دنیا میں کوئی مذہب ہے اس لیے اب یہ فرض اور ذمہ داری خود ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے کہ مختلف مذاہب کی تحقیق کر کے حق اور باطل مذہب کو پہچانیں اور جو مذہب حق ہے اس کا اتباع کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر غور وفکر کرنے کی صلاحیت رکھی ہے۔ اسی لیے مسئلہ ہے کہ:

> ''اگر کوئی شخص ایسی جگہ پیدا ہوا جہاں دوسرا کوئی انسان نہ رہتا ہو تو بالغ ہونے کے بعد اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی مصنوعات میں غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان لانا فرض ہے۔''

اسی طرح جو لوگ پیدائشی مسلمان ہیں، مسلمانوں کے گھروں میں پلے، بڑھے اور جوان ہوئے یہ فرض اور ذمہ داری ان ہی پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلام کے احکام اور اوامر ونواہی معلوم کریں۔ دوسرے مسلمانوں پر یہ فرض اور ذمہ داری نہیں کہ ان کے پاس جا جا کر انہیں اسلام کے احکام بتائیں۔ کسی شخص کے مسلمان ہونے کا یہ مطلب ہوتا ہے:

> ''اس نے اسلام کی حکومت کو تسلیم کر لیا ہے، اس لیے وہ کوئی کام بھی اسلام کے قانون کے خلاف نہیں کرے گا۔''

اسلام کے قوانین کیا کیا ہیں؟ انہیں معلوم کر کے ان پر عمل کرنا اس کا فرض ہے کسی اور کا نہیں۔ اس لیے یہ کسی قانون کی خلاف ورزی کر کے یہ کہہ کر جرم کی سزا سے نہیں بچ سکتا:

> ''مجھے اس قانون اور مسئلہ کا علم نہیں تھا۔''

دنیا میں جب کوئی شخص کسی حکومت کو تسلیم کر لیتا ہے پھر وہ خواہ پہاڑوں کے غاروں میں رہنے کی وجہ سے یا شہر میں رہ کر ہی خواب غفلت میں سوتے رہنے کی وجہ سے حکومت

کے قوانین معلوم نہ کرے، اور کوئی کام حکومت کے خلاف کر ڈالے۔ پھر جب عدالت میں پکڑ کر لے جایا جائے تو یہ عذر بیان کرے:

''مجھے یہ قانون معلوم نہیں تھا۔''

تو کیا کسی کا یہ عذر دنیا کی کسی عدالت میں تسلیم کر لیا جائے گا؟ اور اسے جرم کی سزا سے بری کر دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ جب دنیا کی حکومتوں کا یہ دستور ہے تو اللہ کی حکومت کیا دنیا کی حکومتوں سے کم ہے؟ وہ تو صاف صاف اعلان فرما رہے ہیں:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ○ (۷۵:۳۶)

''کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔''

جس طرح دُنیا کی کوئی حکومت قانون سے لاعلمی کا عذر تسلیم نہیں کرتی اور اپنے قوانین کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے اپنے آدمیوں کو نہیں بھیجتی، بلکہ لوگ از خود قوانین معلوم کرنے کے لیے حکومت کے کارندوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اسی طرح اسلام نے بھی مسلمانوں پر یہ فرض عائد نہیں کیا ہے کہ ناواقف لوگوں کے پاس جا جا کر احکامِ اسلام بیان کیا کریں۔ اگر کسی کے دل میں ایسی ہمدردی ہو کہ وہ خوابِ غفلت میں سونے والوں کو بیدار کر کر کے انہیں اسلام کے احکام بتائے تو اس کے اس عمل کو مستحب اور موجبِ ثواب تو کہا جائے گا لیکن فرض نہیں کہا جا سکتا، اگر کوئی غلط فہمی اور لاعلمی کی وجہ سے اس عمل کے ''فرض ہونے'' کا عقیدہ رکھے تو یہ سراسر دین میں تحریف ہے جو بالکل ناجائز ہے۔

البتہ ہر علاقے میں دین کی حفاظت اور بقاء کے لیے مسلمانوں میں سے کچھ ایسے لوگوں کا ہونا ضروری ہے جن سے لوگ احکام اسلام معلوم کر سکیں، جو دین کو دشمنانِ اسلام کی تحریف سے بچا سکیں اور آیندہ کے لیے حاملین دین ومحافظین دین پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہیں۔

تبلیغِ دین کے مختلف شعبے:

پھر جس طرح دنیا کی حکومتوں کو اپنے ملکی انتظام کے لیے اُمور انتظامیہ کو مختلف شعبوں میں تقسیم کرنا پڑتا ہے۔ کوئی شعبہ صنعت وتجارت کا ہے تو کوئی وزارت و عدالت کا ہے، کوئی شعبہ مواصلات کا ہے تو کوئی معالجات کا۔ پھر ان میں سے ہر ایک شعبے میں بھی مختلف شعبے ہیں۔

اسی طرح دین اسلام کی حفاظت اور بقاء کے لیے دینی کاموں کو مختلف شعبوں میں تقسیم کرنا لازمی ہے۔ کوئی شعبہ تعلیم وتدریس کا ہے تو کوئی افتاء وتخریج مسائل اور تمرین افتاء کا، کوئی شعبہ اصلاح وتلقین کا ہے تو کوئی عوام میں وعظ وتبلیغ کا، کوئی شعبہ اسلحہ سے جہاد کا ہے تو کوئی قلمی جہاد کا، تصنیف وتالیف کے ذریعہ تبلیغ اور دین سے دفاع۔ پھر ان میں سے ہر ایک شعبے میں بھی مختلف شعبے ہوتے ہیں۔

جس طرح دنیا کے مختلف شعبوں کو ختم کرکے صرف ایک شعبہ باقی رکھنے کا مشورہ دینا مثلاً:

> ’’صرف ’’صنعت وتجارت‘‘ کا شعبہ رکھا جائے اور دوسرے تمام شعبوں کو ختم کرکے ان میں کام کرنے والے لوگوں کو بھی سب کو اسی شعبہ میں لگایا جائے‘‘،

خلاف عقل اور جہالت ہے۔

اسی طرح دین اسلام کے مختلف شعبوں کو ختم کرکے صرف ایک شعبہ باقی رکھنے کا مشورہ دینا مثلاً:

> ’’صرف عوام میں وعظ وتبلیغ کا شعبہ رکھا جائے اور دوسرے تمام شعبوں کو ختم کرکے ان میں کام کرنے والے سب لوگوں کو بھی عوام میں ’’وعظ وتبلیغ‘‘ کے کام میں لگادیا جائے‘‘

یہ سراسر جہالت اور دین سے ناواقفیت کے علاوہ خلاف عقل بھی ہے۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب تبلیغ ہی کے شعبے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ یہ عوام میں تبلیغ کا شعبہ ہے اور دوسرے شعبے خواص میں تبلیغ کے ہیں، یہ خواص میں تبلیغ کے شعبے تدریس، تصنیف، افتاء اور اصلاح باطن چند وجوہ کی بناء پر عوامی تبلیغ سے بہت زیادہ اہم ہیں، اس کی وجوہ یہ ہیں:

① ان ذرائع تبلیغ سے دین کی بنیادی خدمات انجام دی جاتی ہیں، مثلاً:

قرآن وحدیث کے صحیح مفہوم کی تعیین وتشریح،

اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ قوانین واحکام کی توضیح وتحدید،

دشمنانِ اسلام کی طرف سے اسلام کے خلاف اُٹھنے والے نظریاتی فتنوں سے اسلام کے حصار کی حفاظت واستحکام۔

② ان میں ان لوگوں کو تبلیغ کی جاتی ہے جو دور دور سے طلب لے کر آتے ہیں، میں ان شاء اللہ تعالیٰ اسی بیان میں تفصیل سے بتاؤں گا کہ طالبین کو دوسروں پر مقدم رکھنا ضروری ہے، انہیں چھوڑ کر دوسروں کی طرف توجہ کرنا اور ان پر محنت کرنا جائز نہیں۔

③ ان طالبین میں دین کی بنیادی خدمات انجام دینے کی صلاحیت واستعداد ہوتی ہے۔ ان بنیادی خدمات کی تفصیل واہمیت پہلی وجہ کے بیان میں بتا چکا ہوں۔

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جن علماء کو اسلام کی ایسی اہم اور ضروری و بنیادی تبلیغ کی خدمات انجام دینے کی صلاحیت عطاء فرمائی ہو ان کے لیے عوامی تبلیغ میں نکلنا ہرگز جائز نہیں، اسی طرح ان طلبہ کے لیے بھی جائز نہیں جن میں ایسی استعداد پیدا ہونے کی توقع ہو، البتہ جن سے ایسی توقع نہ ہو انہیں عوامی تبلیغ میں نکلنا ضروری ہے، مدارس میں بے کار پڑے رہنا اور وقت ضائع کرنا جائز نہیں۔ یہ ذمہ داری مدارس کے مہتمم حضرات پر عائد ہوتی ہے ان پر فرض ہے کہ ایسے بے کار طلبہ کو مدارس میں بھرتی کرنے کی بجائے انہیں عوامی تبلیغ یا جہاد میں بھیجیں۔

دینی کام کرنے والوں کو درپیش خطرات:

دین کے ان مختلف شعبوں میں اخلاص کے ساتھ دین کی حفاظت اور بقاء کے لیے محنت اور کوشش کرتے رہنا بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔ لیکن دین کے کام کرنے والوں کو خصوصاً نفس وشیطان کی طرف سے ایسے خطرات اور حملوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ اگر ان خطروں اور حملوں سے حفاظت کا اہتمام نہ کیا جائے تو ان کاموں سے اخلاص نکل جاتا ہے، پھر یہ دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کا سامان بننے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور جہنم کا سامان بننے لگتی ہیں۔

اتنی بات تو ظاہر ہے کہ اگر کسی عبادت اور دینی خدمت میں اخلاص نہ ہو تو اس پر کتنا وبال پڑتا ہے، لیکن کوئی عبادت اور دینی خدمت کرتے وقت یہ معلوم کرنا کہ دل میں اخلاص ہے یا نہیں؟ بہت مشکل ہے۔ بظاہر تو اخلاص ہی نظر آئے گا اور ہر شخص اخلاص ہی کا دعویٰ بھی کرے گا لیکن جب تک اخلاص کی تمام ظاہری و باطنی علامات اور معیار نہ پائے جائیں اخلاص کا فیصلہ کر لینا صحیح نہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک کسی اہلِ دل کے ساتھ باضابطہ اصلاحی تعلق قائم نہیں کیا جاتا اس وقت تک اپنے قلب میں اخلاص پیدا کرنے کی کوشش کرنا تو درکنار اخلاص کے فقدان کا احساس تک بھی نہیں ہوتا، اس لئے اس دولت کو حاصل کرنے کی فکر اور اس کی توجہ اور رغبت ہی نہیں ہوتی، اسی لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الرَّحْمٰنُ فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝ (۵۹:۲۵)

”رحمٰن کا راستہ کسی باخبر سے پوچھو۔“

اس لیے کسی مصلح کامل اور معالج باطن کے ساتھ باضابطہ اصلاحی تعلق قائم کریں، شیخ کامل کی علامات بہشتی زیور کے ساتویں حصہ میں دیکھیں، اخلاص پیدا کرنے کا اصل طریقہ تو یہی ہے، اس وقت اخلاص کی علامات بیان کرنا مقصود ہے۔

علاماتِ اخلاص

اخلاص کی چند بڑی بڑی علامات بیان کر دیتا ہوں، ہر قسم کی عبادت خصوصاً دینی خدمات کرنے کے مواقع میں ان علامات کو پیش نظر رکھنا بہت ضروری ہے، اگر آپ کی عبادات وخدمات اس معیار کے مطابق ہیں تو قبول ہیں ورنہ نہیں، ثواب کی بجائے موجب عذاب ہیں۔

اخلاص وقبول کی پہلی علامت

فکر استدراج:

انسان جو بھی عبادت یا دینی خدمت انجام دیتا ہے اُس کی تین حالتیں ہوتی ہیں:

① اس کی عبادت وخدمت اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوتی ہے اور اس کا اثر وثمرہ دنیا میں بھی ظاہر ہو رہا ہوتا ہے۔

② اس کی عبادت وخدمت اخلاص نہ ہونے یا کسی اور نالائقی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہیں ہوتی اور دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی یہ سزا ملتی ہے کہ اس عبادت وخدمت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

③ دنیا میں تو محروم نہیں کیا جاتا بلکہ اس میں خوب ترقی ہونے لگتی ہے، عبادت میں خوب شوق اور رغبت پیدا ہونے لگتی ہے اور دینی خدمات کا خوب اثر وثمرہ ظاہر ہونے لگتا ہے لیکن اس کے نامۂ اعمال میں بجائے حسنات اور نیکیوں کے سیئات اور برائیاں لکھی جا رہی ہوتی ہیں۔

یہ تیسری حالت استدراج کہلاتی ہے۔ اگر کسی شخص کو اپنی نجی عبادات یا دینی

خدمات میں ترقی دیکھ کر اس کے استدراج ہونے کا خیال آتا ہے اور فکر وخوف لگا رہتا ہے کہ کہیں میری یہ حالت ”استدراج“ تو نہیں، تو یہ اخلاص وللّٰہیت کی علامت ہے۔

اور اگر ایسا خیال کبھی آتا ہی نہیں ہمیشہ اپنے کمال ہی میں مگن رہتا ہے تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کے اندر اخلاص نہیں، اس کی عبادات اور دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں ہیں۔

اخلاص والوں کے حالات:

جن لوگوں میں اخلاص ہوتا ہے اور جو دینی خدمات انجام دینے میں لذتِ نفس سے پاک ہوتے ہیں ان کے حالات کیسے ہوتے ہیں؟

چند اخلاص والوں کے کچھ حالات بتائے دیتا ہوں، ان کے حالات سُن کر اپنے حالات کا ان سے موازنہ کریں پھر سوچیں کہ آپ کی نجی عبادات یا دینی خدمات میں کتنا اخلاص ہے؟

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا سبق آموز واقعہ:

تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے آخری مرض میں وفات سے کچھ قبل حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ بہت زیادہ پریشان ہیں، کروٹوں پر کروٹیں بدل رہے ہیں، پریشانی کی وجہ یہ بیان فرمائی:

> ”تبلیغ کا یہ کام جو ہم نے شروع کیا تھا اس کا وہم وگمان بھی ہمیں نہیں تھا کہ یہ کام اتنی جلدی اور اتنا زیادہ پوری دنیا میں پھیل جائے گا، اللہ تعالیٰ ہم جیسوں سے اتنا زیادہ دین کا کام لیں گے۔ اتنا بڑا کام دیکھ کر مجھے یہ خوف اور فکر لاحق ہوگئی ہے کہ کہیں یہ استدراج نہ ہو۔“

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:

> ”پریشان ہونے کی بات نہیں، آپ کی یہ پریشانی اور آپ کے دل میں عدم قبول واستدراج کا خطرہ آنا اس کی علامت ہے کہ آپ کی خدمات قبول ہیں۔ جس کی عبادت قبول ہوتی ہے ایسا خطرہ اسی کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ جس کے لیے استدراج ہوتا ہے اس کے دل میں ایسا خطرہ آتا ہی نہیں، وہ تو ہر وقت اسی گھمنڈ میں رہتا ہے کہ میں بہت زیادہ دین کا کام کر رہا ہوں۔ اس میں عجب ہوتا ہے، ناز ہوتا ہے اور اپنے کاموں پر فخر کرتا ہے۔“

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس واقعہ سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو دین کا تھوڑا سا کام کر لینے کے بعد سمجھتے ہیں کہ ہم نے دین کی بہت زیادہ خدمت کر لی۔ بہت سے لوگ جو بیرونی ممالک تبلیغی دورے میں جاتے رہتے ہیں وہ مجھے بھی خطوط بھیجتے رہتے ہیں۔ ان میں وہ اپنی فتوحات بڑے فخر سے لکھتے ہیں کہ ہم نے یہ کارنامہ انجام دیا، وہ انجام دیا، بس اپنے کارنامے ہی لکھتے رہتے ہیں، ان کے لیے دل سے دعاء ہی نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اخلاص عطاء فرمائیں، اپنی مرضی کے مطابق کام لے لیں اور اپنی رحمت سے قبول فرمالیں۔

دوسروں کی ہمت افزائی اور انہیں ترغیب دینے کے لیے کبھی ایسے حالات کا ذکر کرنا بھی پڑتا ہے مگر یہ نہیں کہ ہر وقت اپنے کمالات ہی گنتے گناتے رہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر ایسے حالات صرف بقدر ضرورت ہی بتانے پر اکتفاء کرنا چاہیے اور عین بتاتے وقت بھی نفس وشیطان کے فریب سے ہوشیار رہنا لازم ہے، اللہ کی عنایت سے نظر ذرا سی ہٹ کر اپنے کمال پر گئی اور سیدھے جہنم میں، اتنی محنتیں اور مشقتیں بھی برداشت کیں اور بنایا جہنم کا سامان۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔

پھر اگر ایسے شخص کی کوئی ذرا سی تعریف بھی کر دے پھر تو سبحان اللہ! کیا کہنا، احمق سمجھنے لگتا ہے:

''میں واقعۃً ایسا ہی ہوں۔''

لوگوں کی واہ واہ انسان کو تباہ کر دیتی ہے، اپنے ناگفتہ بہ حالات کا خوب علم بھی ہے اس کے باوجود جب کوئی تعریف کرتا ہے تو نفس و شیطان کے فریب میں آ کر خود کو کچھ سمجھنے لگتا ہے۔

ایک شخص نے اپنا گھوڑا بیچنے کو دلال سے کہا، دلال نے خریدار کے سامنے گھوڑے کی تعریف شروع کی، تو مالک کہنے لگا:

''یہ گھوڑا ایسا اچھا ہے تو رہنے دیجیے، میں نہیں بیچوں گا۔''

ایک نائن اپنے ججمان کے گھر گئی، اس کی بیوی نے نتھ دھونے کے لیے اتاری ہوئی تھی۔ نائن سمجھی کہ یہ بیوہ ہوگئی ہے، جا کر نائی کو بتایا، ججمان کہیں دور دوسرے شہر گیا ہوا تھا، نائی وہاں پہنچا ججمان کو خبر دی:

''آپ کی بیوی بیوہ ہوگئی ہے۔''

وہ رونے لگا، لوگوں نے وجہ دریافت کی تو کہنے لگا:

''میری بیوی بیوہ ہوگئی ہے۔''

لوگ آ آ کر تعزیت کرنے لگے، کسی عقل مند کا ادھر سے گزر ہوا، اس نے کہا:

''آپ زندہ بیٹھے ہیں تو آپ کی بیوی کیسے بیوہ ہوگئی؟ یہ بات عقل میں تو نہیں آ رہی۔''

ججمان نے جواب دیا:

''عقل میں تو میری بھی نہیں آ رہی، مگر ہمارا نائی بہت معتبر ہے کبھی غلط بات نہیں کہہ سکتا۔''

سو احمق شخص کا حال یہی ہوتا ہے، اپنی حالت بخوبی جانتا ہے پھر بھی تعریف کرنے

والوں کی باتوں پر اعتماد کرکے خود کو باکمال سمجھنے لگتا ہے۔

گر گدھے کے کان میں کہہ دو کہ عاشق تجھ پہ ہوں
ہے یقیں کامل کہ وہ بھی گھاس کھانا چھوڑ دے

اللہ تعالیٰ عقل عطاء فرمائیں۔

مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت بڑی عجیب تھی۔ زبان صاف نہیں، طرز بیان بالکل اُلجھا ہوا، تفہیم وقوتِ بیان بالکل نہیں مگر دردِ دل کام کر رہا تھا، معلوم ہوا کہ تبلیغ اسی کی اثر کرتی ہے جس میں دردِ دل ہو اور دردِ دل پیدا ہوتا ہے تعلق مع اللہ اور اہل اللہ کی صحبت سے، بڑے بڑے واعظ، ان کی لمبی لمبی تقریریں، دلچسپ اور سُریلی آوازیں، زبردست قوت بیان، اونچے اونچے نکات بیان کرنے والے، ان کی ساری عمریں گزر گئیں مگر ہدایت ایک کو بھی نہیں ہوئی، وہی بات ہے کہ جس کے دل میں درد نہ ہو اس کی باتوں میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔

میرا ایک عبرت آموز واقعہ:

میں نے جب یہاں دارالافتاء کا کام شروع کیا تو ایک بار حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ سے اپنی ایک حالت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے:

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ (۴۷-۷)

’’تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد میں لگ جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار رہے گا۔‘‘

’’مگر یہاں تو یہ حالت ہے کہ ہم اتنا کام نہیں کر پاتے جتنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہو رہی ہے۔ اپنے ہر عمل میں نقص ہی نظر آتا ہے، یہی خیال دامن گیر رہتا ہے کہ کچھ بھی کام نہیں ہو رہا، نہ اس میں کمیت ہے نہ کیفیت، کچھ نظر ہی نہیں آتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اس قدر ہو رہی ہے کہ

> کہیں بھی کسی مقام اور مرحلہ پر بھی اسباب کے لحاظ سے کبھی بھی کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوتی، ان کی طرف سے اتنی مدد کہ عقل حیران ہے، یہ حالت دیکھ کر پریشانی ہوتی ہے کہ کہیں استدراج تو نہیں۔‘‘

> حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:

> ’’قرآن کریم میں یہ تو ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائیں گے، مگر یہ کہاں ہے کہ جتنی مدد تم کرو گے اللہ تعالیٰ بھی اتنی ہی مدد فرمائیں گے انسان ناقص ہے وہ اپنی حیثیت کے مطابق کام کرے گا، اللہ تعالیٰ کی ذات کامل ہے وہ اپنی شان کے مطابق انعام دیں گے اور مدد فرمائیں گے۔‘‘

> پھر فرمایا:

> ’’استدراج کا خطرہ ہی دلیل قبول ہے، جس دل میں یہ خطرہ رہے کہ میرا یہ کام قبول ہے یا نہیں؟ کہیں استدراج تو نہیں؟ یہ نعمتیں رحمت کی بجائے زحمت تو نہیں؟ یہ خطرہ اور فکر لگا رہنا ہی قبول ہونے کی دلیل ہے۔‘‘

غالباً اسی موقع پر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا وہ قصہ بیان فرمایا جو میں نے ابھی بتایا ہے۔

الغرض جس شخص سے اللہ تعالیٰ دین کا بہت زیادہ کام لے رہے ہوں، لوگوں کو اس سے بہت زیادہ دینی نفع پہنچ رہا ہو اور دین حاصل کرنے کے لیے لوگوں کا اس کی طرف بہت زیادہ رجوع ہو رہا ہو، ایسی حالت میں اسے غافل نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ توقع سے بہت زیادہ جو یہ دین کا کام لے رہے ہیں کہیں یہ استدراج تو نہیں، ایسا تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ خدمت قبول نہ ہو مگر ڈھیل دے دی ہو، یہ سوچتے رہنا چاہیے، ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے اور استغفار و دعاء قبول کرتے

رہنا چاہیے۔

ایک سبق آموز واقعہ:

ایسے موقع پر ایک شخص کا واقعہ سوچتے رہنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے، مجھے تو سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی، از خود ہی یہ واقعہ میرے ذہن میں آتا رہتا ہے۔

ایک شخص بہت مکار تھا۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے بزرگوں کی صورت اختیار کر کے بیٹھ گیا۔

آج کل تو لوگوں کو دھوکہ دینا بہت آسان ہے اس لیے کہ الوؤں اور گدھوں کی اکثریت ہے، اندر کچھ بھی نہ ہو بس کوئی صورت بنا کر کہیں بیٹھ جائے، دیکھیے لوگ کیسے پھنستے ہیں اس زمانے میں یہ فریب دینا بہت آسان ہے۔ پہلے زمانے میں لوگ ہوشیار تھے، دین کی فہم تھی، لوگ جلدی دھوکے میں نہیں آتے تھے، اس لیے اس زمانے میں لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے مکار کو بھی اس فن کی اصطلاحات اور پیچیدہ مسائل کا علم حاصل کرنا پڑتا تھا۔

وہ شخص فن تصوف حاصل کر کے شیخ بن کر بیٹھ گیا اور لوگوں کو اَوراد، اذکار، اشغال اور مراقبات وغیرہ تلقین کرنے لگا، لوگوں کا بہت زیادہ رجوع ہونے لگا اور بہت سے لوگ تائب ہو کر اولیاء اللہ بن گئے۔

ایک دن ان اولیاء اللہ کو خیال آیا کہ چلیں آج مکاشفہ میں اپنے حضرت کا مقام دیکھتے ہیں۔ سب مل کر متوجہ ہوئے مگر حضرت کا کہیں بھی کوئی مقام نظر نہ آیا، بہت حیران ہوئے اور سوچا کہ خود حضرت ہی سے ان کا مقام پوچھتے ہیں، حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم سب نے مل کر حضرت کے مقام کو تلاش کرنے کی کوشش کی مگر کہیں بھی آپ کا مقام نظر نہیں آیا، آپ خود ہی ہمیں اپنا مقام بتا دیں۔

اس کا جواب تو بہت ہی آسان تھا یوں کہہ سکتے تھے:

’’تم تو ابھی ابھی پیدا ہوئے اور میرا مقام تلاش کرنے لگ گئے۔ میرا مقام تو بہت بلند ہے۔ بیسیوں سال تم مجاہدہ کرتے رہو پھر کہیں جا کر میرے مقام کا شاید ہی پتہ چلے۔ کس کام میں لگ گئے چلو اپنا کام کرو۔‘‘

مگر اہل اللہ کی صورت بنانے اور ذکر اللہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی طرف متوجہ ہوئی۔ صاف کہہ دیا:

’’سچی بات یہ ہے کہ میرے اندر کچھ بھی نہیں۔ مکار ہوں، مال وجاہ کی ہوس سے اولیاء اللہ کا روپ دھار رکھا ہے۔‘‘

ان اولیاء اللہ کی دانش مندی دیکھیے کہ جب انہیں حقیقت کا پتہ چلا تو یہ نہیں سوچا کہ ارے کہاں پھنسے رہے چلو بھاگو یہاں سے، اس کی مار پٹائی کرتے، لوگوں کے سامنے اسے ذلیل کرتے اس کی تذلیل وتحقیر کی بجائے کہنے لگے:

’’چلو سب مل کر دعاء کرتے ہیں کہ یا اللہ! ان کا ہم پر بہت احسان ہے، ان کے بتائے ہوئے نسخوں سے ہمارے گناہ چھوٹے، تیری محبت اور تعلق نصیب ہوا یا اللہ! انہیں بھی اولیاء اللہ کی فہرست میں داخل فرما۔‘‘

ان لوگوں کی دعاء قبول ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی ولی اللہ بنا دیا، اور اپنے تعلق قرب اور محبت سے نوازا۔

ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی دستگیری کیوں ہوئی؟ اس لیے کہ انہوں نے اللہ والوں کی، اللہ کے محبوب بندوں کی صورت اختیار کی ہوئی تھی، اگرچہ دنیا حاصل کرنے کے لیے یہ صورت بنائی تھی مگر اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ عمل ایسا پسند آیا کہ انہیں بھی اپنے محبوب ومقرب بندوں کی فہرست میں داخل فرما لیا۔ دُنیا حاصل کرنے کے لیے اولیاء اللہ کی نقل اُتارنے والے کو جب اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتے ہیں اور اس کے ساتھ ان کی دستگیری ہوتی ہے تو جو کوئی خالص اللہ کے لیے اہل اللہ کی نقل اتارے گا اور ان کی شکل وصورت اختیار کرے گا کیا اللہ تعالیٰ اسے محروم چھوڑ دیں گے، اپنا محبوب نہیں بنائیں گے اور اس

کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی دستگیری نہیں ہوگی؟

الغرض جب بھی کوئی اطلاع یا خط ایسا آتا ہے جس میں اس بات کا ذکر ہوتا ہے کہ سارے گناہ چھوٹ گئے اور تمام گناہوں سے دل میں نفرت پیدا ہوگئی تو اسی وقت اس واقعے کی طرف از خود ذہن چلا جاتا ہے سوچتا ہوں:

''کہیں اس مکار جیسا معاملہ تو نہیں ہو رہا کہ دوسروں کی حالت تو سدھر جائے اور اپنی حالت ناگفتہ بہ ہو۔''

ساتھ ساتھ یہ دعاء بھی ہو جاتی ہے:

رَبِّ لَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ،

''اے میرے رب! مجھے بروز حشر رسوا نہ کیجیے۔''

اس قصہ کو سوچنے سے بہت نفع ہوتا ہے، انسان کو اپنی حالت کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔

آخرت کی رسوائی دنیا کی رسوائی سے بڑی ہے:

روزِ حشر میں رسوائی کا کیا مطلب؟ ان لوگوں کے لیے جن سے اللہ تعالیٰ دین کا کوئی کام لے رہے ہوں، جو لوگ دوسروں کے مقتدا ہوں، لوگ ان کے معتقد ہوں، ہاتھ چومتے ہوں، بہت بڑا ولی اللہ سمجھتے ہوں، ان لوگوں کے لیے روزِ حشر میں رسوائی یہ ہے کہ اِن کے معتقدین اور مریدین تو جا رہے ہوں جنت میں اور انہیں لے جایا جا رہا ہو جہنم میں، کتنی بڑی رسوائی ہے؟ جہنم میں جانے کی رسوائی کے علاوہ یہ رسوائی الگ کہ جو لوگ دنیا میں ان کے مرید تھے دُور دُور سے ہدایت کے لیے ان کے پاس آیا کرتے تھے، مسائل اور دین سیکھتے تھے، خط و کتابت کے ذریعہ بھی استفادہ کا سلسلہ رکھتے تھے، وہ تو جا رہے ہوں جنت میں اور یہ پیر صاحب جہنم میں اُلٹے لٹکائے ہوئے ہوں، اس دعاء کے وقت اس حالت کو سوچتے رہنا چاہیے۔

میں جب اس صورت حال کو سوچتا ہوں تو وہ مثال سامنے آجاتی ہے جسے مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مثنوی میں ذکر فرمایا ہے:

> ’’پہلے زمانے میں طوطے کو شکار کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ کسی نلکی کو دھاگے وغیرہ میں پرو کر کسی درخت سے لٹکا دیتے تھے، طوطا جب اس پر آکر بیٹھتا تو وہ نلکی گھوم جاتی اور وہ طوطا اُلٹا ہو جاتا سر نیچے پاؤں اوپر، شکاری اسے غفلت میں پاکر پکڑ لیتا۔‘‘

یہ صورت سامنے آجاتی ہے کہ اگر خدانخواستہ ہماری یہ عبادت قبول نہیں، اخلاص نہیں، ریاء و نمود ہے تو قیامت کے دن کیا حال ہوگا، مریدین اور معتقدین دیکھ رہے ہوں گے کہ یہ پیر صاحب تو اُلٹے لٹکائے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کے حالات پر رحم فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔

اپنے نیک اعمال پر ناز کرنے والوں کی مثال:

حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں:

ایک مرتبہ ایک چور کسی کے گھر میں رات کے وقت گھس گیا، مالک کی آنکھ کھل گئی، اس نے چقماق جلا کر دیکھنے کی کوشش کی۔

پہلے زمانے میں روشنی کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ چقماق سے روئی میں آگ لگاتے تھے، چقماق سے جو چنگاری اُٹھتی تو روئی میں آگ لگ جاتی اور روشنی پیدا ہوتی۔

مالک نے اس طرح روشنی پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن چور اس کے سرہانے بیٹھ گیا، جو چنگاری چقماق سے نکل کر روئی پر گرتی اسے فوراً ہاتھ سے مسل دیتا، جس کی وجہ سے روئی میں آگ نہ لگی، مالک پر نیند کا غلبہ تھا ہی، جب ایک دو بار کی کوشش سے روشنی نہ ہوئی تو چھوڑ کر دوبارہ سو گیا، چور اس ہوشیاری اور مکاری سے پورے گھر کا صفایا کر گیا۔

حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال ان لوگوں کے لیے بیان فرمائی ہے جو یہ سمجھتے ہیں:

> ''ہمارے پاس دینی نعمتیں بہت زیادہ ہیں، سارے گناہ بھی چھوٹ گئے عبادات بھی بہت ہیں اور متعدی خدمات بھی بہت ہو رہی ہیں، جنت کا مکمل سامان ہو چکا ہے، کوٹھیاں بھری پڑی ہیں۔''

اپنے خیال میں بہت خوش ہو رہے ہیں لیکن خدانخواستہ کوئی چور چھپ چھپ کر سارے مال کا صفایا کر گیا ہو اور آپ کو خبر بھی نہ ہو تو آخرت میں کیا بنے گا؟

اعمال صالحہ کے چور:

وہ چور کون ہیں؟ نفس اور شیطان، جب بھی ان کی طرف سے دل میں یہ خیال آنے لگے کہ ہم بڑے متقی، پرہیزگار اور کامل ہیں تو ایک دم سارا کیا کرایا ضائع گیا، اللہ تعالیٰ کی دستگیری سے نظر ہٹ کر اپنے اوپر نظر گئی تو بجائے جنت کے سامان کے جہنم کا سامان بن گیا، ساری عمر گناہ چھوڑنے کی مشقت بھی برداشت کی، عبادات میں وقت صرف کیا لیکن پھر بھی جنت ہاتھ نہ آئی، اس کی بجائے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ، کتنی بڑی محرومی کی بات ہے؟

نیک اعمال پر فخر کرنے والوں کی دوسری مثال:

دوسری مثال حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی کہ ایک شخص نے بہت سا اناج اپنی کوٹھیوں میں بھر کر رکھ لیا کہ جب اناج کی قلت ہو گی تو نکال لیں گے، اپنے خیال میں بہت خوش ہو رہا ہے کہ میرے پاس تو کوٹھیاں بھری پڑی ہیں، لیکن جب اناج کی ضرورت پیش آئی کوٹھیوں کو کھولا تو ایک دانہ بھی نظر نہ آیا، سارا اناج چوہے نکال کر لے جا چکے تھے۔ ایسے موقع پر وہ شخص کتنا پریشان ہو گا۔

یہ مثال بھی حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے بیان فرمائی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس تو جنت کے سامان کے انبار لگے ہوئے ہیں، کوٹھیاں بھری پڑی ہیں، نجی عبادات بھی بہت ہیں اور دوسروں تک دین پہنچانے کی خدمات بھی بہت، دین کی بہت زیادہ خدمت ہو رہی ہے، اپنے طور پر بھی گناہ چھوٹے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی گناہوں سے روک رہے ہیں، اپنے خیال میں بہت ہی خوش ہو رہے ہیں کہ ہم تو اب بالکل جنت کے مستحق بن گئے، ہمارے پاس تو خزانوں کے خزانے ہیں۔

لیکن جب خزانہ کھولنے کا وقت آیا، کب؟ کل قیامت کے روز خزانہ کھولنے کا وقت آئے گا، جب تمام اعمال پیش کیے جائیں گے، حساب وکتاب کا وقت سامنے آئے گا، اس روز اگر خدانخواستہ اپنے خزانہ میں سے ایک دانہ کے برابر بھی کچھ نہ نکلا اور نفس وشیطان کے چوہوں نے تمام خزانوں کا صفایا کر دیا ہو تو کیا بنے گا؟ کتنی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا؟

نفس وشیطان کے چوہے خزانوں پر کس طرح حملہ کرتے ہیں؟ دل میں جہاں یہ خیال آیا کہ سب کچھ میرا کمال ہے اور میرے اختیار میں ہے، اللہ تعالیٰ کی دستگیری سے نظر ہٹی اور اپنے کمال پر نظر گئی تو نفس وشیطان کے چوہوں نے تمام خزانوں کا صفایا کر دیا۔

مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ:

مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک قصہ بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنی زمین کی پیداوار کی شکر کو کٹھلے میں بھر کر بند کر دیا تا کہ جب شکر کی قلت ہوگی تو نکال کر استعمال کریں گے، لیکن جب نکالنے کا وقت آیا، کٹھلا کھولا تو یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے کہ شکر کا نام ونشان تک نہیں بلکہ تلے میں سیاہ تہ نظر آ رہی ہے۔ غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ چیونٹے ہیں، ان چیونٹوں نے تمام شکر کا صفایا کر دیا تھا۔

اسی طرح جو شخص اپنے نیک اعمال پر خوش ہو رہا ہو کہ میرے پاس تو جنت کے خزانے بھرے پڑے ہیں اور کل قیامت کے روز حساب و کتاب کا وقت آئے تو کچھ بھی نہ ہو تو کتنی بڑی رسوائی ہوگی؟ ڈرتے رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں خیانت:

جو شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنا کمال سمجھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ نے کسی بھنگی چمار کو اپنے خزانے کا خازن بنادیا ہو اور وہ اس خزانے کو اپنا سمجھنے لگے تو ایسے شخص کو بادشاہ موت کی سزا دے گا کہ اس نے تو اسے امین سمجھ کر خازن بنایا تھا اور اس بھنگی پر اتنا بڑا احسان کیا مگر یہ ایسا نالائق اور اتنا بڑا خائن نکلا کہ اسے اپنا سمجھ رہا ہے۔

اگر بادشاہ ایسے نالائق اور خائن کو موت کی سزا نہ دے تو کم سے کم معطل تو کر ہی دے گا۔

اس مثال کو سامنے رکھ کر یوں سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں جو نعمتیں عطاء فرمائی ہیں خواہ وہ دنیوی نعمتیں ہوں یا دینی، پھر دینی نعمتوں میں سے علمی نعمتیں ہوں یا عملی، اپنی ذات میں ہوں یا دوسروں تک علم و عمل پہنچانے کی نعمت ہو، دوسرے کو عامل اور نیک بنانے کی کوشش ہو، ان تمام نعمتوں کے بارے میں اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ سب میرا کمال ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں خیانت ہے، یہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہیں، دنیا میں جس سے اللہ تعالیٰ کوئی کام لے رہے ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا خازن ہے، خزانہ اللہ تعالیٰ کا ہے، اس کی معرفت دوسروں میں تقسیم کروا رہے ہیں، بادشاہ کے خزانہ میں جو کوئی خیانت کرے گا، انہیں اپنا سمجھے گا تو یہ تو ممکن ہے کہ دنیا کے کسی بادشاہ کو پتا نہ چلے کہ اس کا خازن خزانہ پر اپنا دعویٰ کر رہا ہے یا

چھپ چھپ کر چوری کر رہا ہے یا ان خزانوں کو غصب کر لے اور بادشاہ کو مروا ڈالے، مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی نقص نہیں، ان کی قدرت میں کوئی نقص نہیں، انہیں تو دلوں کے حالات کا بھی علم ہے، اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ سب میرا کمال ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت سے خارج نہیں، اس کا وبال اس پر یہ پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کو معطل کر دیں گے اور تمام نعمتوں سے اسے محروم کر دیں گے کہ اس نالائق کو تو بنایا تھا اپنے خزانے کا خازن اور یہ اسے اپنا سمجھ رہا ہے کتنا بڑا خائن ہے؟ پھر دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور آخرت میں بھی۔

جن دعاؤں کا میرا معمول ہے ان میں ان تینوں مثالوں کی مناسبت سے بھی ایک دعاء ہے۔

> ’’یا اللہ! چو ہے، چور اور امانت میں خیانت سے حفاظت فرما، ہر وقت تیری طرف ہی توجہ رہے اور تیری دستگیری پر نظر رہے۔‘‘

اخلاص وقبول کی دوسری علامت

کثرتِ دعاء واستغفار:

انفرادی عبادات اور دینی خدمات کے قبول ہونے کی دوسری علامت یہ ہے کہ ہمیشہ دعاء:

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ

کا معمول رہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ نیکی کی توفیق ہو جانا اور گناہوں کا چھوٹ جانا اپنی ذات میں ہو یا دوسروں میں نیکی کی تلقین اور گناہ چھڑانے کی کوشش کرنا اور اس کوشش میں کامیابی حاصل ہونا، لوگوں کا نیکی کی طرف آنا، گناہوں کا چھوڑنا، یا اللہ! یہ سب تیری دستگیری سے ہے، دوسروں سے گناہ چھڑانا تو دُور کی بات خود کو گناہوں سے

محفوظ رکھنا بلکہ ان سے بچنے کا دل میں خیال آ جانا، آخرت کی فکر کا پیدا ہو جانا تیری دستگیری نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ كَنْزٌ مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ (مشکوٰۃ شریف)

"**لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ** جنت کے خزانوں میں سے ایک بہت بڑا خزانہ ہے۔"

تین سیکنڈ میں یہ جملہ ادا ہو جاتا ہے۔ اتنے مختصر جملہ میں اتنا بڑا خزانہ کیوں ملتا ہے؟ اس لیے کہ اس سے نفس و شیطان پر آرے چلتے ہیں، نفس و شیطان جو تمام نیکیوں کو برباد کرنے والے ہیں، اول تو ویسے ہی نیکی کی طرف آنے نہیں دیتے، ہر وقت گناہوں میں مست رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر کوئی گناہوں سے بچ گیا اور نیکی کی طرف مائل ہوا تو اب اس کی نیکیوں کو برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے دل میں کبر و عجب کے خیالات ڈالیں گے کہ ہم تو بڑے نیک ہیں، بہت پارسا ہیں۔

الغرض سوچتے رہنا چاہیے کہ نیکی کی توفیق اور دوسروں کو تبلیغ کی توفیق، پھر اس تبلیغ میں اثر کا پیدا ہونا، لوگوں کا دین دار بننا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہو رہا ہے، وہ چاہیں گے تو ہماری تبلیغ میں اثر ہوگا، نہیں چاہیں گے تو نہیں ہوگا۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی حقیقت پرکھنے کا تھرمامیٹر:

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ سے جو مقصد ہے اور اس میں جس بات کی تعلیم دی گئی ہے اگر دیکھا جائے تو لاکھوں انسانوں میں شاید ہی کسی پر اس تعلیم کا اثر ہوا ہو۔ یوں تو دنیا کے تمام انسانوں، مسلمان، کافر سب کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا میں اس کے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں مالی اور جسمانی نعمتیں ہوں یا اپنے اپنے عقیدے کے مطابق دینی نعمتیں، سب کچھ اللہ تعالیٰ کا عطاء کردہ ہے۔ بڑے سے بڑے متکبر اور پندار والے سے بھی اگر

پوچھا جائے:

''تمہارا یہ منصب، مال، صحت اولاد وغیرہ کس کی طرف سے ہیں۔''

تو وہ بھی یہی کہے گا:

''سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔''

البتہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے وجود ہی کا منکر ہو تو وہ یہ کہے گا کہ یہ سب میرا کمایا ہوا ہے، جیسے قارون اللہ تعالیٰ کا منکر تھا، اس نے کہہ دیا تھا کہ یہ مال و دولت سب کچھ میرا کمایا ہوا ہے کوئی دوسرا دینے والا نہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے مال و دولت کے ساتھ اسے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ قارون نے تو زبان سے کہا تھا کہ یہ سب کچھ میرا ہے، اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ دین کی یہ تمام نعمتیں میرا ہی کمال ہے تو قارون سے مشابہت تو ہو ہی گئی، اصل مرض تو دل کا ہے، قارون کی زبان سے بھی ظاہر ہو گیا، ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں اسی جیسا حشر نہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اس سے تمام نعمتیں سلب کر لیں۔

غرضیکہ عقیدہ تو مسلم کافر سب کا یہی ہے کہ جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے، زبان سے بھی سب یہی کہتے ہیں مگر **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِـاللّٰہِ** کی حقیقت بھی کسی کے دل میں ہے یا نہیں، اسے معلوم کرنے کا ایک تھرما میٹر ہے، اس کی کسوٹی اور معیار ہے:

> ''کسی کے متوجہ کیے بغیر دل میں بار بار یہ خیال آتا رہے کہ میرے پاس دین کی جتنی بھی نعمتیں ہیں ان میں سے خدانخواستہ میری کوئی بات یا عمل اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو، یا اپنے کمال پر نظر چلی جائے پھر اس کا وبال یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ وہ تمام نعمتیں مجھ سے سلب کر لیں، یہ خیال ہر وقت دل و دماغ پر مسلط رہے، خصوصاً جب کسی نیک عمل کی توفیق ہو جائے، برائی سے بچنے کی توفیق ہو جائے، دوسروں کو تبلیغ کی توفیق ہو جائے اور اس تبلیغ پر اثر بھی مرتب

ہو رہا ہو۔"

اگر کسی کے دل کی حالت و کیفیت اس تھرمامیٹر کے مطابق ہے تو **لَا حَـــوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ** کی حقیقت دل میں اُتری ہوئی ہے، اگر نہیں تو دل کو اس کے مطابق بنانے کی کوشش کرنا چاہیے، ساتھ ساتھ دل کو عجب و کبر سے بچانے کے لیے یہ دعاء بھی کرتے رہنا چاہیے:

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ وَلَاتَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ،

"اے وہ ذات جو زندہ ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والی ہے، بھٹکنے اور گرنے والوں کو سنبھالنے والی ہے، تیری بارگاہ میں درخواست پیش کرتا ہوں کہ میرے تمام حالات کی اصلاح فرما (عقیدہ بھی صحیح ہو، عمل بھی صحیح ہو اور کبھی دل میں یہ خیال بھی نہ آنے پائے کہ اس میں میرا کوئی کمال ہے) اور آنکھ جھپکنے کی دیر کے لیے بھی مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کر۔"

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ (١٢-٥٣)

"نفس برائی کا بہت زیادہ حکم دینے والا ہے، مگر وہ جس پر اللہ رحم کرے۔"

اگر اللہ تعالیٰ کی دستگیری شامل حال نہ ہو تو نفس و شیطان انسان کو تباہ و برباد کردیں۔

کبھی **وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ** کی دعاء ہو،

کبھی **اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ عَلٰی طَاعَتِکَ** کی دعاء ہوتی رہے،

کبھی **لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ** کی دعاء ہو۔

بس ہر وقت ڈر لگا رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مالک کی دستگیری سے نظر ہٹی اور اپنے کمال پر نظر گئی تو اللہ تعالیٰ تمام نعمتیں سلب نہ فرمالیں۔

ایمان کی علامت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَاخَافَهٗ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَآ اٰمِنَهٗ اِلَّا مُنَافِقٌ (بخاری)

اللہ تعالیٰ سے صرف مومن ہی ڈرتا ہے یعنی اسے ہر وقت یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ میرا یہ علم و عمل اور یہ کمالات سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں، ذرا سی ان کی نظر کرم ہٹی اور تباہ و برباد ہوئے۔

اور منافق کے دل میں کبھی یہ خطرہ نہیں آتا وہ ہمیشہ مطمئن رہتا ہے۔

اپنا جائزہ لیں کہ اگر دل مطمئن رہتا ہے اور کبھی خطرہ نہیں آتا، ہر وقت یہ خوشی رہتی ہے کہ ہم اتنے نیک بن گئے، دوسروں کو بھی تبلیغ کر رہے ہیں، اتنے لوگوں کو دین دار بنا دیا، ہمارا یہ کمال اور وہ کمال، بس اسی میں ہر وقت مست ہیں تو یہ علامت نفاق ہے، ڈرنا چاہیے۔

ڈرتا بھی رہے اور اُمید بھی رکھے، خوش بھی رہے، خوشی کس پر؟ اس پر نہیں کہ میں کام کر رہا ہوں بلکہ اس پر کہ میرا مالک مجھ سے کام لے رہا ہے، لیکن صرف زبان اور عقیدے تک یہ خیال کافی نہیں، بلکہ یہ خیال دل میں اُتر جائے، دل اس سے رنگ جائے، بار بار یہی خیال آتا رہے کہ میرا مالک مجھ سے کام لے رہا ہے۔

جب اس خیال سے خوشی ہوگی تو لازماً ساتھ ساتھ خوف بھی ہوگا کہ جو مالک مجھ سے کام لے رہا ہے کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے۔ جیسے کوئی شخص سرکاری عہدہ پر ہو تو خوشی بھی ہوگی کہ حکومت کا آدمی ہوں اور خوف بھی کہ کہیں حکومت کو میری کوئی بات ناپسند ہو جس کی وجہ سے میں نکال دیا جاؤں، غرضیکہ خوشی بھی ہو اور خوف بھی دونوں چیزیں ساتھ ساتھ رہیں۔

غافل مرو کہ مرکبِ مردانِ مرد را
درسنگلاخ بادیہ پیہا بریدہ اند

نومید ہم مباش کہ رندانِ بادہ نوش
ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

”غافل مت چلو، اس لیے کہ کئی مشہور شہسوار راستے ہی میں رہ گئے ہیں اور ناامید بھی نہ ہو اس لیے کہ کئی شراب خور رند اچانک ہی منزل مقصود کو پہنچ گئے ہیں۔“

حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ:

اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں:

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ بِهٖ عَلَیْنَا وَکِیْلًا ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ کَانَ عَلَیْکَ کَبِیْرًا ۝ (۱۷:۸۶، ۸۷)

اگر ہم چاہیں تو آپ کے تمام علوم ختم کر دیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پوری دنیا کے علوم سے زیادہ ہے، اس کے باوجود تنبیہ کی جا رہی ہے کہ یہ سب کچھ میرے ہی قبضۂ قدرت میں ہے جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے یہ میری رحمت ہے اور میرا کرم ہے۔

پھر ایک بار اللہ تعالیٰ نے اس کا تجربہ بھی کر کے دکھا دیا، ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام کسی اجنبی شخص کی صورت میں تشریف لائے اور اسلام کے عقائد و اعمال کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کیے، اس سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تعلیم دلانا مقصود تھا، چونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے سے ڈرتے تھے کہ کہیں کوئی بیکار سوال نہ کر ڈالیں، خصوصاً جب قرآن کریم میں اس کی ممانعت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور زیادہ ڈرنے لگے، اسی لیے حضرت جبریل علیہ السلام نے سوالات کیے اور حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے جوابات دیے جس سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فائدہ ہوگیا۔

اس وقت ابتداء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو پہچانا نہیں، جب وہ تشریف لے گئے تو حاضرین سے فرمایا کہ انہیں تلاش کریں، جب وہ نہیں ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبریل علیہ السلام تھے۔

تیئیس سال تک جن کے ساتھ دوستی رہی آخر عمر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پہچان نہیں سکے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اپنی قدرت کا اظہار تھا کہ سب کچھ ہمارے قبضہ میں ہے، ہم جب چاہیں اسے واپس لے لیں، یہ تنبیہ تو تھی علم کے بارے میں عمل کے بارے میں فرمایا:

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰکَ لَقَدْ کِدْتَّ تَرْکَنُ اِلَیْهِمْ شَیْئًا قَلِیْلًاo (۱۷:۷۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہماری دستگیری ہے، ہم نے حق پر مضبوطی عطاء کی ہے، یہ سب کچھ ہماری رحمت سے ہے، ہم نے تھام رکھا ہے، اگر ہم آپ کو نہیں تھامے ہوتے تو آپ پورے نہیں تو کچھ نہ کچھ ضرور ان کفار کی طرف مائل ہو جاتے۔

یا اللہ! ہمیں بھی حق پر اس طرح جمائے رکھ کہ برا ماحول، برا معاشرہ، نفس و شیطان بال برابر بھی ہٹا نہ سکیں، ہمارے دلوں کو ایسے مضبوط بنا دے، اپنے دین، اپنی محبت اور فکر آخرت پر ہمارے دلوں کو تھام لے، ان میں ذرہ برابر بھی لچک پیدا نہ ہو، غیر کا تعلق اور محبت غالب نہ آنے پائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ فرمایا:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ وَرَحْمَتُہٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ یُّضِلُّوْکَ ط (۴:۱۱۳)

”اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا فضل و کرم نہ ہو تو کفار کی ایک ایسی جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہر وقت اس فکر میں لگی ہوئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راہِ حق سے ہٹا دے۔“

یہ ہماری دستگیری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حملوں سے محفوظ ہیں اور حق پر قائم ہیں۔

یہ تینوں آیتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہیں، دوسروں کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے کہ ذرا سا عجب و کبر دل میں پیدا ہوا اور سب کیا کرایا گیا، جب سیّد دو عالم محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے تو کسی دوسرے کی کیا مجال۔

گناہ چھوڑنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل:

عام مؤمنین کے بارے میں فرمایا:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ (۲۴:۲۱)

’’اگر تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہو تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی گناہوں سے پاک نہیں ہو سکتا لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گناہوں سے پاک کر دیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ گناہ چھڑانے کو پاک کرنا فرما رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو گناہوں سے پاک کر دیں۔

معلوم ہوا کہ گناہ چھوڑنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دستگیری اسی وقت ہوتی ہے جب ان پر نظر رہے۔ کوشش، ہمت، گناہ چھوڑنے کی تدابیر اور علاج، یہ سب اپنی طرف سے ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لیکن نظر اپنے کمال پر نہ رہے بلکہ اللہ تعالیٰ پر رہے کہ ان اسباب میں اثر ڈالنا ان کے اختیار میں ہے، ان کی مدد و دستگیری ہوگی تو گناہ چھوٹیں گے ان کی دستگیری کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا قول نقل فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا

اللہُ (۷:۴۳)

''اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے ہمیں اس مقام تک پہنچایا، اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ فرماتے تو ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی۔''

غزوۂ خندق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ خود بھی خندق کھود رہے تھے آپ کا شکم مبارک مٹی سے لت پت ہو رہا تھا اور آپ اپنے مولیٰ سے یوں عجز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے:

وَاللہِ لَوْلَا اللہُ مَا اھْتَدَیْنَا، وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا،

''اللہ کی قسم! اگر اللہ کی دستگیری نہ ہوتی تو ہم دین کا کوئی کام نہ کر پاتے۔''

جہاد جیسی عبادت اور خندق کھودنے کی بہت سخت محنت، اس کے باوجود اپنے عمل پر ناز کی بجائے نیاز ہی نیاز۔

نیکی کرنے کے بعد بھی ڈرتے رہنا چاہیے:

حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام بیت اللہ کی تعمیر فرما رہے ہیں، تعمیر بھی ایسی کہ صرف مال نہیں بلکہ اپنی جان بھی اس میں لگا رہے ہیں، گارا خود بناتے، اینٹیں خود اُٹھا کر لاتے اور لگاتے۔

پھر تعمیر بھی اپنی طرف سے نہیں، بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ کے حکم سے کر رہے ہیں، لیکن دل کا حال یہ ہے کہ ہر وقت ڈر لگا ہوا ہے کہ معلوم نہیں ہمارا یہ عمل قبول بھی ہے یا نہیں، اس لیے ہر وقت یہ دُعاء جاری ہے:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا، اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ o (۲:۱۲۷)

''اے ہمارے رب! ہماری کوششوں کو قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا ہے جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ معاملہ دیکھیے کہ وحی کے ذریعہ یہ نہیں فرمادیا کہ

ہاں مطمئن رہو ہم نے قبول کرلیا، وہ تو اپنے بندہ کو اسی حال میں دیکھنا چاہتے ہیں کہ ڈرتا رہے اور توبہ کرتا رہے۔

مگر آج کے شیطان یا نام کے مسلمان جنہیں لوگ بزرگ اور صوفی سمجھتے ہیں وہ کیا کہتے ہیں:

’’کرتے رہو اور ڈرتے رہو، کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔‘‘

گناہ کرتے کرتے لوگوں کی عقلیں مسخ ہوگئیں ہیں، اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جو ڈرے گا وہ گناہ کرے گا کیسے؟

ایک مثال سے سمجھ لیجیے، کسی سے سانپ کے بل میں انگلی ڈالنے کے لیے کہا جائے تو کیا کوئی ایسی ہمت کرے گا؟ اگرچہ انگلی ڈالنے سے نقصان پہنچنے کا یقین نہیں اس لیے کہ وہاں دوسرے بھی کئی احتمالات ہیں، مثلاً:

① شاید وہ بل سانپ کا نہ ہو، کسی اور جانور کا ہو۔

② اگر سانپ ہی کا ہو تو کیا ضروری ہے کہ سانپ اندر ہی ہو، شاید کہیں باہر گیا ہوا ہو۔

③ اگر اندر ہی ہو تو ضروری نہیں کہ ڈسنے کے لیے تیار بیٹھا ہو، ممکن ہے کہ سو رہا ہو۔

④ اگر جاگ بھی رہا تو کیا ضروری ہے کہ ضرور ڈسے گا۔

⑤ اگر ڈس بھی لے تو ضروری نہیں کہ اس کے ڈسنے سے کوئی مر جائے۔ کبھی کبھی اس کا زہر اُلٹا اثر بھی کر جاتا ہے اور صحت کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے۔

اتنے سارے احتمالات کے باوجود کوئی شخص سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہیں کرتا، اس لیے کہ اس کے دل میں ڈر اور خوف موجود ہے، اسی طرح جب کوئی شخص جہنم کے عذاب سے ڈرے گا اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا تو وہ گناہ کیسے کرے گا؟

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے حالات:

’’کرتے رہو اور ڈرتے رہو‘‘ کا مطلب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

پوچھے، جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝
(۲۳:۲)

’’اور جو لوگ عمل کرتے ہیں جو کچھ کرتے ہیں اور ان کے دل اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں ایک سوال پیدا فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت نہ ہوتی وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں یہ سوال پیدا نہ فرماتے، تو آج کل کے صوفیوں کو ایک دلیل ہاتھ لگ جاتی، وہ یہی کہتے رہتے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

’’کیا اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جو گناہ کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں؟‘‘

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’نہیں! اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو نیک اعمال کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں۔‘‘

نماز، روزہ، صدقات و خیرات کرتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں کہ معلوم نہیں ہمارے اعمال اور ہماری نیکیاں قبول بھی ہیں یا نہیں ؎

نیکیاں یارب مری بدکاریوں سے بد ہوئیں
وہ بھی رسوا کن ترے دربار میں بے حد ہوئیں

فرمایا:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ (۱۱۰:۳)

’’اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے رہو اور کثرت ذکر کے ساتھ استغفار بھی کرتے رہو۔‘‘

ذکراللہ کے ساتھ استغفار کی تلقین کی جارہی ہے کہ معلوم نہیں ہماری یہ تسبیح قبول بھی ہے یا نہیں، کہیں اجر وثواب کی بجائے اس پر گرفت نہ ہو جائے۔ قبول اور اجر کے لائق تو نہیں مگر یا اللہ! تیرا کرم بڑا وسیع ہے، اس کرم کے صدقے سے تجھ سے دعاء کرتے ہیں کہ یا اللہ! قبول فرما، لیکن آج کا صوفی یہ کہتا ہے کہ گناہ کے بعد بھی استغفار نہیں، کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔

اور فرمایا:

كَانُوْا قَلِيْلاً مِّنَ الَّيْلِ مَايَهْجَعُوْنَ ٥ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ٥

(۵۱:۱۷، ۱۸)

اللہ کے بندے راتوں میں بہت کم سوتے ہیں، اول **قلیلا** میں قلت، پھر تنوین میں قلت، **من** میں قلت، **ما** میں قلت، چار تاکیدوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہمارے بندے راتوں کو بہت کم سوتے ہیں، ساری رات عبادت میں گزار دیتے ہیں لیکن جب صبح ہونے لگتی ہے تو اپنی عبادت پر ناز نہیں کرتے کہ ہم نے ساری رات اللہ کی یاد میں گزاری بلکہ ڈرتے رہتے ہیں کہ معلوم نہیں ہماری عبادت قبول بھی ہے یا نہیں؟

اور فرمایا:

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ٥ (۳:۱۷)

ایسے ایسے اوصاف میں اس قدر کمال اور اتنا بلند مقام رکھنے کے باوجود آخر شب میں استغفار کرتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کی زندگیاں گزرتی ہیں۔ اپنی نیکیوں پر بھی استغفار کرتے رہتے ہیں۔ ہر وقت ڈر لگا رہتا ہے کہ قبول ہوئیں یا نہیں ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھیے کہ ہر طرف سے دستگیری کرتے ہیں کہ اگر ناز اور عجب پیدا ہونے لگے

تو تنبیہ فرمادی کہ تمہارا کوئی کمال نہیں سب کچھ ہمارے قبضۂ قدرت میں ہے اور اگر بہت زیادہ خوف اور مایوسی پیدا ہونے لگے تو یوں تسلی دیتے ہیں:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط (۵۷:۱۷)

اللہ تعالیٰ بارش کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کر دیتے ہیں اور اس میں پھل پھول پیدا فرمادیتے ہیں تو اس کی قدرت پر یہ کیا مشکل ہے کہ اپنی رحمت کی بارش سے تمہارے مردہ دلوں کو زندہ کر دے اور ان میں اپنی محبت واطاعت کے باغ لگا دے۔

یوں سوچا کریں کہ جس کریم نے عمل کی ظاہری صورت اور قالب کی توفیق عطاء فرمائی ہے وہی اس کے قبول کرنے والے بھی ہیں اگر قبول کرنا مقصود نہ ہوتا تو عمل کی ظاہری صورت کی توفیق کیوں عطاء فرماتے؟

یوں دعاء کیا کریں:

> ”یا اللہ! تو نے جو عمل کی ظاہری صورت عطاء کی ہے ہم تیرے اس کرم کا واسطہ دے کر تجھ سے یہ دعاء کرتے ہیں کہ اس میں اپنے فضل سے روح بھی عطاء فرما، اسے قبول فرما“

جب مقام قرب زیادہ بلند ہوتا ہے تو کبھی خوف کی حالت غالب آجاتی ہے۔ ایک بزرگ پر یہ کیفیت غالب آگئی اور وہ بہت پریشان ہوئے تو جواب ملا ؎

گفت ایں اللہ تو لبیک ماست
ایں فغان و آہ وزاری پیکِ ماست

فرمایا:

> ”تمہیں جو ہمارا نام لینے کی توفیق ہوجاتی ہے یہی ہماری طرف سے قبولیت کا پیغام ہے۔“

ایک بار ”اللہ“ کہنے کے بعد دوسری بار ”اللہ“ کہنے کی توفیق ہوجانا، ایک بار نماز

پڑھنے کے بعد دوسری بار نماز کی توفیق ہو جانا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت کی علامت ہے، اسی لیے تو دوسری بار اپنا نام لینے کی اور اپنے دربار میں حاضری کی توفیق دیدی ع

ایں فغان و آہ و زاری پیکِ ماست

اگر ہماری محبت اور خوف سے رونا آتا ہے، گڑگڑاتے ہو، چیختے ہو، چلاتے ہو تو یہ اس بات کا پیغام ہے کہ تم ہمارے دربار میں حاضر ہو، بس اب مطمئن رہو، زیادہ مت ڈرا کرو، اُمید بھی رہے اور خوف بھی۔

اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ

”ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔“

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا حال بیان فرماتے ہیں:

وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ (۵۷:۱۷)

”اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اُمیدوار اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں۔“

دوسری جگہ فرمایا:

تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (۱۶:۳۲)

”ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔“

استغفار کی حقیقت:

غرضیکہ اہل اللہ کو اپنی عبادت پر ناز نہیں ہوتا بلکہ وہ عبادتوں کے ساتھ ساتھ کثرت سے استغفار بھی کرتے رہتے ہیں، بہت سے لوگ استغفار کو صرف وظیفہ کے طور پر پڑھتے ہیں، کسی نے روزانہ سو بار پڑھنے کا معمول بنا رکھا ہے، کسی نے صبح و شام پڑھنے کا

معمول بنا رکھا ہے، لیکن صرف پڑھنے سے کام نہیں چلے گا جب تک استغفار کی حقیقت دل میں نہیں اُتاریں گے، استغفار کی حقیقت یہ ہے کہ آپ واقعۃً اپنے آپ کو گناہ گار سمجھ کر دل میں ندامت طاری کر کے یوں کہیں:

> ''یا اللہ! میں اقراری مجرم ہوں، اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، یا اللہ! تو مجھے معاف کر دے، آیندہ کے لیے گناہوں سے میری حفاظت فرما، یا اللہ! میں بہت عاجز ہوں، نفس و شیطان، برا ماحول اور برا معاشرہ غالب ہے، ان کے مقابلے میں تو میری مدد فرما، دستگیری فرما، تیری مدد ہو تو مجھ پر کسی کا کوئی زور نہیں چل سکتا۔''

اس استغفار اور دعاء کا معمول بنالیں، یہ بہت ہی اکسیر نسخہ ہے اس کی قدر کریں، اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائیں۔

اہل اللہ کا خوفِ آخرت:

اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝

(۳۷:۲۴)

اللہ تعالیٰ کے بندے وہ ہوتے ہیں جنہیں دُنیا کا بڑے سے بڑا نفع بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں رکھ سکتا، ہر کام پر اللہ تعالیٰ کی یاد مقدم رہتی ہے، اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہر وقت اللہ، اللہ کرتے رہتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ان سے نہیں ہو پاتی۔

اللہ تعالیٰ کی یاد ان کی زبان کے علاوہ ان کے دلوں میں بھی اتنی رچ بس جاتی ہے کہ اگر کبھی بڑی سے بڑی منفعت بھی ان کے سامنے آجائے تو وہ بھی انہیں اللہ تعالیٰ کی

اطاعت اور فرمانبرداری سے غافل نہیں کر سکتی، وہ اللہ تعالیٰ کے تعلق کو بھول نہیں جاتے، انہیں ہر وقت یہ خیال لگا رہتا ہے:

> ''میرا مالک مجھے دیکھ رہا ہے، ہر وقت یہ فکر لگی رہتی ہے کہ میرا مالک کہیں مجھ سے ناراض نہ ہو جائے، میں ساری دُنیا کو تو ٹھکرا سکتا ہوں لیکن اپنے مالک کو ناراض نہیں کر سکتا۔''

لیکن اتنا اونچا مقام ہوتے ہوئے بھی ان کے دل میں عجب و کبر پیدا نہیں ہوتا کہ ہم اتنے بڑے ہیں بلکہ عاجزی وانکساری کی یہ کیفیت ہوتی ہے،

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ o

قیامت کے خوف سے ان کے دل دہل رہے ہوتے ہیں کہ اس دن کی ہولناکیوں سے دل اُلٹ پلٹ جائیں گے، شدتِ خوف سے قیامت کا نقشہ ان کے سامنے رہتا ہے۔

ایک شبہہ کا ازالہ:

کسی کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعاء کی تلقین فرمائی ہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَحْسَنُوْا اسْتَبْشَرُوْا وَاِذَآ اَسَآءُوْا اسْتَغْفَرُوْا،

> ''یا اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنادے کہ جب ان سے کوئی اچھا کام ہو جائے تو خوش ہوتے ہیں اور اگر کوئی برا کام ہو جائے تو فوراً استغفار کر لیتے ہیں۔''

اس دعاء میں تو یہ ہے کہ نیک کام سے خوش ہونا چاہیے حالانکہ اس سے پہلے جو آیات بتائی ہیں ان میں یہ تھا کہ اللہ کے نیک بندے نیک کام کرنے کے بعد خوش نہیں

ہوتے بلکہ ڈرتے رہتے ہیں کہ معلوم نہیں ہماری عبادات قبول بھی ہیں یا نہیں۔

اس اشکال کا جواب ماقبل کی تفصیل میں بتا چکا ہوں کہ دل میں دونوں حالتیں پیدا ہونی چاہئیں، خوشی بھی اور خوف وندامت بھی، جیسے کسی عورت کو بچہ پیدا ہونے والا ہوتا ہے تو وہ عین موقع پر ڈر رہی ہوتی ہے کہ معلوم نہیں کیا حالت ہوگی، کہیں مر نہ جاؤں، اور خوش بھی ہوتی ہے کہ کیا گوہر ملنے والا ہے، جسے بچہ پیدا ہونے کی خوشی ہے اسے خوشی کے ساتھ خوف بھی لگا ہوا ہے، اسی طرح جسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو جائے ان کی محبت دل میں پیدا ہو جائے، نیک اعمال کی توفیق مل جائے، گناہ چھوٹنے لگ جائیں، ایسی حالت میں اس کا دل خوشی سے بھرا رہے گا مگر ساتھ ہی یہ خیال بھی لگا رہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی نعمت سے نوازا ہے، یہ محض انہی کی عطاء اور انہی کا کرم ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سے کوئی غلطی ہو جائے، میری کسی حالت پر وہ ناراض ہو جائیں اور یہ ساری نعمتیں چھن جائیں تو پھر کیا بنے گا، اس لیے وہ ڈرتا رہتا ہے، اس طرح دونوں کیفیتیں دل میں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

اس حالت کو یوں بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ اہل اللہ عبادت کی ظاہری صورت پر خوش ہوتے ہیں کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان سے عبادت کی ظاہری صورت بھی نہیں بن پاتی، مگر جب وہ یہ سوچتے ہیں کہ ان کی عبادت میں روح بھی ہے یا نہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو ہے ہی نہیں، اس پر وہ روتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں، استغفار کرتے ہیں۔

ایک دوسری تعبیر یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ عبادت کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی، یہ ان کا انعام ہے، ان کا کرم ہے، پھر یہ سوچتے ہیں کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کا یہ کرم اور دوسری طرف یہ حالت کہ میں نے اسے صحیح طریقہ پر ادا نہیں کیا، عبادت کا حق ادا نہ ہوا، میں بہت ناقص ہوں، عبادت کی کمیت ہی نہیں بن پا رہی کیفیت تو کیا ہوگی، اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہوتی ہے تو خوشی ہوتی ہے اور اپنی حالت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں

تو ندامت ہوتی ہے، اس پر استغفار کرتے ہیں۔

عبادت کے قبول ہونے کی میں نے یہ جو علامت بتائی ہے کہ انسان کرتا بھی رہے اور ڈرتا بھی رہے، یہ علامت اور معیار عام ہے خواہ کوئی متعدی خدمت انجام دے رہا ہو یا نجی عبادت میں مشغول ہو دونوں صورتوں میں یہ حالت رہنی چاہیے۔

اخلاص وقبول کی تیسری علامت

لوگوں میں تبلیغ کرنے کی بجائے خلوت میں زیادہ دل لگنا:

جو شخص دوسروں تک دین پہنچا رہا ہو اگر اس کی طبیعت اور اصل مذاق یہ ہو کہ خلوت میں اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے دل بے چین رہتا ہو، نہ کسی سے ملنے کو دل چاہتا ہو نہ کسی سے بات کرنے کو گویا یہ حال بنا ہوا ہو ؎

مجھے دوست چھوڑ دیں سب کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی مجھے کل جہاں نہ پوچھے
شب وروز میں ہوں مجذوب اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

لوگوں کو تبلیغ کرنے میں طبیعت پر بہت بوجھ پڑتا ہو مگر مالک کے حکم کی تعمیل میں مجبوراً تبلیغ کر رہا ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کی تبلیغ اور دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہیں۔

اور اگر خلوت میں بیٹھنے سے دل گھبراتا ہو، ہر وقت لوگوں میں تبلیغ اور بیان کرنے کا شوق چڑھا رہتا ہو تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کی دینی خدمات قبول نہیں، اس لیے کہ وہ یہ خدمات اللہ کے لیے نہیں کر رہا، اللہ کے قانون کی خلاف ورزی کر کے اپنے نفس کے لیے کر رہا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اور اصل مذاق یہ تھا:

حُبب الیه الخلاء

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے خلوت کو محبوب بنادیا تھا۔''

تبلیغ کے لیے لوگوں میں بیٹھنا آپ کو طبعاً بہت گراں تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا:

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ (۱۸:۲۸)

’’اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجیے جو صبح وشام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لیے کرتے ہیں۔‘‘

یعنی ہم جانتے ہیں کہ لوگوں میں بیٹھنا آپ پر گراں ہے، اس لیے آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ تبلیغ کی خاطر اپنی طبیعت پر جبر کر کے لوگوں کے ساتھ بیٹھا کریں۔

دل تو ہر وقت بلا واسطہ محبوب کے دیدار کے لیے بے چین ہے مگر اس کا حکم ہے کہ دوسروں تک میری باتیں پہنچاؤ، اس لیے محبوب کے حکم کی تعمیل میں اپنی خواہش کو فنا کر دیتے ہیں ؎

ارید وصالہ ویرید هجری
فاترک ما ارید لما یرید

’’میں تو محبوب کا وصال چاہتا ہوں اور محبوب میرا فراق چاہتا ہے پس میں اپنی خواہش کو محبوب کی خواہش پر قربان کرتا ہوں۔‘‘ ؎

نہ دیکھا جائے گا خونِ تمنا اپنی آنکھوں سے
مگر تیرے لیے جانِ تمنا یہ بھی دیکھیں گے

اخلاص وقبول کی چوتھی علامت

دینی خدمات قوانین شریعت کے مطابق ہوں:

دنیا میں انسان جو کام بھی کرتا ہے خواہ دنیا کا کام ہو یا دین کا، اللہ تعالیٰ کی جو

عبادت بھی کرتا ہے اور شریعت کے جس حکم کی بھی تعمیل کرتا ہے ان سب کاموں، عبادتوں اور احکام کو بجالانے کے کچھ قوانین مقرر ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان قوانین کا پابند بنایا ہے، اس کی مرضی اور طبیعت کے حوالہ نہیں کر دیا ہے کہ جس طرح دل میں آئے اسی طرح کرو، فرمایا:

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی ۝ (۳۶:۷۵)

’’کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اسے یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔‘‘

ہر کام کرتے وقت انسان یہ سوچتا رہے کہ میں قانون کا بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین سے سرمو برابر بھی میں ادھر ادھر نہیں جا سکتا، اگر ان قوانین کے مطابق کام کیا تو اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگی، ان کی رضا حاصل ہوگی، مقصد میں کامیابی حاصل ہوگی، اور اگر بالفرض قانون پر چلنے سے کام نہیں بنا بلکہ بگڑ گیا، ہوا ہی نہیں تو پھر بھی میں کامیاب ہوں، اس لیے کہ میری کامیابی اسی میں ہے کہ مالک کے قوانین کے خلاف نہ کروں، اگر قوانین کے خلاف کر کے میں نے ساری دنیا بھی فتح کرلی تو آخرت میں جہنم میں پھینکا جاؤں گا، وہاں یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ کام کتنا کیا؟ وہاں تو یہ پوچھا جائے گا کہ ہمارے قوانین کے مطابق کیا یا نہیں؟

لہٰذا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اگر وہ قوانین کی پابندی کرتے ہوئے دین کا کام کرتے ہیں تو ان کی دینی خدمات قبول ہیں اور اگر اپنے دل میں جو کچھ آیا اس کے مطابق کرلیا، قوانین کی رعایت نہیں کرتے، تو وہ اپنے نفس کے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندے نہیں، ان کی دینی خدمات اپنے نفس کے لیے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں، ان کی تبلیغ قبول نہیں، خواہ وہ تبلیغ اہل مدرسہ کی ہو، اہل سیاست کی ہو، اہل خانقاہ کی ہو یا جنہیں ’’تبلیغی‘‘ کہتے ہیں ان کی ہو، کسی کی بھی قبول نہیں، وہاں کسی کی رعایت نہیں سب کے لیے اللہ تعالیٰ کا ایک ہی قانون ہے۔

اب نمبر وار اللہ تعالیٰ کے قوانین بتاتا ہوں۔ جو لوگ دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں وہ انہیں سامنے رکھ کر اپنے حالات کا جائزہ لیتے رہیں اور سوچیں کہ ان کی دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے لیے ہو رہی ہیں یا اپنے نفس کے لیے۔

دینی کام کرنے والوں کے لیے شریعت کے قوانین

پہلا قانون، کسی بھی مصلحت سے چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی جائز نہیں:

پہلا قانون اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ تم ہمارے دین کی خدمت کرو لیکن دین کی خدمت کے لیے ہمارے قوانین میں کہیں بھی تمہیں ترمیم کرنے کی اجازت نہیں، ہم نے دین کو قیامت تک کے لیے مکمل کر دیا ہے، قیامت تک ہونے والے واقعات مصلحتیں، حکمتیں سب ہماری نظر میں ہیں۔

کہیں کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی مصلحت سے اللہ تعالیٰ کے قوانین میں کوئی تبدیلی کرے یا کسی مصلحت سے کسی قانون کو چھوڑ دے یا کوئی گناہ کرلے یا کسی کے ساتھ گناہ میں شریک ہو جائے، اس کی کوئی گنجائش نہیں، خواہ وہ مصلحت لوگوں کو دعوت و تبلیغ میں جوڑنے کی ہو، اہل سیاست کی سیاسی مصلحت ہو، اہل مدرسہ کے لیے مدرسہ کو باقی رکھنے کی مصلحت ہو، کسی بھی مصلحت سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جائز نہیں۔

اہل تبلیغ کا ایک غلط نظریہ:

بہت سے تبلیغ والے کہتے ہیں:

> ’’لوگوں کو دین کی طرف بلانے کے لیے مصلحت کی خاطر گناہ کرنا جائز ہے۔ مصلحت سے گناہوں کی مجلس میں شامل ہو جاؤ، بدعات میں شریک ہو جاؤ، بینک والوں کی دعوتیں قبول کرلو، ان کی گاڑیوں میں بیٹھ جاؤ، یہ سارے گناہ مصلحت کی خاطر جائز ہیں بلکہ ایسا کرنے میں ثواب ہے۔‘‘

کسی مصلحت کی خاطر گناہ کے جائز ہونے میں تین قسم کے نظریات ہو سکتے ہیں:

① کسی کا نظریہ یہ ہو سکتا ہے کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے سارے ہی گناہ جائز ہوں۔ کفر، شرک، بدعت، زنا، چوری، ڈکیتی، شراب پینا، خنزیر کھانا، ناحق

قتل کرنا، یہ سارے گناہ حلال ہو جائیں۔

میرے خیال میں یہ نظریہ کسی کا نہیں ہوسکتا، لیکن گناہوں کو حلال کرنے کی جو رَو چل رہی ہے اس سے خطرہ ضرور ہے کہ کہیں آیندہ لوگوں کا یہی نظریہ نہ بن جائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھیں، آمین۔

② دوسرا نظریہ یہ ہے کہ دین کی کسی بھی مصلحت کی خاطر چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی جائز نہیں۔

یہ وہ حقیقت ہے جو میں ہمیشہ بتاتا رہتا ہوں کہ کسی حال میں بھی کسی مصلحت سے بھی کوئی گناہ جائز نہیں ہوسکتا، دعوت کا وہ طریقہ ہی ناجائز ہے جس میں گناہوں کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جائے، وہ دعوت خود ہی گناہ ہے۔ (آگے یہ مضمون تفصیل سے آرہا ہے، مرتب)

③ تیسرا نظریہ یہ ہوسکتا ہے کہ مصلحت کی خاطر بعض گناہ تو جائز ہو جاتے ہیں اور بعض نہیں ہوتے۔

جن لوگوں کا یہ نظریہ ہے وہ یہ بتائیں کہ اس کا ان کے پاس کوئی معیار بھی ہے کہ کون سے گناہ جائز ہو جاتے ہیں اور کون سے ناجائز؟ بینک، انشورنس اور کسٹم جیسی حرام آمدنی والوں کے یہاں کھانے پینے کو تو ان لوگوں نے حلال کر دیا، تو زنا، شراب، خنزیر اور مردار وغیرہ کیوں حلال نہیں؟ بتائیے! ان میں اور اُن میں کوئی فرق ہے؟ یہ بھی حرام وہ بھی حرام، بلکہ سود کی حرمت تو دوسری حرام چیزوں سے زیادہ ہے، جس کے دین کی دعوت دے رہے ہیں ان کا ارشاد سُن لیجیے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سود کا ایک درہم چھتیس زنا سے بدتر ہے۔'' (مسند احمد)

دوسرا ارشاد:

''سود میں تہتر گناہ ہیں ان میں سے سب سے چھوٹا گناہ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے۔'' (حاکم علی شرط الشیخین)

تیسرا ارشاد:

’’مجھے شب معراج میں ایک ایسی قوم کے پاس لے جایا گیا جن کے پیٹ اتنے بڑے تھے جیسے کمرے، ان میں بڑے بڑے سانپ تھے جو ان کے پیٹ کے باہر سے نظر آ رہے تھے۔ میں نے کہا اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ لوگ سود کھانے والے ہیں۔‘‘ (مسند احمد)

مجالس بدعات، میلاد، قرآن خوانی، تیجہ، چالیسواں میں شرکت کو بھی جائز کرنا بدعت جتنا بڑا گناہ تو دنیا میں ہو ہی نہیں سکتا، اگر دین کی تبلیغ کی خاطر بدعات میں شامل ہونا جائز ہو گیا تو ہر بڑے سے بڑا گناہ جائز ہو گیا، پھر یہ تبلیغ دین کی نہ رہی گناہ کی تبلیغ ہو گئی۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑیں، مگر یہ خود ان لوگوں کے ساتھ جڑ رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کٹے ہوئے ہیں۔ یہ بھی سوچیں کہ آپ کے اس رویہ سے ان لوگوں پر آپ کی تبلیغ کا کیا اثر ہوگا؟ آپ خود ہی گناہ نہیں چھوڑ رہے تو وہ کیسے چھوڑیں گے؟

اہل تبلیغ سے تین باتیں:

ایسے تبلیغی لوگوں سے میں تین باتیں کہتا ہوں، ان پر خوب غور کریں ع

شاید کہ اُتر جائے کسی دل میں مری بات

وہ تین باتیں یہ ہیں:

① کیا تبلیغ کی غرض سے جوڑ پیدا کرنے کے لیے ہر قسم کے گناہ جائز ہیں؟ کفر، شرک، بدعت، زنا، شراب، جوا، سود، رشوت، بے پردگی، بے حیائی، تصویر اور ٹی وی کی لعنت، چوری، ڈکیتی وغیرہ ہر قسم کی بدمعاشی اور فحاشی، کیا بغرض تبلیغ یہ سب کچھ جائز ہو جاتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر کوئی معیار بتائیے کہ فلاں فلاں گناہ ناجائز ہیں اور باقی جائز۔

② آپ جب فساق و فجار کے ساتھ گناہوں میں شریک ہوتے ہیں تو آپ ان کو رحمٰن سے نہیں جوڑ رہے بلکہ خود ان کے ساتھ مل کر شیطان سے جڑ رہے ہیں، ان کو اپنے

ساتھ ملا کر جنت میں نہیں لے جا رہے بلکہ خود ان کے ساتھ مل کر جہنم میں جا رہے ہیں۔

③ جب آپ اپنی مقدس صورت لے کر لوگوں کے ساتھ گناہوں میں شامل ہوں گے تو آپ کے اس رویہ کی وجہ سے وہ لوگ دو خرابیوں میں سے ایک میں ضرور مبتلا ہوں گے:

۱ اوّلاً تو وہ یہ اثر لیں گے کہ جب دنیا بھر میں دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والے پارسا حضرات بھی ان بدعات، منکرات اور فواحش سے نہیں بچتے تو یہ ان چیزوں کے حلال و جائز ہونے کی دلیل ہے۔ پہلے تو وہ لوگ ان محرمات کو حرام سمجھتے ہوئے ان کا ارتکاب کرتے تھے، شاید کبھی توبہ و استغفار کی توفیق ہو جاتی ہو، کم از کم ندامت تو ہوتی ہی ہوگی، مگر آپ کے جوڑ کے بعد تو سب کچھ حلال ہی ہو گیا، ایسے حالات میں فواحش سے بچنے یا ندامت اور توبہ استغفار کی ضرورت ہی نہ رہی۔

۲ اگر انہوں نے محرمات کو حلال سمجھنے کا سبق آپ سے نہ بھی پڑھا تو کم از کم اتنا اثر تو لازماً لیں گے کہ محرمات وفواحش کو بہت خفیف اور بہت ہلکے سمجھنے لگیں گے، اور یہ عقیدہ رکھیں گے کہ انسان بڑے سے بڑے گناہوں کے ارتکاب کے باوجود بھی پورا دین دار اور کامل مسلمان بلکہ دین اسلام کا داعی بھی بن سکتا ہے۔

پھر وہ بھی جماعت میں داخل ہو جائیں گے، آپ تو پہلے ہی سے ان کو جوڑنے کی خاطر خوب گناہ کر رہے تھے، اب وہ بھی گناہوں سے تائب ہوئے بغیر آپ کے ساتھ مل گئے، بلکہ دوسروں کو جوڑنے کے لیے اور بھی زیادہ گناہ کریں گے، اس طرح تو تبلیغ دین کرنے والی یہ پوری جماعت فساق و فجار ہی کی بن کر رہ جائے گی۔

خدارا ذرا سوچیے کہ پھر یہ دین کی تبلیغ ہوگی یا فسق و فجور اور بدعات و منکرات کی؟

تبلیغ کی خاطر گناہوں میں شریک ہونے والوں کی مثال:

جو لوگ تبلیغ کی خاطر گناہوں میں شریک ہو جاتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سمندر میں ڈوب رہا ہو، اسے بچانے والا یا تو کوئی ماہر تیراک ہو یا اس کے پاس کوئی

کشتی ہو پھر تو وہ اسے ڈوبنے سے بچالے گا، ورنہ جو شخص اسے بچانے کی خاطر خود بھی اس کے ساتھ سمندر میں بہتا چلا جائے وہ اسے بچانے کی بجائے خود بھی ڈوبے گا، اسی طرح جو لوگ کسی کو گناہ میں مبتلا دیکھ کر اسے گناہ سے نکالنے کی بجائے خود بھی اس کے ساتھ گناہوں میں شریک ہوجاتے ہیں وہ اسے جہنم سے بچانے کی بجائے خود ہی جہنم میں گرے جارہے ہیں۔

ایک پیر صاحب کا واقعہ:

پنجاب سے ایک مشہور پیر صاحب کراچی آئے ہوئے تھے جو تبلیغ میں بھی بہت چلے لگاتے ہیں، جس مکان میں وہ ٹھہرے ہوئے تھے ان گھر والوں کے ساتھ ٹی وی دیکھتے ہوئے کسی نے انہیں دیکھ لیا، پوچھا آپ کو تو چاہیے کہ انہیں روکیں، آپ خود ہی ان کے ساتھ گناہ میں شریک ہیں؟ وہ پیر صاحب کہنے لگے:

''ہم اگر ان لوگوں کے ساتھ شریک نہ ہوں تو ان کی اصلاح کیسے ہوگی؟''

آج کے پیر گناہوں میں شریک ہونے کو لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بتارہے ہیں، دوسروں کو جہنم سے بچانے کی خاطر خود جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں۔

اہل مدارس کا غلط نظریہ:

اہل مدارس بھی بہت سے ناجائز اور حرام کام مصلحت کی خاطر کرلیتے ہیں، جب ان سے کہا جائے کہ یہ کام تو ناجائز ہے تو جواب میں کہتے ہیں کہ اس میں مدرسہ کی مصلحت ہے۔

مدارس تو اس لیے ہیں کہ دین کی حفاظت ہو، دین کے ایک مسئلہ کی خاطر ہزاروں مدارس بلکہ دنیا بھر کے مدارس قربان ہوجائیں، لیکن یہاں مدرسہ کی حفاظت اور مصلحت کی خاطر دین کو قربان کیا جارہا ہے، معلوم ہوا کہ اللہ کے لیے کام نہیں کررہے اپنی نفس پرستی اور تن پرستی کے لیے کام کررہے ہیں۔

جو لوگ اللہ کے لیے دین کا کام کرتے ہیں ان کے اعمال اور نظریے کیسے ہوتے ہیں؟

اللہ کے لیے کام کرنے والوں کے حالات:

دار العلوم دیوبند کا واقعہ ہے، قصبہ دیوبند میں ایک شخص صاحب ثروت اور بااثر رہا کرتا تھا لیکن وہ صالح اور نیک نہیں تھا، اس نے ایک بار یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ اسے دار العلوم کی مجلس شوریٰ کا رکن بنایا جائے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ اس وقت دار العلوم کے سرپرست تھے، وہ اسے رُکن بنانے پر آمادہ نہ ہوئے، مدرسہ کی شوریٰ کا رُکن تو صالح لوگوں کو بنایا جاتا ہے۔

حضرت تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

> ’’میں نے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں لکھا کہ حضرت میری یہ رائے ہے کہ اسے رُکن بنالیا جائے، اسے رُکن بنانے میں کوئی نقصان نہیں، اس لیے کہ فیصلہ تو کثرت رائے سے ہوگا اور اکثریت ہم لوگوں کی ہے، اور اسے رکن نہ بنانے میں دار العلوم کو سخت نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے کیونکہ یہ بہت شریر ہے مال و دولت والا بھی ہے اور اثر و رسوخ والا بھی، دار العلوم کو نقصان پہنچائے گا، اس لیے مصلحت اسی میں ہے کہ اسے رُکن بنالیا جائے۔‘‘

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کا جواب سنیے اور دلوں میں اتار لیجیے، اللہ کرے کہ دلوں میں اُتر جائے، بات سمجھ میں آجائے، فرمایا:

> ’’میں اسے ہرگز رکن نہیں بناؤں گا، اس لیے کہ اسے رُکن بنانے کی صورت میں جب اللہ تعالیٰ کے ہاں پیشی ہوگی، اگر اللہ تعالیٰ نے پوچھ لیا کہ نالائق کو رُکن کیوں بنایا؟ تو میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں، اور اگر میں نے اسے رُکن نہیں بنایا تو اوّلاً تو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون اور مرضی کے مطابق کام کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد ہوگی، دار العلوم کو ترقی ہوگی نقصان نہیں پہنچے گا، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو اسے کوئی نقصان پہنچائے!

اللہ کو ساتھ لینے والے کو کبھی دنیا کا کوئی فرد بلکہ پوری دنیا کے لوگ مل کر بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

اور اگر بالفرض کوئی نقصان پہنچا بھی تو زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ دارالعلوم بند ہو جائے گا۔

اسے رُکن نہ بنانے سے اگر دارالعلوم بند ہو گیا تو قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی اور سوال ہوگا کہ ایسا کیوں کیا؟ تو میں جواب میں یہ کہہ سکوں گا:
’یا اللہ! میں نے تیرے قانون کے مطابق کام کیا، غیر صالح کو رُکن نہیں بنایا، دارالعلوم میرا تو تھا نہیں تیرا ہی تھا، اس کا چلانا اور بند کرنا تیرے قبضۂ قدرت میں تھا، جب تو نے اسے نہیں چلایا تو ہم کون ہو سکتے ہیں چلانے والے؟‘‘‘

جو لوگ اللہ کے لیے دین کا کام کرتے ہیں، جن کے دلوں میں اخلاص، فکرِ آخرت اور حساب و کتاب کا خوف ہوتا ہے وہ دین کے چھوٹے سے چھوٹے مسئلہ کی حفاظت میں بڑی سے بڑی مصلحت کو قربان کر دیتے ہیں۔ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی استقامت کا یہ ثمرہ نکلا کہ وہ شخص چیختا چلاتا رہ گیا اور دارالعلوم کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا بلکہ دارالعلوم ترقی پہ ترقی کرتا چلا گیا۔ (اہل مدارس کی بدعنوانیوں کے بارے میں حضرت والا کا ایک مستقل وعظ بھی ہے، بنام ’’مدارس کی ترقی کا راز‘‘۔ مرتب)

اہل سیاست کا غلط نظریہ:

اہل سیاست بھی اپنے خیال میں دین کی تبلیغ اور خدمت کر رہے ہیں، مگر اپنی سیاسی مصلحت کے لیے بہت سے ناجائز و حرام کاموں کا ارتکاب کر لیتے ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ ناجائز کام آپ کیوں کرتے ہیں؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اس میں ہماری سیاسی مصلحت ہے، جب ہماری حکومت ہو جائے گی تو ہم پورے ملک میں مکمل اسلام نافذ کر دیں گے۔ اپنے اس غلط نظریئے کے لیے یہ لوگ ایک حدیث سے غلط استدلال بھی کرتے رہتے ہیں۔

غلط استدلال اور اس کا جواب:

بعض سیاسی لوگ اس واقعہ سے استدلال کرتے ہیں:

> ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ کی تعمیر جدید کا خیال تھا، اس طرح کہ نیچے سے چبوترا نکال کر اسے زمین کے برابر کر دیا جائے، اور مشرق کی طرح مغرب کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے اور حطیم کو بھی بیت اللہ میں داخل کر دیا جائے۔
>
> مگر چونکہ بہت سے لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، انہیں اپنے آباء واجداد کی پرانی تعمیر سے محبت تھی، اس لیے نئی تعمیر سے خطرہ تھا کہ بہت سے لوگ اسلام کو چھوڑ دیں گے اور جو لوگ ابھی تک اسلام نہیں لائے ان میں نفرت پیدا ہو جائے گی کہ انہوں نے ہمارے آباء واجداد کی تعمیر گرا دی، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا یہ ارادہ ترک فرما دیا۔“

اس واقعہ سے اہل سیاست یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحت اور حکمت کی بناء پر دین کا کتنا بڑا کام چھوڑ دیا۔

اہل سیاست کا یہ استدلال بالکل غلط ہے، اس لیے کہ پرانی تعمیر کو گرا کر نئی تعمیر کرنے کا تعلق شریعت کے کسی مسئلہ سے نہیں تھا بلکہ یہ اُمور انتظامیہ سے تھا، بیت اللہ کی جدید تعمیر سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد محض بیت اللہ کو وسیع کرنا اور لوگوں کو سہولت پہنچانا تھا، شریعت کا کوئی مسئلہ اس سے متعلق نہ تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے اللہ کے حکم کے سامنے تمام مصلحتیں قربان کر دیں:

البتہ جہاں شریعت کا کوئی مسئلہ اور اللہ تعالیٰ کا حکم سامنے آیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تمام مصلحتوں کو قربان کر دیا، اس کی چند مثالیں سنئے:

① حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنیٰ تھے جسے ’’لے پالک‘‘ کہتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا، انہوں نے اپنی بیوی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دیدی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا کہ ان سے نکاح کرلیا جائے، مگر ایک بہت بڑی دینی مصلحت سامنے آئی کہ لوگ اس زمانے میں اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی کو اپنی حقیقی بہو کی طرح حرام سمجھتے تھے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرلیا تو لوگ بد اعتقاد اور بدظن ہوجائیں گے کہ یہ کیسا نبی ہے جو اپنی بہو سے نکاح کررہا ہے۔ ممکن ہے کہ جو لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اور ان کا ایمان پختہ نہیں ہوا ہے وہ اسلام سے ہٹ جائیں، اور جو ابھی اسلام نہیں لائے وہ اسلام کی طرف آنے سے رک جائیں گے، تبلیغ اسلام کا بہت بڑا کام بند ہوجائے گا۔

مگر چونکہ یہ نکاح نہ کرنے سے کفار کے غلط عقیدہ کی تائید ہوتی جو اللہ کے قانون کے خلاف تھا کہ اللہ تعالیٰ نے منہ بولے بیٹے کی بیوی کو حلال کیا ہے اور ان لوگوں نے اسے حرام کردیا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی کہ ہمارے اس قانون کی حفاظت کے لیے تمام مصلحتوں کو قربان کرنا پڑے گا اور یہ نکاح ضرور کرنا پڑے گا خواہ کوئی اسلام لائے یا نہ لائے اور خدانخواستہ اسلام کی طرف آئے ہوئے مسلمان سارے کافر ہی کیوں نہ ہوجائیں، اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کھلے الفاظ میں قرآن کریم میں حکم فرمادیا کہ یہ نکاح لازماً کرنا پڑے گا اور نہ کرنے کی مصلحت سوچنے پر بہت سخت تنبیہ فرمائی، یہاں یہ بات بھی خیال میں رکھنے کی ہے کہ اسلام میں منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا کوئی فرض واجب نہیں، صرف جائز ہی تو ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اتنی سختی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حکم فرمایا جیسے کسی بہت اہم فرض کا حکم دیا جاتا ہے۔

اس سے اسی حقیقت کو واضح کرنا اور اس کا اعلان کروانا مقصود تھا کہ کسی بڑی سے

بڑی مصلحت کی خاطر اللہ کے کسی قانون کو نہیں توڑا جا سکتا۔ اہل سیاست، اہل مدارس اور تمام تبلیغ کے کام کرنے والوں کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ وہ اپنی جماعت، اپنی تنظیم اور اپنے ادارے کی چھوٹی چھوٹی مصلحتوں کی خاطر اللہ تعالیٰ کے کتنے قوانین کو توڑ رہے ہیں، جو لوگ اہل بصیرت اور معرفت ہوتے ہیں وہ تو یہ فرماتے ہیں:

> ''دین کے چھوٹے سے چھوٹے مسئلہ کے سامنے دنیا بھر کی مصالح کو مصالحے کی طرح پیس ڈالو، مصالحے کو جتنا زیادہ پیسا جاتا ہے سالن اتنا ہی زیادہ لذیذ بنتا ہے۔''

② دوسرا قصہ سنیے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رؤسا ء مشرکین سے مخاطب تھے، ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور کوئی مسئلہ دریافت کرنے لگے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت میں ان کے سوال کرنے سے ناگواری ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک میں یہ مصلحت تھی:

> ''یہ تو اپنے ہی ہیں، انہیں استفادہ کا دوسرا موقع بھی مل سکتا ہے، ان مشرکین رؤساء کو سمجھانے کا یہ موقع غنیمت ہے، ممکن ہے کہ یہ لوگ ایمان لے آئیں ان سے اسلام کو بہت ترقی ہوگی۔''

مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور اور قانون ہے:

> ''جن لوگوں کے دلوں میں طلب ہو ان کی زیادہ رعایت کی جائے اور انہیں ان لوگوں پر مقدم رکھا جائے جن میں طلب نہیں۔''

اس لیے اللہ تعالیٰ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل پسند نہ آیا اور سورۂ عبس میں اس پر بہت سخت تنبیہ فرمائی:

عَبَسَ وَتَوَلّٰی ○ اَنْ جَآءَ هُ الْاَعْمٰی ○ وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰی ○

اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰی ٥ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ٥ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ٥
وَمَا عَلَیْکَ اَلَّا یَزَّکّٰی ٥ وَاَمَّا مَنْ جَآءَکَ یَسْعٰی ٥ وَهُوَ
یَخْشٰی ٥ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ٥ (۸۰:۱تا۱۰)

’’پیغمبر چیں بجبیں ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے، اس بات سے کہ ان کے پاس نابینا آیا، اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا یا نصیحت قبول کرتا تو اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا، پھر جو شخص بے پروائی کرتا ہے آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں۔‘‘

جو لوگ عربی جانتے ہیں اور انہیں قرآن فہمی کی کچھ صلاحیت ہے وہی سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی سخت تنبیہ فرمائی ہے، ان آیتوں کے نزول کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر کیا گزری ہوگی، اتنی سخت تنبیہ کیوں فرمائی گئی؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مقابلہ میں مصلحت کو ترجیح دی جا رہی تھی۔

اس واقعہ سے بھی دین کے کام کرنے والوں کو سبق اور عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ اللہ کے قانون سے مصلحت کو مقدم کرنے پر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی سخت تنبیہ کی گئی تو آج جو یہ لوگ معمولی معمولی مصلحتوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے قوانین کی کھلی خلاف ورزی کر رہے ہیں وہ کیا آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں گے اور دنیا میں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ہوگی؟ ہرگز ہرگز نہیں!

دوسرا قانون، کسی گناہ کو دیکھ کر روکنا فرض ہے:

اب دوسرا قانون سنیے! میں نے پہلا قانون تو یہ بتایا ہے کہ کسی بڑی سے بڑی مصلحت کی خاطر کوئی چھوٹے سے چھوٹا گناہ کرنا بھی جائز نہیں، یہ دوسرا قانون اس سے

بھی بڑا ہے، خود کسی گناہ میں مبتلا ہونا تو درکنار دوسروں کو گناہوں سے روکنا فرض ہے، اگر آپ کسی قسم کی کوئی متعدی خدمت انجام دے رہے ہوں یا تبلیغ کے کسی شعبے سے وابستہ ہوں تو امر بالمعروف اور نیکی کی تبلیغ کے ساتھ نہی عن المنکر اور برائیوں سے بچنے کی تبلیغ بھی فرض ہے، اگر صرف امر بالمعروف کرتے رہے اور برائیوں سے بچنے کی تبلیغ نہیں کی تو آپ نے ایک فرض تو اداء کر دیا لیکن دوسرے فرض کے تارک رہے، آپ کی یہ خدمت اور تبلیغ نامکمل ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں بھی امر بالمعروف کا حکم فرمایا ہے ساتھ ہی نہی عن المنکر کا حکم بھی فرمایا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۳:۱۱۰)

”تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔“

اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ (۹:۱۱۲)

”نیک باتوں کا حکم دینے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والے۔“

البتہ نہی عن المنکر کے مختلف درجات اور مختلف طریقے ہیں جن کا بیان شروع میں تفصیل سے ہو چکا ہے۔

تیسرا قانون، دین کے دوسرے شعبوں میں کام کرنے والوں کو حقیر سمجھنا جائز نہیں:

یہ مضمون شروع میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے کام مختلف شعبوں میں تقسیم کر رکھے ہیں اور یہ تقسیم کار دنیا کا اجماعی قانون بھی ہے اور عقل

کے مطابق بھی، اس کے خلاف کرنا عقل اور دین دونوں کے خلاف کرنا ہے، دین کے کسی ایک شعبے والوں کے لیے کسی دوسرے شعبے والوں کو حقیر یا بیکار سمجھنا جائز نہیں، اگر کوئی ایسا سمجھے تو اس کی دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔

اب اندازہ لگایئے کہ دینی کام کرنے والی کتنی جماعتیں اس قانون کی پابندی کررہی ہیں؟

اہل سیاست کہتے ہیں کہ فریضۂ اسلام تو صرف ہم ہی اداء کررہے ہیں۔

اہل تبلیغ کہتے ہیں کہ تبلیغ کا حق تو صرف ہم ہی اداء کررہے ہیں۔

اہل مدارس کہتے ہیں کہ دین کی حفاظت تو صرف ہم کررہے ہیں۔

اس طرح کہنے والے اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑ رہے ہیں، ایسے لوگ دین کے کام اللہ کے لیے نہیں کررہے اپنے نفس کے لیے کررہے ہیں۔

اگر ایک ہی مدرسہ میں ایک استاذ بچوں کو اب ت پڑھاتا ہو اور ایک استاذ صحیح بخاری پڑھاتا ہو، اگر صحیح بخاری کا استاذ اپنے آپ کو بچوں کے استاذ سے افضل سمجھنے لگے اور یہ سمجھے کہ دین کی خدمت کا حق تو میں ہی اداء کررہا ہوں یہ تو یونہی بے کار ہے، تو یہ استاذ نفس پرست کہلائے گا۔ اس میں اخلاص نہیں، اس لیے کہ سب ایک ہی مشین کے پرزے ہیں۔ اگر اب ت پڑھانے والا پرزہ نہ ہوتا تو یہ صحیح بخاری کیسے پڑھاتا؟ ہوسکتا ہے کہ اس اب ت پڑھانے والے استاذ کا درجہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے اخلاص اور محنت کی وجہ سے اس شیخ الحدیث سے زیادہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو دین کے جس شعبے اور منصب پر دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطاء فرمائی ہے یہ محض ان کا کرم ہے، اگر کسی ایک شعبے یا منصب والا کسی دوسرے شعبے اور منصب والوں کو حقیر سمجھے گا تو اس کے لیے آخرت کا عذاب تو ہے ہی، کچھ بعید نہیں کہ دنیا ہی میں اس پر یہ وبال پڑے کہ اللہ تعالیٰ اسے ان دینی خدمات سے محروم کردیں۔

دین کے کام میں جو لگ جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا سرکاری ملازم بن جاتا ہے، سرکاری ملازم اگر بھنگی ہو تو وہ بھی سرکاری ملازم ہے اور اگر وزیر ہے تو وہ بھی سرکاری ملازم۔ فرق مراتب ضرور ہے مگر ہیں تو دونوں ہی سرکاری، سرکاری ملازم خواہ ادنیٰ درجہ کا ہی ہو تو بھی اس کی تحقیر کی اجازت نہیں، بلکہ جو جس قدر بلند منصب پر ہوتا ہے اسی قدر وہ سرکار سے زیادہ ڈرتا ہے، اس پر گرفت زیادہ ہوتی ہے۔ جب دین کے تمام شعبوں میں کام کرنے والے سرکاری ملازم ٹھہرے تو کسی کو کیا حق ہے کہ وہ اپنے کو افضل سمجھے اور دوسروں کو حقیر؟ جب اللہ کے عام بندوں کو حقیر سمجھنا جائز نہیں تو جو لوگ دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور سرکاری آدمی ہیں انہیں حقیر سمجھنا کیسے جائز ہوگا؟ دنیا کی حکومت میں تو یہ ظلم چل سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ تو دلوں میں چھپے ہوئے خیالات کو بھی جانتے ہیں، وہاں یہ ظلم نہیں چل سکتا۔ دنیا میں اگر اس کی کوئی سزا نہ ملی تو اصل دار الجزاء تو آخرت ہے، اپنی خدمات کو یہ بہت بڑی خدمت اور جنت کا سامان سمجھ رہا ہے، وہاں جنت کی بجائے جہنم میں پھینکا جائے گا۔

حاصل یہ کہ دین کے کام کرنے والے ایک دوسرے کو حقیر سمجھنے کی بجائے آپس میں محبت اور ایک دوسرے کے کام میں مدد و تعاون کا تعلق رکھیں، دوسروں کو اچھا سمجھیں، ان کے کاموں کی تحسین کریں، اگر ایسا نہیں تو یہ اللہ کے قانون کے خلاف ہے، ایسی دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔

ایک بہت اہم دُعاء کا معمول:

میرا اس دُعاء کا معمول ہے:

”یا اللہ! تیرا کوئی بھی بندہ دنیا کے کسی بھی کونے میں، تیرے دین کی کوئی بھی خدمت کر رہا ہو، تو اسے اخلاص عطاء فرما، اپنی رضا کے مطابق کام کرنے کی توفیق عطاء فرما، اس کی خدمت کو قبول فرما، اور اس میں برکت عطاء فرما۔

(برکت کا مطلب یہ کہ تھوڑی محنت سے تھوڑے وقت میں کام زیادہ لے لے)

اس خدمت کو اس کے لیے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کے سب اکابر کے پورے سلسلے کے لیے تا قیامت صدقۂ جاریہ بنا۔

یا اللہ! پوری دنیا میں دین کے کام کرنے والوں کو، خواہ وہ دنیا میں کہیں بھی دین کی کوئی بھی خدمت کر رہے ہوں، ان سب کو آپس میں تحابب، توادد، تعاون وتناصر کی نعمت وسعادت عطاء فرما، آپس میں تباغض، تنافر، تحاسد کے عذاب سے حفاظت فرما۔''

آپ حضرات بھی یہ دعاء مانگا کریں، اس کا معمول بنالیں، اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائیں۔

چوتھا قانون، اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی اصلاح کی فکر دوسروں سے زیادہ اہم ہے:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کر کے دین دار بنانے اور فکر آخرت پیدا کرنے کی جتنی فکر اور کوشش آپ دوسروں کے لیے کرتے ہیں، اس سے زیادہ فکر اور کوشش اپنے اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو دین دار بنانے پر کرنا زیادہ اہم اور زیادہ ضروری ہے، لوگوں کو تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بہت کرتے رہتے ہیں مگر خود ان باتوں پر کتنا عمل ہے؟ معمولی معمولی مصلحتوں کی خاطر گناہوں کی مجالس میں شریک ہو جاتے ہیں۔

یہودی دوسروں کو خوب تبلیغ کیا کرتے تھے مگر خود ان باتوں پر عمل نہیں کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس جرم اور گناہ پر یوں تنبیہ فرمائی:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (۲:۴۴)

''کیا غضب ہے کہ کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے رہتے ہو تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔''

دوسری جگہ اہل ایمان کو تنبیہ فرماتے ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ o كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ o (۶۱-۲،۳)

”اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں، خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔“

یہ آیت اگرچہ دعوت وتبلیغ کے بارے میں نہیں بلکہ دعووں کے بارے میں ہے، مگر چونکہ دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والا بھی زبان سے نہیں تو حال سے مدعی عمل ہوتا ہے اس لیے وہ بھی اس تنبیہ اور وعید میں داخل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطاء فرمائی تو سب سے پہلے اپنے خاندان والوں کو تبلیغ کرنے کا حکم فرمایا:

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ o (۲۶:۲۱۴)

”اور آپ اپنے نزدیک کے کنبے کو ڈرایئے“

اس لیے اپنے قریبی رشتہ داروں اور بیوی بچوں پر دوسروں سے زیادہ محنت کریں، اور اپنا نفس تو سب سے زیادہ قریب ہے، اس پر ان سے بھی زیادہ محنت کریں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا (۶۶:۶)

”اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔“

اس کا کوئی یہ مطلب نہ سمجھ لے کہ جب تک خود نہیں بنتے اور بیوی بچوں کو نہیں بنا لیتے اس وقت تک دوسروں کو تبلیغ نہیں کریں گے۔

یہ غلط ہے، تقدم اور تأخر کی دو قسمیں ہیں:

① زمانی ② رتبی

یہاں اپنے نفس کو مقدم کرنا اور دوسروں کو مؤخر کرنا زمانی نہیں ہے کہ پہلے ایک

عرصہ اپنے اوپر محنت کرتے رہیں اس کے بعد دوسروں کو تبلیغ کریں، یہ صحیح نہیں اس لیے کہ یہاں اپنے نفس کو مقدم کرنے اور دوسروں کو مؤخر کرنے میں تقدم وتأخر زمانی نہیں رُتبی ہے، یعنی آپ کے دل میں جہنم اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کی جتنی فکر دوسروں کے لیے ہے اپنے لیے یہ فکر نسبتاً زیادہ ہو۔ خود بھی بنیں اور دوسروں کو بھی بنائیں، دونوں کام ایک ہی زمانے میں کریں مگر اپنی فکر زیادہ ہو۔

اپنی فکر زیادہ ہے یا نہیں؟ یہ کیسے پتہ چلے؟ اس کے دو معیار ہیں:

① فکر استدراج:

دین کے کام کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو گناہ گار، عاجز اور ناقص سمجھتے ہیں، دینی خدمات کو اپنا کمال نہیں سمجھتے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام سمجھتے ہیں، پھر استغفار بھی کرتے ہیں اور قبولیت کی دعا بھی کرتے رہتے ہیں۔ ساتھ ساتھ یہ خطرہ بھی لگا رہتا ہے کہ معلوم نہیں ہماری یہ خدمات قبول بھی ہیں یا نہیں اور کہیں ہمارے اندر عجب وکبر کا خیال آ گیا، ہم ان خدمات کو اپنا کمال سمجھنے لگیں اور اللہ تعالیٰ کو آ گئی غیرت، تو ہمیں ان خدمات سے محروم نہ کر دیں۔ (یہ مضمون تفصیل سے شروع میں بیان ہو چکا ہے۔ مرتب)

② محاسبۂ اعمال:

دینی باتیں جتنی دوسروں کے سامنے بیان کریں اس سے کہیں زیادہ اپنے طور پر خلوت میں سوچتے ہوں کہ ہم دوسروں کو جو تبلیغ کر رہے ہیں خود ہمارا ان پر عمل ہے یا نہیں؟ اپنے نقائص کو سوچ کر استغفار اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ٥ (۵۹:۱۸)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ سوچا کرے کہ اس نے قیامت کے لیے کیا تیار کیا، اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حقیق بالمرء ان یکون له مجالس یخلو فیها ویذکر ذنوبه فیستغفر اللّٰه منها. (هب)

''انسان کے لیے کچھ خلوت کی مجلسیں ضروری ہیں جن میں وہ اپنے گناہوں کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیا کرے۔''

صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم واعظ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل فرمایا ہے:

ما عرضت قولی علی عملی الا وجدتنی منافقا،

''میں نے جب بھی اپنے قول کو اپنے عمل پر پیش کیا اپنے کو منافق پایا۔''

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

① جو شخص دوسروں کو وعظ و تبلیغ کرتا ہو اس کے لیے لازم ہے کہ روزانہ کچھ وقت اپنے اعمال کا محاسبہ کیا کرے، اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کی یہ دعوت و تبلیغ وغیرہ کچھ قبول نہیں، اس کی یہ خدمات اللہ کے لیے نہیں اپنے نفس کے لیے ہیں۔

② جو شخص تبلیغ میں مخلص ہوتا ہے وہ جب اپنے اعمال کا محاسبہ کرے گا تو اسے یہ محسوس ہوگا کہ وہ جتنی دوسروں کو تبلیغ کرتا ہے اس کا عمل اس سے بہت کم ہے، اپنی عبادات کو ناقص سمجھے گا، خود کو گناہ گار سمجھتا رہے گا، استغفار کرتا رہے گا، اور اپنی اصلاح میں ترقی کرتا رہے گا۔

پانچواں قانون، اہل طلب کو دوسروں پر مقدم رکھنا:

اللہ تعالیٰ کے دین کی باتیں تو طالبین اور غیر طالبین سب تک پہنچانا ہے، لیکن اگر

دونوں میں معارضہ ہو جائے کہ اگر طالبین پر وقت صرف کرتے ہیں تو غیر طالبین کے لیے وقت نہیں ملتا اور اگر غیر طالبین کے لیے وقت صرف کرتے ہیں تو طالبین کے لیے وقت نہیں، تو ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے:

> ”طالبین کو چھوڑ کر غیر طالبین کے لیے وقت صرف کرنا جائز نہیں، اہل طلب کا حق مقدم ہے، ان پر وقت صرف کرنے کے بعد اگر وقت بچے تو دوسروں پر محنت کی جائے ورنہ نہیں۔“

اگر یہ سوچ کر: ”اہل طلب تو اپنے ہی ہیں، انہیں تو ہمیشہ ہی مواقع ملتے رہتے ہیں“ دوسروں پر وقت صرف کریں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کے قانون کی خلاف ورزی ہوگی۔ ایسی دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔

حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا واقعہ پہلے تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چھوڑ کر مشرکین کی طرف متوجہ ہوئے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ عبس میں کیسی تنبیہ فرمائی۔

اسی طرح ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے الگ مجلس کا مطالبہ کیا، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے:

> **وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ (۱۸:۲۸)**

> ”اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لیے کرتے ہیں، اور آپ کی نظر ان سے ہٹ کر دوسروں کی طرف نہ جانے پائے۔“

یعنی آپ طالبین کو چھوڑ کر غیر طالبین کی طرف توجہ اور ان پر محنت نہ فرمائیں۔

چھٹا قانون، کثرتِ ذکر و فکر کی پابندی کرنا:

جو شخص اپنی اصلاح کی فکر دوسروں سے زیادہ رکھے گا اور جسے خلوت زیادہ محبوب

ہوگی وہ لازماً محاسبہ، مراقبہ، کثرتِ نوافل، اذکار، تسبیحات اور اپنی دوسری نجی عبادات کی پابندی دوسروں کو تبلیغ اور دیگر متعدی خدمات سے زیادہ کرے گا۔ یہ پابندی اس لیے بھی زیادہ ضروری ہے کہ تبلیغ اور متعدی خدمات پر ثمرہ اسی وقت مرتب ہوتا ہے جب انسان اپنی نجی عبادات کی زیادہ پابندی کرے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ امت کی اصلاح کا درد کس کے دل میں ہوسکتا ہے؟ اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام لیل اس حد تک فرماتے تھے کہ پاؤں میں ورم آجاتا تھا اور کثرت سے نفل روزے رکھتے تھے اور ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے، آپ نے یہ خیال نہ فرمایا کہ کثرت نوافل کی بجائے یہ وقت بھی تبلیغ دین ہی میں صرف کرنا چاہیے (اس مضمون سے متعلق ایک مستقل وعظ ”تعلیم و تبلیغ کے لیے کثرتِ ذکر کی ضرورت“ کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔ مرتب)

اگر کسی کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق تبلیغ دین کا فریضہ انجام دینا ہے تو اسے چاہیے کہ کثرت نوافل اور کثرت ذکر کی پابندی کرے۔ ایسا نہ ہو کہ جہاں دین کی خدمت میں لگے سب نفل عبادات، اذکار، تسبیحات اور نجی معمولات کو چھوڑ بیٹھے۔ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قانون کے بھی خلاف ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بھی۔

خلاصۂ بیان

آج کی مجلس کا خلاصہ:

تبلیغ کی دو قسمیں ہیں:

۱ فرض عین ۲ فرض کفایہ

۱ فرض عین:

لوگوں کو گناہوں سے روکنا بقدر استطاعت ہر شخص پر فرض ہے۔

۲ فرض کفایہ:

لوگوں تک شریعت کے احکام پہنچانا یعنی دین کی تبلیغ کرنا۔

پھر اس تبلیغ کی متعدد صورتیں ہیں:

افتاء، اصلاح باطن، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وتبلیغ، جہاد وقتال فی سبیل اللہ۔

پھر ان دینی خدمات میں اخلاص ہے یا نہیں؟ اور یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول بھی ہیں یا نہیں؟ اس کی تین بڑی علامات ہیں:

① خوف استدراج

② کام کے ساتھ کثرت دعاء واستغفار

③ قوانین شریعت کی پابندی

قوانین شریعت:

① کسی بھی مصلحت سے چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی جائز نہیں۔

② کسی گناہ کو دیکھ کر روکنا فرض ہے۔

③ دین کے دوسرے شعبوں میں کام کرنے والوں کو حقیر سمجھنا جائز نہیں۔

④ اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی اصلاح کی فکر دوسروں سے زیادہ اہم ہے۔

⑤ اہل طلب دوسروں پر مقدم ہیں۔

⑥ کثرتِ ذکر و فکر کی پابندی کرنا۔

تبلیغ بصورت قتال فی سبیل اللہ چھوڑنے پر وعیدیں:

① **وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ وَاَحۡسِنُوۡا ۚ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ٥** (۲:۱۹۵)

’’اور تم لوگ خرچ کیا کرو اللہ کی راہ (جہاد) میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو اور کام اچھی طرح کیا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اچھی طرح کام کرنے والوں کو۔‘‘

یعنی جہاد میں خرچ نہ کرنا اپنی ہلاکت اور تباہی کا باعث ہے۔

② **یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَکُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَکُمُ انۡفِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَی الۡاَرۡضِ ؕ اَرَضِیۡتُمۡ بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا مِنَ الۡاٰخِرَۃِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیۡلٌ٥** (۹:۳۸)

’’اے ایمان والو! تم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ (جہاد) میں نکلو تو تم زمین کو لگے جاتے ہو کیا تم نے آخرت کے عوض دنیوی زندگی پر قناعت کر لی؟ سو دنیوی زندگی کا تمتع تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے۔‘‘

③ **اِلَّا تَنۡفِرُوۡا یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ۬ۙ وَّیَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ وَلَا تَضُرُّوۡہُ شَیۡئًا ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ٥** (۹:۳۹)

’’اگر تم (جہاد کے لیے) نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کر دے گا اور تم اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے اور اللہ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔‘‘

④ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَاتَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ٥ (۸۱:۹)

’’یہ پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے رسول اللہ کے بعد اپنے بیٹھے رہنے پر اور ان کو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرنا ناگوار ہوا اور کہنے لگے کہ تم گرمی میں مت نکلو، آپ کہہ دیجیے کہ جہنم کی آگ زیادہ گرم ہے کیا خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے۔‘‘

⑤ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَّاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ٥ (۲۵:۸)

’’اور تم ایسے وبال سے بچو جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔‘‘

یعنی بذریعہ جہاد گناہوں سے نہ روکنے والے بھی عذاب میں شریک ہوں گے۔

⑥ عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: من مات ولم يغز ولم يحدث به نفسه مات علىٰ شعبة من نفاق (رواہ مسلم، وابوداؤد والنسائی)

’’جس نے نہ تو جہاد کیا اور نہ ہی اس بارے میں اس نے کبھی کچھ سوچا وہ نفاق کے ایک شعبہ پر مرا۔‘‘

⑦ عن ابی امامة رضی الله تعالىٰ عنه عن النبی صلی الله عليه

وسلم قال: من لم یغز او یجهز غازیًا او یخلف غازیا فی اهله بخیر اصابه الله تعالیٰ بقارعة قبل یوم القیٰمة (رواہ ابن ماجہ)

’’جس نے نہ تو خود جہاد کیا، نہ ہی کسی مجاہد کو تیار کر کے بھیجا اور نہ کسی مجاہد کے گھر کی دیکھ بھال کی، اللہ اس کو قیامت سے پہلے ضرور کسی ہلاکت خیز مصیبت سے دوچار کرے گا۔‘‘

⑧ **عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من لقی اللّٰه بغیر اثر من جهاد لقی اللّٰه وفیه ثلمة.** (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

’’جو اللہ سے اس حال میں ملا کہ اس پر جہاد کا کوئی نشان نہ تھا وہ اس حال میں ملے گا کہ اس میں بہت بڑا نقص ہوگا۔‘‘

⑨ **عن ابی بکر رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ما ترک قوم الجهاد الا عمهم الله بالعذاب،** (رواہ الطبرانی)

’’جس قوم نے بھی جہاد چھوڑا اللہ نے اس پر عمومی عذاب مسلط کر دیا۔‘‘

دُعاء

یا اللہ! تو ہماری تمام دینی خدمات کو قبول فرما، ان خدمات کو اپنی مرضی کے مطابق انجام دینے کی توفیق عطاء فرما، اپنا خوف اور اپنا تعلق نصیب فرما، اپنا ایسا تعلق، اپنی ایسی محبت عطاء فرما کہ کوئی کام بھی تیری مرضی کے خلاف نہ ہونے پائے، تیری چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی کرتے ہوئے بھی شرم آئے، دینی خدمات میں اخلاص عطاء فرما اور قبول فرما، مخلوق سے نظر ہٹا کر اپنے اوپر نظر رکھنے کی توفیق عطاء فرما، نفس و شیطان کے مکاید اور حملوں سے ہماری حفاظت فرما۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک
محمد وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰہ رب العالمین.

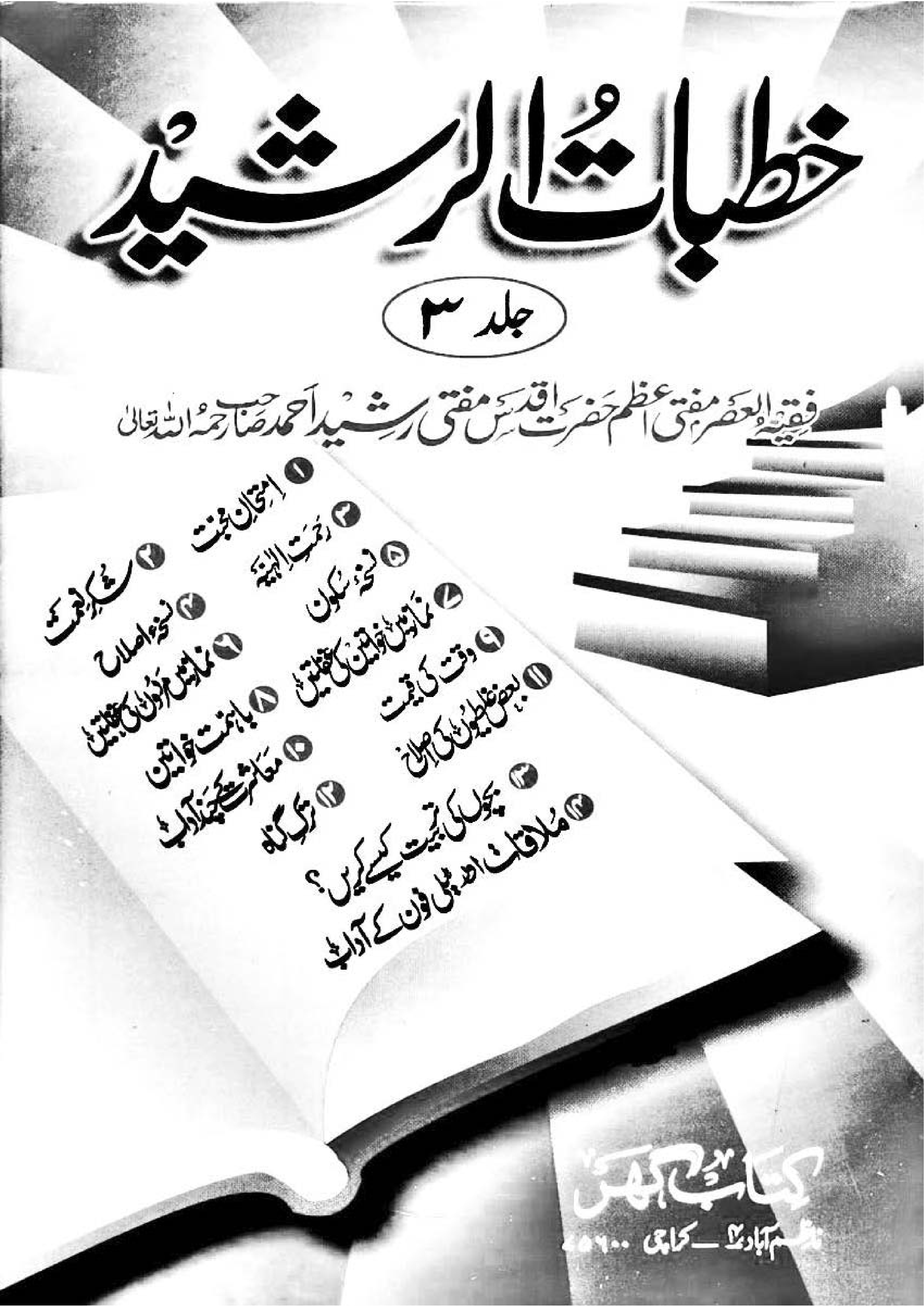

خطبات الرشید

جلد ۳

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

① امتحان محبت
② شکر نعمت
③ رحمت الٰہیہ
④ نسخۂ اصلاح
⑤ نسخۂ سکون
⑥ نماز میں مردوں کی غفلتیں
⑦ نماز میں خواتین کی غفلتیں
⑧ باہمت خواتین
⑨ وقت کی قیمت
⑩ معاشرے کے چند آداب
⑪ بعض غلطیوں کی اصلاح
⑫ ترک گناہ
⑬ بچوں کی تربیت کیسے کریں؟
⑭ ملاقات اور ٹیلی فون کے آداب

کتاب گھر
ناظم آباد ۲ — کراچی ۷۴۶۰۰

خطبات الرشید

جلد ۳

مواعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
نام: خطبات الرشید جلد ۳
بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی
بوقت: بعد نماز عصر
تاریخ طبع مجلد: شعبان ۱۴۲۵ھ ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ
مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۰۱۹
ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰
فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۳

ملنے کے پتے

۱ پورے پاکستان میں ضرب مومن کے تمام دفاتر میں دستیاب۔
۲ دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی۔
۳ ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور۔
۴ ادارۃ المعارف، دار العلوم، کراچی۔
۵ مظہری کتب خانہ، گلشن اقبال، کراچی۔
۶ میمن اسلامک پبلشرز، لیاقت آباد ۱۸۸/۱، کراچی۔
۷ اقبال بک ڈپو، صدر، کراچی۔

اجمالی فہرست

خطباتُ الرشید

جلد ۳

(۱) امتحانِ محبت
(۲) شکرِ نعمت
(۳) رحمتِ الٰہیہ
(۴) نسخۂ اصلاح
(۵) نسخۂ سکون
(۶) نمازوں میں مردوں کی غفلتیں
(۷) نماز میں خواتین کی غفلتیں
(۸) باہمت خواتین
(۹) وقت کی قیمت
(۱۰) معاشرت کے چند آداب
(۱۱) ملاقات اور ٹیلی فون کے آداب
(۱۲) بعض غلطیوں کی اصلاح
(۱۳) بچوں کی تربیت کیسے کریں؟
(۱۴) ترکِ گناہ

عرض ناشر

الحمدللہ! ''خطبات الرشید'' کی تیسری جلد آپ کے ہاتھ میں ہے، اس جلد کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ اس جلد کے تمام وعظ جدید ہیں۔ جو حضرت اقدس حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے بعد قلم بند ہو کر سامنے آئے اور حال ہی میں کتابچوں کی شکل میں شائع ہوئے، صرف ایک وعظ ''ترک گناہ'' قدیم ہے، جو حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی میں شائع ہوتا رہا ہے، اس تیسری جلد کی تیاری اور اس کو مرتب کرنے میں جامعۃ الرشید کے استاذ مولانا مفتی عبداللہ میمن صاحب نے کوشش فرمائی اور بعض وعظ خود انہوں نے کیسٹوں سے ضبط فرما کر فراہم کیے، اس جلد کی کمپوزنگ میں بھائی جمال عبداللہ عثمان سلمہٗ نے خصوصی دلچسپی کا اظہار فرمایا اور اس کے ٹائٹل کی تیاری میں بھائی خورشید عالم سلمہٗ نے تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور ان حضرات کی کوششوں سے یہ جلد منظر عام پر آ گئی۔ اُمید ہے کہ یہ حضرات جلد چہارم کو بھی جلد مرتب کر کے منظر پر لانے کے لیے خصوصی تعاون فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے علوم و فیوض کو عام فرمائے۔ آمین!

محمد سلیم

کتاب گھر، ناظم آباد کراچی

تفصیلی فہرست مضامین

عنوان صفحہ

امتحانِ محبت

- شریعت کا نچوڑ ۲۳
- امتحان محبت ہوگا ۲۴
- انسان کو مشقت اٹھانا پڑے گی ۲۵
- ایک مشقت کے ذریعہ تمام مشقتوں کا خاتمہ ۲۶
- محض نام کے مسلمان ۲۹
- امتحان کی نوعیت ۳۰
- لوگوں کے ذریعہ ایذاء ۳۱
- مسلمان کی بے شرمی ۳۳
- مسلمانو! ہوش میں آؤ ۳۶

شکرِ نعمت

- ہر مقام مقامِ شکر ۴۱
- شاکر دل کی علامت ۴۴
- شدت مرض میں غلبہ شکر ۴۵
- الحمد للہ خیر ہوگئی ۴۶

عنوان	صفحہ
حضرت یوسف علیہ السلام کا مقام عبدیت	۴۸
حضرت یعقوب علیہ السلام کا مقام عبدیت	۵۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام عبدیت	۵۱
نعمتوں کا سوال ہوگا	۵۲
اہل جنت کا آخری کلمہ	۵۴
ایمان سب سے بڑی نعمت	۵۵
بندوں پر اللہ کی رحمت	۵۷
قرآن کا حق	۵۹
نعمت میں ترقی کا نسخہ	۶۰
ایک اشکال	۶۱
قدر نعمت کی ایک مثال	۶۱
بعض خصائل میں التباس	۶۲
شکر نعمت کے فائدے	۶۳
شکر کی حقیقت	۶۴
بدوی کا قصہ	۶۵
اضافہ از جامع	۶۷
آخری ایام میں حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال	۶۸

رحمتِ الٰہیہ

عنوان	صفحہ
رحمت حق	۷۴

عنوان	صفحہ
دل کھسنے کی علامت	٧٦
نقل کا اثر	٧٩
محبت الٰہیہ میں ترقی کا نسخہ	٨١
بے پردگی کے فسادات	٨٣
حفاظت کا شرعی و عقلی اصول	٨٤
سونے کے برتن	٨٦
عملی تبلیغ کا اثر	٨٨
ایک فوجی کا قصہ	٨٨
چہرے کا پردہ	٩٠
پردے کے بارے میں ملحدین کا خیال باطل	٩٠
پردے کی دو قسمیں	٩٤
فی نفسہٖ	٩٤
للعارض	٩٤

نسخۂ اصلاح

عنوان	صفحہ
درسِ عبرت	٩٩
استرشاد	١٠٢
نسخۂ اصلاح	١٠٢
دردِ دل کا اثر	١٠٣
ارشاد	١٠٤

صفحہ	عنوان

ترنم سے پڑھنے یا سننے کے فسادات ۱۰۸
قصہ بوزینہ ۱۱۱
کیسٹ سننے والوں کا علاج ۱۱۲
محبت یا فریب ۱۱۴
موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا جہاد سے فرار ۱۱۵
کفر کے گٹھ جوڑ پر اللہ کا فیصلہ ۱۱۶
حقیقی محبت کا معیار ۱۱۹

نسخۂ سکون

لوگوں کا غلط طرزِ عمل ۱۲۶
صحیح طریقہ ۱۲۶
۱- دین داری کو مقدم رکھیں ۱۲۶
۲- استخارہ ۱۲۹
۳- استشارہ ۱۳۰
استشارہ کی شرائط ۱۳۱
۱- عورتوں سے مشورہ نہ کریں ۱۳۱
۲- مشیر صالح ہو ۱۳۶
۳- خیر خواہ ہو ۱۳۶
۴- تجربہ کار ہو ۱۳۶
استشارہ کی حقیقت ۱۳۶

عنوان	صفحہ
تردد سے بچیں	۱۳۷
کفار کی ایک علامت	۱۳۸
مسلمان کا حال	۱۳۹
دنیا غم کدہ ہے	۱۴۰
مصیبت پر شکر کی عادت ڈالیں	۱۴۱
اللہ کے حکم پر جان بھی قربان	۱۴۳
اولاد کی تربیت کا اصول	۱۴۴
حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قوانین الٰہیہ پر عمل	۱۴۵
غزوۂ احد میں استشارہ کی ایک مثال	۱۴۷
ایمان کا تقاضا	۱۴۷

نمازوں میں مردوں کی غفلتیں

عنوان	صفحہ
مسجد میں صف بندی کا طریقہ	۱۵۱
دین کی بات کہنے کے دو طریقے	۱۵۳
گونگے شیطان نہ بنیں	۱۵۶
مسلمانوں کی دین سے غفلت	۱۵۷
مسجد میں کسی کے لیے جگہ رکھنا	۱۵۸
داڑھی کے بارے میں خواب	۱۶۰
ناکو آگیا	۱۶۱
نماز کے مسائل سے لاعلمی	۱۶۲

عنوان	صفحہ
۞ وضو نہیں ٹھہرتا	۱۶۵
۞ بے پردگی کا وبال	۱۶۶
۞ ایک خشک لقمے کی اہمیت	۱۶۶
۞ دو اوقات میں خیالات کی کثرت	۱۶۸
۞ نماز میں یکسوئی کا طریقہ	۱۶۹

نماز میں خواتین کی غفلتیں

عنوان	صفحہ
۞ نماز میں خواتین کی ایک بڑی غفلت	۱۷۴
۞ اذان کی اہمیت	۱۷۴
۞ اذان کے احترام میں لوگوں کی غفلت	۱۷۵
۞ بشارت عظمیٰ	۱۷۷
۞ نماز میں جلد بازی	۱۷۸
۞ فکر آخرت کا اثر	۱۸۰
۞ نماز میں سستی علامت نفاق	۱۸۱
۞ خواتین کی دوسری بڑی غفلت	۱۸۲
۞ ایک غلط مشہور مسئلے کی اصلاح	۱۸۲
۞ بوقت ولادت نماز معاف نہیں	۱۸۳
۞ نماز چھوڑنے کی سزا	۱۸۶
۞ نماز چھوڑنے پر آخرت کی سزا	۱۸۸
۞ بروز قیامت ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا	۱۹۱
۞ لباس سے متعلق مسئلہ	۱۹۲

صفحہ	عنوان
۱۹۳	مرض سیلان ناقض وضوء
۱۹۴	نماز میں ہاتھ ہلانا
۱۹۵	توجہ سے نماز پڑھنے کا طریقہ

باہمت خواتین

صفحہ	عنوان
۲۰۱	وعظ ''شرعی پردہ'' کا اثر
۲۰۳	پشاور سے دھمکی آمیز خط
۲۰۴	جادو کی ڈبیہ
۲۰۵	دیور کے معنی
۲۰۵	سلطنی کا قصہ
۲۰۶	مکہ میں ایک دیور کی حالت
۲۰۸	شیاطین کی حق تلفی
۲۰۸	مولوی کے بھائی اور بھتیجوں کا واویلا
۲۰۹	مولوی صاحب کی لاٹھی کا اثر
۲۱۰	جنون محبت
۲۱۳	اللہ کے قوانین عمل کے لیے ہیں
۲۱۵	حاجی کی بدمعاشی
۲۱۶	بے پردگی بے حیائی پھیلانے کا ذریعہ
۲۱۸	قصے بتانے کا مقصد

وقت کی قیمت

صفحہ	عنوان
۲۲۴	مالی تعاون کی بنیاد پر وقت مانگنا

صفحہ	عنوان
۲۲۴	◉ مومن کی فراست
۲۲۵	◉ علماء مشائخ کے لیے پابندی نہیں
۲۲۶	◉ محترم مہمانوں کے لیے اصول وضابطہ
۲۲۶	◉ ایک عالم کی شکایت پر جواب
۲۲۷	◉ ایک عالم کی قدر
۲۲۸	◉ جواہر تمسہ
۲۲۸	◉ میرے ایک ایک منٹ سے دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے
۲۲۸	◉ اتنے منٹ کہاں سے لاؤں؟
۲۲۹	◉ مالی تعاون کرنے والے کو وقت دینا
۲۲۹	◉ وقت دینے سے اس کا نقصان
۲۳۰	◉ دل کی صلاحیت کا معیار
۲۳۰	◉ وقت کی حفاظت کیوں کرتا ہوں؟
۲۳۱	◉ ملاقات کے اوقات

معاشرت کے چند آداب

صفحہ	عنوان
۲۳۵	◉ جس کی اہمیت ہوتی ہے اس کو دیکھ لیتا ہے
۲۳۵	◉ سرکاری دفاتر کے آداب
۲۳۶	◉ فکر آخرت والا غافل نہیں ہوتا
۲۳۶	◉ حضرت مجذوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعلق مع اللہ
۲۳۷	◉ چند عبادات کا نام دین نہیں
۲۳۷	◉ انسان ہر وقت ہوشیار رہے

صفحہ	عنوان
۲۳۸	کھانے کے وقت یہ کام نہ کریں
۲۳۸	قضاء حاجت کی جگہ دور ہونی چاہیے
۲۳۹	آج کل اٹیچ باتھ کا رواج
۲۴۰	اٹیچ باتھ کی خرابی
۲۴۰	مجھے تو شرم آتی ہے
۲۴۱	اٹیچ باتھ کی دوسری خرابی
۲۴۱	چلتے پھرتے پیشاب خشک کرنا
۲۴۲	خشک کرنے کے لیے علیحدہ جگہ
۲۴۲	استنجاء خشک کرنے کا طریقہ
۲۴۲	یہ بڑی کے [illegible] کی طرح ہے
۲۴۳	مجلس کے اندر ریح خارج کرنا
۲۴۴	مجلس سے اٹھ کر چلے جائیں
۲۴۴	نماز میں ریح خارج ہونے پر کیا کریں
۲۴۵	ایک میاں جی کا قصہ
۲۴۵	بیٹھنے کے آداب
۲۴۶	مجلس میں باتیں کرنے کے آداب
۲۴۶	کھانے کے آداب
۲۴۷	نیک ہونے کا معیار کیا ہے
۲۴۷	وہ شخص بیدار ہے
۲۴۸	صفائی کی تاکید
۲۴۸	اسلام کی عجیب تعلیمات و آداب

عنوان	صفحہ
دوسروں کو تکلیف نہ دینے کا اصول	۲۴۹
"عدم قصد ایذاء" کا مطلب	۲۴۹
بیت الخلاء میں ڈھیلوں کا استعمال	۲۵۰
استنجاء کے بعد لوٹے میں پانی چھوڑ دینا	۲۵۰
استنجاء کے بعد پانی بہادیں	۲۵۱
پانی بچانے کے دو نقصان	۲۵۱
میرے کمرے میں صفائی کا اہتمام	۲۵۲
قبر میں روشنی ہونی چاہیے	۲۵۲
دعاء	۲۵۳

ملاقات اور ٹیلی فون کے آداب

عنوان	صفحہ
آداب معاشرت کے دو اصول	۲۵۷
عمل کے لیے فکر کی ضرورت	۲۵۸
ملاقات کے دو سبب	۲۵۸
نیک لوگوں سے تعلق رکھیں	۲۵۸
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعاء	۲۵۹
افطاری کی دعوت کے نقصانات	۲۵۹
تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں	۲۶۰
نیک آدمی سے محبت ایمان کی علامت	۲۶۰
کسی کام سے ملاقات کے لیے پہلے وقت لے لیں	۲۶۱
اظہار محبت کے لیے ملاقات کے لیے اطلاع دینے کی ضرورت نہیں	۲۶۲

صفحہ	عنوان
۲۶۲	ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بلا اطلاع جانا
۲۶۳	اچانک جانے کا فائدہ
۲۶۳	حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا اچانک آجانا
۲۶۳	حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا اچانک آنا
۲۶۴	جانے کی بجائے فون سے کام لے لیں
۲۶۴	ٹیلی فون کی بجائے خط کے ذریعہ کام لیں
۲۶۵	فون کرنے کے نقصانات
۲۶۶	ٹیلی فون کے ذریعہ دوسرے کو تکلیف
۲۶۶	ٹیلی فون کی وجہ سے کھانا چھوڑا
۲۶۷	ٹیلی فون پر بات غلط سمجھنے کا احتمال
۲۶۷	ٹیلی فون پر مسئلہ بتانے میں خطرہ
۲۶۷	فتویٰ دینے کا اصول
۲۶۸	خط اور ٹیلی فون میں موازنہ
۲۶۸	ٹیلی فون پر خرچ زیادہ خط میں کم
۲۶۸	صرف ضرورت کے وقت فون کریں
۲۶۹	کبھی ذاتی مقصد سے فون نہیں کیا
۲۶۹	پہلے خط، پھر فون پھر ملاقات
۲۷۰	ڈاک کے ذریعہ تعویذ منگوانا
۲۷۱	معلومات کیے بغیر سفر کے نقصانات

بعض غلطیوں کی اصلاح

صفحہ	عنوان
۲۷۵	بری عادت چھوڑنا مشکل ہوتا ہے

عنوان	صفحہ
نماز میں ہاتھوں کو حرکت دینا	۲۷۵
اس مرض کا ایک علاج	۲۷۶
اس مرض کا دوسرا علاج	۲۷۶
لفظ ''اللہ'' پر مد پڑھنا	۲۷۷
اذان سننا اور اس کا جواب دینا	۲۷۸
کس اذان کا جواب دیا جائے؟	۲۷۸
الف اور مد کی مقدار	۲۷۹
حجر اسود کے سامنے والے خط کی درستی	۲۷۹
اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے	۲۸۰
لفظ ''مکہ'' کی درستی	۲۸۰
لفظ ''مدینہ'' کی درستی	۲۸۱
بار بار کہنا چاہئے	۲۸۲

بچوں کی تربیت کیسے کریں؟

عنوان	صفحہ
دینی تربیت کے لئے اولاد پر آگی برساتے رہو	۲۸۵
اللہ پر ایمان ہے تو احکام الٰہیہ سے غفلت کیوں؟	۲۸۶
تربیت میں اعتدال	۲۸۷
اولاد کی تربیت والد کی ذمہ داری	۲۸۸
صحیح تربیت کا اثر	۲۸۸
بچوں میں تصویر بنانے کا جذبہ	۲۸۸
بچی نے مرغی کی گردن توڑ دی	۲۸۹

عنوان ... صفحہ
جائز ناجائز کی فکر ... ۲۸۹
آنکھوں کی ٹھنڈک ... ۲۸۹
اولاد کی تربیت میں تفویض ... ۲۹۰
سعادت کی ایک مثال ... ۲۹۰
اولاد کی تربیت نہ کرنا جرمِ عظیم ہے ... ۲۹۱
بچوں کا دل بنانے کا طریقہ ... ۲۹۲
جہالت کے کرشمے ... ۲۹۳
علم کافی نہیں، استحضار ضروری ہے ... ۲۹۴
محاسبہ ومراقبہ کی اہمیت ... ۲۹۵
بروقت تشجیع وتنبیہ ... ۲۹۸
آج کے مسلمان کی غفلت ... ۲۹۹
نسخے کی کامیابی کے لیے دوام ضروری ہے ... ۳۰۲
بچوں کو سزا دینے کے مراحل ... ۳۰۳
بیٹے کو ابا نہ بنائیں ... ۳۰۵

ترکِ گناہ

عبادت کا صحیح مطلب ... ۳۱۱
نوجوانوں کو بشارت ... ۳۱۲
عصر حاضر کی کرامت ... ۳۱۳
گناہوں سے بچنے کا نسخہ ... ۳۱۵
ہمت بلند کرنے کے نسخے ... ۳۱۵

عنوان	صفحہ
۱ عبادت گذار نوجوان	۳۱۵
۲ گناہوں کے سمندر	۳۱۵
۞ خواہش نفس کی مثال	۳۱۷
۳ حرم کے شکار	۳۱۸
۞ گناہوں کے شکار	۳۱۸
۴ بنی اسرائیل کی مچھلیاں	۳۱۹
۞ آج کے بنی اسرائیل	۳۱۹
۵ حضرت یوسف علیہ السلام کا مراقبہ	۳۲۰
۶ حضرت یوسف علیہ السلام کی بلند ہمتی	۳۲۰
۷ حضرت یوسف علیہ السلام کی مزید ہمت	۳۲۱
۞ راحت قلب کا اصل سامان	۳۲۱
۸ عشق کا کرشمہ	۳۲۲
۹ حضرت طالوت کا لشکر	۳۲۳
۱۰ اللہ والوں کا لشکر	۳۲۴
۞ مقام جہاد	۳۲۴
۞ دعاء کی اہمیت	۳۲۵
۞ ترک معاصی فضل الٰہی	۳۲۷
۞ بہت بڑا گناہ	۳۲۷

امتحانِ محبت

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ امتحانِ محبت

بمقام: ☜ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ☜ ۱۹؍ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

بوقت: ☜ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ☜ شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

امتحانِ محبت

(۱۹؍ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ)

یہ وعظ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ اصلاح سے نہیں گزارا جا سکا اس لیے اس میں کوئی نقص نظر آئے تو اسے مرتب کی طرف سے سمجھا جائے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖٓ أَجْمَعِیْنَ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ فَاِذَآ اُوْذِیَ فِی اللّٰہِ جَعَلَ فِتْنَۃَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰہِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّکَ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّا کُنَّا مَعَکُمْ ؕ اَوَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِیْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰکُمْ ؕ وَمَا ھُمْ بِحٰمِلِیْنَ مِنْ خَطٰیٰھُمْ

مِنْ شَیْءٍ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ o وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَھُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِھِمْ وَلَیُسْئَلُنَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَمَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ o (۲۹-۱۰ تا ۱۳)

’’اور بعضے آدمی ایسے بھی ہیں جو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب ان کو راہِ خدا میں کچھ تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذا رسانی کو ایسا سمجھ جاتے ہیں جیسے اللہ کا عذاب اور اگر کوئی مدد آپ کے رب کی طرف سے آ پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے کیا اللہ تعالیٰ کو دنیا جہان والوں کے دلوں کی باتیں معلوم نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو معلوم کر کے رہے گا اور منافقوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا اور کفار مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم ہماری راہ چلو اور تمہارے گناہ ہمارے ذمہ حالاں کہ یہ لوگ ان کے گناہوں میں ذرا بھی نہیں لے سکتے یہ بالکل جھوٹ بک رہے ہیں اور یہ لوگ اپنے گناہ اپنے اوپر لادے ہوں گے اور اپنے گناہوں کے ساتھ کچھ گناہ اور، اور یہ لوگ جیسی جیسی جھوٹی باتیں بناتے تھے قیامت میں ان سے باز پرس ضرور ہوگی۔‘‘

یہ آیات سورۂ عنکبوت کی ہیں۔ بیسویں پارے کے آخر سے سورۂ عنکبوت شروع ہوتی ہے اس کے پہلے رکوع کے آخر کی یہ آیات ہیں جو میں نے ابھی پڑھی ہیں۔ حوالے کی تفصیل اس لیے بتادی کہ شاید کسی کو اپنے طور پر ان آیات پر غور کرنے کی توفیق ہو جائے۔ جو حضرات قرآن مجید کا ترجمہ جانتے ہیں وہ ان آیات پر خود بھی غور کریں اپنے طور پر اور تراجم اور تفاسیر کو دیکھ کر ان پر غور کر کے دلوں میں اُتارنے کی کوشش کریں اور جو حضرات قرآن مجید کا ترجمہ، تفسیر نہیں جانتے وہ کسی ترجمے والے قرآن میں دیکھیں، لمبی چوڑی تفسیر دیکھنے کی ضرورت نہیں صرف ترجمہ ہی اگر دیکھ لیں تو اس سے بھی مقصد پورا ہو جائے گا۔

شریعت کا نچوڑ:

جو مضمون بتانا چاہتا ہوں وہ ایک جگہ نہیں کئی جگہ ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ پورا قرآن اسی سے بھرا ہوا ہے اور پوری حدیثیں اسی سے بھری ہوئی ہیں، لب لباب مقصد اولین، پورے دین کا پوری شریعت کا نچوڑ، پورے قرآن وحدیث کی روح یہی ہے تو حقیقت یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہوں پر بیان فرمایا ان میں سے ایک جگہ یہ آیات ہیں جو میں نے اس وقت پڑھی ہیں۔ اس میں ایک اُصول بتایا گیا ہے، ایک قاعدہ بتایا گیا ہے، ایک معیار بتایا گیا ہے، ایک کسوٹی بتائی گئی ہے اور آج کل کی اصطلاح کے مطابق ایک تھرمامیٹر بتایا گیا ہے۔ دل کی دھڑکنیں، دل کی حرکتیں معلوم کرنے کے لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو اصول بیان فرمایا وہ اس آیت میں ہے۔ عقلی لحاظ سے بھی، شرعی لحاظ سے بھی، تجارب کے لحاظ سے بھی، پوری دنیا میں مسلمات کے اعتبار سے بھی، اور جیسے میں نے بتایا کہ قرآن وحدیث کے ذخائر کے اعتبار سے بھی قاعدہ یہ ہے کہ انسان کو جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے وہ اسے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔

دنیا میں کئی چیزوں سے محبت ہو یا کئی لوگوں سے محبت ہو جب تک ان محبتوں میں تصادم نہ ہو اتفاق سے سب چلتی رہیں پھر تو ٹھیک ہے معاملہ چلتا رہتا ہے اس سے بھی محبت، اس سے بھی محبت، اس سے بھی محبت، لیکن جہاں آپس میں تصادم ہو جائے ایک کی محبت کے حقوق ادا کرتا ہے تو دوسرا ناراض ہوتا ہے، دوسرے کی محبت کے حقوق ادا کرتا ہے تو تیسرا ناراض ہوتا ہے غرضیکہ ایک وقت میں سارے راضی نہیں ہو پاتے تو وہاں سچی محبت اور جھوٹی محبت کے امتحان کا وقت ہوتا ہے، اس وقت پتا چلتا ہے کہ اسے سچی محبت کس سے ہے اور جھوٹی محبت کس سے ہے؟

اسی طرح سے معاملہ عظمت اور خوف کا ہے، جب انسان کسی سے ڈرتا ہے تو سوچتا

ہے کہ اگر اس کے خلاف کروں گا تو یہ ناراض ہو جائے گا اور مجھے نقصان پہنچائے گا، اس کا خوف اس کی عظمت اس کے دل میں کتنی ہے اس کا امتحان جب ہوتا ہے کہ جب کسی دوسرے سے بھی ڈر اور خوف ہو، انسان کا دل پھر مقابلہ کرتا ہے، سوچتا ہے۔ خوف تو اللہ تعالیٰ سے بھی ہے اگر اس کی مخالفت کی تو وہ ناراض ہو جائے گا نقصان پہنچائے گا، فلاں سے بھی خوف ہے اگر اس کی مخالفت کرے گا تو وہ ناراض ہوگا نقصان پہنچائے گا، دونوں آپس میں توافق بھی نہیں رکھتے، دونوں کے احکام آپس میں مخالف ہیں ایک کہتا ہے یوں کرو دوسرا اس کے اُلٹ کا حکم دیتا ہے تو ایسے موقع پر انسان یہ سوچتا ہے کہ جس کا ڈر دل میں کم ہو جس سے کم نقصان کا خطرہ ہو اس کی ناراضی کو برداشت کر لیا جائے، جس کا خوف زیادہ ہوگا جس سے خطرات زیادہ ہوں گے اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، بڑی مصیبت سے بچو، بڑی مصیبت سے بچنے کی خاطر چھوٹی مصیبت کا تحمل کر لو۔ اس معیار کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ بیان فرمایا ہے۔

امتحان محبت ہوگا:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بھیجا تو ایسے مہمل نہیں چھوڑ دیا کہ بس جو بھی کہے گا کہ میں مسلمان ہوں تو اس کے اسلام کا دعویٰ قبول کر لیں گے، جو بھی کلمہ پڑھ لے گا اس کا دعویٰ قبول کر لیں گے، ایسے نہیں ہوگا، ہم کچھ قوانین بتائیں گے، ہماری حکومت کے قانون ہیں قانون، ہم حاکم اعلیٰ ہیں، احکم الحاکمین ہیں، ہماری حکومت کے قوانین ہیں۔ ہم تو ٹھہرے ایک احکم الحاکمین اور ہمارا قانون ایک ہے جب کہ دنیا میں جتنے انسان بھی تمہیں نظر آئیں گے ہر انسان کے نفس کا ایک تقاضا ہوتا ہے، انسان غیر متناہی، غیر محدود، گننے سے باہر، بے شمار تو وہ سب آپس میں کچھ تقاضے رکھیں گے کہ یہ میری بات مانے، میرا بندہ رہے، مجھ سے محبت کرے، میرے خلاف نہ کرے، ہر حال میں میری ہی بات مانے، پکا مکمل طور پر میرا بن کر رہے، ہر انسان یہ چاہتا ہے۔ لوگوں کے

سامنے اتنے خدا ہیں جتنے انسان ہیں، ان انسانوں کے علاوہ خود اپنے نفس کے تقاضے، نفس میں طرح طرح کے تقاضے پیدا ہوتے ہیں، شہوت کے تقاضے، برائی کے تقاضے، حبِ جاہ کے تقاضے، حب مال کے تقاضے، مال جمع کرنے کے لیے یہ تقاضا وہ تقاضا، بے شمار خدا تو سامنے بنے ہوئے ہیں، بڑا اقتدار، بڑا منصب، لوگوں پر اپنی بڑائی اور عظمت قائم کرنے کے تقاضے، فلاں کے دل میں بڑا بن جاؤں، فلاں کے دل میں بڑا بن جاؤں، بے شمار تقاضے ہوتے ہیں فرمایا:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى۝ (۷۵-۳۶)

”کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔“

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم نے دنیا میں اسے بھیجا تو ہے لیکن ہم اس کی محبت کا امتحان نہیں لیں گے؟ کیا یہ سمجھا ہے؟ بس ایسے پیدا کر دیا اب جسے چاہو بڑا بناتے رہو، جسے چاہو خدا مانتے رہو، جس کے چاہو تقاضے پورے کرو جس کے چاہو نہ کرو اور جدھر کو چاہو لوٹ جاؤ اور زمانہ سازی کرتے رہو، اپنی مصلحتوں پر اللہ تعالیٰ کے قوانین کو قربان کر دو، تو کیا انسان یہ سمجھتا ہے؟ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے، نہیں ہونے دیں گے، ہم نے پیدا کیا ہے پھر ہمارے سامنے پیش ہونا ہے، ہمارے بندے بن کر رہو اگر نہیں بنو گے تو دنیا میں بھی عذاب آخرت میں بھی عذاب، ہم تمہیں پوری دنیا کے بندے نہیں بننے دیں گے صرف ہمارے بندے بن کر رہو۔

انسان کو مشقت اُٹھانا پڑے گی:

اسی طرح سے فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ۝ (۹۰-۴)

”کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔“

کبد میں تنوین تعظیم کے لیے ہے، ہم نے انسان کو بہت بڑی مشقت میں پیدا کیا

ہے، بہت بڑی مشقت۔ دنیا کمانے کی مشقتیں، وہ تو سب کو معلوم ہی ہے کہ دنیا کمانے کے لیے کیسی کیسی مشقتیں اُٹھانی پڑتی ہیں۔ اپنی حاجات دنیویہ جن میں معاش کے علاوہ صحت، تندرستی، مختلف پریشانیوں سے حفاظت جسے زندگی گزارنا کہتے ہیں اس کی مشقتیں سب کو معلوم ہی ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے انسان پر دنیا کمانے کی مشقتیں رکھیں صحت کو برقرار رکھنے کی مشقتیں، بیماریوں سے بچنے کی مشقتیں، کسبِ معاش کی مشقتیں، رات دن مشقتیں ہی مشقتیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے بھی مشقتیں اُٹھانا پڑیں گی، اللہ کی رضا مفت میں نہیں ملے گی، اس کے لیے مشقت برداشت کرنا پڑے گی، محنت کرنا پڑے گی تو اللہ کی رضا حاصل ہوگی پھر جنت ملے گی۔ جب اللہ راضی ہوگا تو دنیا کی مشقتیں ختم ہو جائیں گی۔ انسان کو دنیا کی مشقتیں برداشت کرنا آسان لگتا ہے، کمانے کے لیے رات بھر جاگنا پڑے، بیوی یا بچوں میں سے کوئی بیمار ہو جائے تو رات رات بھر جاگنا پڑے، چند ٹکوں کے لیے طویل سفر کی مشقت اُٹھانا پڑے، اس عارضی زندگی کو بنانے کے لیے لوگ اپنے گھر بار کو چھوڑ کر دور دراز کے ملکوں میں کمانے جاتے ہیں، کمانے میں ایسے لگے رہتے ہیں جیسے خرکار کا گدھا، آج کے انسان پر اس سے زیادہ رحم آتا ہے۔ دنیا کمانے کی اتنی مشقتیں برداشت کر رہے ہیں، بیماریوں کی مشقتیں برداشت کر رہے ہیں، طرح طرح کی پریشانیوں کی مشقتیں برداشت کر رہے ہیں، دشمنوں کی مشقتیں برداشت کر رہے ہیں، آپس میں لڑنے مرنے کی مشقتیں برداشت کر رہے ہیں، زندگی میں سکون نہیں، ہر وقت بے سکونی ہی بے سکونی ہے۔

ایک مشقت کے ذریعہ تمام مشقتوں کا خاتمہ:

اللہ تعالیٰ یہ قاعدہ سمجھاتے ہیں کہ اگر مجھے راضی کرنے کی مشقت برداشت کرلو تو دنیا کی ساری مشقتیں ختم ہو جائیں گی، بس ایک مشقت برداشت کرلو مجھے راضی کرلو تو باقی ساری مشقتیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ جب انسان اللہ کو راضی کر لیتا ہے، ہر قسم

کے گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے، اللہ کی سب نافرمانیاں چھوڑ دیتا ہے، صرف ایک اللہ پر اس کی نظر ہو جاتی ہے تو پھر اس کا ذہن کیا بن جاتا ہے ؎

کارساز ما بساز کار ما
فکر ما در کار ما آزار ما

میرا کارساز ہے میرا کارساز، وہ اللہ میرا کارساز ہے، میں نے اس سے محبت کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کی ہے، اس لیے مجھے اس سے جتنی محبت ہے اس سے کئی گنا زیادہ اسے مجھ سے محبت ہے۔ اسے مجھ سے بہت محبت بہت محبت ہے اس لیے کہ میں نے اسے راضی کرنے کے لیے اپنے نفس کے تمام تقاضے قربان کر دیے، دنیا بھر کی محبتیں قربان کر دیں، دنیا بھر کا خوف، دنیا بھر کی طمع، دنیا بھر کے تعلقات ایک محبوب حقیقی پر سب کچھ قربان کر دیا تو اسے مجھ سے محبت ہے، وہ میرے حالات کو خوب جانتا ہے، خوب جانتا ہے، اس کا علم علمِ کامل ا سے مجھ سے محبت بھی ہے اس کی محبت محبتِ کاملہ ہے، اسے میرے حالات پر قدرت بھی ہے اس کی قدرت قدرت کاملہ ہے۔ قدرت کیسی کہ ایک لمحے میں وہ جو چاہے کر دے اسے کچھ دیر نہیں لگتی ؎

تو شاہوں کو گدا کر دے گدا کو بادشاہ کر دے
اشارہ تیرا کافی ہے گھٹانے اور بڑھانے میں

ان ساری چیزوں پر جب انسان کا ایمان ہوتا ہے، یقین ہوتا ہے، اللہ کے ساتھ خاص تعلق ہو جاتا ہے تو اس پر جو کچھ بھی گزرتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں تو اسے تکلیف محسوس کرتا ہوں مگر میرے مولیٰ کی طرف سے یہ امتحانِ محبت ہے، یہ محبت کی چٹکی ہے محبت کی چٹکی، وہ چٹکیاں لیتا ہے، محبت کی وجہ سے وہ انعامات سے نوازنا چاہتا ہے، اکرامات سے نوازنا چاہتا ہے، میرے درجات بلند کرنا چاہتا ہے، ذرا سی تکلیف پہنچا کر کتنے بڑے بڑے انعامات بڑے بڑے اکرامات دینا چاہتا ہے۔ اس کا عقیدہ یہ ہوتا ہے اس لیے وہ پریشان نہیں ہوتا۔

دنیا میں سب کے سامنے یہ حالات آتے ہیں، دنیوی مقاصد کے حصول کے لیے لوگ مشکل سے مشکل امتحانات دینے کے لیے کیوں تیار ہو جاتے ہیں؟ رات رات بھر محنتیں کیوں کرتے ہیں؟ کیوں جاگتے ہیں؟ اس لیے کہ امتحان میں کامیابی کے بعد پھر کوئی بڑا مرتبہ ملے گا، منصب بھی ملے گا، عزت بھی ملے گی، مال بھی ملے گا، یہ خیال تمام مشقتوں کو آسان کر دے گا حالاں کہ دنیوی امتحانات میں محنت کے بعد ثمرات ملنے کا یقین نہیں، امتحان میں کامیاب ہوگا یا نہیں یہ بھی معلوم نہیں، امتحان میں کامیاب ہونے کے لیے رشوتیں دیتے ہیں، طرح طرح کی خوشامدیں کرتے ہیں، سفارشیں کرواتے ہیں اس کے باوجود کوئی امتحان میں کامیاب ہوتا ہے کوئی نہیں ہوتا، پھر جو کامیاب ہو گئے تو ضروری نہیں کہ سب کو ملازمت بھی مل جائے، دھکے کھاتے پھرتے ہیں، بڑی بڑی ڈگریاں لی ہوئی ہیں، بڑی بڑی ڈگریوں پر ڈگریاں لی ہوئی ہیں پھر بھی دھکے کھاتے ہیں، اتنی مشقتوں کے بعد ملا کچھ بھی نہیں۔

میں خود تو اخبار دیکھتا نہیں ہوں مگر یہاں لوگوں سے کہہ رکھا ہے کہ کوئی اہم خبر ہو تو مجھے بتایا کریں، انہوں نے کل ایک خبر بتائی کہ امریکا میں لوگوں کو ملازمت نہیں ملتی دھکے کھاتے پھرتے ہیں، بڑی بڑی ڈگریاں لے کر بھی نوکری نہیں ملتی اس لیے وہاں کے ماہرین نفسیات نے یہ کہا ہے کہ جہاں کہیں ملازمت کے لیے انٹرویو دینے جائیں تو لباس اچھا پہن کر جائیں خواہ کسی سے مانگ کر پہنیں، لباس اچھا پہن کر اکڑ کر کھڑے ہوں تو انٹرویو لینے والے پر رُعب پڑے گا وہ سوچے گا کہ یہ کوئی بہت بڑا آدمی ہے۔

اسی طرح سے مزدور کتنی محنت کرتا ہے نہ گرمی دیکھے نہ سردی دیکھے اور کتنی محنت کتنی محنت۔ کسان زمین سے پیداوار حاصل کرنے کے لیے کتنی محنتیں کرتے ہیں۔ بسوں کے ڈرائیور، ریل گاڑیوں کے ڈرائیور، ہوائی جہازوں کے ڈرائیور، کشتیوں اور دوسرے بحری جہاز چلانے والے کیسے مسلسل رات دن محنت کرتے ہیں اور ہلاکت کے خطرات الگ کہ کہیں جہاز گر جائے، کہیں بحری جہاز ڈوب جائے، کشتی تباہ ہو جائے، بس کا حادثہ

ہو جائے، ریل گاڑی کا تصادم ہو جائے سخت مشقت کے ساتھ خطرات بھی بہت زیادہ۔ یہ ساری کی ساری مشقتیں دنیا کمانے کے لیے انسان برداشت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہیں مشقت میں پیدا کیا، انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے، دنیا کمانے میں جیسے مشقت برداشت کرتے ہو تو کچھ اللہ کے لیے بھی مشقت برداشت کرلو۔

محض نام کے مسلمان:

ایک معیار اللہ تعالیٰ بیان فرما رہے ہیں:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، زبان سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے۔ پیدا ہوئے تو والدین نے نام رکھ دیا مسلمانوں جیسا بلکہ اب تو وہ بھی چھوٹ رہا ہے۔ نام پوچھنے والے ٹیلی فون پر میرا وقت بہت ضائع کرتے ہیں، کل کسی نے پوچھا کہ لڑکی کا نام ''اقرأ'' رکھ دیں اقرأ لڑکی کا نام! جب میں نے بتایا کہ یہ کچھ بھی نہیں تو پھر کہتے ہیں کہ اچھا اچھا ''اقصیٰ'' لڑکی کا نام رکھنا کیسا ہے؟ میں کہتا ہوں مسلمانوں جیسا نام رکھو تو کہتے ہیں کہ قرآن میں دیکھا ہے قرآن میں۔ معلوم نہیں قرآن کو کیا بنا رکھا ہے، کہتے ہیں کہ قرآن کو کھولیں پھر سات صفحے پلٹیں پھر اوپر کی سات سطریں گنیں پھر جو پہلا لفظ ہو یا ساتواں لفظ ہو وہ نام رکھ دیں، عجیب عجیب شیطان کے چکر ہیں۔ لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ اللہ نے قرآن نام رکھنے کے لیے اُتارا ہے یا جن بھوت بھگانے کے لیے یا سفلی اُتارنے کے لیے یا وسعت رزق کے وظیفے پڑھنے کے لیے یا معشوق کو رام کرنے کے لیے اللہ نے قرآن اُتارا ہے، ارے واہ مسلمان واہ!

اب تو مسلمانوں کے نام بھی گئے، اب تو عجیب عجیب نام رکھتے ہیں اقرأ وقرأ، اقصیٰ تقصیٰ وقصیٰ مقصیٰ پھر مجھ سے پوچھتے ہیں کہ اس کے معنی کیا ہیں تو اللہ کے بندو! جس نے نام رکھا ہے معنی بھی اسی سے پوچھو۔ سیدھی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے جو نام

اوپر سے چلے آتے ہیں وہ رکھتے جائیں یہ شوق کیوں ہوتا ہے کہ کوئی نیا ہی نام ہو۔ جب مجھ سے کوئی کہتا ہے کہ قرآن سے نکالا ہے تو میں اسے کہا کرتا ہوں کہ قرآن میں تو شیطان بھی ہے تو وہی نام رکھ دو، شیطان کا ذکر، ابلیس کا ذکر، فرعون، نمرود، شداد اور قارون وغیرہ کے نام بھی تو قرآن میں موجود ہیں۔

دیکھیے اگر کوئی نام ویسے سمجھ نہیں آتا تو کچھ آسان صورت بتادوں، کسی بڑے قبرستان میں چلے جائیں، میں نے سنا ہے کہ میوہ شاہ کا قبرستان بہت بڑا ہے، کراچی کا سب سے بڑا قبرستان ہے، جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہونے والا ہو وہ خود چلا جائے ساتھ کچھ لوگوں کو بھی لے جائے پھر ایک ایک قبر پر پڑھتے چلے جائیں ہزاروں نام لکھے ہوئے ہیں ہزاروں نام، ان میں سے کوئی نام منتخب کر لیجیے شاید ہوسکتا ہے کہ ساتھ ساتھ موت بھی یاد آجائے، قبرستان میں جا کر موت بھی تو یاد آئے گی نا۔ آج کل کا مسلمان قبرستان بھی جاتا ہے تو اپنی موت کو یاد نہیں کرتا حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبرستان جایا کرو اس لیے کہ اس سے آخرت یاد آتی ہے، اپنی موت کو یاد کرنے کے لیے قبرستان جایا کرو۔

کسی نے نام رکھ دیا مسلمانوں جیسا پھر کان میں اذان دینے کے لیے کسی کو پکڑ کر لے گئے کہ اس کے کان میں اذان دے دو، آج کل مسلمان بننے کی جو علامات رہ گئی ہیں وہ بتا رہا ہوں۔ مسلمانوں جیسے نام رکھ دیں، کان میں اذان دلا دیں اور پھر لڑکا ہے تو ختنہ کر دیں اور ساتویں دن عقیقہ کر دیں تو بس پکا مسلمان ہو گیا، اسے سند مل گئی مسلمان ہونے کی پھر آگے کہیں کسی موقع پر اپنی شناخت لکھنی ہو تو فارم میں مذہب کے خانے میں لکھتے ہیں ''اسلام'' اور بس سمجھتے ہیں کہ ہوگئے مسلمان، اتنا کافی ہے۔

امتحان کی نوعیت:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بار بار یہ اعلان فرماتے ہیں کہ دیکھ لو سمجھ لو سوچ لو خوب غور

کرو تمہارے یہ کہنے سے کہ ہم مسلمان ہیں تو یہ اسلام کا دعویٰ ایسے ہی قبول نہیں کیا جائے گا ہم امتحان لیں گے، امتحان لینے کے بعد دعوے کی حقیقت سامنے آجائے گی اگر واقعۃً مسلمان ہو تو قبول کریں اور اگر امتحان میں ناکام ہو گئے تو تمہارا دعویٰ جھوٹا ہے ہمارے ہاں قبول نہیں۔ دنیا کے سارے امتحانوں کے لیے محنت کی جاتی ہے تو دنیا میں اللہ جو امتحان لے گا اس کے لیے کوئی محنت کیوں نہیں کی جاتی؟ فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍo

ارے! سوچ لو ہم نے تو تم لوگوں کو مشقت میں پیدا کیا ہے دنیا کے کاموں کے لیے بھی امتحانوں کی مشقتیں تم پر ہیں اور دین کے کام کے لیے بھی امتحانوں کی مشقت اُٹھانا پڑے گی اس کے بغیر نہ دنیا میں کامیابی ہوگی نہ دین میں کامیابی ہوگی مشقت اُٹھانا پڑے گی۔ ان آیات میں ایسی ہی مشقت کا ذکر ہے، لوگ یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، یوں کہہ دیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، یوں کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا مذہب اسلام ہے مگر جب ہم امتحان لیتے ہیں تو اس میں ناکام ہو جاتے ہیں، امتحان کی مشقت برداشت نہیں کرتے۔

لوگوں کے ذریعہ ایذاء:

سنیے کیسا امتحان لیتے ہیں:

فَاِذَآ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ

میرے عشق کے دعوے دارو! محبت کے دعوے کرنے والو! سن لو! ہم لوگوں سے تمہارے اوپر تکلیفیں ڈلوائیں گے، لوگ ایذاء پہنچائیں گے، تکلیف پہنچائیں گے، مخالفت کریں گے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ **اٰمنا باللہ** تو کہہ دیتے ہیں، ”ہم مومن ہیں“ کہہ دیتے ہیں مگر جہاں کسی کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچی، ہم نے تھوڑا سا امتحان لیا تو:

جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ

لوگوں کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو اسے اتنی مشقت سمجھتا ہے اتنا گھٹتا ہے تکلیف برداشت کرنے سے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بڑھ کر اسے سمجھتا ہے۔ اللہ کا حکم ایک طرف بیوی کا حکم دوسری طرف۔ یہ مسئلے تو سامنے آتے رہتے ہیں، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے تو ڈاڑھی رکھ لی تھی لیکن بیوی نے کہا کہ منڈاؤ، آخر بیوی نے ڈاڑھی منڈوا کر چھوڑی۔ ایسے لوگوں کے لیے ایک تو بڑا آسان سا جواب ہے کہ ارے اُلو! تو بیوی ہے یا شوہر ہے؟ ان لوگوں سے یہ پوچھا کریں کہ ارے اُلو! تو بیوی ہے یا شوہر ہے؟ ایسی باتیں تو بہت سامنے آتی رہتی ہیں کہ ہم یہ کام کرنا چاہتے ہیں مگر بیوی کرنے نہیں دیتی، ہم فلاں کام نہیں کرنا چاہتے مگر بیوی زبردستی کروالیتی ہے تو بجائے اس کے کہ اسے لمبے چوڑے نسخے بتائے جائیں مختصر سا نسخہ یہ ہے کہ ارے اُلو! تو شوہر ہے یا بیوی؟ یہ فیصلہ کرلے، اگر بیوی کو شوہر بنالیا پھر تو قصہ ہی ختم ہوا اور اگر تو شوہر ہے تو پھر بیوی کو واقعۃً بیوی بنا کر دکھاؤ خود شوہر بن کر دکھاؤ۔ ہے بڑی عجیب بات کہ بیوی کرنے نہیں دیتی، ناراض ہوتی ہے، ارے احمق! اُلو!! کماتا تو ہے، شوہر کماتا ہے نا؟ کماتا تو تو ہے، طاقت اور قوت تیرے اندر زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق عقل تیرے اندر زیادہ ہے، دل کی قوت اور شجاعت عورتوں کی بنسبت تیرے اندر زیادہ ہے، گھر کا مالک تو، شوہر تو وہ بیوی، ساری چیزیں ملایئے، جسمانی طاقت تیرے اندر زیادہ، عقل تیرے اندر زیادہ، مال سارا کا سارا تیرا تو کماتا ہے اور شیر جیسی صورت اللہ تعالیٰ نے تیری بنائی، بیویاں ڈاڑھی بھی اسی لیے تو منڈواتی ہیں کہ اس کی جو صورت ہے نا شیر جیسی صورت، تو مردوں کو رام کرنے کے لیے تابع کرنے کے لیے سب سے پہلا گر یہ ہے کہ اس کی صورت کا جو رُعب ہے اسے ختم کرو، اپنے جیسا بناؤ پھر اگر یہ کچھ کہے گا تو اسے کہیں گے کہ ارے جا ہیجڑا سا! ہیجڑا، ہیجڑا سا! ارے جا ہیجڑا سا! جواب یہی دے گی کہ ارے باتیں کیسے کر رہا ہے ہیجڑا سا باتیں کیسے کر رہا ہے۔ یہ بیویاں جو سر چڑھ رہی ہیں تو اس لیے کہ مرد خود اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں چھوڑتے۔ جو لوگ اللہ کی نافرمانی نہیں

چھوڑتے اللہ تعالیٰ انہیں پٹواتا ہے مرواتا ہے ان کے ماتحت لوگوں سے، بیوی ہر لحاظ سے ماتحت ہے، ہر لحاظ سے ماتحت ہے، جن لوگوں کے سروں میں بیویاں جوتے لگاتی ہیں، پریشان کرتی ہیں، پٹائی کرتی رہتی ہیں، دولتیاں لگاتی رہتی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مرد خود اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ماتحت لوگوں سے انہیں پٹواتے ہیں، ٹھیک ہے تیری مرمت یوں ہی ہوسکتی ہے، ہماری نافرمانی کرنے والے تجھے پٹوائیں گے تیری بیوی سے۔

چند روز کی بات ہے کسی نے بتایا کہ کراچی میں ایک بہت بڑے وکیل ہیں ہم نے خود انہیں روتے ہوئے دیکھا ہے، ان کی بیوی انہیں مارتی تھی اس لیے رو رہے تھے۔ کسی نے انہیں میرے پاس بھیجا کہ جا کر کوئی تعویذ لو دُعاء وغیرہ کرواؤ۔ یہاں تو تعویذ ایک ہی دیا جاتا ہے کہ اللہ کی نافرمانی چھوڑ دو۔ بیوی کو تو اللہ نے تم پر مسلط کیا ہوا ہے کہ ذرا لگاؤ اس کی ٹھکائی، نافرمان کو مار مار کر اس کا دماغ درست کرو، بیوی مارتی ہے:

فَاِذَا اُوْذِیَ فِی اللّٰہِ جَعَلَ فِتْنَۃَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰہِ

یہ قصہ تو بتا دیا ایک طرف کا دوسری طرف کا قصہ بھی ہوتا رہتا ہے کہ بہت سی بیویاں اپنے شوہر کو تنگ کرتی ہیں کہ بیوی بنو اور کہیں اُلٹا معاملہ بھی ہے کہ شوہر بیویوں پر ظلم کرتے ہیں مگر وہ کم ہے، اسے بھی اس پر قیاس کرلیں کہ بیویاں اللہ کی نافرمانیاں کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ شوہروں کو ان پر مسلط کر دیتے ہیں کہ ان کی ٹھکائی لگاؤ۔

مسلمان کی بے شرمی:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ **اٰمنا باللہ** ہم اللہ پر ایمان لائے مگر جب ہم ان کا امتحان لیتے ہیں تو:

فَاِذَا اُوْذِیَ فِی اللّٰہِ جَعَلَ فِتْنَۃَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰہِ

کسی سے ذرا سی مخالفت کروادی، بیوی سے، شوہر سے، بھائی سے، بہن سے،

والدین سے، اولاد سے، دوستوں سے، رشتے داروں سے، پڑوسیوں سے اور تجارتوں میں کوئی شریک ہے تو اس سے کہ فلاں کام اگر نہیں کرو گے تو ہم ناراض ہو جائیں گے یا تم نے فلاں کام کیا تو ہم ناراض ہو جائیں گے، اگر دین دار بن گئے تو ہم ناراض ہو جائیں گے، اللہ کے بندے بن گئے تو ہم ناراض ہو جائیں گے، فلاں فلاں کام چھوڑ دیا تو ہم ناراض ہو جائیں گے، ایسے مختلف مواقع پر لوگوں کی طرف سے مخالفت کا سامنا ہوتا ہے، کسی نے ذرا سی دھمکی دی ذرا سی تو یہ بھی دیکھتا سوچتا ہے کہ یہ میرا کیا بگاڑ لے گا، تھوڑے سے لوگ کچھ ایسے بھی ہوں گے جو یہ سوچتے ہوں گے کہ اگر میں نے اس کی بات نہیں مانی اور یہ ناراض ہو گیا تو یہ میرا کیا بگاڑ لے گا، اکثر تو سوچتے ہی نہیں بس ذرا سی کسی نے ناراض ہونے کی دھمکی دی تو ہاں بھائی بندی ہے بھائی بندی، بھائی ناراض ہو جائیں گے، رشتے دار ناراض ہو جائیں گے، قبیلے سے کٹ جائیں گے، کنبہ کٹ جائے گا، یا بھتیجے کی شادی ہے یا بھائی کی شادی ہے یا بہن کی شادی ہے اس میں تصویروں کی لعنت ہوگی تو مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم جائیں یا نہ جائیں؟ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ انہیں یہ بات پوچھتے ہوئے شرم نہیں آتی، جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت برس رہی ہو وہاں جانے کا پوچھتے ہی کیوں ہیں؟ آج کا مسلمان ایسا ڈھیٹ، ایسا بے شرم، ایسا بے غیرت، ایسا اللہ کا نافرمان کہ نافرمانی کی بات پوچھتے ہوئے شرم نہیں آتی بے شرمی سے پوچھتے ہیں کہ بھائی کے ہاں شادی ہے وہاں تصویریں بھی ہوں گی تو کیا ہم اس تقریب میں جا سکتے ہیں؟ جب جواب ملتا ہے کہ جہاں تصویریں ہوتی ہیں وہاں اللہ کی لعنت برستی ہے لعنت، لعنت والی جگہ پر جائیں گے تو ملعون ٹھہرے دنیا میں بھی طرح طرح کے عذاب میں پھنسیں گے اور آخرت کا جہنم تو ہے ہی:

ولعذاب الأخرة اكبر

آخرت کا عذاب تو بہت بڑا عذاب ہے تو جواب یہ دیتے ہیں کہ پھر وہ ناراض

ہو جائیں گے۔ کبھی میں یہ بھی پوچھ لیتا ہوں کہ وہ ناراض ہو جائیں گے تو کیا ہوگا؟ کہتے ہیں کہ کچھ بھی نہیں۔ کچھ بھی نہیں ہوگا تو ایسے ہی خواہ مخواہ بھائی کی رضا کو اللہ کی رضا پر مقدم رکھنا حالاں کہ کچھ بھی نہیں، ایسے ہی بس وہ ناراض نہ ہو، ناراض نہ ہو، اللہ ناراض ہوتا ہے تو ہو جائے۔

اتنی موٹی سی بات عقل میں نہیں آتی کہ اگر وہ تیرا بھائی ہے تو کیا تو اس کا بھائی نہیں؟ سوچیں ذرا خوب سوچیں وہ بدمعاش جہنم میں جانے اور لے جانے والا تیرا بھائی ہے تجھے اللہ نے اگر ہدایت دی ہے تو بھی تو اس کا بھائی ہے، اس کا اگر تجھ پر حق ہے تو تیرا اس پر حق نہیں؟ وہ اگر تجھے کھینچ کر لعنت کی جگہ لے جانا چاہتا ہے، جہنم کی طرف کھینچ کر لے جانا چاہتا ہے تو کیا اسے جنت کی طرف لے جانا تیرا حق نہیں؟ وہ اگر کہتا ہے کہ میں ناراض ہو جاؤں گا تو تیری زبان کدھر چلی گئی؟ تیری غیرت کدھر چلی گئی؟ تیرا ایمان کدھر چلا گیا؟ تیری عقل نے کیوں جواب نہیں دیا؟ کیا تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تیرا بھائی ہوں تمہیں اگر اللہ کا خوف نہیں تو کم از کم بھائی کا خیال تو کر سکتے ہو۔ چاہیے تو یہ کہ یہ بھائی سے کہے کہ میں بھی اللہ کا بندہ تو بھی اللہ کا بندہ، نہ میری مرضی کی بات نہ تیری مرضی کی بات، مرضی میرے اللہ کی جس کے ہم بندے ہیں، جس کے سامنے پیش ہونا ہے، میری تیری بات چھوڑ دیجیے۔ دوسرے درجے میں اگر میری تیری باتیں ہیں تو کیا صرف تو ہی میرا بھائی ہے میں تیرا بھائی نہیں ہوں؟ یک طرفہ فیصلہ کیوں کیا جائے؟ تو شریعت پر عمل کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہو رہا ہے تو میں بھی تو تیری بداعمالیوں سے بے زار ہوں۔ اور وہ شیطان کا بندہ یہ نہیں کہتا کہ بھائی تو میرا بھائی ہے میں شیطان کو خوش کرنے کے لیے تجھے ناراض کروں یہ مجھ سے نہیں ہوتا، تیری خاطر میں شیطان کی پیروی چھوڑ دیتا ہوں، ویسے تو جہنم میں جانے کا شوق ہے مگر چونکہ تو میرا بھائی ہے اس لیے تیری خاطر چھوڑ دیتا ہوں۔ وہ چھوڑنے کو تیار نہیں، شیطان کے بندے اپنے بھائی

کی خاطر شیطانی کام چھوڑنے پر تیار نہیں تو جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی وہ بھائی کی خاطر اللہ کو کیوں ناراض کرتا ہے؟ بات کچھ سمجھ میں آئی؟ ایک بار استغفار پڑھ لیجیے تو بات جلدی سمجھ میں آجائے گی، سب لوگ استغفار پڑھ لیں۔ پھر لوٹا دوں؟ مجھے یہی خطرہ رہتا ہے کہ بات سمجھتے نہیں اگر سمجھتے تو یہ لوگ پھر بار بار کیوں پوچھتے ہیں؟

مسلمانو! ہوش میں آؤ:

مجھ سے پوچھتے ہیں کہ جہاد فرض عین ہے یا نہیں؟ جواب ملتا ہے کہ فرض عین تو ہے اب کس چیز کا انتظار ہے؟ ہندوستان کی فوجیں سرحد پر لگی ہوئی ہیں کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ کیا اس کا انتظار ہے کہ گھروں میں گھس کر قتل کریں گے اس کے منتظر بیٹھے ہوئے ہیں؟ پھر کہتے ہیں کہ وہ ابا کہتا ہے کہ جہاد پر مت جاؤ۔ تو میں کہتا ہوں کہ اچھا ٹھیک ہے انتظار کرتے رہو پھر دیکھیں بنتا کیا ہے۔ سنیے! میرا اللہ کیا کہہ رہا ہے؟:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ
وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ناقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا
وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ
سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْفٰسِقِيْنَ o (۹-۲۴)

”آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والے لوگوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔“

اعلان ہو رہا ہے اعلان فرما دیجیے اعلان کیجیے اعلان، ارے جہاد سے جانیں چُرانے والو! مختلف بہانے بنا بنا کر جہاد سے بھاگنے والو سن لو! یہ وہ قرآن ہے جسے پڑھ پڑھ کر خوانیاں کروا کر لڈو کھاتے ہیں وہ قرآن ہے۔ فرما دیجیے کہ اگر تمہارے بیٹے، تمہاری اولاد، تمہارے ابا، تمہاری اماں، تمہاری بیویاں، تمہارے بھائی، تمہاری تجارتیں، تمہارے محلات، سونے چاندی کے ڈھیر جو کچھ جمع کر رکھا ہے جب اللہ سے زیادہ محبوب ہو جائیں، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اور جہاد کرنے سے زیادہ ان چیزوں کی فکر ہو تو: **فَتَرَبَّصُوْا، فَتَرَبَّصُوْا** انتظار کرو، انتظار کرو، کون کہہ رہا ہے؟ اللہ کہہ رہا ہے انتظار کرو: **حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ** اللہ جب لائے گا عذاب تو پھر کہو گے کہ اگر ہم پہلے سدھر گئے ہوتے تو اچھا ہوتا لیکن عذاب آنے کے بعد پھر مہلت نہیں ملے گی: **فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ** انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ کا عذاب آ جائے۔ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ ہندوستان سے کٹ مر کر آ گئے اب یہاں آ کر بھی آنکھیں نہیں کھل رہیں تو ہندوستان ہی واپس کیوں نہیں چلے جاتے؟ جن لوگوں کو ابھی تک جہاد کی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں تو واپس ہندوستان ہی چلے جائیں، وہاں سے تو دُم دبا کر بھاگے آدھے مرے اور کتنی عورتیں قربان کر کے آئے، جائیدادیں بھی، بیٹیاں بھی، بیویاں بھی، سب کچھ قربان کر کے آئے اور یہاں آ کر اللہ کی نافرمانی پہلے سے زیادہ کرتے ہو؟ کچھ ہوش نہیں! کچھ ہوش نہیں! گناہوں میں مست ہو رہے ہیں:

فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ

مسلمانی کے دعوے کرنے والے، ایمان کے دعوے کرنے والے جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو دشمن تم پر ٹوٹ پڑا ہے، اللہ کے لیے ہوش میں آؤ، آنکھیں کھولو، دفاع کرو، یہ اقدامانہ جہاد نہیں دفاعی ہے دفاع کرو، اپنی جانوں کا دفاع کرو، اپنی عزت کا دفاع کرو، اپنے ایمان کا دفاع کرو، اپنی بیوی بیٹیوں بہنوں کا دفاع کرو، جب یہ کہا جاتا ہے تو: **جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ**، ارے نہیں نہیں! ہم تو مر جائیں

گے۔ ارے! تو جہاد میں نہیں مرا تو کیا تو ویسے کبھی بھی نہیں مرے گا ہمیشہ زندہ ہی رہے گا؟ ویسے معلوم یہ ہوتا ہے کہ آج کے مسلمان کے قبضے کی بات ہوتی تو قرآن سے جہاد کی ساری آیتیں نکال دیتا۔ اللہ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے پوری دنیا مل کر قرآن سے ایک لفظ نکالنا چاہے تو نہیں نکال سکتی اگر اللہ کی طرف سے یہ ذمہ نہ ہوتا تو آج کا مسلمان قرآن کو بدل ڈالتا۔ جہاد کے بارے میں قرآن بھرا ہوا ہے قتال والا جہاد قتال والا، لڑو مارو، لڑو مارو، جان سے مارو، اپنی جانیں قربان کرو، دشمنوں کی جانیں مارو، اللہ کے کافروں کی گردنوں پر مارو، اللہ کے دشمنوں کے سروں پر مارو، اللہ کے دشمنوں کے جوڑتا کو، جوڑتا کو، پورا قرآن بھرا پڑا ہے تو آج کا مسلمان تو ساری آیتوں کو نکال دیتا باقی تھوڑا سا قرآن بس ایک دو پارے ہی رہ جاتا ساری آیتوں کو ختم کر دیتا۔ یا اللہ! قرآن پر ایمان عطا فرما، ایمان کامل عطا فرما، تو اپنے احکام کا اتباع کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔

وصل اللهم وبارك وسلم على عبدك ورسولك محمد وعلى اله وصحبه اجمعين والحمدلله رب العلمين

شکرِ نعمت

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ شکرِ نعمت

بمقام: ☜ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ☜ ۲۰ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ

بوقت: ☜ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ☜ شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۳۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

شکرِ نعمت

(۲۰ ربیع الاول ۱۴۰۴ ھ)

یہ وعظ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ اصلاح سے نہیں گزارا جا سکا اس لیے اس میں کوئی نقص نظر آئے تو اسے مرتب کی طرف سے سمجھا جائے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وقال تعالیٰ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ۝

ہر مقام مقامِ شکر:

انسان سوچتا ہی نہیں کہ اللہ کے کتنے احسانات ہیں۔ ذرا سی عقل ہو ذرا سی عقل تو

سوچے، غور وفکر کرے کہ اللہ کے کتنے احسانات ہیں، کیسا کرم ہے، کتنی نعمتیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں مقام صبر ہے ہی نہیں، ہر مقام مقام شکر ہی ہے۔ یہ تو انسان کی ناشکری، ناقدری، بے ہمتی اور ہوس کی بات ہے اگر وہ یہ سمجھے کہ اس کے پاس نعمتیں نہیں وہ صبر کر رہا ہے۔ دنیا میں صبر کا مقام کوئی ہے ہی نہیں۔ انسان جس حالت میں بھی ہو، اللہ تعالیٰ کے احسانات اتنے ہیں کہ انسان کسی طرح بھی ان کا شکر ادا نہیں کر سکتا ؎

نہیں ہوتا ادائے حق نعمت کچھ نہیں ہوتا
اگر چہ دل ہے وقف سجدۂ شکرانہ برسوں سے

سر تو سجدہ کرتا ہی ہے مگر جس میں صلاحیت ہو اس کا دل بھی سجدہ کرتا ہے بلکہ ہر وقت سجدۂ شکر کے لیے وقف ہو کر اپنے محسن حقیقی و منعم حقیقی کے سامنے جھکا رہتا ہے دنیا میں ہر مقام شکر کا مقام ہے، صبر کا اجر تو اللہ تعالیٰ ایسے ہی مفت میں عطاء فرما دیتے ہیں بندے کی بے ہمتی کے پیش نظر ورنہ درحقیقت مقام صبر تو ہے ہی نہیں۔ دنیا کا کوئی فرد ایسا نہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی بے حد و حساب نعمتیں نہ ہوں:

وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝ (۱۴-۳۴)

”اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہر اس چیز سے حسب حکمت و مصلحت حصہ دیا جو تم زبان یا حال سے چاہتے تھے۔“

یعنی زبان سے سوال کے بغیر ہی تمہارے حال کے مطابق تمہاری ضرورت کی چیزیں تمہیں عطاء کیں ؎

ما نبودیم و تقاضا ما نبود
لطف تو ناگفتۂ ما می شنود

اگر اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انہیں شمار نہیں کر سکتے، بلاشبہ انسان بڑا ظالم بڑا

ناشکرا ہے۔ ظالم سے مراد ہے نافرمان کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے، ظاہر ہے کہ اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے؟

یہ انسان بڑا ناشکرا ہے، بڑا ظالم ہے، اپنے نفس پر ظلم کر رہا ہے، نعمتوں کا اقرار نہیں کرتا، نعمتوں کی طرف توجہ نہیں دیتا، نہ تو زبان سے شکر اداء کرتا ہے نہ ہی عمل سے۔ ایک تو اِنَّ میں تاکید، لام میں تاکید، جملہ اسمیہ اور لام جواب قسم، چار تاکیدوں کے ساتھ فرماتے ہیں اور قسم اُٹھا کر فرماتے ہیں کہ بڑا ظالم ہے، بڑا ہی ناشکرا ہے پھر **ظَلُوْمٌ** مبالغہ کا صیغہ اور **کَفَّارٌ** بھی مبالغہ کا صیغہ یعنی یہ چھوٹا سا ناشکرا نہیں بلکہ بہت بڑا ناشکرا ہے۔ (حاضرین میں سے کسی کو جمائی آئی تو اس نے منہ پر ہاتھ نہیں رکھا اس پر حضرت اقدس نے فرمایا) جب جمائی آئے منہ پر ہاتھ رکھا کریں پہلے تو روکنے کی کوشش کیا کریں نہ رکے تو بائیں ہاتھ کی پشت رکھا کریں۔ یہ بات شروع ہی سے بچوں کو بتانی چاہیے مگر جہالت اور غفلت نے اس قوم کو خراب کر دیا۔ جب بچہ چھوٹا ہو تو جیسے ہی جمائی لے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیں، کہیں ہاتھ ایسے نہ رکھیے گا کہ اس کا دم ہی گھٹ جائے۔ بچہ کا منہ تو چھوٹا سا ہوتا ہے بس ایک اُنگلی رکھ دی کافی ہے پھر جیسے جیسے بچہ بڑا ہوگا اور وہ بڑوں کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھے گا تو وہ سمجھ جائے گا کہ یہ ضروری کام ہے وہ کسی کے کہے بغیر خود بخود کرنے لگے گا۔ جو کام آپ کے والدین کو کرنے چاہیے تھے وہ کام میں کر رہا ہوں خاص طور پر دو کاموں کی ہدایت ایک یہ کہ جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ رکھا کریں دوسرا یہ کہ نماز میں ہاتھ نہ ہلایا کریں۔ یہ بات بھی خوب اچھی طرح سمجھ لیں اپنے بچوں کو بتایا کریں۔

جب انہیں نماز سکھائیں تو سب سے پہلے یہ بتائیں کہ نماز میں ہاتھ ہرگز نہ ہلائیں۔

بات یہ ہو رہی تھی کہ مقامِ صبر تو دنیا میں ہے ہی نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اگر کوئی بندہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ صبر کر رہا ہے تو اس کے گمان کے مطابق اسے صابرین کی فہرست میں داخل فرما لیتے ہیں۔

شاکر دل کی علامت:

سب سے بڑا شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیں۔ دراصل شکر تو دل کا ہوتا ہے اور دل شاکر بنایا نہیں اس کی علامت کیا ہے؟ ایک علامت تو اس کی فریب والی ہے کہ بس زبان سے کہتے رہیں الحمدللہ! الحمدللہ!! اللہ تیرا شکر ہے۔ دوسری علامت حقیقی ہے یعنی گناہ چھوٹ جائیں زبان کے ساتھ ساتھ پورا جسم شکرگزار بن جائے ؎

افادتکم النعماء منی ثلثۃ
یدی ولسانی والضمیر المحجبا

شاعر بادشاہ سے کہتا ہے کہ آپ کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں کہ ان کی وجہ سے آپ میری تین چیزوں کے مالک بن گئے ہیں۔ میرے ہاتھ پاؤں آپ ہی کی خدمت واطاعت میں لگے رہتے ہیں اور میری زبان کے مالک بھی آپ ہی بن گئے وہ بھی آپ ہی کی تعریف میں ہر وقت تر رہتی ہے، ہمہ وقت آپ کے ذکر سے رطب اللسان رہتا ہوں اور سب سے بڑی بات یہ کہ سینے میں چھپا ہوا دل بھی آپ ہی کا ہوگیا ؎

زخمی بھی کیا کس کو سینے میں چھپے دل کو
شاباش او تیر افگن! کیا خوب نشانہ ہے

یا اللہ! اپنی رحمت سے سب کے قلوب کے ساتھ اپنی محبت کا یہی معاملہ فرمادے ع

شاباش اور تیر افگن کیا خوب نشانہ ہے

ایک شاعر اپنے ہی جیسے ایک فانی مخلوق کے بارہ میں کہتا ہے کہ تیرے احسانات نے میرے دل کو خرید لیا اس میں غیر کا کوئی وسوسہ نہیں آتا، دوسرے کی طرف کوئی توجہ نہیں یہ دل تو بس اب تیرا ہی ہوگیا ؎

خذوا فؤادی ففتشوہ وقلبوہ کما تریدوا
فلن تحسوا بہ سواکم زیدوا علی الحضور زیدوا

''میرے محبوب! میرے دل کو پکڑ لے پھر اسے چیر کر خوب اُلٹ پلٹ کر دیکھ، تجھے اس میں تیرے سوا کچھ نہیں ملے گا، مجھ پر اور زیادہ سے زیادہ توجہ فرما۔''

یہ ہے محبت، اللہ کی محبت ایسی پیدا ہو جائے۔ دل کے خیالات، رجحانات، تمنائیں ساری کی ساری بس صرف اسی کی طرف متوجہ رہیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْيَتَکَ وَذِكْرَکَ وَاجْعَلْ هِمَّتِیْ وَهَوَایَ فِيْمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

جس دل میں اللہ کی محبت آجاتی ہے اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ یا اللہ! میرے دل کے وساوس، میرے دل کے خیالات کیا ہوں؟ **خَشْيَتَکَ وَذِكْرَکَ** بس تیرے ہی خیالات آتے رہیں تیرا خوف اور تیرا ذکر، بس اس کے سوا اس دل میں کچھ نہ رہے۔ اللہ کے خوف کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ! کوئی ایسی چیز ہیں جن سے ڈرا جائے جیسا کہ ظالم جابر بادشاہ سے ڈرا جاتا ہے، اللہ سے ڈرنا یوں نہیں، اللہ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ خوف اللہ کی محبت کا عکس ہے، اس کے تابع ہے، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت جتنی بڑھتی جائے گی اس کا ڈر بھی بڑھتا جائے گا کہ کہیں محبوب ناراض نہ ہو جائے اگر کوئی بات ذرا سی بھی محبوب کی رضا کے خلاف ہوگئی تو پھر کیا بنے گا۔ یہ خوف ہوتا ہے محبوب کی ناراضی کا۔

وَاجْعَلْ هِمَّتِیْ وَهَوَایَ فِيْمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

میرے اہم مقاصد میری کوششیں، میری محنتیں ساری کی ساری اسی میں رہیں کہ تو راضی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سب کے حق میں یہ دُعاء قبول فرمائیں۔

شدت مرض میں غلبۂ شکر:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب

رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک قصہ بیان فرمایا، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاذ تھے۔ دار العلوم دیوبند میں بہت اونچے درجے کے استاذ اور بہت بڑے بزرگ تھے۔ انہیں ایک بار بخار ہوگیا، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے پوچھا:

''حضرت کیسے مزاج ہیں؟'' فرمایا:

''الحمدللہ! کان صحیح ہیں، الحمدللہ! آنکھ صحیح ہے، الحمدللہ! زبان صحیح ہے، الحمدللہ! ہاتھ صحیح ہیں، الحمدللہ! پاؤں میں تکلیف نہیں، الحمدللہ! سر میں درد نہیں۔''

مزاج جو بتانا شروع کیا تو ایک ایک عضو پر الحمدللہ! الحمدللہ! اور جو بخار کی تکلیف تھی اس کا ذکر تک نہ کیا۔ جب دل شاکر بن جاتا ہے تو اسے تو ہر طرف نعمتیں ہی نعمتیں نظر آتی ہیں بظاہر اگر کوئی تکلیف بھی ہوتی ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ میرے رب کی طرف سے جو بھی معاملہ ہے اسی میں میری بہتری ہے لہٰذا وہ مصیبت پر بھی شکر ادا کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''جب انسان پر کوئی مصیبت آئے تو اس پر تین شکر واجب ہیں:

① الحمدللہ! کہ یہ مصیبت دنیوی ہے دینی نہیں، دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

② الحمدللہ! چھوٹی مصیبت ہے بڑی مصیبت نہیں۔ دنیا میں بڑی سے بڑی مصیبتیں ہیں۔

③ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے مصیبت پر صبر کی توفیق عطاء فرمائی جزع وفزع سے حفاظت فرمائی۔''

الحمدللہ خیر ہوگئی:

ایک بزرگ کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کوئی ان سے کسی تکلیف کا ذکر کرتا تو فرماتے:

”الحمدللہ خیر ہوگئی۔“

ایک شخص کا جوان بیٹا فوت ہوگیا تو انہوں نے حسبِ معمول وہی جواب دیا الحمدللہ! خیر ہوگئی، اسے بہت غصہ آیا اور اس نے ٹھان لیا کہ انہیں کوئی زبردست چوٹ لگا کر پوچھوں گا کیا حال ہے؟ پھر دیکھوں گا کیا جواب دیتے ہیں۔ یہ بزرگ گاؤں میں رہتے تھے، دیہاتیوں کے دستور کے مطابق قضاء حاجت کے لیے گاؤں سے باہر جاتے تھے۔ اس شخص کو ان کے باہر جانے کا وقت اور راستہ معلوم تھا۔ لاٹھی لے کر اس راستے میں کسی جھاڑی کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گیا کہ جب یہاں سے گزریں گے تو لاٹھی مار کر پوچھوں گا۔ ادھر اللہ تعالیٰ کی رحمت نے یوں دستگیری فرمائی کہ ان کے کمرے کے دروازے کی اونچائی کم تھی جس میں سے سر جھکا کر گزرنا پڑتا تھا۔ اس روز باہر نکلنے لگے تو سر جھکانے کا خیال نہ رہا، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت دکھانے کے لیے سر جھکانے سے غفلت طاری فرمادی، سر چوکھٹ سے ٹکرا گیا، زخم ہوگیا، گھر ہی میں اجابت سے فارغ ہوئے، سر پر پٹی باندھی۔ ادھر وہ شخص انتظار کر کے مایوس ہوگیا تو ان کے گھر پہنچا دیکھا کہ سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے، پوچھا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے حسبِ معمول وہی جواب دیا: ”الحمدللہ! خیر ہوگئی۔“ اس نے دل میں کہا کہ خیر ہی ہوگئی ورنہ میں خیر بناتا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت جو بصورت زحمت ظاہر ہوئی اس میں کئی فائدے ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے ان بزرگ کو چھوٹی چوٹ لگا کر بڑی چوٹ سے بچالیا۔

② اس شخص کو بہت بڑے گناہ سے بچالیا۔

③ اگر وہ شخص اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتا تو ان بزرگ کے قلب میں رنجش پیدا ہوتی پھر اگر یہ معاف بھی فرمادیتے تو شاید اللہ تعالیٰ اسے معاف نہ فرماتے دنیا اور آخرت میں کوئی عذاب اس پر مسلط فرماتے۔

④ دین دار لوگ بلکہ بے دین بھی جنہیں بزرگوں سے تھوڑا بہت انس ہوتا ہے وہ

سب اس کے دشمن ہو جاتے اور اسے تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑتے کچھ بعید نہیں کہ قتل ہی کر دیتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا مقام عبدیت:

حضرت یوسف علیہ السلام پر کتنے بڑے بڑے مصائب آئے:

① بچپن ہی میں بھائیوں نے لے جا کر کنویں میں پھینک دیا اندازہ لگائیں کہ کم سن بچے کو کنویں میں پھینک دیا جائے تو اس پر کیا گزرے گی۔

② کنویں سے نکالنے والوں نے بازار میں لے جا کر فروخت کر دیا۔ نہ صرف نبی زادے بلکہ خود بھی نبی بننے والے تھے اور نبی نبوت ملنے سے پہلے ولی ہوتا ہے، والدین نے بڑے ناز و نعم سے پالا تھا۔

③ اس برگزیدہ ہستی کو غلام بنالیا گیا، غلاموں کی زندگی حیوانوں سے بھی بدتر ہوتی ہے۔

④ ابا کی جدائی کا صدمہ۔

⑤ ان سب مصیبتوں سے بڑی مصیبت زلیخا کی جس سے دنیا و آخرت دونوں تباہ ہونے کا خطرہ۔

⑥ کئی سال جیل میں رہنے کی مصیبت۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالی کی نافرمانی سے بچنے کے لیے چھ کام کیے:

① سب سے پہلے نفس و شیطان کے شر سے بچنے کے لیے اللہ سے پناہ طلب کی۔

② اللہ تعالی کے احسانات اور اس کی شان تربیت کا مراقبہ کیا:

مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ (۱۲-۲۳،۲۴)

ایسے محسن کو ناراض کردوں یہ کبھی نہیں ہوسکتا، کچھ بھی ہو جائے میں اس مالک کو کبھی

ناراض نہیں کرسکتا۔ سب سے پہلی بات یہ سوچی، اسی لیے تو بتایا جاتا ہے کہ اپنے اعمال کا محاسبہ اور مراقبہ کیا کریں، یہ سوچا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے کتنے احسانات ہیں، یہ دنیا فانی ہے، یہ لذتیں سب ختم ہوجانے والی ہیں، ایک دن مرنا ہے، پھر جان کیسے نکلے گی، عذاب قبر کو سوچا کریں، اس کے بعد پھر مالک کے حضور پیشی ہوگی اور پھر جنت یا جہنم۔ جہنم کی وعیدیں تو گدھوں کے لیے ہیں، گدھوں کے لیے۔ اگر کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذرا سا بھی تعلق ہو وہ تو یہی سوچ سوچ کر مرا جاتا ہے کہ کہیں مالک کی نظر نہ ہٹ جائے، کوئی کام مالک کی رضا کے خلاف نہ ہوجائے، اس کے لیے تو ہزاروں جہنموں سے بڑھ کر جہنم یہ ہے کہ مالک کی نظر ہٹ گئی۔ مگر آج کا مسلمان اس سے تو کیا ڈرے وہ تو جہنم سے بھی نہیں ڈرتا یہ تو بڑا بہادر ہے، بہت بہادر ہے۔

③ ابتلاء سے بچنے کی کوشش کی اور بھاگے۔ اگر سوچتے کہ دروازے تو مقفل ہیں تو بھاگنے سے کیا فائدہ، مبتلا ہوجاتے بچ نہ سکتے۔ یہ سوچا کہ جو کرسکتا ہوں وہ تو کروں آگے میرا مالک میری مدد کرے گا، وہ وہاں سے بھاگے اور اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی دروازے خود بخود کھل گئے۔

یہ تین تدبیریں تو زلیخا کے پہلے حملہ کے وقت فوری طور پر کیں، پھر آیندہ کے لیے حفاظت کی مزید تین تدبیریں اختیار کیں:

① محبوب حقیقی کی ناراضی سے بچنے کے لیے بڑی سے بڑی مشقت ومجاہدہ خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کا عزم ظاہر فرمایا، زلیخا نے جیل میں ڈالنے اور ذلیل کرنے کی دھمکی دی تو محبوبِ حقیقی کی ناراضی سے بچنے کا ذریعہ بننے والی جیل محبوب ہوگئی۔

② اپنے رب کریم کے سامنے اپنی عاجزی پیش کرکے اس ابتلاءِ عظیم سے بچنے کی دُعاء کی۔

③ اس قدر معجزانہ بلند ہمتی کے ساتھ اپنی ہمت پر نظر رکھنے کی بجائے اپنے رب کریم کی دستگیری پر نظر رکھی۔

مجموعہ چھ تدبیریں ہوگئیں، آخری تین تدبیروں کا بیان ان آیتوں میں ہے:

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۭ وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝

(۱۲-۳۲،۳۳)

پھر امتحان میں اتنی بڑی کامیابی حاصل ہوجانے کے بعد بھی اپنے کمال پر نظر جانے کی بجائے اپنے رب کریم کی رحمت پر نظر رہی:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (۱۲-۵۳)

پھر جب جیل سے رہائی ہوئی اور بہت مدت کے بعد والد سے ملاقات ہوئی تو اتنی بڑی بڑی تکلیفوں میں سے ایک کا بھی ذکر نہیں کیا اپنے رب کریم کے احسانات ہی گنوا رہے ہیں:

وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ (۱۲-۱۰۰)

کئی سال جیل میں رہنے کی تکلیف کا کوئی ذکر نہیں کیا جیل سے نکالے جانے کی رحمت کا ذکر فرمایا۔ اسی طرح ابا سے فراق کی پریشانی کا ذکر نہیں کیا دوبارہ ملاقات کی نعمت کا ذکر فرمایا۔

تیسری بات یہ کہ کہیں ابا کو بھائیوں سے کچھ نفرت پیدا نہ ہوجائے اور بھائیوں کو بھی اپنے کیے پر شرمندگی نہ ہو اس بارے میں کیا عجیب ارشاد ہے:

نَزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ

''وہ تو شیطان نے کروادیا تھا بھائیوں کا کوئی قصور نہیں۔''

اور بھائیوں سے انتقام لینے یا شکایت کرنے کی بجائے انہیں بالکل معاف کردیا پھر مزید احسان یہ کہ ان کے لیے مغفرت کی دُعاء بھی کردی:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

(۱۲-۹۲)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا مقام عبدیت:

حضرت یعقوب علیہ السلام کو بیٹوں کی طرف سے ایسی سخت اذیت پہنچی کہ بینائی جاتی رہی اور مرنے کا خطرہ ہوگیا مگر سب کو بالکل معاف فرمادیا، اور مزید دُعاءِ مغفرت سے بھی نوازا:

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (۱۲-۹۸)

ایسے ہوتے ہیں شاکر بندے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام عبدیت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝

(۲۶-۷۹،۸۰)

''میرا اللہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔''

اگر اپنے ہاتھ کی کمائی ہے تو صلاحیت کس نے دی؟ کمانے کے مواقع کس نے دیے؟ اس میں برکت کس نے دی؟ خسارے اور نقصان سے بچایا تو کس نے بچایا؟ سب اسی کا کرم ہے اسی کی عطاء ہے۔

''اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفاء دیتا ہے۔''

درحقیقت بیماری اور شفاء دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اللہ مجھے بیمار بھی کرتا ہے اور شفاء بھی دیتا ہے۔ یہ عبدیت اور ادب کا مقام ہے کہ بیماری کو اپنی طرف منسوب کر رہے ہیں، اور شفاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف۔ شکر کی وجہ سے دل میں ادب پیدا ہو جاتا ہے۔

نعمتوں کا سوال ہوگا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار چند رفقاء کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک شخص پر گزر ہوا جو بہرا، اندھا، گونگا تھا اور جذام کی وجہ سے اس کی کھال بھی خراب ہو رہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں رُک گئے اور فرمایا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ O (۱۰۲-۸)

جب ہمارے ہاں پیشی ہوگی تو ہم نعمتوں کے بارہ میں پوچھیں گے کہ نعمتوں کا کیا شکر ادا کیا؟ پھر بات دل میں اُتارلیں کہ نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ منعم کی، محسن کی نافرمانی چھوڑ دی جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رفقاء سے پوچھا کہ کیا اس شخص سے بھی نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا؟ ساتھیوں نے عرض کیا کہ اس بے چارے کے پاس ہے ہی کیا، مال و منصب وغیرہ تو رہے الگ اس کے پاس تو دیکھنے، سننے اور بولنے تک کی صلاحیتیں نہیں حتیٰ کہ اس کی کھال تک گلی سڑی ہے۔ کیا اس سے بھی سوال ہوگا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں اس سے بھی سوال ہوگا، یہ نہیں دیکھتے کہ اس کے کھانے، پینے اور ان کی نکاسی کے راستے اللہ تعالیٰ نے بند نہیں کیے وہ صحیح ہیں۔ یہ تو آپ نے ایک مثال بیان فرمادی ورنہ جسم کے اندر کتنے اعضاء ہیں۔

دنیا میں انسان کیسی ہی حالت میں ہو وہ مقام صبر نہیں مقام شکر ہے کیوں کہ اللہ

تعالیٰ کے احسانات، اس کی نعمتیں بہت زیادہ ہیں۔ انسان کیسے کہہ دیتا ہے کہ اس کے پاس یہ نعمت نہیں، یہ نعمت نہیں۔ اتنے بڑے محسن کے احسانات کا انکار کرتے ہوئے ذرا بھی تو شرم نہیں آتی، احسانات کو، نعمتوں کو نہیں سوچتے، مصیبت کو سوچتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر دل میں اُتر جاتا ہے تو پھر وہ کسی مصیبت میں پریشان نہیں ہوتا وہ تو خوش ہی رہتا ہے اور جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس میں بھی اس کا فائدہ ہے۔ اس لیے اسے مصیبت میں بھی لذت محسوس ہوتی ہے ؎

ہمدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش وخرم
دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں
روتے ہوئے اک بار ہی ہنس دیتا ہوں مجذوب
آجاتا ہے وہ شوخ جو ہنستا مرے دل میں

ایک مدت تک میں یہ کہتا تھا کہ میں یہ شعر دوسروں کے لیے پڑھتا ہوں، اپنے لیے کبھی نہیں پڑھتا بہت ڈرتا ہوں اس لیے کہ مجھ پر تو اللہ نے کبھی کوئی مصیبت ڈالی ہی نہیں، پھولوں کی طرح رکھا۔ یا اللہ! ہر آیندہ لحہ گزشتہ سے بہتر بنادے۔ میں یہ شعر پڑھتے ہوئے بہت ڈرتا تھا۔ ابھی چند روز ہوئے اس کا ایک مطلب اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈال دیا وہ یہ کہ دوسروں کے مصائب سُن سُن کر دنیا پریشان ہو رہی ہے، ڈر رہی ہے مگر میں دوسروں کے مصائب کے بارہ میں سُن کر بھی پریشان نہیں ہوتا ؎

مجھے یاس کیوں ہو کہ وہ دل میں بیٹھے
برابر تسلی دیے جارہے ہیں
کیا جب کبھی یاد میں نے ہے ان کو
تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آرہے ہیں

مقام شکر ایسی چیز ہے کہ اس کا موقع ہر حالت میں اور ہر وقت میں ہوتا ہے، دوسری چیزیں جو ہیں کبھی اُن کا موقع ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا، اور کبھی وقت ان کا ختم ہوجاتا

ہے، خاص طور پر مرنے سے سارے اعمال ختم ہو جاتے ہیں، مگر شکر ایسی چیز ہے کہ ہر آن میں ہر حالت میں شکر اداء کرنے کا موقع موجود ہے:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ (۲-۱۵۵،۱۵۶)

کسی تکلیف میں، کسی مصیبت میں، کسی مرض میں، مالی جانی نقصان میں صبر کیجیے! یہ جو صبر کا حکم ہے وہ تو صرف اجر دلانے کے لیے ہے انسان کے ضعف کی بنا پر ہے کہ صبر کرو ورنہ حقیقت یہ ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو کتنی بڑی مصیبت ہو، پھر بھی مقامِ شکر ہی ہے، مصیبت میں بھی مقامِ صبر نہیں، مقامِ شکر ہے۔

حقیقت میں تو یوں ہی کہنا چاہیے کہ انسان پر جتنے بھی حالات گزرے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اگر کبھی کسی تکلیف میں یا آزمائش میں مبتلا کر دیا تو وہ بھی درحقیقت مقامِ صبر کی بجائے مقامِ شکر ہے، بڑی مصیبتوں سے بچالیا، بڑی تکلیفوں سے بچالیا۔

اہل جنت کا آخری کلمہ:

دنیا میں تو ہر حالت مقامِ شکر ہے ہی، اور جنت میں جانے کے بعد وہاں بھی یہ رہے گا:

وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (۱۰-۱۰)

اہل جنت آپس میں باتیں کرتے کرتے پھر جہاں کوئی بات ختم ہوئی: **وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝** پھر باتوں میں شروع ہوں گے، باتیں کرتے کرتے پھر جب بات ختم ہوگی تو: **وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝** مزا ہی آجائے گا جب وہاں جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جنت کی کیفیات کو، حالات کو، نعمتوں کو سوچا کریں، اتنا سوچیے کہ یوں معلوم ہونے لگے کہ پہنچ ہی گئے۔ جنت کی نعمتوں کو سوچنے سے رغبت بڑھتی ہے، جتنی رغبت بڑھے گی اسی حد تک اطاعت کی توفیق بڑھے گی اور گناہوں سے بچنے کی ہمت بلند ہوگی۔ شکر ایسی چیز ہے کہ

دنیا میں بھی ہر حالت میں اور یہاں سے گزرنے کے بعد جنت میں بھی یہ عبادت ختم نہیں ہوگی بلکہ سب سے بڑی بات یہی ہوگی: **وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ** o جنت والی عبادت تو ابھی سے شروع کر دیجیے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ یہ شکر دنیا میں جب ادا کرنے کی توفیق ہو جائے گی تو وہی پھر جنت میں بھی اللہ تعالیٰ عطا فرما دیں گے۔

ایمان سب سے بڑی نعمت:

اگر کسی مرض میں مبتلا ہو، یا مالی تنگی ہو تو بھی نعمتیں زیادہ ہیں۔ ہزاروں مخلوق سے زیادہ دے رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے، دنیاوی نعمتوں کو سوچتا رہے۔ اس سے بھی بڑھ کر کہیں زیادہ ایمان کی نعمت ہے، ایمان کی نعمت سب نعمتوں سے بڑھی ہوئی ہے، اس میں بڑی غفلت ہوتی ہے، بہت کوتاہی ہوتی ہے، دنیا کی نعمتوں پر تو پھر بھی کبھی انسان الحمد للہ! کہہ ہی لیتا ہے لیکن ایمان کی نعمت پر کبھی خیال نہیں جاتا کہ یہ نعمت کسبی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ پہلی بات تو یہ سوچی جائے کہ اگر اللہ تعالیٰ کفار کے گھر میں پیدا کر دیتے، کسی عیسائی، یہودی، سکھ، ہندو کے گھر میں پیدا کر دیتے، تو کیا ہمارا یہ اختیار تھا کہ ہم کہتے کہ وہاں پیدا نہیں ہوں گے، کسی مسلمان کے گھر میں ہی پیدا ہوں گے، محض ان کا کرم واحسان ہے کہ مسلمان کے گھر میں پیدا کیا تو پیدائشی مسلمان ہو گئے۔ دنیا میں دیکھا جائے کہ کفار کتنے مسلمان ہوتے ہیں، کبھی کبھار کہیں کروڑوں میں سے کتنے سالوں کے بعد کوئی خبر آتی ہے کہ فلاں مسلمان ہو گیا تو معلوم ہوا کہ غور وخوض، تفکر وتدبر، دلائل کو کام میں لانا، اس کے لحاظ سے ایمان اختیار کرنا، یہ بالکل ایسا نادر ہے کہ کالعدم ہے، پھر اگر انہیں توفیق ہو بھی جاتی ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، کسی کافر کو توفیق ہو گئی تو وہ بھی تو اللہ تعالیٰ ہی نے دستگیری فرمائی ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کا کرم شامل حال نہ ہوتا، اسے کہاں سے یہ توفیق ہوتی، تو ایمان پر شکر ادا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے

ایمان کی دولت عطاء فرمائی اور اتنی آسانی سے یہ دولت عطاء فرمادی کہ پیدا ہونے سے پہلے ہی مسلمان ہوگیا۔ مسلمان تو روزِ اول سے بھی تھے جب کہہ دیا:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى (۷-۱۷۲)

تو جب ہی سے اللہ تعالیٰ نے مسلمان بنالیا اسی وقت سے اب اُن کا کرم یہ ہے کہ بعض ارواح کو بھیج دیا کفار میں مگر ہمیں مسلمانوں میں ہی پیدا کیا تو جو شروع میں ایمان کی دولت عطاء فرمادی تھی اس کی حفاظت فرمائی، اسے ضائع نہیں ہونے دیا، مسلمان کے گھر میں پیدا فرمایا، جہاں تک ہمارا اختیار نہیں تھا اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی جب تک نابالغ رہے تو اختیار کے باوجود بھی زبردستی اسلام سے چمٹائے رکھا، نابالغ اگر کفریہ کلمہ بک دے یا یہ کہہ دے کہ میں کافر ہوگیا دوسرا مذہب اختیار کرلیا مگر اس کے والدین مسلمان ہیں تو اللہ تعالیٰ زبردستی اسلام سے چمٹاتے ہیں۔ ہم نے کتے کے گلے میں پٹا ڈال دیا ہے جہاں بھی بھاگتا رہے یہ ہمارا ہی ہے، زبردستی اپنا بنایا، یہ ان کا کیسا کرم ہے اور اگر بالغ ہوکر بھی بغاوت کرتا ہے تو اتنی مدت ہم نے حفاظت کی اگر اب بھی بھاگ رہے ہو تو جاؤ جہنم میں، پھر اس سے دستگیری اور کرم اللہ تعالیٰ کا ختم ہوجاتا ہے۔ کیا احسان ہے اللہ تعالیٰ کا کہ شروع میں ہی زبردستی مسلمان بنادیا، پھر پیدا ہونے تک جب ہمارا اختیار نہیں تھا تو مسلمان رکھا، مسلمانوں کے گھروں میں پیدا کیا، پھر بالغ ہونے تک کچھ تھوڑی بہت عقل بھی ہے اختیار بھی ہے، تو بھی مسلمان بنائے رکھا، ایسا چپکا دیا کہ کھرچنے سے بھی نہ ہٹے، محض اُن کا کرم ہے، اُن کا احسان ہے۔ نعمت ایمان کے بارے میں بہت سوچا جائے تاکہ ایمان میں ترقی ہوتی رہے اور خاتمہ ایمان پر ہو، ترقی خواہ کوئی چاہے یا نہ چاہے اتنا تو سب کہتے ہی ہیں کہ خاتمہ ایمان پر ہو، ترقی تو مسلمان نہیں چاہتے، اس لیے نہیں چاہتے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ایمان میں اگر ترقی ہوگی تو گناہ چھوڑنے پڑیں گے بغیر گناہ چھوڑے ترقی ہوگی نہیں اور گناہ چھوڑنے کا ارادہ نہیں،

اس لیے تو کہتے ہیں کہ ترقی نہ ہو، ترقی تو دنیا میں ہوتی رہے، البتہ اس پر سب کہیں گے کہ خاتمہ ایمان پر ہو جیسا بھی ہو مگر ایمان پر ہو یہ تو سب کا خیال ہوتا ہے تو ایسا نسخہ کیوں نہ استعمال کیا جائے کہ ترقی بھی ہوتی رہے اور خاتمہ بھی ایمان پر ہو، وہ یہی ہے کہ ایمان کی نعمت کا استحضار کر کے الحمدللہ کہا جائے سات بار اس پر روزانہ کہیں، سب سے پہلے نعمت ایمان اس کے بعد دوسری نعمتیں، اسے اپنے وظیفے میں داخل کر لیجیے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (۱۴-۷)

جس نعمت پر شکر ادا کرو گے میں اس نعمت میں ضرور زیادتی کروں گا، اتنے بڑے حاکم، اتنے بڑے قادر، اتنے بڑے مختار اور قسم اُٹھا کر فرما رہے ہیں، لام تاکید جو ہے وہ جوابِ قسم ہوا کرتا ہے، لامِ تاکید ہے، نون ثقیلہ ہے، قسم یہاں محذوف ہے، تو قسمیں اُٹھا اُٹھا کر تاکیدوں کے ساتھ ضرور بالضرور، مگر آج کے مسلمان کو پھر بھی یقین نہ آئے۔

بندوں پر اللہ کی رحمت:

کلام کی بلاغت یہ ہوتی ہے کہ متکلم اپنے مقام کے لحاظ سے بولتے ہیں اسے کلام کی بلاغت کہتے ہیں اور دنیا میں دستور یہ ہے کہ جتنا کسی کا بلند مقام ہوتا ہے، وہ اپنے مقام میں تاکیدیں نہیں لاتا قسمیں نہیں اٹھاتا وہ تو ذرا سا کہہ دے کہ ہو جائے گا تو بس! اتنے بڑے شخص کا کہا ہوا ہے۔ اگر اس سے کہو کہ ذرا اچھی طرح بتاؤ تو کہے گا کہ نالائق! نکل جاؤ یہاں سے تمہیں ہم پر اعتماد نہیں، تو دنیا میں جتنا اونچا مقام ہوتا ہے، کمشنر ہو وہ ذرا سی تاکید کرے، یا حاکم وقت کا تو یہ کہہ دینا کہ توقع ہے شاید ہو جائے وہ ''شاید'' کہہ دے کہ آپ کا کام شاید ہو جائے گا تو اُس کا شاید کہنا بھی چھوٹے لوگوں کی قسموں سے زیادہ مؤکد ہے، چھوٹے لوگ ہزار قسمیں اُٹھائیں، اور صاحب مقام شاید کہہ دے تو وہ اس سے زیادہ قابل اعتبار ہوتا ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقام تو سب سے بلند ہے، دنیا کے حکام تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تو پھر اللہ تعالیٰ اتنی قسمیں اُٹھا رہے ہیں، قسمیں اُٹھا اُٹھا کر فرما رہے ہیں، تاکیدیں فرما فرما کر، نون ثقیلہ ہے، لامِ تاکید ہے کس طرح تاکیدوں پر تاکیدیں کر کر کے بیان فرما رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ اپنے مقام سے اُتر کر کیوں فرما رہے ہیں؟ بلاغت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ بلاغت میں کہیں تو مقامِ متکلم دیکھا جاتا ہے اور کہیں حالتِ مخاطب کو دیکھا جاتا ہے، اگر متکلم تو ہو بہت اونچے مقام پر، تو قسم اُٹھانا، تاکید سے کہنا، بار بار کہنا، یقین دلانے کی کوشش کرنا متکلم کے مقام کے مناسب تو نہیں، یہ تو بہت گری ہوئی بات ہے مگر مخاطب ایسا نالائق ہے کہ اسے یقین آتا ہی نہیں تو پھر کیا ہوگا۔ اگر متکلم کو اس مخاطب کے ساتھ محبت نہیں، وہ تو اسے کان سے پکڑ کر نکال دے گا کہ ہم نے اپنے مقام کے مطابق کہہ بھی دیا پھر بھی یقین نہیں، جاؤ نالائق! مگر جس متکلم کو مخاطب کے ساتھ محبت بھی ہو، وہ تو اپنے مقام سے ہٹ کر بھی باتیں کرے گا کہ یہ کسی نہ کسی طریقے سے بچ جائے، ارے! اس کی خاطر تو ہم نے اپنے مقام کو بھی قربان کر دیا ہے، مقام سے ہٹ کر بات کی، تو کیا رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر، ایسے نالائق بندوں کو یقین دلانے کے لیے کہ انہیں یقین نہیں آتا، اتنا بڑا **ذوالجلال والاکرام** قسمیں اُٹھا کر اور تاکید کے ساتھ فرما رہا ہے، دنیا میں کوئی بادشاہ کی بات پر یقین نہ کرے تو وہ اسے سزا دے گا، عہدے سے معطل کر دے گا۔ مگر اس کا بیٹا اس سے کوئی بات طلب کر رہا ہو، بادشاہ بیٹے سے کہہ رہا ہے کہ ہاں اس طریقے سے یہ کام ہو جائے گا مگر وہ بیٹا بھی نالائق کہ اسے یقین نہیں آتا تو بادشاہ اپنے بیٹے کو نہ موت کی سزا دے گا اور نہ ہی اپنے بیٹے کو نکالے گا، نہ اس کے مطالبے کو رد کرے گا بلکہ محبت کے ساتھ سمجھائے گا کہ تمہارا مطالبہ پورا ہو جائے گا، کوئی بات نہیں ہو جائے گا، ہزار بار بھی کہنا پڑے بیٹے کے لیے تو اپنے مقام سے ہٹ کر بات

کرے گا اپنے مقام کو قربان کر دیتا ہے بیٹے کی محبت میں۔ تو جو سرچشمۂ محبت ہے اس کی محبت کا کیا عالم ہوگا؟ بندوں کی محبت میں وہ قسمیں اٹھا رہے ہیں، تاکید پر تاکید کر رہے ہیں، اثر تو تب ہی ہو جب کہ کچھ غور کریں۔

قرآن کا حق:

میں جب تلاوت کرتا ہوں اس وقت بھی اور دوسرے اوقات میں بھی بار بار خیال ہوتا ہے کہ ہم نے قرآن کا کیا حق اداء کیا ہے، سوچتے ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کن چیزوں کی دعوت دے رہے ہیں، احکام کو چھوڑیے اس لیے کہ احکام پر عمل تو جب ہی ہوگا کہ قرآن میں بتائے گئے نسخوں کو استعمال کیا جائے، نسخے کیا بتائے گئے ہیں؟ زمین و آسمان میں تدبر و تفکر کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچنا، اللہ کی قدرتِ قاہرہ کا مطالعہ کرنا، ایسی چیزوں کو سوچتے رہنا چاہیے۔ اس قرآن میں احکام تھوڑے سے ہیں اور نصیحتوں سے بھرا پڑا ہے، اگر تمام احکام کو جمع کیا جائے تو میرے خیال میں دو تین صفحے ہی بنیں گے، احکام یہی ہیں، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، حرام، حلال، نکاح، طلاق، میراث وغیرہ۔

جو جو چیزیں قرآن بیان کرتا ہے انہیں پڑھ تو لیتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ جو کہہ رہے ہیں کہ یہ دیکھو! یہ دیکھو! مگر پھر بھی اس کی آنکھیں نہیں کھلتیں، **اَلَمْ تَرَ، اَلَمْ تَرَوْا، اَلَمْ یَرَوْا، اَوَلَمْ یَرَوْا، اَفَلَمْ یَنْظُرُوْا، ھُوَالَّذِیْ، وَاللّٰہُ اَنْزَلَ،** جہاں کہیں ہر جگہ پر ارے! ہماری یہ قدرت، ہماری یہ قدرت، ہمارے یہ احسانات ہمارے یہ احسانات اور ساتھ ساتھ نشتر بھی لگائے جاتے ہیں، ہم جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں، دعوتِ فکر اور تدبر دے رہے ہیں، اس سے نصیحت وہ حاصل کریں گے جن میں عقل ہے، یہ بیدار کرنے کے لیے نشتر لگا رہے ہیں، تم بڑے عقل کے مدعی ہو اگر تم لوگ اس میں غور نہیں کرتے تو معلوم ہوا کہ عقل کا دعویٰ غلط ہے، عقل ہے ہی نہیں، دماغ میں گوبر بھرا ہوا ہے، عقل سے دماغ خالی ہے، کہیں...... **اُولِی الْاَلْبَابِ o** کہیں...... **اُولِی الْاَبْصَارِ o**

فرما رہے ہیں، بار بار متوجہ فرما رہے ہیں، اس چیز کو سوچو! اس چیز کو دیکھو! کیا یہ تمہیں نظر نہیں آتا، کیا ہماری یہ رحمت نظر نہیں آتی، کیا ہماری یہ قدرت نظر نہیں آتی، بار بار کہہ رہے ہیں، ہر شخص سوچے کہ جب ان آیات پر گزرتے ہیں کہیں بھی، **اَلَمْ تَرَ، اَلَمْ یَرَوْا،** جہاں بھی **ھُوَ الَّذِیْ** آئے گا، یا **اَلَّذِیْ** آئے گا، یا **وَاللّٰہُ** آئے گا، تو بس وہ سارا نعمتوں کا بیان ہے، کہیں قدرتوں کا بیان ہے کہیں نعمتوں کا بیان ہے، کہیں انقلابات کا بیان ہے، کہیں دنیا کی فنائیت کا بیان ہے، مختلف مثالوں سے بار بار بیان فرمایا، اتنا بڑا قرآن جو ہے اس کی طرف توجہ ہی نہیں جاتی خیال ہی نہیں جاتا اور جب خیال نہیں، توجہ نہیں تو اثر کیا ہوگا، اسے کس بات پر یقین آئے گا، جن چیزوں سے جن آیات میں یقین دلانا چاہتے ہیں، قسمیں اُٹھا رہے ہیں مگر اس نے تو کان اور آنکھیں بند کر رکھی ہیں اسے بات کیسے سمجھ میں آئے، اسے کیسے یقین آئے۔

نعمت میں ترقی کا نسخہ:

فرمایا: **لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ** ہر وہ نعمت جس پر شکر اداء کرتے رہو گے، تمہیں اس میں ترقی دیں گے، ایمان کے نور میں، اعمال میں اور ایمان کے دوام میں، کمال اور دوام شامل ہو جائے، اور اُس نعمت کو دوام رہے، مرتے دم تک، یہ ترقی ہے اور ترقی کا یہی نسخہ ہے کہ خاص طور پر ایمان کو سوچ کر اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کیا جائے، اسی طرح سے نیک اعمال پر شکر اداء کیا جائے، نیک اعمال کی جتنی توفیق ہوگئی اس پر شکر اداء کیا جائے، اگر اللہ تعالیٰ کی دستگیری نہ ہوتی تو جو کچھ ہم کر پا رہے ہیں، اتنا بھی نہ کر سکتے، یہ صرف اُن کا کرم ہے اور اُن کی دستگیری ہے، اس پر بھی شکر اداء کیا جائے۔ جب شکر اداء کریں گے تو ساتھ ساتھ یہ نیت بھی رکھیں، دُعاء بھی کر لیا کریں کہ یا اللہ! تیرا تو وعدہ ہے کہ جو شکر اداء کرتا ہے اسے ترقی ہوتی ہے، ہم تو شکر کر رہے ہیں، ایمان میں ترقی عطاء فرما، اعمال میں ترقی عطاء فرما، استمرار اور دوام نصیب فرما، ساتھ ساتھ یہ دُعاء

بھی ہوتی رہے۔

ایک اشکال:

ایک اشکال خلجان کے طور پر دل میں کئی سالوں سے آ رہا تھا، مگر اس کی طرف توجہ اس لیے نہیں کی، بہت سے ایسے خلجان دل میں آتے ہیں مگر توجہ نہیں دیتا کہ مالک کے کام میں لگے رہو، کوئی جائز ناجائز کا مسئلہ ہو تو اسے حل کرنا ضروری ہو جاتا ہے، کیا یہ ضروری ہے کہ ہر بات کو سمجھنے کی کوشش کریں اللہ جانے اُن کے ارشادات میں کتنی حکمتیں کتنی مصلحتیں ہیں، ان کی مرضی ہوگی تو کبھی بتا دیں گے، اُن کی رضا کی طلب میں لگے رہیں۔

آج عصر میں کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے وہ خلجان رفع فرما دیا جو کئی سال سے تھا۔ اشکال یہ تھا کہ شکرِ نعمت سے قناعت پیدا ہوتی ہے اس پر تو کئی دفعہ بیان ہو ہی چکا ہے، شکرِ نعمت کے خواص میں سے اِس کے آثار میں سے یہ ہے کہ انسان کے ذہن میں حرص کی بجائے قناعت پیدا ہوتی ہے یہ دنیوی نعمتوں میں تو ٹھیک ہے، نعمتوں کا کبھی استحضار کرے گا، سوچے گا، تو حرص دل سے نکلے گی، قناعت پیدا ہوگی، اور اگر دینی نعمتوں کو سوچنے لگا، تو اس میں خدشہ ہے کہ جو لوگ نماز باجماعت کے لیے مسجد میں نہیں آتے اور یہ سوچ کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم کم از کم فرض تو پڑھ ہی لیتے ہیں۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات دل میں ڈالی کہ شکرِ نعمت کی اصل حقیقت اور روح یہ ہے کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمائی ہے اس کی قدر کی جائے۔ سوچا جائے کہ مجھ پر اتنے احسانات کیے ہیں۔

قدر نعمت کی ایک مثال:

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب کہیں سے ایک ہزار روپے تنخواہ کی پیش کش

آئی تو جواب میں فرمایا کہ دس روپے ماہانہ ایک مکتبہ میں تصحیح کرنے کے ملتے ہیں پانچ روپے ہمارے گھر کے مصارف میں آجاتے ہیں اور پانچ روپیہ طلبہ کو دے دیتا ہوں، اور وہ دماغ پر بوجھ رہتا ہے کہ کس کو دوں؟ اور آپ کے یہاں ہزار روپیہ تنخواہ ہوگئی تو پانچ روپیہ میرے گھر کے مصارف کے ہوگئے اور نوسو پچانوے روپے میں کیا کروں گا، بھئی اتنا میرے اندر تحمل نہیں۔ اس پر یہ اشکال ہوگا کہ کسی کو دینا کیا مشکل ہے تو اس پر بتا رہا ہوں، قدرِ نعمت کہ کسے دینا ہے، کتنا دینا ہے، اس کا مصرف صحیح ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور محبت جتنی بڑھتی چلی جاتی ہے تو ایسے نہیں کہ جدھر چاہا پھینک دیا، سوچنا چاہیے کہ یہ نعمت ہے۔

بعض خصائل میں التباس:

بخل اور قدرِ نعمت میں التباس ہوجاتا ہے، اسی طرح سے سخاوت اور ناقدری میں التباس ہوجاتا ہے، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے، نعمت کی قدر ہے تو اگر چنے کا دانہ بھی گر گیا تو وہ اسے تلاش کرے گا، کہاں گر گیا اللہ تعالیٰ کی نعمت تھی کہیں ضائع نہ ہوجائے، اور اگر بخل ہوگا تو وہ بھی ایسا ہی کرے گا دیکھنے میں دونوں ایک جیسے ہیں عمل بھی ایک جیسا ہے مگر حقیقت میں ایک فرعونیت ہے اور دوسرے میں صفتِ محبوب پائی جاتی ہے۔ اسی طرح بظاہر دیکھنے والے کہیں گے کہ بڑا سخی ہے، اور جسے نعمت کی قدر نہ ہو وہ بھی یوں ہی کیا کرتا ہے، بظاہر دیکھنے میں ایک جیسے ہیں لیکن دونوں کی روح میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اسی لیے کسی مصلح سے تعلق کی ضرورت ہے، وہ دیکھ کر پہچان لیتا ہے کہ اس میں سخاوت نہیں نعمت کی ناقدری ہے اور کوئی کسی چیز کو بچانے کے لیے بہت کوشش کر رہا ہے تو وہ پہچان لیتا ہے کہ یہ بخیل نہیں بلکہ نعمت کی قدر کر رہا ہے۔ جیسے جیسے انسان میں فکر پیدا ہوتی ہے، تو عقل میں صلاحیت پیدا ہوتی جاتی ہے، خودبخود انسان میں امتیاز پیدا ہوجاتا ہے۔ ایک عام بات ہی بتادوں جس میں لوگ روزمرہ مبتلا رہتے

ہیں، آپ لوگ گھروں میں بتی جلاتے ہیں تو وہ بغیر ضرورت کے جلتی ہی رہتی ہے، پنکھا چلا دیا تو چلتا ہی رہتا ہے کچھ معلوم نہیں ہوش ہی نہیں اور اگر کوئی مسکین ہو تو اسے ایک پیسا نہیں دیں گے۔ خود اپنی بتی جلا کر یومیہ پندرہ، بیس روپے خرچ کر دیں گے لیکن مسکین کو نہیں دیتے، اس سے یہ ثابت ہوا کہ نعمت کی ناقدری کے طور پر یہ بتی جل رہی ہے، نعمت کو کیوں ضائع کر رہے ہیں، نہ آپ کے کام کی نہ کسی اور کے کام کی تو کیوں ضائع کر رہے ہو، جہاں ایک بتی کی ضرورت ہوتی ہے وہاں دو جلا دیتے ہیں۔ میں نے اچھے اچھے دین دار لوگوں کو دیکھا ہے ان چیزوں کا خیال نہیں کرتے اور کوئی منع کرے تو کہیں گے، کیسا بخیل ہے، جو شخص ہزاروں روپے اللہ کی راہ میں خرچ کر رہا ہو وہ دو بتی کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا؟ تو دو بتی سے کیا ہوگا زیادہ سے زیادہ ایک دو روپے یومیہ خرچ ہو جائیں گے۔ نعمتوں کی قدر دانی یہ ہے کہ مصرف صحیح تلاش کرے، مصرف کو تلاش کرنے میں بے شک جتنا سوچنا پڑے، جتنا وقت صرف ہو، یہ سمجھے کہ یہ قدر نعمت میں خرچ کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہوں یہ غور وفکر نفل پڑھنے سے زیادہ بڑی عبادت ہے، یہ جو نعمت آ گئی اسے کہاں خرچ کروں! اسے سوچنا نفل عبادت سے زیادہ اہم ہے کیونکہ یہ فرض ہے اور نفل پڑھنا نفل ہے، کوئی چیز ضائع نہ جائے اور اگر غیر مصرف کو دے دیا تو وہ بھی ایک قسم کا ضائع کرنا ہی ہے۔ آخرت کی بھی یہی مثال ہے اگر کوئی عمل اچھا ہو تو پھر اس کی قدر یہی ہے کہ اُس میں ترقی کی کوشش ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو شاکر بنا دے، **قولاً، قلباً، لساناً،** ہر طرح سے، اللہ تعالیٰ ہمارے اعضاء کو بھی شکرِ نعمت کی توفیق عطاء فرمائیں، زبان کو بھی شکر کی توفیق نصیب فرمائیں، اور دل کو بھی شکر کی توفیق عطاء فرمائیں۔

شکرِ نعمت کے فائدے:

ایک صاحب ہمیشہ یہ کہتے رہتے تھے کہ تعویذ دے دیں، تعویذ دیجیے، کئی بار دیا، مگر

وہ جب بھی ملتے تو کہتے کچھ پڑھنے کے لیے بتا دیجیے، اُن کی دُکان پر بھی کبھار جانا ہوتا ہے، ماشاء اللہ اچھی خاصی دُکان چل رہی ہے، ایک بار مکان پر جانا ہوا تو گاڑی بہت اچھی، پہلے موٹر سائیکل ہوتا تھا، اب گاڑی بھی ہے، اور بہت عالی شان بنگلہ بھی، یہ کیا بات ہے؟ سب کچھ ہے، تو میں نے سوچا کہ انہیں مرض کچھ اور ہے، انہیں بتا دیا کہ سات مرتبہ روزانہ الحمد للہ! کہا کریں، تو الحمد للہ کا یہ اثر ہوا کہ اس کے بعد انہوں نے تعویذ نہیں مانگا۔ مالی ترقی، عزت کی ترقی، صحت کی ترقی، ہر نعمت میں ترقی کا نسخہ یہ ہے کہ اس پر الحمد للہ کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کریں، شکرِ نعمت سے قلب میں سکون پیدا ہوتا ہے۔ ایک فائدہ یہ کہ دنیا کی ہوس کو لگام لگتی ہے اور قناعت دل میں پیدا ہوتی ہے، دوسرا فائدہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اطاعت کی توفیق ہوگی، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کرتے ہوئے شرم آئے گی اور جن چیزوں کی قلت کی آپ کو شکایت ہے اُس کا نسخہ تو قرآن میں یہی ہے کہ: **لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ** میری نعمتوں پر شکر ادا کرو، میں اس نعمت میں ترقی عطاء کروں گا۔ اتنے فائدے ہیں، شکرِ نعمت کے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شکرِ نعمت عطاء فرمائیں اور اُس پر جتنے وعدے ہیں، سب عطاء فرمائیں۔

شکر کی حقیقت:

شکر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑیں پہلے شاکر بنتا ہے دل، دل شاکر بن جائے تو تمام جسم سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو نکال پھینکتا ہے۔ آج کا مسلمان ایک تو شکر ادا کرتا ہی نہیں اور اگر کوئی کرے گا بھی تو الحمد للہ! الحمد للہ! کی رٹ تو لگا دے گا لیکن اللہ کی نافرمانی نہیں چھوڑتا وہی جیسے مطاف کے کنارے پر ایک آلو کھڑا ہوا تھا اور اس نے الحمد للہ! الحمد للہ! کی رٹ لگا رکھی تھی۔

مطاف کے کنارے پر ایک آلو کھڑا ہوا تھا، آلو ہم اسے کہتے ہیں جو ڈاڑھی منڈاتا

ہے۔ انہیں اللہ کے گھر پہنچ کر بھی اللہ سے شرم نہیں آتی وہاں بھی باغیوں کی صورت لے کر پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں مطاف میں ایک آلو ہاتھ باندھے کھڑا ہوا تھا اور رو بھی رہا تھا اور ایک رٹ لگائی ہوئی تھی الحمدللہ! الحمدللہ! الحمدللہ! ارے عشق میں مرا جا رہا ہے اور صورت اللہ کے دشمنوں کی بنا رکھی ہے! میں طواف کر رہا تھا جب بھی اس کے قریب سے گزرتا تو اس کے لیے دُعاء کرتا کہ یا اللہ! اسے ہدایت دے یہ تجھے یہاں آ کر بھی فریب دے رہا ہے اسے ہدایت دے۔ یاد رکھیے! صرف زبانی الحمدللہ کہنے سے کچھ نہیں ہوتا دل شاکر بن جائے دل، دل شکر گزار بن جاتا ہے تو پورے جسم سے نافرمانیاں چھوٹ جاتی ہیں۔ جب تک نافرمانی نہیں چھوٹتی زبان سے الحمدللہ! الحمدللہ! کی رٹ لگاتے رہیں، ہزاروں تسبیحات پڑھ لیں وہ اللہ سے فریب کر رہے ہیں ان کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے خالی ہے۔

بدوی کا قصہ:

وہ بدوی کے کتے والی بات ہے۔ ایک بدوی کا کتا مر رہا تھا وہ بدوی بیٹھا ہوا رو رہا تھا کسی نے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ میرا کتا مر رہا ہے مجھے اس کے ساتھ بڑی محبت ہے اس کی جان میں میری جان ہے یہ مر گیا تو گویا میں مر جاؤں گا۔ بہت رو رہا تھا، قریب میں ایک بورا بھرا رکھا تھا کسی نے پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ کہتا ہے کہ اس میں روٹیاں ہیں۔ پھر پوچھا کہ کتا کیوں مر رہا ہے؟ کہتا ہے کہ بھوک کی وجہ سے مر رہا ہے۔ ارے! کتا بھوکا مر رہا ہے، روٹیوں کا بورا بھرا رکھا ہے اور کتے کے عشق میں تو بھی مر رہا ہے تو یہ بورا روٹیوں کا کون کھائے گا؟ تو بدوی نے کہا کہ بات یہ ہے کہ آنسو بہانا آسان اور روٹی کا ٹکڑا دینا مشکل اس لیے خواہ کتا مر جائے کوئی بات نہیں روٹی کا ایک لقمہ بھی نہیں دوں گا۔ ایسے ہی آج کل کا مسلمان ہے آنسو بہا بہا کر الحمدللہ! الحمدللہ! الحمدللہ! کہہ دینا آسان اور اللہ کے احکام پر عمل کرنا مشکل، کم سے کم صورت ہی مسلمان

کی بن جائے، دل سے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سے نفرت نکل جائے کم سے کم اتنا ہی کرلے، کہتے ہیں کہ یہ بڑا مشکل ہے۔ الحمدللہ کی تو ہزاروں تسبیحات پڑھ لیں گے اللہ کی نافرمانی چھوڑنے میں انہیں بہت تکلیف ہوتی ہے ایسے لگتا ہے ان کی گردن پر کسی نے تلوار رکھی ہوئی ہے کہ خبردار جو اللہ کی نافرمانی چھوڑی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے گھروں میں پیدا فرمادیا تو اللہ کی وہی رحمت ہوجائے کہ انہیں زبردستی مسلمان بنادے تو بنی ہوگا ورنہ یہ ویسے تو مسلمان بننے پر تیار نہیں یا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آکر انہیں ٹھیک کریں گے۔

یہ بات خوب یاد رکھیں کہ شکر کی حقیقت اور روح یہ ہے کہ منعم کا محسن کا فرماں بردار بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کریں سوچتے رہنے سے اللہ تعالیٰ سے محبت کا تعلق پیدا ہوگا اور جتنا زیادہ نعمتوں کو سوچیں گے محبت بڑھتی رہے گی تعلق بڑھتا رہے گا، شکر نعمت بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطاء فرمائیں۔

وصل اللّٰهم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد
وعلیٰ اٰله وصحبه اجمعین والحمدللّٰه رب العلمین.

اضافہ از جامع

جن حضرات کو حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجالس میں شرکت کا موقع ملا اور جنہوں نے حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوالِ مبارکہ کا مشاہدہ کیا وہ جانتے ہی ہیں کہ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ شکرِ نعمت کا کس قدر اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ مجھے جو اللہ تعالیٰ نے وسعت مالیہ سے نوازا ہے اور اُمورِ خیر میں فراخ دلی سے خرچ کرنے کی توفیق عطاء فرمائی ہے اس سے بعض لوگوں کو وہم ہوتا ہے کہ شاید میرے بچے مالی تعاون کرتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے، بحمد اللہ تعالیٰ میرے پاس ان سے کئی گنا زیادہ خزانے ہیں۔ مجھ پر فتوحات ربانیہ اور مال و دولت کی شب و روز موسلا دھار بارش کے اسباب یہ ہیں:

① اللہ تعالیٰ پر اعتماد۔
② غیر اللہ سے استغناء۔
③ شکرِ نعمت۔
④ حاجت سے زائد مال اُمورِ خیر میں خرچ کر دیتا ہوں جمع نہیں کرتا۔

یہ چار نمبر میں نے وضاحت کے لیے بتا دیے ہیں ورنہ در حقیقت ان سب کی بنیاد صرف شکرِ نعمت ہی ہے، باقی تینوں چیزیں اسی شکرِ نعمت سے پیدا ہوتی ہیں۔ میں مجالسِ علماء و جامعات اسلامیہ میں اپنی وسعتِ مالیہ کا ذکر اس لیے کرتا رہتا ہوں کہ علماء مجھ سے نسخۂ کیمیا حاصل کر کے مخلوق کے دروازوں کی خاک چھاننے سے بچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نسخہ استعمال کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور نافع بنائیں۔

حضرت اقدس کو کتنی ہی شدید تکلیف ہوتی الامکان دوسروں پر ظاہر نہیں ہونے

دیتے تھے، فرماتے کہ شب و روز اس منعم و محسن کی بے حد و حساب نعمتیں استعمال کرتے ہیں اگر کبھی کوئی تکلیف پیش آجائے تو وہ محبت کی چٹکی ہے اس کا اظہار کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال مبارک یہ تھا ؎

راضی برضا ہوں تو سکون ابدی ہے
ہر درد میں آرام ہے ہر غم میں خوشی ہے

آخری ایام میں حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال:

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے آخری ایام میں جن خادم کو خدمت کی سعادت نصیب ہوئی وہ بتاتے ہیں کہ ایک دن ایک صاحب حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے اور انہوں نے سلام کہہ کر مصافحہ کیا تو حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے خیریت معلوم کرتے ہوئے فرمایا کیا حال ہے؟ جب انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے اپنی خیریت یوں بیان فرمائی کہ دیکھیے میں کتنے مزے میں ہوں نا؟ اپنے حجرے میں ہاتھ گھماتے ہوئے فرمایا کہ یہ چھوٹا سا ہسپتال ہے ہر قسم کی راحت میسر ہے پھر ہماری طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ دیکھیے کتنے اچھے اچھے خدمت گار بھی ہیں جو کہتا ہوں پورا کردیتے ہیں جنت کے غلمان کی طرح ہیں۔ ان صاحب کو یہ سب باتیں اور جواہر پارے سن کر خود تو کچھ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی بس کانپتے ہوئے گویا ہوئے کہ حضرت والا سے دُعاؤں کی درخواست ہے۔ آپ نے فرمایا دل سے دُعاء کرتا ہوں اور پھر وہ صاحب مصافحہ کرکے رخصت ہوئے۔ ہم لوگ ان صاحب کے بدن کی کپکپاہٹ آنکھوں میں ڈبڈباتے آنسو اور چہرے کی متغیر رنگت سے ان کے دل کی کیفیت کا بخوبی اندازہ لگا رہے تھے اور اس حقیقت کو بھی سمجھ رہے تھے کہ حضرت والا نے انہیں عیادت کے لیے آنے کی اجازت کیوں مرحمت فرمائی تھی یقیناً ان صاحب کو سالہا سال کتابوں میں مغز کھپانے اور ہزاروں کتابوں کے مطالعہ کے بعد بھی شکر کی

حقیقت کا یہ مفہوم شاید سمجھ میں نہ آیا ہوگا جو چند لمحوں میں ان کے دل کی گہرائیوں میں جا پہنچا کیوں کہ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہر ہر جملے کے ہر ہر حرف سے شکر، شکر اور صرف شکر ہی اداء ہو رہا تھا۔ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کو جس نے بھی کبھی اور کسی زمانے میں بھی دیکھا ہو اس کے لیے یقیناً آپ کی آخری علالت کے ایام میں دیکھنا ناقابل تحمل تھا کیوں کہ آپ تراسی سال کی عمر میں بھی اِرادوں میں مضبوطی اور عزائم میں وہ جوانی رکھتے تھے جو آج کے بیس سالہ نوجوان کو بھی حاصل نہیں، اس وقت اکابر بزرگوں اور علماء میں سب سے اچھی صحت حضرتِ والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی تھی جو دیکھتا تھا عش عش کرتا تھا اس وجہ سے ایامِ علالت میں دیکھنے والوں کی پریشانی فطری تھی جس کا ازالہ حضرتِ والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے صبر وشکر سے ہو جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرتِ والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور ہمیں ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنادیں۔ آمین

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

العُلماءُ وَرَثۃ الانبیاءَ

عُلماء ہی انبیاء کرام کے وارث ہیں

رحمتِ الٰہیہ

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۔ کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: رحمت الٰہیہ

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

رحمتِ الٰہیہ

تنبیہ: یہ وعظ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ اصلاح سے نہیں گزارا جا سکا اس لیے اس میں کوئی نقص نظر آئے تو اسے مرتب کی طرف سے سمجھا جائے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖٓ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ وَلَوْ یَرَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا وَّاَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ○ (۲-۱۶۵)

(بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اوروں کو شریک بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے کرنی ضروری ہے، اور جو مؤمن ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے، اگر یہ ظالم جب کسی مصیبت کو دیکھتے تو سمجھ لیا کرتے کہ سب قوت اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اور اللہ تعالیٰ کا

عذاب سخت ہے)

محبت الٰہیہ میں ترقی کے کئی نسخے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ گناہوں سے بچنے کی جتنی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دی اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کریں اور ایک مصراع بھی یاد کر لیں اسے پڑھا کریں ع

یہ جزیرہ بھی بالآخر زیر آب آ ہی گیا

جو دل اللہ کی محبت اور معرفت سے خالی ہوتا ہے وہ ایسا خشک جیسے کوئی بہت بڑا جزیرہ ہو جزیرہ، اللہ تعالیٰ کی محبت کا اثر ہو گیا تو وہ جزیرہ زیر آب آ گیا۔ میرے سامنے جب کسی کے کچھ ایسے حالات آتے ہیں کہ پہلے وہ کیا تھا اور پھر اللہ نے اسے اپنی رحمت سے کیا بنا دیا ع

کہاں تھا میں، کہاں پہنچا دیا تو نے مجھے ساقی

اللہ کی رحمت نے ہاتھ پکڑ کر کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ ایسے قصے جب سامنے آتے ہیں تو اور کوئی پڑھے یا نہ پڑھے اس کے حالات سن کر یا پڑھ کر میرے دل اور زبان کے درمیان میں یہ مصراع گردش کرنے لگتا ہے، دل سے اٹھتا ہے زبان پر جاری ہوتا ہے پھر ساتھ ساتھ بہت دیر تک بار بار الحمد للہ بھی کہتا رہتا ہوں اور یہ مصراع پڑھتا رہتا ہوں۔ جس پر بھی کچھ اثر ہو، کچھ توفیق ہو جائے تو بار بار الحمد للہ کہا کریں، بہتر تو یہ ہے کہ شکرانے کے طور پر کچھ نفل نماز بھی پڑھ لیا کریں اور یہ مصراع بھی پڑھ لیا کریں، اگر ابھی پورا زیر آب نہیں آیا لیکن کچھ کچھ آنا شروع ہو گیا تو اس کی برکت سے پورا زیر آب آ جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس سے نیک فال بھی لیں اور یہ دعا بھی کرتے رہیں کہ اللہ کرے پورا زیر آب آ جائے۔

رحمتِ حق:

یہ کیفیت جو آج صبح ہی سے دل پر غالب ہے اس کا سبب یہ ہوا کہ بوقت سحر جو کچھ

نماز سے پہلے یا نماز کے بعد متصل کچھ اصلاحی ڈاک دیکھی تو ایک خاتون کے بڑے عجیب حالات سامنے آئے۔ وہ کسی کالج میں انگریزی پڑھاتی ہیں، ایک دن وہ دارالافتاء کے سامنے سے گزر رہی تھیں، دیکھیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیسے کیسے اسباب پیدا ہوتے ہیں، لوگ تو اتفاقاً سمجھتے ہیں کہ اتفاقاً گزر ہوا، اتفاقاً یوں ہوگیا، اتفاقاً یوں ہوگیا، سنیے! اتفاقاً کچھ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدرات ہوتے ہیں۔ اس خاتون کو کوئی ضرورت پیش آئی ہوگی یا چلیے اللہ تعالیٰ نے دل میں خیال ڈال دیا کہ ادھر سے گزرو، جب یہاں سے گزر رہی تھیں تو سامنے کتاب گھر پر نظر پڑی، دوکان میں داخل ہوگئیں کہ دیکھیں کون سی کتابیں ہیں، وہاں میرے مواعظ کی کیسٹیں اور کتابیں ہیں، انہوں نے وہاں سے کچھ کیسٹیں اور مواعظ خرید لیے اور پھنسیں وہیں پھنسیں، اللہ کی محبت میں جو پھنس جاتا ہے وہ نکل نہیں پاتا، میرا اللہ پھر اسے نکلنے دیتا ہی نہیں۔ اللہ کرے کہ ساری دنیا ہی پھنس جائے اللہ کی محبت میں۔ انہوں نے کچھ مواعظ پڑھے اور کیسٹیں سنیں تو دل کی دنیا ہی بدل گئی، پھر خیال ہوا کہ کچھ اور کتابیں دیکھوں تو لکھتی ہیں کہ ایک کتاب پر لکھا تھا ''شرعی پردہ'' خیال ہوا کہ یہ خرید لوں مگر پھر یہ سوچا کہ اگر لے لی تو پڑھنی پڑے گی اور پڑھ لی تو پردہ کرنا پڑے گا اس لیے ایسا کام کیوں کریں؟ خریدو ہی مت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب قرآن مجید پڑھتے، خاص طور پر آخر شب میں تہجد میں جب قرآن پڑھتے تو مشرکین اپنی عورتوں اور بچوں سے کہا کرتے تھے کہ ارے! ان کے پاس مت جانا ورنہ سارے بیمار ہوجاؤ گے۔ اس طرح ڈرا کر انہیں روکتے تھے۔ خاتون نے جو لکھا ہے کہ اس کتاب پر نظر پڑی تو سوچا لے لوں مگر ہاتھ بڑھتے بڑھتے رک گیا کہ اگر لے لی تو پڑھنی بھی پڑے گی اور پڑھ لی تو پردہ کرنا پڑے گا اور پردہ تو مجھے کرنا ہی نہیں تو کتاب کیوں لوں؟ مگر پھر ہمت پیدا ہوگئی، تو اس میں ایک ایک بات سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، نفس وشیطان روک رہے تھے اللہ کی دستگیری نفس وشیطان کے وساوس اور خطرات پر غالب

آئی، ہمت کی اور وہ کتاب خرید لی مگر پڑھی نہیں رکھ دی، پڑھی اس لیے نہیں کہ پردہ کرنا پڑے گا، کالج میں انگریزی پڑھا رہی ہے پردہ کیسے کرے گی؟ لکھتی ہیں کہ وہ کتاب کمرے میں میز پر رکھی رہی، کئی دن گزر گئے آخر ایک دن خیال آ ہی گیا کہ اسے پڑھ لینا چاہیے۔ اس سے یہ عبرت ملتی ہے کہ کسی چیز پر بار بار نظر پڑتی رہے، بار بار کسی اچھی مجلس میں جاتے رہیں، بار بار اچھی باتیں سنتے رہیں، بار بار اچھی کتابیں پڑھتے رہیں، پڑھتے نہیں تو کم سے کم نظر ہی سے گزرتی رہیں کسی نہ کسی دن تو پھنسیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ، کبھی تو وقت آ ہی جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اور جتنی استطاعت ہے اسے استعمال کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے، جو بن پڑے جتنا ہو سکے لگے رہیں، لگے رہیں، لگے رہیں، ایک نہ ایک دن اثر ہوگا۔ جب کسی مرض میں دوا کھاتے ہیں تو پہلی خوراک سے فائدہ محسوس نہیں ہوتا، بالخصوص جب کہ مرض بھی پرانا ہو، اور کوئی احمق دنیا میں ایسا نہیں ہوگا جو یہ سمجھے کہ میں نے تو دوا کی ایک خوراک کھالی یا ایک دن دوا کھالی یا دو دن کھالی فائدہ تو کچھ ہوا نہیں اس لیے دوا کھانا چھوڑ دو، اگر ایسا کرے گا تو ساری دنیا اسے احمق کہے گی اور لوگ اس سے یہی کہیں گے کہ ارے احمق! ایسے تھوڑا ہی ہوتا ہے، فائدہ ہونے میں کچھ وقت تو لگتا ہے۔ اگر کوئی دوا ایک مہینے تک استعمال کرنے کے بعد صحت ہوئی تو اس کی ایک خوراک میں بھی اثر ہے، خوراک کے ایک قطرے میں اثر ہے، قطرے کے چھوٹے سے چھوٹے جزء میں بھی اثر ہے، اگر قطرے میں اثر نہیں تو پھر ایک مہینے تک استعمال کرنے کے بعد فائدہ کیسے ہوا؟ دوا کی پہلی خوراک میں بھی اثر تو ہے مگر اس کا احساس کچھ وقت گزرنے کے بعد ہوتا ہے۔

دل گھسنے کی علامت:

جب میں دار العلوم کورنگی میں تھا تو ایک بار مسجد سے اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا، ایک مولوی صاحب بھی میرے ساتھ ساتھ چل رہے تھے، وہ کھڑاؤں پہنتے تھے، اس

وقت انہوں نے کھڑاؤں پہننے کی بجائے ہاتھ میں لیے ہوئے تھے۔ میں کسی دوسرے کے ساتھ باتیں کررہا تھا اس لیے مولوی صاحب کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ گھر مسجد سے کافی دور تھا، وہ برہنہ پاؤں چلتے رہے، جب گھر کے قریب پہنچا تو میری نظر پڑی کہ انہوں نے کھڑاؤں ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں۔ میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگے کہ دیکھیے اس کھڑاؤں میں جہاں میرا انگوٹھا ٹکتا ہے وہاں انگوٹھے کے دباؤ سے لکڑی گھس گئی اور گڑھا پڑ گیا مگر مجھے آپ کے اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے پاس آئے ہوئے تقریباً سال گزرنے والا ہے میں ابھی تک نہیں گھسا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میرا دل لکڑی سے بھی زیادہ سخت ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا یہاں آنے سے پہلے ایسے خیالات کبھی آپ کے دل ودماغ میں آتے تھے؟ کہنے لگے کہ نہیں پہلے تو نہیں آتے تھے۔ میں نے کہا کہ سمجھ لیں دل گھس گیا اگر دل نہ گِھسا ہوتا تو یہ خیال کیسے آتا؟ میں اس خاتون کا قصہ بتا رہا تھا، انہوں نے لکھا کہ جب کتاب ’’شرعی پردہ‘‘ سامنے رکھی رہی تو ایک دن خیال آیا کہ پڑھ تو لوں۔ ارے! کتاب کا پڑھنا تھا کہ بس دل پر بجلی گرگئی۔ کالج جاتے وقت برقع پہنا تو امی نے کہا کہ اری پگلی! تجھے کیا ہو گیا؟ کالج میں جائے گی تو شاگرد کہیں گی کہ مس پاگل ہو گئیں، اور جو دوسری لیکچرار ہیں وہ بھی مذاق اڑائیں گی، تیرا کیا بنے گا، پگلی آخر تجھے کیا ہو گیا؟ امی کی کوئی بات نہیں سنی اور برقع پہن کر پہنچ گئیں کالج۔ آگے تفصیل لکھی ہے وہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ فلاں شعبہ کی لیکچرار نے یوں کہا اور میں نے یوں جواب دیا. فلاں ٹیچر نے یوں کہا اور میں نے یوں کہا اور میں نے یوں جواب دیا، سب کے جوابات دیتی چلی گئی اور اللہ کی رحمت سے جوابات بھی ایسے مسکت جنہیں سُن کر شیطان کی چیلیاں خاموش ہو جاتیں۔ اس وقت ایک لطیفے کا سوال وجواب ہے وہ بتانا چاہتا ہوں۔ لکھتی ہیں کہ ایک شعبہ کی لیکچرار نے کہا کہ یہ جو اتنا سخت پردہ کرلیا تو کہیں منگنی وغیرہ تو نہیں ہو گئی، ’’انہوں نے‘‘ حکم دیا ہو، جس سے شادی ہو رہی ہے وہ کوئی ملا تو نہیں، اس نے حکم دیا ہو اس لیے پگلی بن رہی ہو۔ لکھا

ہے کہ میں نے جواب دیا کہ ہاں یوں ہی سمجھ لو تو وہ بھاگی بھاگی آئی۔ اسے خیال ہوا ہوگا کہ اس کی تو منگنی ہوگئی تو میں بھی اس سے کوئی وظیفہ وغیرہ لے لوں اسی لیے بھاگی آئی ہوگی، اس نے تو اتنا ہی لکھا ہے کہ بھاگی بھاگی آئی، آگے تو تشریح میں کرتا ہوں اس لیے کہ لوگوں کے حالات کو جانتا ہوں۔ اس نے لکھا ہے کہ وہ لیکچرار بھاگی بھاگی میرے بالکل قریب آگئی، اب خود ہی سوچیے کہ کیوں؟ اسے یہ خیال آیا ہوگا کہ اس نے کوئی وظیفہ پڑھا ہے جس کی وجہ سے اس کی منگنی ہوگئی تو میں بھی اس سے وہ وظیفہ پوچھ لوں۔ وہ جلدی سے قریب آکر کہنے لگی کہ وہ کون ہے؟ کس سے منگنی ہوئی ہے؟ بڑے شوق سے بڑی للچائی ہوئی زبان سے پوچھنے لگی کون ہے؟ لکھا ہے کہ میں نے جواب میں کہا ''اللہ'' بس اس پر تو پانی پڑ گیا۔ بہت لوگوں نے سمجھایا مگر کسی کی کچھ نہیں چلی، سب ناکام ہوگئے۔ ایک شعبہ کی لیکچرار نے کہا کہ کچھ تازہ تازہ اثر ہوگیا ہے دیکھتے ہیں کتنے دن پہنوگی۔ لکھا ہے کہ میں نے جواب میں کہا کہ میں نے برقع کسی کی زبردستی کرنے سے نہیں پہنا، اللہ کے حکم سے پہنا ہے، پھر میرا نام بتایا کہ اس کی دعاء ہے یہ تو قیامت تک نہیں اترے گا۔ یہ خط جب میں نے پڑھا تو اسی وقت سے دل اور زبان کے درمیان میں یہ مصراع گردش کرتا رہا ع

یہ جزیرہ بھی بالآخر زیرِ آب آ ہی گیا

یہ تو تازہ قصہ ہے خاتون کا، خواتین میں سے ایک خان کا قصہ بھی سامنے آگیا، اللہ تعالیٰ اسباب کیسے کیسے پیدا فرماتے ہیں، کوئی مسئلہ تجارت سے متعلق ان کے دل میں ڈال دیا اور دل میں بات یہ ڈال دی کہ یہاں آکر پوچھو، ان کی صورت میرے ذہن میں منقش ہوگئی، کوٹ پتلون پہنے ہوئے، ٹائی لگی ہوئی اور تھے بھی آلو۔ بس وہ بے چارہ ایک بار آیا اور پھنسا، مسئلہ پوچھنے آیا اور پھنسا، معلوم نہیں کیا ہوگیا۔

نہ جانے یہ کیا کردیا تو نے جاناں
تیرے ہی کرم پر ہے اب جان ہماری

اللہ تعالیٰ کا کرم ایسے ہوتا ہے کہ آن کی آن میں انسان کی کایا ہی پلٹ جاتی ہے۔ ایسے موقع پر ایک اور شعر ہے۔

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا میرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا میرے دل میں

نقل کا اثر:

ایسے اشعار کچھ یاد کرلیں انہیں نیک فال کے طور پر پڑھ لیا کریں کہ اللہ یوں کردے۔ جب آپ اس نیت سے اشعار یاد کریں گے اور پڑھیں گے تو نفس وشیطان آپ کو بہکائیں گے کہ ارے! تو ہے کچھ بھی نہیں ایسے خواہ مخواہ جھوٹے دعوے کررہا ہے، منافق ہے، ایسے موقع پر جواب میں یہ کہا کریں کہ یہ تو میں نسخہ استعمال کررہا ہوں مجھے یقین ہے کہ اس نسخے کی برکت سے میرا اللہ مجھے ایسا بنادے گا۔ پڑھتے رہیں، اصل نہیں نقل ہی سہی، نقل کا اثر ہوتا ہے، اہل محبت کی نقل کرتے رہیں اور دعاء بھی کرتے رہیں کہ یا اللہ! اپنی رحمت سے اس نقل کو اصل بنادے، اس نقل کو قبول فرمالے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کے لیے جادوگر آئے تو ان پر فوراً اثر ہوگیا، ایمان لے آئے، جبکہ فرعون کی تو گود میں موسیٰ علیہ السلام پلے لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا اس کی وجہ یہی تھی کہ جادوگر موسیٰ علیہ السلام جیسا لباس پہن کر آئے تھے، وہ اللہ کے محبوب جیسی صورت بنا کر آئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی نقل کو قبول فرمالیا، اسی مجلس میں پہلی ہی ملاقات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی دولت سے نواز دیا، اللہ کے محبوب کی نقل اتارنے کی وجہ سے اللہ کی کیسی رحمت ہوئی۔

کوئی پانی میں غرق ہوجائے یا اچانک کوئی صدمہ پہنچ جائے تو انسان کا سانس رک جاتا ہے، نبضیں رک جاتی ہیں، دیکھنے میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ مرچکا ہے یا بعض بچوں میں پیدائش کے فوری بعد یوں احساس ہوتا ہے کہ ان میں جان نہیں، ان صورتوں میں

مصنوعی تنفس جاری کیا جاتا ہے اور مصنوعی تنفس جاری کرتے کرتے واقعۃً اس میں تنفس جاری ہو جاتا ہے تو آپ بھی ایسے محبت کے اسباق اور محبت بڑھانے کے نسخے پڑھتے رہا کریں اور یہ سوچ لیا کریں کہ چلیے کہ کچھ بھی نہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مصنوعی تنفس سے حقیقی تنفس جاری فرما دیں، نسخہ استعمال کرتے رہیں۔

رحمتِ حق بہانہ می جوید
رحمتِ حق بہا نمی جوید

(اللہ کی رحمت تو بہانے تلاش کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت زیادہ طلب نہیں کرتی)

ایک بار ایک لڑکے نے لکھا کہ وہ ریلوے لائن پر سے گزر رہا تھا، ریلوے لائن یہاں سے خاصے فاصلے پر ہے، کہیں اِس مسجد کے مینارہ پر نظر پڑ گئی، یہ بات پھر سمجھ لیں کہ یہ اتفاقات نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدرات ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتہ کو حکم دیا کہ اس کا سر اُدھر پھیر دو، فرشتے نے اس کا سر پکڑ کر ادھر کو پھیر دیا، اس کی نظر پڑی مینار پر تو اس نے کشش محسوس کی۔ ''دنیا میں کتنی خوبصورت مسجدیں ہیں، اسی شہر کراچی میں بہت بڑی بڑی اور بہت خوبصورت مسجدیں ہیں جبکہ یہ مسجد تو چھوٹی سی ہے، یہ بڑا مینارہ تو بعد میں بنا ہے پہلے چھوٹا سا مینار تھا اور چھوٹی سی مسجد۔ جیسے ادھر مینار پر نظر پڑی تو دل میں کشش محسوس ہوئی سوچا کہ جا کر دیکھوں، پہنچا مسجد میں اور پکڑا گیا، شاید یہاں عصر کے بعد بیان ہو رہا تھا اس میں بیٹھ گیا اور پھنسا۔ اس کے بعد اپنے حالات میں لکھا کہ تصویروں اور کھلونوں وغیرہ کی دوکان تھی، یہاں سے جاتے ہی سب کو کاٹ کاٹ کر جلا ڈالا۔ ذریعہ معاش وہی تھا، کوئی اور ذریعہ معاش نہیں تھا لیکن عشق نے اتنی مہلت بھی نہ دی کہ وہ کچھ سوچتا کہ پھر کھاؤں گا کہاں سے، اپنی تجارت ہی ساری تباہ کر دی اور اس کے بعد سارا جزیرہ ہی زیرِ آب آ گیا، ماشاء اللہ! ڈاڑھی بھی رکھ لی اور سارے کے سارے حالات بہت بہتر ہو گئے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔

محبت الٰہیہ میں ترقی کا نسخہ:

اللہ کی محبت بڑھانے کے لیے جو چند اشعار میں نے بتائے ہیں ان کا درجہ بعد میں ہے سب سے پہلے تو قرآن مجید کی آیت پڑھا کریں:

یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ (۵-۵۴)

(اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں)

اس آیت میں اللہ نے اپنی محبت کا ذکر پہلے فرمایا کہ میں اپنے بندوں سے محبت کرتا ہوں، پہلے میں محبت کرتا ہوں بعد میں میری محبت کا یہ پرتو ہوتا ہے کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ ایسی آیات، ایسے مضامین پڑھا کریں، سوچا کریں، اشعارِ محبت سوچا کریں، اس سے مصنوعی محبت ہی ہو جائے گی۔ نفس و شیطان دھوکا دیں گے کہ تیرے اندر محبت تو ہے ہی نہیں، جھوٹے دعوے کیوں کرتا ہے؟ ان کے دھوکے میں نہ آئیں، نقلِ محبت اتارتے ہی رہیں۔

ترس کچھ آچلا صیاد کو ہاں پھڑ پھڑائے جا
کہ شاید صورتِ پرواز ہی پرواز بن جائے

اپنے کام میں لگا رہ، لگا رہ، محبت کی باتیں کرتا رہ، ان شاء اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی دن یہ باتیں اثر لائیں گی۔

میں نے ابھی جو چند اشعار پڑھے تھے ان پر شاید کسی نو وارد کو اشکال ہو، پوری بات تو وہی سمجھتا ہے جو ہمیشہ کا حاضر باش ہو، دوسرے لوگ پوری بات نہیں سمجھتے اس لیے ہوسکتا ہے کہ ان اشعار سے کسی کو میرے بارے میں خیال ہو کہ جو یہاں اس کے پاس آجاتا ہے بس اسی کا ہو جاتا ہے، یہ کچھ پڑھ کر پھونک دیتا ہے، یوں ہو جاتا ہے اور یوں ہو جاتا ہے۔ ایک شعر تو یہ پڑھا تھا۔

نہ جانے یہ کیا کردیا تو نے جاناں
ترے ہی کرم پر ہے اب جاں ہماری

جہاں کوئی آیا اور پھنسا، آیا اور پھنسا ع

نہ جانے یہ کیا کردیا تو نے جاناں

اس شعر سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں نے اسے کچھ کردیا۔ اور کیا ؎

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا میرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل میں

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے نا کہ جو یہاں آیا تو میں نے اس پر کچھ پھونک دیا۔ یہ اشکال ان لوگوں کو ہوسکتا ہے جو یہاں ہمیشہ کے حاضر باش نہیں بلکہ نو وارد ہیں، کبھی کبھی آنے والے، وہ پوری بات سمجھتے ہی نہیں اس لیے ان چیزوں کو سمجھانا چاہتا ہوں۔ ان اشعار میں خطاب اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے۔ میں جب مجلس میں کبھی یہ اشعار پڑھتا ہوں، تو وہ بات میرے دل میں ہوتی ہے، میں بہت کثرت سے اپنے طور پر یہ اشعار پڑھتا رہتا ہوں، ایسے ایسے بہت سے اشعار کبھی زبان سے کبھی دل میں، تو ظاہر ہے کہ خود کو تو خطاب نہیں ہوتا، کوئی خود کو کیسے اس طرح خطاب کرسکتا ہے، خطاب اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے۔ جو لوگ ہمیشہ آنے والے ہیں چونکہ ان کے فہم پر اعتماد ہے کہ وہ بات سمجھ جائیں گے اس لیے میں اس چیز کی حاجت نہیں سمجھتا کہ ہر بار جب بھی یہ اشعار مجلس میں پڑھوں تو اس کی وضاحت بھی کروں۔ ان اشعار میں خطاب اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے کہ اے میرے اللہ! تو نے میرے دل کو کیا کردیا، تو نے کیا کردیا، خطاب اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے۔

ایک بات اور سمجھ لیں، بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ بظاہر اللہ کو ان الفاظ سے خطاب کرنا صحیح نہیں جیسے ایک شعر میں ہے ”اے سوختہ جاں“ اللہ کو سوختہ جاں“ کہنا، اس سے بھی زیادہ خطرناک اور سن لیں ع

کیا جانے کس انداز سے ظالم نے نظر کی

ظالم، ظالم کہہ دیا ظالم ؎

کیا جانے کس انداز سے ظالم نے نظر کی

حالت ہی دگرگوں ہے مرے قلب وجگر کی
پھنکتا ہوں شب وروز پڑا بستر غم پر
ہوتی ہے بری ہائے لگی آگ جگر کی

اس میں بھی دیکھیے، ایک طرف یہ کہہ رہا ہوں کہ اللہ کو خطاب ہے اور دوسری طرف الفاظ کیسے کیسے ہیں؟ کہیں ’’سوختہ جاں‘‘ کہہ دیا، کہیں ’’ظالم‘‘ کہہ دیا، کہیں کچھ کہہ دیا، کہیں کچھ کہہ دیا، اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی آپ لوگ بالغ نہیں ہوئے یا یوں کہیے کہ جسم تو بالغ ہو گیا دل ابھی نابالغ ہے، جب دل بالغ ہو جائے گا پھر اس کی تشریح کرنا نہیں پڑے گی خود بخود سمجھ جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ابھی تو آپ لوگوں کے قلوب نابالغ ہیں نابالغوں کو بالغوں کی باتیں کیسے ہی سمجھانے کی کوشش کی جائے کتنی ہی کوشش کی جائے بے کار ہے، وہ سمجھے گا ہی نہیں، کسی بچے کو سمجھایا جائے کہ دیکھو بیٹا! شادی میں یہ یہ فائدے ہوتے ہیں، کتنا ہی سمجھائیں سب بے کار، وہ کچھ بھی نہیں سمجھے گا۔ اللہ کرے کہ آپ لوگوں کے دل بالغ ہو جائیں پھر یہ باتیں سمجھ جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بے پردگی کے فسادات:

اس خاتون نے یہ لکھا کہ جب ہم پردہ نہیں کرتے تھے تو لوگ سیٹیاں بجاتے تھے، جملے کستے تھے، مڑ مڑ کر دیکھتے تھے اور قریب سے قریب تر ہو کر گزرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس سے کچھ عبرت حاصل کریں، اس سے ایک بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ لوگ بے پردہ عورتوں کو بدمعاش سمجھتے ہیں۔ اس نے خط میں یہ لکھا ہے کہ جب میں نے پردہ کر لیا تو سب لوگ بہت دور رہتے ہیں، کنڈیکٹر وغیرہ بھی نظریں جھکا کر دور کھڑے ہوتے ہیں۔ اس سے کیا ثابت ہوا کہ غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنے میں کئی گناہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک کبیرہ گناہ ہے، ان گناہوں کی تفصیل یہ ہے:

① لوگوں کی نظر میں بدکار بننا۔

② لوگوں کو بدگمانی میں مبتلا کرنا، لوگ انہیں بدکار سمجھتے ہیں۔

③ بدنظری، سیٹیاں بجانے، جملے کسنے کے گناہ میں لوگوں کو مبتلا کرنا۔

④ لوگوں میں بدکاری کی رغبت پیدا کرنے کا سبب بننا بلکہ چہرہ کھولنا بدکاری کی دعوت دینا ہے۔

⑤ مردوں کے اشاروں سے خود عورت میں بدکاری کا خیال پیدا ہو جانا۔

⑥ مردوں سے کھلے منہ میل جول رکھنے والی عورتیں مردوں کو متوجہ کرنے لگتی ہیں۔

⑦ سب سے بڑا گناہ یہ کہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی علانیہ بغاوت ہے، بڑے سے بڑا جرم معاف کیا جا سکتا ہے مگر بغاوت کو کبھی کسی صورت میں بھی معاف نہیں کیا جا سکتا، بغاوت کی سزا قتل ہے، صرف قتل، صرف قتل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

كُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافٰی اِلَّا الْمُجَاهِرِیْنَ (متفق علیہ)

بڑے سے بڑے گناہ معاف کیے جا سکتے ہیں مگر کھلی بغاوت کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں فرمائیں گے۔ ڈاڑھی کٹانا یعنی ایک مٹھی سے کم کرنا اور منڈانا بھی کھلی بغاوت اور ناقابل معافی جرم ہے۔

حفاظت کا شرعی و عقلی اصول:

کسی کے پاس اگر مال ہو تو وہ اسے حفاظت سے رکھتا ہے یونہی باہر کھلا نہیں چھوڑ دیتا۔ اگر کوئی کسی مجلس میں بیٹھا ہو یا بس میں جا رہا ہو یا ریل گاڑی میں یا ہوائی جہاز وغیرہ میں کہیں جا رہا ہو اور اس کے پاس کچھ رقم ہو تو اگر اس سے کہا جائے کہ یہ روپے ایسے اپنے سامنے رکھ لیں، کوئی خطرہ نہیں یا ہاتھ میں مضبوط پکڑ لیں تو وہ ہرگز ایسا نہیں کرے گا، کہے گا کہ خطرہ ہے، حتی کہ خطرے کی وجہ سے اپنا بینک اکاؤنٹ کسی پر ظاہر نہیں کرتے۔ ذرا عقل سے کام لیں عقل سے، اگر پیسا چوری ہو گیا تو زیادہ سے زیادہ کیا

نقصان ہوسکتا ہے؟ اس میں کیا احتمالات ہوسکتے ہیں؟ ایک تو یہ کہ پیسا واپس نہیں ملا نقصان ہوگیا تو یہ مال ہی کا تو نقصان ہوا اور اگر عورت پر کسی نے دست درازی کی تو عزت کا نقصان، عزت بھی، دین بھی دونوں چیزیں خاک میں مل گئیں۔

شرعاً عقلاً جن چیزوں کی حفاظت ضروری ہے ان کے کچھ مدارج اور مراتب ہیں:

① سب سے زیادہ ضروری دین کی حفاظت ہے۔ جان جائے تو جائے دین کی حفاظت سب سے مقدم ہے۔

② اس کے بعد جان کی حفاظت۔

③ اس کے بعد عزت کی حفاظت۔

④ سب سے آخر میں مال کی حفاظت۔

مال کا درجہ سب سے آخر میں ہے۔ اگر کسی کی رقم چوری ہوگئی یا کوئی چھین کر لے گیا تو آخری درجہ ضائع ہوا، مال ضائع ہوا مگر جو لوگ پردہ نہیں کرتے کرواتے انہیں یہ فکر نہیں کہ اس سے عزت بھی جاتی ہے دین بھی جاتا ہے، جن چیزوں کی حفاظت کی زیادہ ضرورت ہے اس کی اسے پرواہ نہیں، آج کے عقل مند کی عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ دین اور عزت کی حفاظت کی تو زیادہ ضرورت ہے، پیسا چھپا چھپا کر رکھتے ہو، بینک اکاؤنٹ بھی کسی کو نہیں بتاتے اور مرغیاں کھلی چھوڑ رکھی ہیں، جہاں چاہیں جائیں، جو کچھ ہوتا ہے ہوتا رہے، ایسا ہوتا ہے یا نہیں؟ بات یہ ہے کہ گناہ کا پہلا حملہ عقل پر ہوتا ہے، گناہوں کی نحوست سے عقل ماری جاتی ہے، اتنی موٹی بات عقل میں نہیں آتی کہ اگر کوئی مال لے اڑا اور کوشش کرنے کے بعد وہ مال مل گیا تو اس کا کیا گھسا؟ کچھ بھی نہیں، ویسا کا ویسا ہی ہے، کچھ بھی نہیں بگڑا اور اگر کوئی لڑکی کو اڑا کر لے گیا خواہ وہ دو چار گھنٹے یا دو چار منٹ کے لیے ہی کہیں لے گیا تو کیا باقی رہا؟ اگر عقل ہو، غیرت ہو، کچھ ذرا سی شرم ہو تو مر جائے ڈوب کر مگر بات تو یہی ہے کہ آج کے مسلمان میں شرم و غیرت تو ہے ہی نہیں۔

سونے کے برتن:

جیکب آباد کا ایک قصہ ہے، جنہوں نے مجھے یہ قصہ بتایا ان کے بھتیجے وہاں ڈی آئی جی تھے۔ ڈی آئی جی نے وہاں بلوچوں کو جمع کیا اور ان سے خطاب فرمانے لگے، یہ ڈی آئی جی صاحب بھی بلوچ تھے، انہوں نے کہا کہ دیکھو! دنیا اتنی ترقی کر گئی اور تم لوگ ابھی تک آپس کے جھگڑے فساد اور مار دھاڑ میں پھنسے ہوئے ہو، تمہارا علاقہ ابھی تک کتنا پسماندہ ہے، کچھ تو ہوش سنبھالو! ذرا ذرا سی بات پر قتل کر دیتے ہو، کسی نے کسی کی بیوی سے بات کر لی تو اسے قتل کر دیا، کسی پر ایسے ہی شبہہ ہو گیا تو اسے قتل کر دیا، رات دن پکڑ دھکڑ، پکڑ دھکڑ، کچھ ہوش سنبھالو، دنیا ترقی کر گئی، تم بھی ترقی کرو، آپس میں لڑائی جھگڑے اور قتل وغیرہ نہ کیا کرو۔ یہ تقریر سن کر ایک بڈھا کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا حضور! بات یہ ہے کہ آپ لوگوں کی بیویاں ہیں سونے کے برتن (دیکھیے بڈھے نے کیسی بہتر بات کہی) سونے کے برتن کو کتا چاٹ جائے یا اس میں سے کھاتا پیتا رہے، گھنٹوں لگا رہے آپ نے اسے دھو لیا اور خود استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ہماری بیویاں ہیں مٹی کے برتن اسے اگر کتے نے دور سے بھی سونگھ لیا تو ہم اسے توڑ دیتے ہیں، یہ مٹی کے برتن ہیں، سونے کے نہیں اور تمہاری بیویاں سونے کے برتن ہیں انہیں کتے سونگھتے رہیں، چاٹتے رہیں، ان میں پیتے رہیں، کھاتے رہیں، بس تم نے ذرا سے دھویا وہ ٹھیک ہو گیا۔ ڈی آئی جی صاحب کہتے ہیں میں تو اتنا شرمندہ ہوا کہ پانی پانی ہو گیا، میں نے جلسہ ہی ختم کر دیا اس بڈھے نے مجھے بولنے کے لائق ہی نہیں چھوڑا۔

یہ سوچیں کہ اگر کوئی مال اُڑا کر لے گیا تو کیا خرابی آئی، کچھ بھی نہیں، اور اگر کوئی عورت کو اُڑا کر لے گیا تو وہ تو قابل استعمال نہیں رہتی، ہاں جن کے سونے کے برتن ہیں ان کا تو معاملہ الگ ہے بقول اس بلوچ کے، اللہ تعالیٰ اس بلوچ کو اپنی محبت اور زیادہ عطا فرمائیں۔

دوسرا فرق یہ کہ مال میں خود اٹھنے کی صلاحیت نہیں، کسی نے دور سے مال کی طرف دیکھا تو مال خود سے اس کی طرف اٹھ جائے ایسا نہیں جبکہ عورت میں تو خود اڑنے کی صلاحیت ہے۔

اسی طرح سے جب قصائی سے گوشت لاتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ چیل اچک کر نہ لے جائے، گوشت کو ڈھانک کر لاتے ہیں۔ یہ سوچیں کہ اگر چیل گوشت لے گئی تو دو چار بوٹی کا ہی نقصان ہوا اور کیا نقصان ہوا، عورت کوئی لے گیا تو عزت اور دین دونوں کا نقصان۔ گوشت کی حفاظت کا اتنا اہتمام مگر عورت کی حفاظت کا اہتمام نہیں کرتے تو بتائیے کہ گناہ کا پہلا وبال عقل پر پڑا ہے یا نہیں؟ عقلوں پر پڑ گیا، یہ پردہ عقلوں پر پڑ چکا ہے، پہلی بات یہ کہ اگر گوشت لے جائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کے شور مچانے پر کہیں گوشت کو پھینک دے یا اس سے چھوٹ جائے تو آپ گوشت کو دھو کر استعمال کر سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ گوشت میں اڑنے کی صلاحیت نہیں کہ چیل نے دور سے کوئی توجہ ڈالی اور گوشت آپ کے پاس سے اڑ کر خود ہی بھاگا چلا جا رہا ہے جبکہ عورتیں تو خود ہی بھاگتی ہیں، اڑنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ عقلی لحاظ سے دیکھیں کہ لوگ پیسے کی حفاظت کرتے ہیں، مال کی حفاظت کرتے ہیں، چیلوں سے بچانے کے لیے گوشت کی خوب حفاظت اور نگرانی کرتے ہیں مگر جن کے اڑ کر جانے سے کوئی تدارک نہ ہو سکے اس کا کوئی اہتمام نہیں، اس طرف کوئی توجہ نہیں۔ عزت چلی جائے تو کتنا دھوئیں، کتنا دھوئیں، کتنے ہی سال گزر جائیں عزت واپس آنے کی کوئی صورت نہیں، دین کے نقصان کی تو پھر بھی تلافی ہو سکتی ہے کہ توبہ کر لے مگر جو عزت چلی گئی وہ واپس کیسے آئے گی؟ وہ تو مرتے دم تک بلکہ مرنے کے بعد بھی لوگوں کے ذہن میں رہے گی کہ اس کی عزت چلی گئی۔ اڑانے والے اڑا کر لے جاتے ہیں اور یہ اڑ جاتی ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ خود ہی کسی کو سیٹی بجا دیں، یہ بھی بعید نہیں کہ کوئی اچھا سا لڑکا مل گیا، وہ تو سیٹی نہیں بجا رہا تھا یہ حضرۃ صاحبہ خود ہی سیٹی بجا دیں، ایسے بھی ہو سکتا ہے۔

عملی تبلیغ کا اثر:

اس لیکچرار کی تحریر میں مزید ایک بات یہ تھی کہ میں نے اپنی شاگردوں کو چادر اڑھوادی ہے اور کئی ایسی خواتین جنہوں نے عبا پہننا چھوڑ دی تھی انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ اب وہ بھی عبا پہنیں گی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ انسان جس حد تک خود عمل کرتا ہے اس کی تبلیغ میں اتنا ہی اثر ہوتا ہے، اس کی عملی تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ کالج کی لڑکیوں نے چادریں اوڑھ لیں اور کچھ عورتوں نے اپنے عبا نکال کر پہننے شروع کر دیے۔ زبانی تبلیغ بھی ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ جب انسان اپنے عمل کو سدھارتا ہے تو اس کی تبلیغ کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ ایک بات مزید، اس خاتون نے یہ لکھا ہے کہ اس کے شعبے کی سربراہ نے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا؟ تیرا دماغ خراب ہو گیا؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ دماغ تو پہلے خراب تھا اب درست ہو گیا ہے اللہ کے فضل و کرم سے۔ اس پر مجھے ایک قصہ یاد آ گیا۔

ایک فوجی کا قصہ:

ایک نیوی کا فوجی یہاں بیان میں پہنچ گیا، پہلی بار آیا اور پھنسا، حالانکہ اس دن ڈاڑھی کے بارے میں کوئی خاص بات بھی نہیں ہوئی تھی بس اللہ کی محبت کی باتیں ہوتی رہیں، اس نے جا کر ڈاڑھی رکھ لی، فوج میں اصول ہے کہ ڈاڑھی رکھنے کے لیے پہلے بڑے افسر سے اجازت لینی پڑتی ہے لیکن اس میں محبت کا غلبہ اور جوش ایسا ہوا کہ اس نے اجازت لیے بغیر ہی ڈاڑھی رکھ لی۔ کپتان نے پوچھا کیا شیو بڑھ گیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ شیو نہیں بڑھا، ڈاڑھی رکھی ہے۔ اس نے کہا بلا اجازت کیوں رکھ لی، اس پر سزا ہوگی۔ وہ فوجی جواب دیتا ہے کہ میری گردن تو کٹ سکتی ہے مگر ڈاڑھی نہیں کٹ سکتی۔ ایک فوجی اپنے افسر کو جواب دے رہا ہے، وہ افسر اس جواب کو کیسے برداشت کرتا؟ اس نے کہا کہ تجھے گولی سے اڑا دیا جائے گا تو فوجی نے کہا میں نے پہلے ہی کہہ دیا کہ گردن تو

کٹ سکتی ہے ڈاڑھی نہیں کٹ سکتی۔ اسے بحری جہاز کی جیل میں بند کردیا گیا پھر وہاں سے نکال کر شہر کی جیل میں رکھا، بہت دھمکیاں دیں کہ ہمیشہ ہمیشہ قید میں رہوگے، گولی ماردی جائے گی، ایسے کردیا جائے گا، ایسے کردیا جائے گا، بہت سختی کی، بعض بڑے بڑے افسروں نے جاکر اسے سمجھایا کہ تو تو ڈاڑھی رکھ کر دین کو بدنام کر رہا ہے، تجھے گولی ماردیں گے یا نوکری سے نکال دیں گے تو اس طرح دین بدنام ہوگا۔ وہ بے چارہ ڈر گیا لیکن اللہ تعالیٰ دستگیری فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ۝

(۲۹-۶۹)

(جو لوگ ہمارے راستے میں کوشش کرتے ہیں۔ تو ہم ان کو ضرور بالضرور اپنے راستے کی ہدایت دے دیتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ محسنین کے ساتھ ہے)

ارے! ذرا سا قدم تو اٹھاؤ ذرا سا قدم پھر دیکھیے اللہ کی مدد کیسے ہوتی ہے، کچھ ارادہ تو کرو، ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے واسطہ بنادیا، فوج کی جیل میں جہاں بہت سخت پابندیاں ہوتی ہیں، کوئی مل نہیں سکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس شخص کو واسطہ بنادیا وہ میرے پاس فتویٰ لینے آیا تو یہاں سے یہ فتویٰ لکھا گیا کہ جس افسر نے اسے جیل میں بھیجا ہے وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرے، اس فوجی سے معافی مانگے اور اسے فوراً جیل سے نکالے، اگر یہ افسر ایسا نہیں کرتا تو حکومت پر فرض ہے کہ کسی بہت بڑے میدان میں برسرِ عام اس دشمنِ اسلام زندیق کی گردن اڑائے، اگر حکومت ایسا نہیں کرتی تو ایسی بے دین حکومت کو مسلمانوں پر حکمرانی کا کوئی حق نہیں، دنیا و آخرت میں اسلام دشمنی کے برے انجام اور ذلت و رسوائی کا انتظار کرے۔ ایسے فتوے نکلتے ہیں یہاں سے۔ فتویٰ جب فوجی کے پاس پہنچا تو جو بھی افسر آتا وہ اسے فتویٰ دکھا دیتا، انہوں نے بتایا کہ میں جب بھی کسی افسر کو فتویٰ دکھاتا تو وہ بھیگی بلی کی طرح بھاگ جاتا۔ بالآخر اس فوجی کو رہا کردیا گیا، ملازمت بھی بحال کردی گئی اور سارے مقدمے ختم کردیے گئے۔

انہوں نے اپنے یہ تمام حالات مجھے لکھے پھر اس کے بعد لکھا کہ میں جب اپنے گاؤں گیا تو میری سالی چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی، مجھ سے کہنے لگی آؤ یہاں میرے ساتھ بیٹھ جاؤ! میں نے کہا میں تیرے ساتھ نہیں بیٹھوں گا۔ اس نے جواب میں کہا کہ پہلے تو بیٹھ جاتا تھا اب تو کیوں بدل گیا؟ میں نے کہا اب نہیں بدلا پہلے بدلا ہوا تھا فطرت سے، اب میرے اللہ نے مجھے ہدایت دے دی تو فطرت پر واپس آ گیا۔ اس لیکچرار نے جیسے کہا نا کہ دماغ پہلے خراب تھا اب تو ٹھیک ہو گیا اسی طرح اس فوجی جوان نے بھی کہا کہ پہلے ٹھیک نہیں تھا اب ٹھیک ہو گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کے ساتھ اپنے رحم و کرم کا معاملہ فرمائے۔

چہرے کا پردہ:

آخر میں ایک بات! اس خاتون نے لکھا ہے کہ بہت سی عورتوں نے یہ بھی کہا کہ چہرے کا پردہ تو ہے ہی نہیں۔ پردے کے بارے میں لوگوں میں بہت جہالت پھیلی ہوئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن سے تعلق چھوڑ دیا، علماء سے تعلق چھوڑ دیا، اگر اللہ کے کلام سے تعلق باقی رہتا، علماء سے تعلق اور جوڑ باقی رہتا، پوچھتے رہتے تو ایسی جہالتیں اور گمراہیاں امت میں نہ پھیلتیں۔

پردے کے بارے میں ملحدین کا خیال باطل:

ملحد لوگوں کا خیال ہے کہ غیر محارم سے بلا حجاب بات کرنے میں کچھ حرج نہیں، کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بارے میں جو حکم ہوا:

﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ (۳۳-۵۳)

(جب تم ان ازواج مطہرات سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے

طلب کرو)

اور اس آیت میں جو حکم ہے:

﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ﴾ (۳۳-۳۲)

(اے نبی کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم بولنے میں نزاکت مت کرو)

یہ احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی عظمت کی وجہ سے ہیں، اس لیے اس سے عام عورتوں کے لیے پردے کا وجوب ثابت نہیں ہوتا ان ملحدین کے اس باطل خیال کے دو جواب ہیں:

① اس کی وجہ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آگے بیان فرمائی ہے:

﴿فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ (۳۳-۳۲)

(کہ ایسے شخص کو لالچ ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے۔ اور قاعدے کے موافق بات کہو)

یہ وجہ تو غیر ازواج میں کہیں زیادہ ہو سکتی ہے اور فرمایا:

﴿ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾

(یہ حکم تمہارے دلوں کے لیے اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے)

اس سے ثابت ہوا کہ حکمِ حجاب عظمتِ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی وجہ سے نہیں بلکہ طہارتِ قلوب کی وجہ سے ہے حالانکہ وہ تو نہایت پاک باز تھیں اللہ تعالیٰ نے پورے ایک رکوع میں ان کی تطہیر اور پاک دامنی کا مقام بیان فرمایا:

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ

تَطْهِيْرًا﴾ (۳۳-۳۳)

اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم سے آلودگی کو دور رکھے۔

اور تم کو پاک صاف رکھے)

اور ان سے دینی ضرورت سے کچھ بات کرنے، مسائل شرعیہ معلوم کرنے جو مرد آتے تھے وہ کون تھے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جن کا تقویٰ وہ تقویٰ ہے کہ اس پر فرشتوں کو بھی رشک آئے، جن کی پاک دامنی کی شہادت اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں دے رہے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے ہم راضی اور وہ ہم سے راضی:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (۵۸-۲۲)

''ان سے اللہ راضی اور وہ اللہ سے راضی۔''

اور فرمایا کہ ہم نے سب کو بخش دیا:

﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ (۴-۹۵)

''اللہ نے سب سے بہتر انجام کا وعدہ فرمایا ہے۔''

ذرا غور کیجیے! یہ عورتیں کون ہیں؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا ہے، امت کی مائیں ہیں جو امت کے ہر فرد پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہیں اور مرد کون؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی مقدس ہستیاں اور کام کیا؟ دینی مسائل پوچھنا، ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کا حکم ہو رہا ہے:

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ (۳۲-۳۳)

(اے نبی کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم بولنے میں نزاکت مت کرو کہ ایسے شخص کو لالچ ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے۔ اور قاعدے کے موافق بات کہو)

یہاں ایک بات خوب سمجھ لیں امہات المومنین جو کہ مطہرات تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا تھا ان کے بارے میں تو یہ وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ جب کسی غیر محرم سے بات کریں گی، مسئلہ بتائیں گی تو نزاکت سے بات کریں گی تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم کیوں فرمایا کہ نزاکت سے بات نہ کریں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی آواز میں جو طبعی و پیدائشی نزاکت ہوتی ہے اسے خشونت وخشکی سے بدلیں، بتکلف درشتی اور روکھا پن پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

یہ تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو ہدایت فرمائی اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کیا ارشاد ہوتا ہے؟:

﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾

(جب تم ان ازواج مطہرات سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو)

جب ان قدسی صفات حضرات وخواتین کے لیے قلوب کی طہارت کا اس قدر اہتمام فرمایا تو دوسرے مسلمان اس سے کیسے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں؟

② دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری امت کے لیے بمنزلہ والد ہیں اس کے باوجود صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پردہ کرتی تھیں، اگر بقول ملحدین امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی عظمت کی وجہ سے صرف انہی کے لیے پردے کا حکم تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے پردہ کیوں کیا؟

عورتوں کو پردے کے حکم کی علت خوفِ فتنہ ہے مگر چونکہ یہ علت خفیہ ہے کہ نہ معلوم کسے شہوت ہو کسے نہ ہو، کس وقت ہو کس وقت نہ ہو، کس پر ہو کس پر نہ ہو وغیرہ اس لیے مدارِ حکم سببِ ظاہر پر ہے۔ پردے کے بارے میں کچھ تفصیل سمجھ لیں۔

پردے کی دو قسمیں:

پردے کی دو قسمیں ہیں:

① فی نفسہٖ۔

② للعارض۔

① فی نفسہٖ

ایسا پردہ جس میں کوئی فتنہ ہو یا نہ ہو اور خواہ کوئی دیکھے یا نہ دیکھے ہر حال میں کرنا ہے، حالتِ نماز میں جتنا جسم ڈھکنا فرض ہے اس کا یہ حکم ہے۔ یہ پردہ فی نفسہٖ کہلاتا ہے۔

② للعارض:

پردے کی یہ قسم فتنے کے پیشِ نظر ہے یعنی چہرہ کھولنے میں فتنہ ہے اس لیے چہرہ ڈھکنے کا حکم ہے چہرے کا پردہ فی نفسہٖ نہیں بلکہ للعارض ہے۔

جہاں علت کا معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے وہاں سبب کو علت کے قائم مقام قرار دے دیا جاتا ہے جیسے سفر میں رخصت کی علت مشقت ہے مگر اسے معلوم کرنا مشکل ہے، طبائع مختلف ہیں، حالات مختلف ہیں، کوئی سو میل سفر کر کے نہیں تھکتا اور کوئی تھوڑا سا سفر کر کے تھک جاتا ہے اس لیے شریعت نے سببِ مشقت یعنی نفسِ سفر ہی کو علت کے حکم یعنی مشقت کے قائم مقام قرار دے دیا کہ سفر ہے تو مشقت ہے اس لیے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور نماز قصر پڑھنے کا حکم ہے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ سونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اس کی علت خروجِ ریح ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سونے کی حالت میں خروجِ ریح ہو گیا ہو مگر چونکہ یہ علت مخفی ہے اس لیے سببِ حکم یعنی نیند ہی کو خروجِ ریح کا قائم مقام قرار دے کر اس سے وضوء ٹوٹ جانے کا حکم دے دیا گیا، خروجِ ریح نہ ہوا تو بھی وضوء ٹوٹ جائے گا۔ اسے حکماً کہتے ہیں یعنی حقیقۃً وضوء ٹوٹا ہو یا نہ ٹوٹا ہو لیکن حکماً وضوء

ٹوٹ گیا۔ اسی طرح پردے کا مسئلہ ہے، لوگ کہتے ہیں کہ فلاں جگہ تو فتنے کا اندیشہ نہیں فلاں تو ہمارے باپ کی طرح، فلاں بیٹے کی طرح ہے، دیور سے بھلا کیا خطرہ؟ چچازاد تو ہمارے بھائی ہیں، اس قسم کی باتیں ملحدین کی نکالی ہوئی ہیں، فتنے کا اندیشہ ہو یا نہ ہو ہر عورت کو تمام غیر محارم سے پردہ ہے خواہ کوئی شیخِ وقت ہو، ولی ہو سب سے پردہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح معنی میں مکمل مسلمان بنادیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد
وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العٰلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ هَمَّهُ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ

جس کا مقصد ہی آخرت ہو اللہ تعالیٰ اُس کے دِل میں غنا، عطا، فرماتے ہیں، اس کے تمام
اَحوال مجتمع رکھتے ہیں اور دُنیا اُس کے پاس ناک رگڑتی آتی ہے —— ترمذی

نسخۂ اصلاح

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۵۶۰۰

وعظ: ☞ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☞ نسخۂ اصلاح

بمقام: ☞ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: ☞ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ☞ شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☞ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: ☞ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

نسخۂ اصلاح

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ o وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ o

(۵۱-۲۰،۲۱)

ترجمہ: ’’اور زمین میں یقین لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اور خود تمہاری ذات میں بھی۔ کیا تم کو دکھلائی نہیں دیتا؟‘‘

درسِ عبرت:

مکہ مکرمہ سے ایک خط آیا ہے انہوں نے اس میں بہت عبرت کی بات لکھی ہے۔ میں بھی یہاں یہ بتاتا رہتا ہوں کہ بیت الخلاء میں جا کر انسان پر اپنی حقیقت واضح ہوتی

ہے۔ میں کیا ہوں؟ اس کی حقیقت واضح ہوتی ہے، بیت الخلاء میں جانے کے بعد کبر اور عُجب کا علاج ہوتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں عیسائیوں کے رد میں فرماتے ہیں کہ یہ دونوں کو اللہ مانتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ یوں رد فرماتے ہیں:

كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ ط (۵-۷۵)

یہ دونوں تو کھاتے پیتے تھے، کھانے کا محتاج پینے کا محتاج وہ اللہ کیسے بن سکتا ہے، عارفین نے اس پر لکھا ہے کہ قرآن مجید میں یہ تو فرمایا کہ کھانا کھاتے تھے اس سے بڑھ کر اس میں ایک لطیفہ اور ہے وہ یہ ہے کہ جو کھائے گا پیے گا وہ بول و براز بھی لازما کرے گا تو جو کھانے اور پینے کا محتاج ہے وہ بول و براز کا بھی محتاج ہے، فرمایا وہ کھانا کھاتے تھے ساتھ اشارہ اس طرف فرمادیا کہ بول و براز بھی کرتے تھے، بول و براز جیسی نجاست جس کے اندر سے نکلتی ہے وہ اللہ کیسے بن گیا یا اللہ کا بیٹا کیسے بن گیا؟ بیت الخلاء میں جاکر اس کا ظہور ہوتا ہے کہ انسان کی حقیقت کیا ہے۔

ایک شخص نے کہیں پاخانہ دیکھ کر کہا کہ کیسا بدبودار ہے غائبانہ پاخانے کی طرف سے آواز آئی اس نے کہا کہ میں تو بہت ہی عمدہ غذا تھا بہت عمدہ غذا، قورمہ ہوگا، چاول ہوں گے، گوشت ہوگا، دودھ ہوگا، پھل ہوں گے میں تو بہت ہی خوشبودار مقوی اور لذیذ غذا تھا جب تیرے اندر گیا تو تیری نحوست نے مجھے بدبودار کردیا، اب مجھ سے نفرت کرتا ہے ذرا اپنی حقیقت کو دیکھ کہ میرے اندر جو تغیر پیدا ہوا، تعفن پیدا ہوا، خوشبو بدبو سے بدل گئی اور لذت رغبت نفرت سے بدل گئی تو یہ تیری نحوست ہے کسی کو خیال ہوسکتا ہے کہ اگر ہمیں کھانے پینے اور بول و براز کی حاجت نہ ہوتی تو ہم عبادت بہت زیادہ کرتے نہ کمانے کی ضرورت نہ کھانے پینے کی انسان اسی لیے تو کماتا ہے کہ کھانے پینے کا دھندا لگا ہوا ہے، بول و براز کی حاجت نہ ہوتی تو وقت بھی بچ جاتا اور وضو بھی بار بار نہ کرنا پڑتا خوب عبادت کرتے۔ عارف یہ سمجھتا ہے کہ ان سب چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت

ظاہر ہوتی ہے، اپنا عجز ظاہر ہوتا ہے، شکستگی پیدا ہوتی ہے، بہت سے لوگ ہگنے موتنے والے بھی خدائی کا دعویٰ کر دیتے ہیں بہت سے ایسے گزرے ہیں۔ ایک کانا تھا اس نے اللہ ہونے کا دعویٰ کر دیا، کانے (ایک آنکھ والے) نے کہا کہ میں اللہ ہوں لوگوں نے کہا کہ اللہ کبھی کانا بھی ہوا؟ کہتا ہے بندوں کا امتحان لینے کے لیے کانا بنا ہوا ہوں، اپنے بندوں کا امتحان لے رہا ہوں کون مجھے مانتا ہے کون نہیں مانتا، جو میرے سچے بندے ہیں وہ کانا ہونے کے باوجود مجھے مانیں گے۔ ایسا نالائق، تو اگر یہ بول و براز کا دھندا نہ ہوتا تو ہر انسان یہی کہتا کہ میں اللہ ہوں وہ تو ایک کانے نے کہہ دیا یہاں تو سارا دھندا ہی یوں ہے، ہر شخص خود کو اللہ ہی سمجھتا ہے اپنی بات کو اپنی نفس پرستی کو اللہ پرستی پر مقدم رکھتا ہے جو اپنے دل میں آتا ہے وہ کرتا ہے اللہ کے حکم کو پسِ پشت ڈال دیتا ہے تو بتایئے خود کو اللہ بلکہ اللہ سے بھی بڑا سمجھتا ہے یا نہیں سمجھتا؟ کھا بھی رہا ہے، پی بھی رہا ہے، نکال بھی رہا ہے، اس کی نعمتوں کا محتاج بھی ہے، سب کچھ اس کا دیا ہوا کھاتا ہے پہنتا ہے اس کے باوجود ایسا نالائق کہ پھر اپنی بات کو اپنے مالک کی بات پر مقدم رکھتا ہے اس لیے بیت الخلاء ذریعۂ اصلاح ہے۔ اس سے استفادہ کیا کریں سوچا کریں مراقبہ کیا کریں۔ اپنی حقیقت کو سوچیں کہ ہم کیا ہیں اس سے اپنی حقیقت واضح ہوتی ہے اس میں جا کر انسان کو اپنی معرفت حاصل ہوتی ہے جب اپنی معرفت حاصل ہوتی ہے تو اس کی بدولت اپنے مالک کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

مکہ مکرمہ سے آنے والے خط پر بیان شروع ہوا تھا خط لکھنے والے کے قلب میں بیت الخلاء سے استفادہ کی اس قدر اہمیت ہے کہ خط میں استفادہ کا وقت، دن، تاریخ ہجری اور تاریخ عیسوی سب تفصیل لکھی ہے، اللہ تعالیٰ سب کے قلوب میں یہ اہمیت عطا فرمائیں ہر چیز سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اس کے جواب کو کثرتِ ذکر و فکر اور اپنی معرفت و محبت کا ذریعہ بنائیں اب ان کا خط سنیے۔

استرشاد:

السبت ۱۸؍محرم سن ۱۴۰۵ ہجری مطابق ۱۳؍اکتوبر سن ۱۹۸۴ عیسوی، بندہ فجر کی نماز کے لیے اٹھا، بیت الخلا میں یہ خیال آیا کہ اور لوگوں کے تو قلب وروح وغیرہ جاری ہوتے ہیں اور بندہ کا سواء سبیلین کے کچھ جاری نہیں ہوتا شاید اس لیے کہ بندہ کے اخلاق ہی تجاری ہیں اور ذکر وشغل بھی نہیں کر پاتا اس پر بیت الخلا میں ہی چند ابیات موضوع ہو گئے۔

لطائف مشائخ کے رہتے ہیں جاری
مگر بندہ اب تک ہے کیوں اس سے عاری؟
نہ کیوں روحِ اخلاق ان ہی سے سیکھیں
کہ اخلاق بندہ کے ہیں سب تجاری
نہ ہو کچھ بھی حاصل یہ بندہ کو بس ہے
کہ مالک کا تا زندگی ہو پجاری
رہے ان کی جانب توجہ ہماری
کٹے اس طریقہ سے پھر عمر ساری
ستاتا ہے بندہ کو اے مدّعی کیوں؟
رہے گا ہمیشہ یہ ان کا بھکاری
کریں حضرتِ شیخ جو اس کی اصلاح
جزا اس کی اللہ دے ان کو بھاری
سلامت رہے ان کا سایہ سروں پر
جدائی نہ ان سے کبھی ہو ہماری

نسخۂ اصلاح:

نسخۂ اصلاح کا حاصل ہے کثرتِ ذکر وفکر یعنی ذکر اللہ کثرت سے جاری رہے اور

فکر سے مراد ہے سوچنا، روزانہ کچھ وقت نکال کر سوچا کرے کہ پوری دنیا اور اس کا سب سازوسامان اور تمام نفسانی لذات وخواہشات سب فانی ہیں ایک روز مرنا ہے، قبر میں اترنا ہے پھر حساب وکتاب ہے پھر جنت یا جہنم، سوچے کہ میرے اعمال جنت میں لے جانے والے ہیں یا خدانخواستہ جہنم میں لے جانے والے اعمال کر رہا ہوں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے عجائب قدرت، اس کے احسانات وانعامات کو خوب دل لگا کر سوچا کرے کثرتِ ذکر وفکر کی بدولت دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے جسے دردِ دل اور نورِ قلب کہتے ہیں، لطائف جاری ہونے سے یہی مقصود ہے۔

دردِ دل کا اثر:

دردِ دل کا یہ کرشمہ ہے کہ انسان اپنے محبوب حقیقی اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی نفسانی خواہشات اپنے احباب واقارب اور حکام وسلاطین غرض یہ کہ تمام دنیا کی رضا پر مقدم رکھتا ہے اور اس کا حال یہ ہوتا ہے ؎

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

☆......☆......☆

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
مدنظر تو مرضی جاناں چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

اسی طرح اپنے محبوب حقیقی کی رضاجوئی پر اپنی تمام نفسانی خواہشات یعنی گناہوں کے تقاضے قربان کر دیتا ہے محبوب کی رضا حاصل کرنے کی فکر اور اس کی ناراضی کا خوف، ہر وقت اس کے دل ودماغ پر مسلط رہتا ہے اس لیے وہ گناہ کے تصور سے بھی لرز جاتا

ہے اس طرح اس کی زندگی تمام گناہوں سے پاک وصاف ہوجاتی ہے اور دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے ہروقت سرشار رہتا ہے جس کی بدولت آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی انتہائی راحت وسکون بلکہ بے انتہا انشراح وسرور کی زندگی بسر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو ایسی حیاتِ طیبہ عطا فرمائیں، ان کے خط میں طلبِ اصلاح منظوم ہے اس لیے نسخۂ اصلاح بھی منظوم لکھا گیا:

ارشاد:

رہے ذکر جاری رہے فکر ساری
نہ چھوٹے یہ جب تک کہ ہے سانس جاری
لگا رہ اسی میں کہ ہے اختیاری
یہی تیغ ہے سب حجابوں پہ بھاری
نہ چھوٹے کبھی ہاتھ سے یہ کٹاری
یہ شمشیرِ برّاں ہے وہ بھی دو دھاری
یہ نفس اور شیطان کی رگ پر ہے آری
لگاتی ہے دونوں پہ یہ ضربِ کاری
جہاں ذکر، بس سانپ اندر پٹاری
تماشا دکھا کر وہ بھاگا مداری

یعنی ذکر کی بدولت نفس اور شیطان کے شر سے حفاظت ہوجاتی ہے نفس سانپ کی طرح پٹاری میں بند ہوجاتا ہے اور شیطان مداری جیسا تماشا دکھا کر بھاگ جاتا ہے ؎

جہاں ذکر، بس سانپ اندر پٹاری
تماشا دکھا کر وہ بھاگا مداری

کٹیں گی اسی سے رگیں باری باری
نہ ہوگی سوا اس کے مطلب برآری
نہ ہرگز کبھی تجھ پہ غفلت ہو طاری
وگرنہ رہے گا تو عاری کا عاری
ہوا اس سے غافل تو اے دل سمجھ لے
ہے دنیا میں ذلت تو عقبیٰ میں خواری
جو تو باغِ دل کے مزے چاہتا ہے
ہے مردہ دلوں کی یہی آبیاری
دل وجاں کی لذت، دہن کی حلاوت
اس سے گلستاں ہے دل کی یہ کیاری
مرے دل کی فرحت، مری جاں کی راحت
یہ شیر وشکر ہیں مرے تن میں ساری
تری باتیں پیارے! ہیں کیسی یہ پیاری
دلاری ہیں پیاری، یہ پیاری دلاری
کہیں کا نہ چھوڑا ہوئی جب سے اُلفت
تمہاری، ہماری، ہماری تمہاری

یہاں لفظ تمہاری اول وآخر میں اور لفظ ہماری درمیان میں لانے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ محبت کا مبدا ومنتہیٰ اللہ ہی ہے جو محبوبِ حقیقی ہے۔

کہیں کا نہ چھوڑا ہوئی جب سے الفت
تمہاری ہماری، ہماری تمہاری
محبت یہ کیا ہے؟ بڑھی آہ وزاری
بڑی بے قراری، بڑی بے قراری

دل وچشم دونوں میں طوفاں بپا ہے
اِدھر شعلہ باری، اُدھر لالہ زاری

لفظ لالہ زاری میں یہ نکتہ تو ظاہر ہی ہے کہ آنسوؤں میں گل لالہ جیسا سرخ خون ہے دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ہومیو پیتھک میں گل لالہ یعنی پلسٹیلا کے مریض کی خاص علامت بات بات پر زیادہ رونا دھونا ہے، تیسرا نکتہ یہ ہے کہ گل لالہ کے مریض پر ہنسنے اور رونے کا بہت جلد جلد توارد ہوتا ہے اس کا بیان آگے اشعار میں یوں آرہا ہے ؏

ابھی خندہ زن ہوں ابھی گریہ طاری

چوتھا نکتہ یہ ہے کہ گل لالہ کے مریض کے جسم میں مختلف حصوں میں جگہ بدلنے والے درد ہوتے ہیں اس کا بیان بھی آگے یوں آرہا ہے ؏

خوشا درد از تو کہ تیمار داری

پانچواں نکتہ یہ ہے کہ گل لالہ کا مزاج گرم تر ہے یہ مزاجِ عاشق ہے۔ چھٹا نکتہ یہ گل لالہ پر داغِ فراق ہے

دل وچشم دونوں میں طوفاں بپا ہے
اِدھر شعلہ باری اُدھر لالہ زاری
نہ جانے یہ کیا کردیا تو نے جاناں؟
ترے ہی کرم پر ہے اب جاں ہماری
لگا تیر دل میں ہوئے نیم بسمل
زہے دل سپاری زہے جاں نثاری
تری زلفِ پیچاں میں ہوں یوں پریشاں
ابھی خندہ زن ہوں ابھی گریہ طاری

اس شعر میں رموزِ طریقت ہیں اس کی حقیقت صرف اہلِ معرفت ہی سمجھ سکتے ہیں اور اس کی لذت سے صرف وہی آشنا ہوتا ہے جسے یہ مقام حاصل ہو، اس شعر کے

دوسرے مصراع میں گل لالہ کے مریض کی وہی علامت ہے جو پہلے لفظ لالہ زاری کی تشریح میں بتا چکا ہوں۔

ترى زلفِ پیچاں میں ہوں یوں پریشاں
ابھی خندہ زن ہوں ابھی گریہ طاری
تصور میں تیرے میں سب کھو چکا ہوں
یونہی دن بھی گزرا یونہی شب گزاری
تری یاد نے مجھ کو ایسا ستایا
اسی میں تڑپتے کٹی عمر ساری
کبھی تو کٹے گی جدائی کی ساعت
کبھی رحم لائے گی یہ اشک باری
کبھی تو کرے گی تجھے مجھ پہ مائل
مری دل گدازی مری جاں فگاری
نہیں، بلکہ یہ بھی تری ہی عطا ہے
خوشا درد از تو کہ تیمار داری

یہاں لفظ درد میں بھی گل لالہ کے مریض کی وہی علامت ہے جو پہلے لفظ لالہ زاری کی تشریح میں بیان ہو چکی ہے۔

نہیں، بلکہ یہ بھی تری ہی عطا ہے
خوشا درد از تو کہ تیمار داری
یہ کیا تجھ سے زاہد! کہوں ماجرا میں
ان آہوں میں پاتا ہوں وہ دل رُبا میں

لفظ ماجرا کے لغوی معنیٰ کے استحضار سے لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔

یہ کیا تجھ سے زاہد! کہوں ماجرا میں
ان آہوں میں پاتا ہوں وہ دل رُبا میں

یہ اشعار وجدان کے سانچے میں ڈھلے ڈھلائے نکالے ہیں، ہر لفظ اور اس کا محلِ وقوع قلب کی ایک خاص کیفیت کا ترجمان ہے، کسی لفظ کی تبدیل یا تقدیم وتاخیر سے مقصد فوت ہوجاتا ہے، کیفیتِ واردہ کی صحیح ترجمانی نہیں ہوپاتی۔

اشعار کی ترتیب بھی مقاماتِ سلوک کے تحت وجدانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کثرتِ ذکر وفکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ ذکر وفکر کی لذت سے نوازیں، اس کی بدولت شوقِ وطن اپنی محبت اور ہدایت کی طرف لے جائیں (نسخۂ اصلاح نامی پرانی کیسٹ میں ترنم کے ساتھ نسخۂ اصلاح کے اشعار بھی پڑھے گئے تھے، حضرتِ اقدس نے ان اشعار کو حذف کروادیا اور اس پر یہ بیان فرمایا)

ترنم سے پڑھنے یا سننے کے فسادات:

ایک مستقل بیان اس پر ہوچکا ہے کہ اچھی آواز میں خوش الحانی کے ساتھ ترنم کے ساتھ کوئی چیز پڑھنا یا سننا اس میں فسادات ہیں دل تباہ ہوجاتا ہے مفصل بیان تو ہوچکا ہے اس کا مختصر سا خلاصہ یہ کہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اچھی آواز سننے کی ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ جیسے کوئی حوض بھرا ہوا ہو اس میں کوئی پتھر پھینکا جائے اگر حوض بھرا ہوا ہے کسی خوشبودار چیز سے اس میں پتھر پھینکیں گے تو خوشبو اُبھرے گی اور اگر اس میں کوئی متعفن چیز بھری ہوئی ہے بدبودار چیز بھری ہوئی ہے اس میں اگر پتھر پھینکیں گے تو بدبو اُبھرے گی بلکہ پتھر کی بجائے سونا ہی کیوں نہ پھینکیں سونے کی اینٹ پھینکیں نجاست والے کھڈے میں تو بھی بدبو ہی آئے گی سونے کی وجہ سے خوشبو نہیں آئے گی، اس لیے فرمایا کہ مضمون خواہ کیسا ہی اچھا ہو بہتر سے بہتر ہو بہتر سے بہتر بلند مقام کا مضمون ہو اسے اگر خوش الحانی سے پڑھا جائے گا تو جن کے دلوں میں روگ ہے بیماری

ہے انہیں فائدے کی بجائے اُلٹا نقصان ہوگا اور جو دل فسادات سے پاک ہوں اللہ تعالیٰ کی محبت سے منور اور معمور ہوں انہیں اچھی آواز سے فائدہ پہنچتا ہے، آج کل وہ بات تو ہے نہیں اکثر وہ لوگ بھی جو یہ سمجھتے ہیں یا ان کے بارے میں دوسرے یہ سمجھتے ہوں کہ یہ صالح بن گیا صالح ولی اللہ بن گیا ہے ان کے دلوں میں بھی فساد غالب رہتا ہے۔ نسخۂ اصلاح کی جب کیسٹ شروع میں بھری گئی جہاں تک سادہ سادہ مضمون تھا وہ تو ٹھیک ہے، استرشاد بھی آ گیا ارشاد بھی آ گیا اور یہ استرشاد کہاں سے آیا کیسے آیا اس کی تفصیل بھی آ گئی اس کے بعد پھر اسی مضمون کو لوٹایا گیا ہے ترنم میں، اس سے یہ بھی خیال آیا کہ جب ایک چیز صحیح طور پر مکمل طور پر سادہ الفاظ میں آ گئی پھر اسے ترنم کی صورت میں دُہرانا تو ظاہر ہے کہ لذتِ سامع کے سوا اور کیا مقصد ہو سکتا ہے کانوں کی لذت کانوں کو مزا آئے ترنم سننے کا مزا آ جائے۔ اگر دوسرے غلط گانے والے سنتے ہیں تو لوگ کہیں گے ارے صوفی جی ہو کر غلط گانے سُن رہا ہے بٹا لگ جائے گا عزت کو دین کو بٹا لگے گا صوفیت ٹوٹ جائے گی اور اگر کوئی اچھی نظم جیسے یہی ترنم میں بھر دی گئی اسے کوئی سنے گا تو بجائے اس کے کہ اس کی بدنامی ہو اسے تو لوگ سمجھیں گے کہ سبحان اللہ واہ واہ بہت بڑا ولی اللہ ہے، ذکر اللہ کی کیسی مستی چڑھ رہی ہے۔ معلوم ہوا کہ اصل مقصد پورا ہونے کے بعد دوبارہ جو صورتِ ترنم میں اسے بھرا گیا ہے وہ صحیح نہیں اسی لیے میں نے ان ہی دنوں میں اس پر سخت پابندی لگا دی تھی کہ اس کیسٹ کی اشاعت کو بند کر دیا جائے اور وہ بند ہو گئی بالکل غائب ہو گئی تھی جیسے عنقاء، اس کیسٹ کا نام تو رہ گیا مگر میرے خیال میں دنیا میں موجود نہیں رہی تھی بالکل مکمل پابندی لگا دی تھی مگر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مصلحت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں دو تین روز قبل کچھ کام کرتے کرتے ایک دَم جوش اُٹھا کہ تازہ دم ہونے کے لیے نسخۂ اصلاح کی کیسٹ سنوں جب وہ تلاش کروائی تو کہیں مل ہی نہیں رہی تھی بالکل مایوسی ہو چکی تھی حتیٰ کہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ مدینہ منورہ میں کسی کے پاس ہوگی وہاں سے منگوائی جائے اتنی

دور سے مدینہ منورہ سے مگر وہ تلاش کرتے کرتے یہیں کراچی ہی میں مل گئی، میں نے اسے سنا، یہ بات نکل گئی باہر لوگوں میں کہ کوئی عجیب چیز ہے، جیسے ہی میں حفلۃ العلماء میں آیا تو یہاں کے علماء میں سے کسی نے پرچی لکھ کر دے دی کہ ہم بھی وہ سننا چاہتے ہیں، میں نے منگوالی اور یہیں لوگوں کو سُنا دی، اس سے نیا فتنہ کھڑا ہو گیا پہلے جو اس پر بندش لگائی تھی کہ اس کی عام اشاعت نہ ہو یہ سخت مضر ہے پھر وہی سلسلہ شروع ہو گیا، جب میں نے خود بھی سُن لی ان لوگوں کو بھی ایک بار سُنا دی تو پھر سب کے کان کھڑے ہو گئے اور مطالبات شروع ہو گئے کہ ہم بھی سنیں گے ہم بھی سنیں گے، بلکہ سنیں گے کیا اس کی نقل لیں گے اس کیسٹ کی ہمیں نقل چاہیے تو مجھے شدت سے اس کا احساس ہوا کہ اس قصے کو تیرہ سال گذر گئے ہیں، اس پر بندش لگانے کے تیرہ سال کے بعد اگر ایک بار میں سُن لوں تو میں نے سمجھا کہ کچھ حرج نہیں نیت ٹھیک ہے ذرا تازہ دم ہو جاؤں گا مگر یہ کیا ضروری ہے کہ جو چیز ایک کے لیے نافع ہے وہ سب کے لیے نافع ہو کسی کے لیے کوئی چیز نافع ہوتی ہے اور کسی کے لیے نافع نہیں ہوتی بلکہ مضر ہوتی ہے جس کی تفصیل میں نے پہلے بیان کر دی ہے جو فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان کا دل ایک کھڈا ہے اللہ کی معرفت سے معمور ہو گا اللہ تعالیٰ کی محبت سے منور ہو گا اس میں کوئی اچھی آواز جائے گی تو اچھا اثر ہو گا اور اس میں اگر نجاسات بھری ہوئی ہیں اس پر اچھی آواز پڑے گی تو وہ ایسے ہے کہ جیسے کسی نجاست کے کھڈے پر پتھر پھینک دیا۔

لقمہ ونکتہ است کامل را حلال
تو نہ کامل مخور می باش لال

اچھا کھانا اور اچھی اچھی باتیں کرنا کامل کے لیے تو حلال ہے، اچھے کھانے سے مراد صرف کھانا ہی نہیں بلکہ دنیا کی سب نعمتیں ہیں دنیا کی نعمتوں کو زیادہ استعمال کرنا اور اچھی اچھی باتیں زیادہ کرنا یہ چیزیں صرف کامل کے لیے حلال ہیں، تو نہ کامل ارے تو کامل نہیں کہیں یہ دیکھ کر کہ فلاں بزرگ بھی تو اچھا کھاتے پیتے ہیں اور فلاں بزرگ بھی تو

دین کی باتیں ایسی ایسی کرتے ہیں اور فلاں نے بھی یہ اصلاحی کیسٹ سُن لی ہے تو کہیں یہ خیال پیدا ہو کہ وہ جو سُن رہے ہیں تو ہم کیوں نہ سنیں وہی قصہ ہو جائے گا بندر والا۔

قصہ بوزینہ:

ایک بار کسی درخت کا تنا زمین پر تھا بڑھئی اس تنے پر بیٹھ کر اسے چیر رہا تھا۔ بندروں کو نقل اُتارنے کا بہت شوق ہوتا ہے کوئی بندر درخت کے اوپر بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا اسے بھی شوق ہوا بڑھئی بننے کا کہ یہ جو کرسکتا ہے میں کیسے نہیں کرسکوں گا میں کوئی اس سے کم تھوڑا ہی ہوں۔ جب موٹی اور لمبی لکڑی چیری جاتی ہے تو آسانی کے لیے دستور یہ ہے کہ تھوڑا سا چیرنے کے بعد اس میں کھونٹی لگا دیتے ہیں تاکہ ذرا کشادگی رہے اور آرا اچھی طرح سے چل سکے۔ وہ بڑھئی نے لگائی ہوئی تھی، بڑھئی کسی کام سے کہیں چلا گیا تو وہ دوسرے بڑھئی صاحب یعنی بندر آکر بیٹھ گیا لکڑی کے اوپر دونوں پاٹوں کے درمیان میں جو شگاف تھا اس میں اس کی گولیاں اُتر گئیں نیچے لٹک گئیں پھر اس نے اپنا کمال دکھانا شروع کیا کھونٹی جو لگی ہوئی تھی اسے پکڑ پکڑ کر ہلا ہلا کر نکال دیا دونوں پاٹ مل گئے، گولیاں درمیان میں، اب وہ بندر چیخ رہا ہے چلا رہا ہے اب کیسے چھوٹے اتنی دیر میں بڑھئی آگیا اس نے آکر دیکھا کہ اس نے کھونٹی بھی نکال دی کام بڑھا دیا اور یہ میری نقل اُتار رہا ہے بڑھئی بن رہا ہے، اس نے مار مار کر اس کا بھرتا کر دیا ع

تو نہ کامل مخوری باش لال

ارے تو کامل نہیں نہ تو زیادہ دنیا کی نعمتیں استعمال کرو اور نہ ہی دین کی باتیں زیادہ کیا کرو، ایک دو باتیں دین کی سیکھ لیں اور کھڑے ہوگئے مبلغ بن کر بہت بڑے مبلغ ہیں، بہت بڑے مبلغ ہیں، نفس اور شیطان تباہ کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب کوئی چیز مقدر ہوتی ہے تو اس کے اسباب اللہ تعالیٰ پیدا فرما دیتے ہیں، وہ کیسٹ جس پر میں نے سخت پابندی لگادی تھی تیرہ سال گذرنے کے بعد مجھے خیال ہوا کہ ذرا سُن لوں، ایک بار سُنی، وہ

بات ان مجاہدین تک بھی نکل گئی انہیں بھی شوق ہوا کہ ہم بھی سنیں پھر جب گھر چلا گیا تو ان لوگوں نے کیسٹ سننی شروع کردی قوالی شروع ہوگئی قوالی، کچھ نہ پوچھیے اس پر میں نے کہا کہ اب تو اس کیسٹ کو بالکل ایسے ختم کیا جائے کہ آئندہ کبھی بھی غار سرمن راء میں بھی نہ مل سکے، یہ خیال ہوا کہ اگر یہ کیسٹ کہیں چھپا کر رکھتے ہیں تو اس میں ایک نقصان تو یہ کہ شاید کبھی کچھ سالوں کے بعد نکل آئے تیرہ سالوں کے بعد نکل آئی کہیں چھپی ہوئی پھر شاید کہیں سے نکل آئے دوسری بات یہ کہ اسے اگر چھپا کر کہیں رکھا بھی جائے تو اس میں جو مضمون ہے وہ بہت اعلیٰ بہت مفید ہے، چند منٹ کے ترنم کی خاطر ایک گھنٹے کا مضمون چھپا رہے وہ شائع نہ ہو تو یہ کون سی عقل مندی ہے اس مضمون کو تو شائع کرنا چاہیے، اس لیے ان دو مصلحتوں کی بناء پر اس میں سے ترنم کاٹ دیا جائے جو اصلاحی مضمون ہے وہ باقی رہے اور اس کی خوب خوب اشاعت کی جائے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں اور اس کی وجہ سے اگر کچھ قلوب میں فساد پیدا ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح فرمادیں اور آئندہ کے لیے سب کے لیے اپنی محبت، معرفت، اطاعت کا ذریعہ بنائیں۔

کیسٹ سننے والوں کا علاج:

لوگوں کو عمرے پر جانے کے بہت شوق ہوتے ہیں، نفل حج کے بھی بہت شوق ہوتے ہیں اور حج بدل پر جانے کے بھی بہت شوق ہوتے ہیں ان تینوں کے بارے میں بہت مدت سے میں نے ایک اعلان کر رکھا ہے کہ اگر مجھ سے پوچھے گا یا مجھ سے اس کا کوئی تعلق ہوگا تو ان کے لیے شرط یہ ہے کہ ایک چلہ محاذ پر لگا کر آئے عمرے پر کوئی جانا چاہے تو پہلے اخلاص پیدا کرے اخلاص کی علامت یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اللہ کے دشمنوں پر جھپٹنے کو تیار ہے یا نہیں؟ اخلاص پیدا کرے ایک چلہ محاذ پر لگائے تو پتا چلے گا کہ یہ عمرہ صرف لوگوں کے دکھاوے کے لیے نہیں کر رہا اللہ کے لیے کر رہا ہے ایسے ہی نفل حج کے بھی لوگوں کو بہت زیادہ شوق ہو رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی بناء پر کر رہا ہے یا صرف حاجی صاحب کہلانے

کے لیے کر رہا ہے اس کے امتحان کے لیے ایک چلہ لگا کر آئے محاذ پر ذرا امتحانِ عشق دے۔

حج بدل پر جانے کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر واقعۃً کسی پر حج فرض تھا اور وہ کر نہیں پایا تو اس کی طرف سے حج بدل پر کوئی عامی جائے تو ٹھیک ہے۔ آج کل کے مشائخ، پیر صاحبان اور علماء کرام انہیں بھی بہت شوق اُٹھتے ہیں حج بدل کرنے کے اس کی بجائے جہاد پر نکلیں تو حج بدل سے زیادہ ثواب ملے گا، حجِ بدل کرنے والے عوام بہت ہیں علماء ادھر توجہ کریں ایک چلہ لگائیں اپنے عشق و محبت کا ثبوت دیں اور اس کے بعد حج بدل کریں یہ اعلان تو پہلے سے کرتا رہتا ہوں آج ایک نئی بات بتانا چاہتا ہوں۔

جیسے عمرے کے مشتاق لوگ نفل حج کے مشتاق لوگ حج بدل کا اشتیاق رکھنے والے لوگ ان کا جو علاج ہے وہی علاج کیسٹ سننے کا شوق رکھنے والوں کا ہے، محاذ پر چلہ لگا کر آنے ایک چلا لگا کر اگر وہیں شہید ہو گیا پھر تو خونِ شہید کی کیسٹ سنائیں گے شہادت کی خوشی میں اس کے رشتہ دار بھی سنیں دوسرے لوگ بھی سنیں اور اگر واپس آ گیا تو پھر اگر اس کا ذکر و فکر کی کیسٹ سننے کا شوق ختم ہو گیا تو ٹھیک ہے یہاں کچھ کام کر کے جہاد کی تیاری کرے دوسروں کو بھی تیار کرے وہاں بھیجنے کے لیے دُعائیں بھی کوششیں بھی کرتا رہے اور اگر واپس آنے پر وہ شوق ختم نہیں ہوا پھر وہ کہتا ہے کہ کیسٹ سنوں گا تو چلو اب دوسرا چلہ لگا کر آؤ دو چلے لگانے پر اگر اللہ تعالیٰ کی محبت ایسی پیدا ہو گئی کہ ہر وقت وہی دھن ہر وقت وہی دھن ہر وقت وہی خیال وہی خیال میدان میں نکلوں اللہ کے دشمنوں پر جھپٹوں۔

جھپٹنا پلٹنا پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کے ہیں یہ بہانے

اگر ایسا جذبہ پیدا ہو گیا تو ٹھیک اور اگر واپس آیا دو چلے لگا کر پھر کہتا ہے وہ کیسٹ سنوں گا تو چلو پھر تیسرا چلہ لگاؤ۔

محبت یا فریب:

ہر چلے کے بعد اگر پھر بھی اس کو وہی خیال رہا کہ وہ کیسٹ سنوں گا تو معلوم ہوا کہ ابھی اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت صحیح پیدا نہیں ہوئی ابھی تک فریب میں مبتلا ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ۝ (۲۹-۲،۳)

ترجمہ: ”کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے میں چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے، اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ اور ہم تو ان لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان کر رہے گا جو سچے ہیں، اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا۔“

کیا لوگوں کا یہ خیال ہے کہ انہوں نے کہہ دیا **امنا**، **امنا** کے معنی ہیں کہ ہم اللہ پر عاشق ہو گئے عاشق، کسی نے کہہ دیا کہ میں اللہ کا عاشق ہوں اور جیسے اس نے کہا ہم پہلے سے منتظر بیٹھے ہوئے تھے کہ ہاں ہاں میرے عاشق آ جا ہاں ہاں میرے عاشق آ جا میں نے فوراً قبول کر لیا یہ تمہارا خیال غلط ہے کہ ایسے غلط خیالوں کو دل سے نکال ڈالو ایسے نہیں ہوگا کہ جس نے بھی عشق و محبت کا دعویٰ کیا ہم نے فوراً قبول کر لیا ایسے کبھی نہیں ہوگا دنیا میں کوئی احمق سے احمق بھی کسی کی طرف سے محبت کے دعوے کو پرکھے بغیر قبول نہیں کرتا کوئی بھی کسی سے جا کر کہے کہ مجھے آپ سے محبت ہے وہ فوراً قبول کر لے نہیں، وہ سوچتا ہے واقعۃً محبت ہے یا فریب دینا چاہتا ہے محبت کے دعوے ظاہر کر کے مجھے لوٹنا چاہتا ہے نقصان پہنچانا چاہتا ہے دنیا میں تو کوئی بھی جلدی سے محبت کے دعوے قبول نہیں کرتا معیار یہ رکھا جاتا ہے کہ ہمارے لیے یہ اپنی جان دینے کو تیار ہے یا نہیں یہ ہے محبت کی کسوٹی، یہ ہے محبت کا تھرمامیٹر، اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی خوش فہمی قائم کر

رکھی ہے کہ دنیا میں تو کسی سے فریب کر نہیں پاتا سمجھتا ہے کہ اللہ سے فریب کروں گا تو کامیاب ہو جاؤں گا اس لیے فرمایا کہ تمہارا دعوائے محبت ہم ایسے قبول نہیں کریں گے اور ہمارا یہ معاملہ صرف تمہارے ساتھ نہیں بلکہ یہ معاملہ ہمیشہ سے رہا ہے اس سے پہلے بھی ہم نے سچوں کو اور جھوٹوں کو نکال کر رکھ دیا الگ کر کے رکھ دیا انہیں حکم کیا قتال کا ہماری راہ میں قتال کرو جن کے محبت کے دعوے سچے تھے وہ تو قتال کے لیے نکلے اور جو اوپر اوپر سے اسلام اور ایمان کے دعوے کرتے تھے محبت کے دعووں میں وہ جھوٹے اور منافق تھے انہوں نے انکار کر دیا طرح طرح کی مصلحتیں بیان کرنے لگے۔

موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا جہاد سے فرار:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا کہ جہاد کے لیے نکلو تو کہنے لگے:

يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ○ (۵-۲۲)

ترجمہ: ''اے موسیٰ وہاں تو بہت زبردست قوم ہے جب تک وہ وہاں سے نہیں نکل جاتے ہم وہاں نہیں جائیں گے اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو جائیں گے۔''

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (۵-۲۳)

ترجمہ: ''ان دو شخصوں نے جو اللہ سے ڈرنے والوں میں سے تھے، جن پر اللہ نے فضل کیا تھا، کہا کہ تم ان پر دروازے تک تو چلو، سو جس وقت تم دروازے میں قدم رکھو گے اس وقت غالب آ جاؤ گے، اور اللہ پر بھروسہ کرو

اگر تم ایمان رکھتے ہو۔‘‘

اللہ کے دو بندے پوری قوم میں دو بندے تھے معلوم ہوا کہ محبت والے کم ہوتے ہیں پوری قوم میں دو بندے تھے جن میں محبت کا دعویٰ صحیح تھا انھوں نے کہا کہ نکلو جب تم وہاں پہنچو گے تو لڑنا نہیں پڑے گا دشمن خود ہی بھاگ جائے گا تم غالب آجاؤ گے اگر تم مؤمن ہو تو اللہ پر توکل کرو۔ سمجھایا مگر اس کے باوجود پھر انہوں نے یہ کہا۔

يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۝ (۵-۲۴)

ترجمہ: ’’کہنے لگے: اے موسیٰ، ہم تو ہرگز کبھی بھی وہاں قدم نہیں رکھیں گے جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں۔ تو آپ اور آپ کے اللہ وہاں چلے جائیں، اور دونوں لڑیں ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔‘‘

بہت اچھا نسخہ بتادیا، جواب میں کہتے ہیں کہ اے موسیٰ تو اور تیرا رب دونوں جاؤ ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔ آج بھی بہت سے مسلمان کہتے ہیں نا کہ لڑو تم جا کر ہم یہاں بیٹھے رہیں گے یہ ان ہی لوگوں کی اولاد میں سے معلوم ہوتے ہیں، اے موسیٰ تو اور تیرا رب تم دونوں جا کر لڑو یہ نہیں کہ تم دعاء کرو گے تو ملک فتح ہوجائے تم لڑو جا کر:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ

تم دونوں قتال کرو، لڑو تو بھی اور تیرا رب بھی، ایسے مواقع پر امتحان ہوتا ہے۔

کفر کے گٹھ جوڑ پر اللہ کا فیصلہ:

ایک شخص نے فون پر مجھ سے کہا کہ ایران نے روس سے درخواست کی ہے کہ طالبان کے خلاف ہمارے ساتھ تعاون کریں خطرہ بہت بڑھ گیا ہے بہت خطرہ بڑھ گیا ہے، روس بھی اگر ایران کے ساتھ مل گیا تو کیا بنے گا جب اتنا خطرہ بڑھ گیا ہے، ایران کو اس ارادے سے روکنے کے لیے یہاں سے علماء کا ایک وفد ایران جارہا ہے ہم نے اس

وفد میں آپ کا نام بھی لکھ لیا ہے، آپ ضرور تشریف لے چلیں دعاء بھی فرمائیں کہ یہ وفد کامیاب ہو جائے۔

ان کا کہنا اور ادھر میں جو چھوٹا، میں نے تین مقامات قرآن مجید کے پڑھ دیئے:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (۲-۲۴۹)

ترجمہ: ’’بہت سے چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے غالب آ گئی ہیں، اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔‘‘

یہ کیا کہتے ہیں کہ ایران کی قوت اتنی بڑی پھر روس کی قوت بھی مل گئی تو کیا وہ اللہ کی قوت پر غالب آ جائیں گے اللہ تعالیٰ تو فرما رہے ہیں:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

ایک دو بار کی بات نہیں اللہ تعالیٰ نے کئی بار کئی بار یہ کر کے دکھا دیا کہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو بڑی بڑی فوجوں پر غالب کر دیا۔ دوسرا مقام:

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ ۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۖ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (۳-۱۷۵)

ترجمہ: ’’جن لوگوں نے اللہ اور رسول کا حکم مان لیا، اس کے بعد کہ ان کو زخم لگا تھا۔ ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں، ان کے لیے ثواب عظیم ہیں۔ یہ

ایسے لوگ ہیں کہ بعض لوگوں نے ان سے آ کر کہا کہ مکہ والوں نے تمہارے مقابلے کے لیے بڑا سامان جمع کیا ہے، لہٰذا تم ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوا، اور وہ بولتے: ہم کو تو اللہ تعالیٰ کافی ہے، اور وہ بہترین کارساز ہے، پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل سے بھرے ہوئے واپس آئے کہ ان کو کوئی ناگواری پیش نہیں آئی، اور وہ لوگ رضاءِ حق کے تابع رہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ اور یہ شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے۔ سو تم ان سے مت ڈرو، اور مجھ سے ڈرو، اگر تم ایمان رکھتے ہو۔''

غزوۂ احد میں جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بہت سے شہید ہوگئے اس وقت میں خبر آئی کہ کافروں کی تازہ فوج آرہی ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مرعوب نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کے مقام کا یوں مظاہرہ فرمایا:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

آنے دو ہمارے ساتھ ہمارا اللہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ

اللہ تعالیٰ کا فضل ایسا ہوا کہ کافر ایسے مرعوب ہوگئے کہ آئے ہی نہیں۔

وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہیں تمہارے دشمنوں سے ڈرانے والا شیطان ہے شیطان۔ یہ میں فون پر انہیں بتا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دشمنوں سے ڈرانے والا شیطان ہے۔ سمجھ گئے ہوں گے کہ ایران سے ڈرانے والا شیطان ہے۔ ہر شخص اپنے بارے میں خود ہی فیصلہ کرلیا کرے۔

فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

اگر تم میرے دوست ہو مجھ پر ایمان رکھتے ہو اور شیطان کے دوست نہیں تو پھر تم شیطان کے ڈرانے سے مت ڈرو مجھ پر توکل رکھو۔ تیسرا مقام:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ○ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ○
(۵۴-۴۴، ۴۵)

ترجمہ: ’’یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہے گی۔ عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔‘‘

وہ کہتے ہیں کہ ہماری فوجیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی جماعتیں ساری کی ساری مغلوب ہو جائیں گی، سب کو ہزیمت ہوگی شکست ہوگی اور بڑا عجیب لفظ یہ کہ **وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ** ٹیلی فون پر میں نے پورا زور لگا دیا انہیں بتانے کے لیے **وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ، وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ، وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ،** کئی بار لوٹا لوٹا کر زور زور سے کہا اس کے تو کان کھول دیے۔ وہ تو سوچ رہا ہوگا کہ برا پھنسا، اللہ کرے جلدی چھوڑ دے مگر بہت دیر تک رگڑائی کرتا رہا۔

اس کے بعد میں یہاں تحدی کرتا رہا، چیلنج پر چیلنج ارے! وہ ایران کہہ رہا ہے کہ میں آرہا ہوں آرہا ہوں آتا کیوں نہیں؟ بڑھتا کیوں نہیں؟ وہ کہتا ہے کہ ہم جنگی مشقیں کررہے ہیں حملہ کریں گے حملہ کریں گے تو کم بخت آگے آتا کیوں نہیں؟ ذرا آئے آگے دیکھیے پھر اس کا کیا بناتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ صحیح معنی میں مسلمان بنادیں اپنی محبت کاملہ عطاء فرمائیں:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (۳-۱۳۹)

ترجمہ: ’’تم ہی غالب رہو گے، اگر تم ایمان رکھتے ہو۔‘‘

پھر اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے کرشمے دیکھیں۔

حقیقی محبت کا معیار:

دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں اکثر ایسے ہیں کہ محبت کے دعوے تو بہت ہیں عشق اور محبت میں بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ مرے

جا رہے ہیں مگر حقیقت میں محبت ان کے دلوں میں نہیں اتری زبان سے تو کہتے ہیں لیکن دل میں محبت نہیں اس کا معیار کیا ہے کہ دل میں بھی اللہ تعالیٰ کی محبت ہے یا نہیں سو وہ محبت صحیح ہے جس کی تصدیق خود محبوب کر دے اللہ تعالیٰ جس کی تصدیق فرما دیں کہ اس کے دل میں میری محبت ہے یہ فیصلہ اللہ ہی کرے گا۔

وکل یدعی وصل لیلی
ولیلی لا تقر لهم بذاک

لیلیٰ کے ساتھ محبت کرنے والے تو سب ہی ہیں مگر ذرا لیلیٰ سے بھی تو پوچھو کہ تو بھی ان کی محبت کو قبول کر رہی ہے یا نہیں، ایسے ہی مولیٰ کے ساتھ محبت کے دعوے کرنے والے تو بہت ہیں اللہ کے عشق و محبت میں ہائے ہوئے کرنے والے وجد میں آنے والے کودنے والے تو بہت ہیں محبت کی باتیں کرنے والے بنانے والے بہت ہیں مگر درحقیقت اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں ہے یا نہیں وہ اللہ ہی فیصلہ کر کے بتائے گا، اللہ تعالیٰ نے فیصلہ سنا دیا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (۹-۲۴)

ترجمہ: ’’آپ فرما دیجیے: اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، اور تمہاری بیبیاں، اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمایا ہے، اور وہ تجارت جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو۔ اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو، اگر یہ چیزیں تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں۔ اور اللہ تعالیٰ فاسق نافرمان قوم کو راستہ نہیں دکھاتا۔‘‘

فرمایا کہ اگر کسی پر دنیا کی محبت اتنی غالب ہے کہ وہ اسے جہاد میں نہیں نکلنے دیتی اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کے بندوں پر اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لیے اگر دنیا کا کوئی تعلق کوئی طمع کوئی محبت کوئی خوف مانع اور رکاوٹ بن رہا ہے تو اس کی محبت اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں، یہ اس کی دلیل ہے کہ دنیا کی چیزوں کی یاد دنیاداروں کی محبت اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پر غالب ہے فرمایا اگر بات ایسی ہے تو:

فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ

بداعمالیوں میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ ان کا عذاب کھلا کھلا عذاب آخرت میں ہوتا ہے ویسے تو بدعملی کا عذاب دنیا میں بھی ہوجاتا ہے مگر انسان کو پتا نہیں چلتا جیسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی لٹھ کی آواز نہیں، بے دینوں پر، اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں پر اللہ تعالیٰ کی لاٹھی برستی رہتی ہے برستی رہتی ہے برستی رہتی ہے مگر آواز نہیں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بتاتے نہیں کہ تیرے فلاں گناہ کی وجہ سے یہ عذاب ہم مسلط فرمارہے ہیں اس کا پتا نہیں چلتا اور بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے پہلے سے فرمادیا کہ اگر ایسا ایسا گناہ کیا ہماری نافرمانی کی تو دنیا میں ایسا عذاب آئے گا ایسا مزا چکھائیں گے کہ تمہیں پتا چل جائے گا کہ یہ عذاب کیوں آرہا ہے اس بارے میں جہاد سے متعلق یہ فرمایا کہ اگر دنیا کا کوئی رشتہ، تمہارے والدین، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا کنبہ اور تمہارے مال اور تمہارے محلات اور تمہاری تجارتیں یہ چیزیں اگر تمہیں اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبوب ہوگئیں اللہ کے رسول سے زیادہ محبوب ہوگئیں اور اللہ کی راہ میں مسلح جہاد کرنے سے رکاوٹ بننے لگیں اللہ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے کی بنسبت یہ چیزیں زیادہ محبوب ہوگئیں تو اللہ کے عذاب کا انتظار کرو:

حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۠

جو شخص اب بھی نہیں سنبھلے گا نہیں سدھرے گا تو وہ فاسق ہے فاسق، یہ اللہ تعالیٰ کے دائرہ محبت سے نکل گیا، فاسق کے معنی نکل جانے والا، محبت والوں کے دائرے سے نکل

گیا اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں فرماتے ان کے لیے یہی فیصلہ ہے کہ دنیا میں ہی عذاب کا انتظار کریں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰہ رب العلمین.

نسخۂ سکون

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: ☞ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☞ نسخۂ سکون

بمقام: ☞ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ☞ ۲۸ جمادی الاولی ۱۴۱۷ھ

بوقت: ☞ بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: ☞ شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☞ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: ☞ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

نسخۂ سکون

(۲۸ جمادی الاولی ۱۴۱۷ھ)

تنبیہ: یہ وعظ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ اصلاح سے نہیں گزارا جا سکا اس لیے اس میں کوئی نقص نظر آئے تو اسے مرتب کی طرف سے سمجھا جائے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖٓ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ○ (۳-۱۵۹)

ترجمہ: ’’اور ان سے کام میں مشورہ لیں، پھر جب آپ رائے پختہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔‘‘

لوگوں کا غلط طرزِ عمل:

لوگوں میں ایک بہت بڑی خامی یہ ہے کہ جب کوئی کام کرتے ہیں تو اپنے خیال میں بہت سوچ سمجھ کر کرتے ہیں مگر اس کے بعد جب ان کاموں میں کچھ نقصانات سامنے آتے ہیں تو پھر پریشان ہوتے ہیں، پھر کوئی سوچتا ہے کہ ہم نے یہ کام نہ کیا ہوتا تو اچھا ہوتا، کوئی سوچتا ہے کہ اگر یہ کام کرلیا ہوتا تو اچھا تھا۔ اس طرح سوچتے رہتے ہیں اور پریشانیوں میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں، ہر وقت پریشان رہتے ہیں۔

صحیح طریقہ:

اس کا صحیح طریقہ سمجھیے:

① دین داری کو مقدم رکھیں:

تعلقات رکھیں دین دار لوگوں سے اور کوئی بھی کام کرنے کے لیے، کوئی بھی معاملہ کرنے کے لیے دین دار کو مقدم رکھیں۔ خاص طور پر رشتوں کے معاملہ میں دین داری کو سب سے مقدم رکھیں، اس کی خاطر اپنے قریبی رشتہ داروں کو چھوڑنا پڑے، کنبے کو چھوڑنا پڑے، پورے خاندان کو چھوڑنا پڑے، اپنے وطن کے لوگوں کو چھوڑنا پڑے، کچھ بھی ہو جائے دین داری پر ہر چیز کو قربان کردیں:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ (۴-۱۰۰)

”اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا تو اسے روئے زمین پر جانے کی بہت جگہ ملے گی اور بہت گنجائش۔“

یہ ہے تو ہجرت کے بارے میں، جو شخص بھی فی سبیل اللہ، اللہ کی خاطر، دین کی خاطر، اللہ کی رضا کی خاطر اپنے ماحول کو چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے بڑی وسعت

پیدا فرمائیں گے بہت بڑی وسعت، اس پر تنگی نہیں آئے گی، کتنی بڑی بشارت ہے:

مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ط اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کر رہے ہیں تو یہ قیود کیوں؟ کہ اپنے خاندان کا ہو یا اپنے وطن کا ہو، خواہ وہ بے دین ہی کیوں نہ ہو اسے ترجیح دی جاتی ہے تو یہ نظریہ غلط ہے۔ ایسے ہی دوسری آیت میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ط قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ط قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ط فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ط وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝
(۴-۹۷)

ترجمہ: ”بے شک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے کو گناہ گار کر رکھا تھا۔ تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں بے بس تھے، وہ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی تم کو ترکِ وطن کر کے وہاں چلا جانا چاہیے تھا۔ سو ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ جانے کے لیے بری جگہ ہے“

جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کا حکم ہوا تو بعض لوگ ہجرت نہیں کر رہے تھے انہیں اس آیت میں تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ ہجرت نہیں کرتے جب جان قبض کرنے والے ملائکہ ان کے پاس پہنچتے ہیں تو ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ تم نے ہجرت کیوں نہیں کی؟ اسلام کا کھل کر اعلان کیوں نہ کیا؟ کیوں چھپائے رکھا خود کو؟ تو وہ یہ جواب دیتے ہیں: **كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ** ہم تو عاجز تھے اور دشمنوں سے ڈرتے تھے اس لیے ہم نہیں کر پائے۔ فرشتے کہیں گے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہیں تھی، ہجرت کر کے کسی دوسری جگہ چلے جاتے وہاں جا کر اسلام کا مظاہرہ کرتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہجرت نہیں کی اور ایک خاص جگہ میں بند ہو کر بیٹھ گئے **فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ** ان

کی جگہ جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ یہ آیات ہیں تو ہجرت کے بارے میں مگر میں اکثر اس پر بیان کرتا رہتا ہوں بتاتا رہتا ہوں کہ یہ حکم ہر معاملے کے بارے میں ہے، شادیاں ہوں، دوسرے تجارت وغیرہ کے تعلقات ہوں یا کوئی لین دین وغیرہ کے معاملات ہر ایک میں دین داری کو مقدم رکھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تنکح المرأة لاربع لما لها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداک (متفق علیہ)

ترجمہ: ”عورت سے چار وجہوں سے نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال کی وجہ سے، اور اس کے خاندان اور نسب کی وجہ سے، اس کے حسن و جمال کی وجہ سے، اس کے دین کی وجہ سے، تم دین داری کو مقدم رکھو، تیرے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں“

رشتے کرنے میں چار چیزوں کو دیکھا جاتا ہے۔ لوگ رشتہ کرنے میں سب سے پہلے مال کو دیکھتے ہیں، نہ جوانی نہ صحت، نہ صورت نہ سیرت، کیسا ہی بدصورت ہو، کتنا ہی بڈھا ہو، اٹھا بھی نہ جاتا ہو، کمر جھکی ہوئی ہو، منہ میں دانت ایک بھی نہ ہو، آنکھوں سے نظر نہ آتا ہو مگر مال ہو مال، مال کی ہوس نے دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔ دوسرے درجے میں حسب کو دیکھتے ہیں، دنیوی عزت ہو، اہل دنیا کی نظر میں کوئی اونچا مقام رکھتا ہو۔ تیسرے درجے میں حسن و جمال کو دیکھتے ہیں۔ آخری درجے میں اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو رشتہ کرتے وقت صرف دین کو دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تاکید سے فرمایا ہے کہ رشتہ کرتے وقت دین کو سب سے مقدم رکھو۔ باقی چیزیں ساتھ ہو جائیں تو چلیے وہ چیزیں بھی نعمت ہیں، دین دار کے پاس مال ہے تو وہ بھی اس کے دین میں کام آئے گا، دین دار کے پاس جمال ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، دین دار کے پاس کوئی منصب ہے تو اسے بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت

کے لیے استعمال کرے گا۔ یہ ساری چیزیں اس کے لیے دین میں معین بن جاتی ہیں۔ اور اگر بے دین ہے تو یہ ساری چیزیں فسق وفجور اور بے دینی میں معین بنیں گی۔ دین کو سب سے مقدم رکھو۔ یہ نمبر یاد رکھیں، کوئی کام کرتے وقت، کوئی معاملہ کرتے وقت سب سے پہلی بات دین داری۔ ایک حدیث اور سُن لیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یاکل طعامک الا تقی (احمد)

''تیرا کھانا متقی شخص کے سوا کوئی نہ کھائے۔''

متقی کے معنی کبھی کبھی بتاتا رہتا ہوں، وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتے ہیں انہیں متقی کہتے ہیں۔ فرمایا کہ تیرا کھانا صرف متقی لوگ کھائیں، اس کا مطلب کیا ہے؟ یہ نہیں کہ اگر کوئی مہمان آگیا اور وہ فاسق، فاجر یا کافر ہے تو آپ اسے کھانا نہ کھلائیں، جو مہمان آگیا تو اسے کھلانا پڑے گا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ تعلقات رکھیں متقین سے، کیونکہ جن لوگوں کے ساتھ تعلقات ہوں گے زیادہ تر ان ہی کا آپ کے پاس آنا جانا رہے گا۔ تجارت کی وجہ سے لوگ آتے جاتے ہیں، رشتوں کی وجہ سے لوگ آتے جاتے ہیں، دوسرے دنیوی کاموں کی وجہ سے آپس میں ملتے جلتے ہیں تو آپ اپنے تعلقات جب قائم کریں گے نیک لوگوں کے ساتھ تو پھر وہی آپ کے ہاں آئیں گے اور آپ ان ہی کو کھلائیں گے پلائیں گے۔ جب تعلقات ہی بے دین لوگوں کے ساتھ رکھیں گے تو بے دین لوگوں کو ہی کھلائیں گے۔

ایک بات تو یہ ہوگئی کہ اپنا ہر معاملہ اور ہر تعلق قائم کرنے سے پہلے یہ کوشش کریں کہ دین دار کے ساتھ ہو اس بات کا اہتمام کریں۔

② استخارہ:

کوئی بھی کام کرنے سے پہلے استخارہ کریں لیکن استخارہ کریں سنت کے مطابق، دو

رکعت نفل پڑھ کر دُعاء مسنون پڑھیں، اس دُعاء کے بعد کوئی خواب وغیرہ نظر آنا ضروری نہیں، لوگوں نے ایسے ہی خواہ مخواہ کی باتیں بنا رکھی ہیں۔ دُعاء استخارہ کا جو مضمون ہے وہی اس سے مقصود ہے، اس کا مضمون یہ ہے کہ یا اللہ! یہ کام تیرے علم میں اگر میرے لیے دنیا کے لحاظ سے، آخرت کے لحاظ سے، حال کے لحاظ سے، استقبال کے لحاظ سے نافع ہے تو مقدر فرما، اس میں برکت عطا فرما، اس کے اسباب پیدا فرما دے۔ اور اگر کسی لحاظ سے یہ میرے لیے نافع نہیں، مضر ہے خواہ دنیا کے لحاظ سے یا آخرت کے لحاظ سے یا حال کے لحاظ سے یا استقبال کے لحاظ سے تو پھر مجھے اس سے ہٹا دے اور اسے مجھ سے ہٹا دے۔ تو عالم ہے میں نہیں جانتا۔ تو قادر ہے میں عاجز ہوں۔ ان صفتوں کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دُعاء ہے۔ اب یقین رکھیں کہ جب اللہ تعالیٰ سے یہ دُعاء کر لی تو ان شاء اللہ تعالیٰ بہتر نتائج مرتب ہوں گے اس دُعاء کے قبول ہونے کا وعدہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استخارہ کی دُعاء اتنی تاکید سے تعلیم فرماتے تھے کہ جیسے قرآن کی آیت اور فرمایا:

ماخاب من استخار (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

جس نے استخارہ کر لیا وہ کبھی خسارے میں نہیں رہے گا۔ سنت کے مطابق استخارہ کرنا ضروری ہے، خواب وغیرہ دیکھنا کوئی ضروری نہیں۔ استخارہ کے بعد آگے نتائج جو کچھ بھی ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی مقدر ہو جائے اس پر انسان کو راضی رہنا چاہیے، اسی کو اپنے لیے نافع سمجھے، یہ یقین رکھنا چاہیے ایمان رکھنا چاہیے کہ یہی میرے لیے نافع ہے۔

③ استشارہ:

تیسرا نمبر استخارہ کے بعد یا ساتھ ساتھ استشارہ۔ جب کوئی کام کرنا چاہیں تو مشورہ کیا کریں۔

استشارہ کی شرائط:

مشورہ کن لوگوں سے لیا جائے اس کی چند شرائط ہیں:

① عورتوں سے مشورہ نہ کریں:

عورتوں سے تو مشورہ قطعاً نہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا کان امراء کم خیارکم واغنیاء کم سمحاء کم وامرکم شوریٰ بینکم فظھر الارض خیر لکم من بطنھا واذا کان امراء کم شرارکم واغنیاء کم بخلاء کم وامورکم الی نساء کم فبطن الارض خیرلکم من ظھرھا (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

ترجمہ: ’’فرمایا کہ جب تک تمہارے کام آپس میں مشورہ سے طے پائیں گے اور جب تک تمہارے غنی لوگ، مال دار لوگ سخی رہیں گے اور جب تک تمہارے حکام نیک لوگ رہیں گے اس وقت تک زمین کا ظاہر زمین کے باطن سے تمہارے لیے بہتر ہے یعنی زندہ رہنا موت سے بہتر ہے اور جب یہ تینوں کام بگڑ گئے یا تینوں میں سے ایک بگڑ گیا، مشورہ ہونے لگے عورتوں سے اور حکام ہوگئے بے دین شریر لوگ اور مالدار ہوگئے بخیل تو پھر اس زندگی سے موت بہتر ہے اور زمین کا پیٹ تمہارے لیے زمین کے ظاہر سے زیادہ بہتر ہے۔‘‘

اس لیے عورتوں سے تو مشورہ قطعاً نہ لیا جائے خاص طور پر شادی وغیرہ کے معاملات میں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو ہے ہی عورتوں کا کام، سارا ان ہی کے سپرد کردیتے ہیں، یہ طریقہ بالکل غلط ہے، شریعت کے بھی خلاف ہے عقل کے بھی خلاف ہے۔ عقل سے کام لیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کام کریں عورتوں سے بالکل مشورہ نہ لیں۔

عورتوں سے اگر کچھ پوچھنا ہو تو اس میں دو مصلحتیں سامنے رکھ کر تھوڑا سا پوچھ لیا جائے۔ ایک مصلحت تو یہ ہے کہ ذرا سی دل جوئی ہو جائے، تھوڑا سا اسے خوش کرنے کے لیے، بات تو تیری بالکل نہیں مانیں گے یہ دل میں طے کرلیں۔ دوسری بات یہ کہ کبھی کبھی ایسے بھی ہوجاتا ہے کہ بے وقوف اور بے عقل انسان کے ذہن میں اللہ تعالیٰ بعض مرتبہ ایسی بات ڈال دیتے ہیں جو بڑے بڑے عقلاء کے ذہن میں بھی نہیں آتی تو جو کام آپ کرنا چاہتے ہیں ہوسکتا ہے کہ عورت کے ذہن میں کوئی بات آجائے، کوئی ایسی صورت جو آپ کے ذہن میں نہ تھی، تھوڑا سا غور کرلیں مگر اس کی رائے اس کے قول کو فیصل ماننا تو الگ رہا اسے کچھ بھی وقعت نہ دیں۔ اگر عورت کی بتائی ہوئی بات اپنی عقل میں آجائے اور مرد باہمی مشورے سے وہ بات طے کرلیں تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں آتی تو ایسے کرکے تھوڑی سی اس کی دل جوئی کرلیں۔ زمانے کے لحاظ سے بعض احکام میں کچھ تغیر ہوجاتا ہے یہ جو میں نے کہا کہ تھوڑی سی بات پوچھ لیا کریں، شریعت میں تو یہ بھی نہیں، شریعت میں یہ ہے کہ پوچھو ہی مت، عورتوں سے پوچھنے کی بات ہے ہی نہیں، مرد آپس میں مشورہ کریں۔ جب آپ کو اس سے استشارہ کرنے کی اجازت ہی نہیں تو آپ کسی بھی نیت سے پوچھیں وہ تو غلط ہوجائے گا، پوچھتے ہی کیوں ہیں، بالکل مت پوچھیں۔ بس وہ زمانے کا تغیر ہے، لوگوں نے عورتوں کو اپنا سردار اور حاکم بنا رکھا ہے تو اس سے اُتار کر ذرا سی بات کہ چلیے ایک دم گرانے کی بجائے تھوڑی سی لیپا پوتی کردیں، اسے تھوڑی سے تسلی ہوجائے۔ یہ زمانے کے تغیر سے ایسا ہوا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ قطعاً نہیں پوچھنا چاہیے، خاص طور پر رشتے جیسے معاملے میں زیادہ سے زیادہ یہ کریں کہ جب کسی لڑکی سے نکاح کا ارادہ ہو تو مرد تو اسے دیکھ نہیں سکیں گے اس لیے کوئی خاتون جا کر دیکھ لے اور دیکھ کر یہ بتادے کہ اس کی شکل وصورت کیسی ہے۔ لیکن عورتوں کا حال یہ ہے کہ ان میں حبِ مال اور حبِ جاہ بہت زیادہ ہے اس لیے جب یہ کسی لڑکی کو دیکھنے جاتی ہیں تو اس کی شکل وصورت سے زیادہ اس کا فیشن دیکھتی ہیں۔

بعض لوگ یہ عذر بتاتے ہیں کہ چونکہ ساس کے ساتھ بہو کو رہنا ہے تو اگر ہم نے کہیں رشتہ کر دیا تو پھر بیوی ہمیشہ لڑتی رہے گی کہ دیکھیے ایسی لے آئے، ایسی لے آئے لہٰذا اس کی مصیبت اسی کے ساتھ، جب کہیں کوئی اشکال ہوگا تو ہم کہہ دیں گے کہ تمہاری ہی لائی ہوئی ہے۔ اپنی جان چھڑانے کے لیے مرد ایسے کر لیتے ہیں، یہ خیال بالکل غلط ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف کر کے آپ کسی بھی مصلحت سے کام کریں گے تو اس کا نتیجہ عذاب ہی عذاب ہوگا۔ کوئی مصلحت اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف نہیں چل سکتی۔

دوسری بات یہ بتائیں کہ دنیا میں کہیں ساس اور بہو کا آپس میں نباہ ہوا ہے؟ وہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ نہ لڑیں، ویسے ناممکن تو نہیں بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ جب میری شادی ہوئی تو والدین بہت خوش پہلے سے بھی زیادہ خوش رہے اور جب میں نے اپنے بچوں کی شادیاں کیں تو بحمد اللہ تعالیٰ یہاں بھی سب خوش ہیں کسی کو کسی سے ذرہ برابر بھی کوئی اشکال نہیں۔ اگر بات ہوتی ناممکن تو پھر ہمارے ہاں بھی ایسا نہ ہوتا مگر یہ چیز عام طور پر دیکھنے میں نہیں آتی۔ ہمارے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا تو ''انوار الرشید'' میں آپ نے پڑھا ہی ہوگا کہ شادی کے موقع پر میں نے کیا کیا اور کیسی کیسی دُعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی مدد فرمائی وہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگئی۔ عام طور پر کیا ہے کہ بیگم سے کہہ دیا جاتا ہے کہ بیٹے کے لیے دُلہن آپ تلاش کر کے لائیں، عورتوں کے ذمہ لگا دیا، عورت میں تو عقل اتنی ہوتی نہیں اپنے خیال میں وہ کتنی ہی خوب سے خوب تر تلاش کر کے لائیں، شادی کے چند روز بعد ہی لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔

ایک عورت یہ کہہ رہی تھی کہ جب میں بہو بن کر آئی تو ساس اچھی نہ ملی اور جب میں بہو لائی تو بہو اچھی نہ ملی۔ یہ نہیں کہتی کہ میں ہی اچھی نہیں ہوں، بہو بن کر آئی تو ساس سے لڑتی رہی اب اپنی بہو لائی تو بہو سے لڑ رہی ہے۔ یہ تسلیم نہیں کرتی کہ خرابی

خود اسی میں ہے، سارا اعتراض دوسروں پر۔ آپ اپنی جان چھڑانے کے لیے کتنا ہی عورتوں کے سپرد کر دیں وہ لڑیں گی، لڑیں گی، لڑیں گی، جب تک دین نہیں ہوگا لڑیں گی، آپ کو بھی تباہ کریں گی خود بھی تباہ ہوں گی۔ اس لیے یہ نظریہ درست نہیں کہ عورتیں جسے خود پسند کر کے لائیں گی اس کے ساتھ مصالحہ رہے گا، ایسا نہیں ہو سکتا لڑائی تو ہوتی رہے گی۔

یہ تین نمبر ہو گئے۔ پہلی بات تو یہ کہ دین داری کے تقاضے کو ہمیشہ مقدم رکھیں، دوسرے یہ کہ استخارہ اور تیسرے نمبر پر استشارہ۔ ویسے استشارہ کی اہمیت استخارہ سے بھی زیادہ ہے اس لیے دوسرے نمبر میں کہنا چاہیے استشارہ اور تیسرے نمبر میں استخارہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ کا بیان فرمایا ہے اور وہ بھی اتنی اہمیت سے جیسے کہ قرآن، مگر نصِ قرآن میں استخارہ نہیں استشارہ ہے اس لیے مشورہ کی اہمیت زیادہ ہے۔ مشورہ کن لوگوں سے لیا جائے اس کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اول نمبر میں عورتیں کٹ گئیں، خاص طور پر شادی کے بارے میں شریعت نے عورت کو تو کوئی اختیار دیا ہی نہیں نہ ماں کو نہ بہن کو نہ بیوی کو کسی قسم کا کوئی اختیار قطعاً شریعت نے نہیں دیا، ذرا سوچیں کہ مسلمان ہیں!!! مسلمان کے لیے تو اللہ تعالی کے حکم کے مقابلے میں کوئی چیز اہم نہیں ہو سکتی۔ کسی عورت کو کوئی اختیار نہیں، کتنی ہی پارسا ہو، کتنی ہی بڑی ولیۃ اللہ ہو، کیسی ہی رابعہ بصریہ ہو، کتنے ہی ولایت کے درجات طے کر کے آسمان پر اُڑتی ہو، کہیں سمندر میں چلی جائے تو اس کا دامن تر نہ ہوتا ہو، ایسی بڑی ولیۃ اللہ ہو لیکن پھر بھی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ شادیوں میں عورت کو کوئی اختیار نہیں، قطعاً کوئی اختیار نہیں۔

جن لوگوں کو بچوں کی شادی کرانے کا اختیار ہوتا ہے انہیں ''اولیاء'' کہتے ہیں، اس کا مفرد ہے ''ولی''۔ نابالغ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو بغیر ولی کے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا اور بالغ کے لیے ولی کی رائے معلوم کرنا بعض صورتوں میں ضروری ہے اور بعض صورتوں

میں ضروری نہیں، اس کی تفصیل تو فقہاء اور علماء جانتے ہیں۔ بہر حال اولیاء جتنے بھی ہیں وہ مرد ہی مرد ہیں کسی عورت کو رائے دینے کا اور کسی قسم کا کوئی اختیار قطعاً نہیں۔ پورے خاندان کی عورتیں چیختی رہیں، چلاتی رہیں، سر پیٹتی رہیں جنہیں شریعت نے اختیار دیا یعنی مردوں کو بس وہ کام کریں، کسی دوسرے کا اس میں کوئی اختیار اعتبار نہیں۔ عورتوں کا قصہ تو استشارے میں پہلے نمبر میں ہی کٹ گیا، مت پوچھو کچھ ان سے۔ ایک حدیث اور سن لیجیے:

لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ (صحیح بخاری)

> ”وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جو اپنے معاملات کی ذمہ داری کسی عورت کے سپرد کردے۔“

یہ جو بتایا گیا کہ عورتوں سے مشورہ نہ لیا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ صاحبِ معاملہ ان سے مشورہ نہ لے البتہ اگر عورتوں کا اپنا معاملہ ہو تو اس میں جیسے پہلے بتایا کہ صاحبِ معاملہ کی رائے سب سے راجح ہوتی ہے، اسی طرح اگر کسی عورت کا اپنا ذاتی معاملہ ہو تو اس میں اس کی رائے سب سے زیادہ راجح ہوگی بشرطیکہ اصولِ شریعت کے خلاف نہ ہو۔

اہم کاموں میں خواتین سے مشورہ نہ لینے کے بارے میں اور رشتہ کرنے میں خواتین کو کسی قسم کا کوئی اختیار نہ ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فیصلے ہیں، خواتین کو اس میں اپنی خفت نہیں محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ جیسے جسمانی قوت اور دل کی شجاعت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو فوقیت دی ہے اور اس میں خواتین اپنی خفت نہیں محسوس کرتیں، اسی طرح عقل میں بھی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو فوقیت دی ہے، اس میں خواتین کا کوئی اختیار اور کوئی قصد نہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصلحت وحکمت اسی میں ہے، یہ سوچ کر خواتین کو اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر خوش رہنا چاہیے۔

② مشیر صالح ہو:

دوسرے نمبر میں یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے مشورہ کریں جو نیک ہوں، دین دار ہوں کیونکہ بے دین تو بے دینی کے ہی مشورے دے گا۔ مشورہ دینے والا دین دار ہو، پکا دین دار، آدھا تیتر آدھا بٹیر نہ ہو۔ اور پکے کی سند لینے کے لیے دارالافتاء میں آ کر نبض دکھائیں، ذرا سا تھرما میٹر لگاتا ہوں، ذرا سا تو ایک دم پتا چل جاتا ہے کہ یہ جو ولی اللہ معلوم ہو رہا تھا یہ تو ولی الشیطان نکلا۔ جس سے مشورہ کریں وہ پکا دین دار ہونا چاہیے۔

③ خیر خواہ ہو:

مشیر آپ کا خیر خواہ ہو۔ الگ سے اس کا کہنا محض اس کی اہمیت کی بناء پر ہے ورنہ دین داری میں تو یہ داخل ہے۔ اگر وہ دوسروں کے لیے خیر خواہی نہیں کرتا تو دین دار کہاں سے ہوا، چلیے چاہیں تو اسے الگ شمار کرلیں یا دین داری میں داخل سمجھ لیں۔

④ تجربہ کار ہو:

مزید اس میں یہ کہ مشیر تجربہ کار بھی ہو، جو کام آپ کرنا چاہتے ہیں، جس کے بارے میں مشورہ لینا چاہتے ہیں اس کام میں وہ صاحبِ بصیرت ہو، صاحبِ تجربہ ہو، یہ ضروری نہیں کہ کوئی شخص جو نیک ہو، بہت بڑا ولی اللہ ہو، بہت بڑا بزرگ ہو اسے اس کام میں تجربہ بھی ہو، لہٰذا مشورہ لینے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ وہ اس کام کا تجربہ بھی رکھتا ہے یا نہیں۔

استشارہ کی حقیقت:

استشارہ کی حقیقت بھی سمجھ لیجیے۔ استشارہ میں یہ ضروری نہیں کہ صاحبِ معاملہ اپنے مشیروں کی بات قبول بھی کرے، اس پر یہ لازم نہیں۔ مشیر کی جو شرائط میں نے بتائی ہیں خواہ وہ تمام کی تمام اس میں پائی جائیں تو بھی صاحبِ معاملہ کو اختیار ہے کہ ان کی

رائے کو قبول کرے یا نہ کرے۔ استشارہ کی حقیقت صرف یہ ہے کہ معاملے سے متعلق نفع ونقصان کے تمام پہلو سامنے آجائیں۔ مشیروں کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مشورے پر عمل کرنے کے لیے صاحبِ معاملہ کو مجبور کریں بلکہ وہ صاحبِ معاملہ کی رائے پر ہوگا کہ وہ معاملے کے تمام پہلوؤں پر غور کرکے جو چاہے فیصلہ کرے۔

تردد سے بچیں:

یہ سارے کام کرنے کے بعد جب طبیعت متوجہ ہوجائے تو پھر دل کی دھک دھک اور تردد کو ختم کردینا چاہیے پھر حکم کیا ہے:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط (۳-۱۵۹)

ترجمہ: ”جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔“

ان شرائط کے بعد کہ سب سے مقدم رکھا آپ نے دین داری کو، پھر اللہ کے حکم کے مطابق آپ نے استشارہ بھی کرلیا اور جن جن لوگوں سے استشارے کا حکم ہے صرف ان ہی سے کیا دوسروں سے نہیں کیا، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آپ نے استخارہ بھی کرلیا، یہ سب کام کرنے کے بعد پھر جب ایک بار اطمینان ہوگیا تو تردد میں مبتلا نہ ہوں۔ اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ یہی سوچتے رہتے ہیں کہ ارے! ایسا نہ ہوجائے، کہیں ایسا نہ ہوجائے، کہیں ایسا نہ ہوجائے۔ اور اگر وہ کام کرلیا پھر اس میں کچھ نقصان ہوگیا تو وہ پیچھے کو ہی پیٹتے رہتے ہیں کہ اگر ہم نے یہ کام نہ کیا ہوتا تو اچھا تھا۔ یا اگر شرائط پوری ہوجانے کے بعد وہ کام نہ کیا پھر بعد میں افسوس ہوتا ہے کہ کاش کرلیا ہوتا تو اچھا تھا۔ یہ مرحلہ ہے انسان کی صداقت کو پرکھنے کا، دین میں اسے کتنا رسوخ ہے، احکامِ شریعت کا کتنا پابند ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کتنا گہرا تعلق ہے، آخر میں یہ مرحلہ بہت مشکل ہے اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے سارے کام کرلیے اب اس کے بعد جب وہ کام کیا تو اس کے نتیجے میں کوئی تکلیف پہنچے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سارے کام کرنے کے بعد آپ

نے وہ کام چھوڑ دیا اور بعد میں خیال آیا کہ دیکھیے اگر وہ کام کر لیتے تو کتنی ترقی ہو جاتی سبحان اللہ! ہم نے کیوں نہیں کیا ہم کر لیتے تو اچھا تھا۔ اس قسم کے جو خیالات ہیں وہ بے دینی کی علامت ہے بے دینی کی۔ صاف صاف بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پوری پابندیوں کے ساتھ جو میں نے بتائی ہیں کوئی کام کر لیا پھر اس پر زندہ رہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہے، مر رہا ہے تو بھی اللہ کے حکم پر ہے، فائدہ ہو رہا ہے، راحتیں پہنچ رہی ہیں تو ہم نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا ہے اور اگر نقصان ہو رہا ہے، تکلیفیں پہنچ رہی ہیں تو بھی ہم نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا ہے۔ آگے راحت اور تکلیف جو کچھ بھی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، جیسے وہ رکھے گا ہم ہر حال پر راضی ہیں۔ بڑی سے بڑی تکلیف آجائے تو زبان پر یہ بات آنا تو الگ رہی کبھی دل میں بھی یہ خیال نہ آئے کہ اگر ہم یہاں یہ رشتہ نہ کرتے یا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ جوڑتے یا تجارت میں اس کے ساتھ شرکت نہ کرتے تو بہتر ہوتا، کتنا نقصان ہو جائے کبھی دل میں وسوسہ بھی نہ آئے اگر دل میں بھی وسوسہ آیا تو یہ اس کی علامت ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہیں۔ صاف صاف کہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق عمل کیا ہے آگے نتیجہ جو کچھ بھی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

کفار کی ایک علامت:

اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ایک علامت بیان فرمائی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ (۲۲-۱۱)

ترجمہ: ”بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کنارہ پر کرتے ہیں، پھر اگر اس کو کوئی نفع پہنچ گیا تو اس کی وجہ سے اس عبادت پر مطمئن ہو گیا، اور

اگر اس پر کچھ آزمائش آ گئی تو منہ اٹھا کر چل دیا۔ دنیا و آخرت دونوں کو کھو بیٹھا۔ یہی کھلا نقصان ہے۔“

بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تردد پر، شروع میں دل میں تردد رکھتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے دنیا میں فائدہ ہوا تو کہتا ہے کہ بہت اچھا دین ہے سبحان اللہ! بہت اچھا۔ اور نقصان ہوا تو کہتے ہیں معاذ اللہ! یہ دین بڑا منحوس ہے۔ ایسی ایسی بکواس کرتے ہیں۔ اس کی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی کہ کسی نے اسلام قبول کیا اور اس کے ہاں بیٹا پیدا ہو گیا تو کہتا ہے کہ بہت اچھا دین ہے سبحان اللہ! اور اگر بیٹی پیدا ہو گئی تو کہتے ہیں کہ ارے! اسلام لا کر ہم تو مصیبت میں پھنس گئے چھوڑو اس اسلام کو۔ ایسے ہی اگر اسلام لانے کے بعد گھوڑی نے بچہ دے دیا، عربوں کو گھوڑوں سے بہت محبت تھی، گھوڑی نے بچہ دیا تو کہتے ہیں کہ بہت اچھا اسلام ہے اور اگر گھوڑی نے بچہ نہیں دیا تو کہتے ہیں کہ یہ اسلام بالکل خراب ہے منحوس ہے معاذ اللہ! ایسے وہ دنیا کو اس کے تابع رکھتے ہیں، تردد سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

مسلمان کا حال:

صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے تو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق عمل کرنے کے بعد پھر جیے یا مرے، مرنے سے زیادہ بات تو کوئی نہیں ہو سکتی نا؟ تکلیف میں گزارنا تو الگ بات رہی خواہ مر ہی کیوں نہ جائے۔ ذرہ برابر ایمان میں تردد پیدا نہ ہو اور یہ یقین رکھیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے میرے اللہ کی طرف سے ہو رہا ہے، میں ان حالات پر صبر کروں گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملے گا۔ اور نیک شخص کے لیے دنیوی تکالیف اور پریشانیاں کفارہ سیئات اور باعث ترقی درجات ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں کتنی جگہ پر بار بار فرمایا:

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ (۲-۱۷۷)

ترجمہ: ’’وہ لوگ صبر کرنے والے ہیں سختی میں، تکلیف اور لڑائی کے وقت‘‘

اللہ کے بندے ہر حال میں صبر کرتے ہیں، بار بار صبر، صبر، صبر، صبر کی تلقین۔

دنیا غم کدہ ہے:

اور فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝ (۹۰-۴)

ترجمہ: ’’ہم نے تو انسان کو مشقت میں پیدا فرمایا ہے‘‘

انسان کو دنیا میں مشقت اٹھانا پڑے گی۔ امور تشریعیہ کے علاوہ امور تکوینیہ یعنی فقر و فاقہ طرح طرح کی مصیبتیں۔ مصیبتوں کی پھر دو قسمیں ہیں، ایک تو یہ کہ قدرتی مصیبتیں پہنچتی ہیں جیسے کوئی بیماری آ گئی یا خدانخواستہ کوئی حادثہ ہو گیا۔ دوسری قسم یہ کہ کبھی کسی انسان سے تکلیف پہنچ سکتی ہے، مثلاً کسی کے ساتھ رشتہ قائم کیا وہ ہر وقت لڑتا جھگڑتا رہے۔ ایک عجیب ملفوظ بھی سن لیجیے، ایک مولانا صاحب نے مجھے اپنے خسر صاحب کا ملفوظ بتایا، کہتے ہیں کہ ہمارے خسر یہ کہتے ہیں کہ داماد جیسا بھی تلاش کر لو، تلاش کرتے کرتے کئی سال لگا دو پھر بھی جب ملتا ہے تو کنجر کا کنجر ہی ملتا ہے۔ میں نے ان مولانا صاحب سے کہا کہ آپ کے خسر نے سب سے پہلا کنجر تو آپ کو ہی بنا دیا اس لیے کہ آپ بھی تو اس کے داماد ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ اس نے نہ صرف آپ کو بلکہ آپ کے ابا کو بھی کنجر کہہ دیا، آپ کو شرم نہیں آتی؟ آپ اپنے خسر سے پوچھیں کہ وہ کیوں آپ کو کنجر کا بیٹا کنجر کہہ رہے ہیں؟ تو یہ معاملہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ انسان کو تو مشقت میں پیدا کیا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ

مشقت میں پیدا کرنے کے سارے مطلب لے لیں۔ شریعت کے احکام پر عمل

کرنے میں بھی مشقت اٹھانا پڑے گی، اللہ کی نافرمانیاں چھوڑنے میں، دوسروں کو بچانے میں آپ کو مشقت اٹھانا پڑے گی، دوسروں کو تبلیغ کرنے میں، نافرمانیوں سے روکنے میں آپ کو مشقت اٹھانا پڑے گی۔ اسی طرح سے دوسری مصیبتوں میں بھی مشقت اٹھانا پڑے گی خواہ وہ کسی انسان کی طرف سے ہوں یا قدرتی طور پر جیسے کوئی بیمار ہوگیا یا کسی حادثے میں زخمی ہوگیا یا معذور ہوگیا۔ وہ تکالیف جن میں بظاہر کسی انسان کا دخل نہیں ہوتا ان پر لوگ صبر کر لیتے ہیں مگر کسی انسان سے تکلیف پہنچ رہی ہے تو اس میں یہ نہیں سوچتے کہ یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اس کے دل میں کس نے ڈالا کہ اسے تکلیف پہنچاؤ؟ اگر کوئی آپ کو تکلیف پہنچا رہا ہے تو سب سے پہلی بات یہ سوچیں کہ اس کے دل میں ڈالا کس نے کہ اسے تکلیف پہنچاؤ، وہ تو اللہ تعالیٰ نے ڈالا ہے۔ پھر دوسرے درجہ میں اسے قدرت کس نے دی؟ وہ بھی اللہ تعالیٰ نے دی۔ جب اللہ نے اس کے دل میں ڈالا، اللہ ہی نے اسے قدرت دی تو اسے منجانب اللہ کیوں نہیں سمجھتے؟ اگر اپنی کوئی غلطی ہے تو اس سے توبہ کریں اپنی اصلاح کریں اور اگر غلطی نہیں، توبہ کرتے رہتے ہیں، گناہوں سے بچتے رہتے ہیں تو یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے درجات بلند کرنے کے لیے یہ معاملہ کر دیا، اس میں آپ کا فائدہ ہے درجات بلند ہو رہے ہیں۔

مصیبت پر شکر کی عادت ڈالیں:

دنیا میں بڑی سے بڑی تکلیفیں ہیں، ہر تکلیف سے بڑھ کر دوسری تکلیف اور اس سے بڑھ کر دوسری تکلیف ہے۔ اپنی تکلیفوں کو دیکھنے سوچنے کی بجائے دنیا کے حالات کو دیکھیں کہ دوسرے لوگ کتنی بڑی بڑی تکلیفوں میں مبتلا ہیں۔ بڑی سے بڑی تکلیف ہو اس پر اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس سے بھی بڑی تکلیفیں ہیں الحمد للہ! مجھ پر بڑی مصیبت نہیں آئی یہ پھر بھی چھوٹی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کوئی بھی تکلیف پہنچے تو تین شکر لازم

ہو جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ الحمدللہ! دنیوی تکلیف ہے دینی نہیں۔ خدانخواستہ دینی نقصان ہوتا تو کتنا بڑا نقصان ہوتا۔ دنیوی نقصان تو آخرت کا ذخیرہ بنتا ہے اس پر الحمدللہ کہے۔ دوسری بات یہ کہ الحمدللہ! یہ تکلیف چھوٹی ہے، ذرا دنیا کے حالات پر نظر ڈالیں کتنی بڑی بڑی مصیبتیں ہیں، الحمدللہ! اللہ نے بڑی مصیبت سے بچالیا چھوٹی مصیبت دی ہے۔ ارے ناشکرے! ناشکرے!! ناشکرے!!! تجھے چھوٹی مصیبت پر صبر نہیں ہو پاتا اگر اللہ تعالیٰ اس ناشکری کے بدلے میں تجھ پر کوئی بہت بڑا عذاب ڈال دیں پھر کیا بنے گا؟

ایک خاتون ہر وقت پریشان رہتی تھی بار بار اپنے حالات میں یہی بتاتی کہ یہ پریشانی، یہ پریشانی، یہ پریشانی۔ میں نے اس سے کہا کہ بہت ناشکری ہو، اللہ کی نعمتیں نہیں سوچتیں، ہر وقت مصیبتیں ہی سوچتی رہتی ہو۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے حالات میں بتایا کہ میں نے بہت موٹے الفاظ میں کاغذ پر لکھا ''او ناشکری'' یہ لکھ کر سامنے دیوار پر لگا دیا اسے دیکھتی رہتی ہوں اس سے اتنا سکون ملا، اتنا سکون ملا کہ دل سرور سے بھر گیا سارے غم جاتے رہے۔ یہ تو ناشکری کی باتیں ہیں کہ انسان یہ سوچتا رہے کہ یہ تکلیف ہے، یہ تکلیف ہے جبکہ اللہ کے احسان اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو بہت زیادہ ہیں:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۗ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝
(۱۴-۳۴)

ترجمہ: ''اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار میں نہیں لا سکتے، بے شک انسان بہت ہی بے انصاف اور بہت ہی ناشکرا ہے''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد بتا رہا تھا، تیسری بات یہ کہ الحمدللہ! جزع وفزع نہیں، انسان تکلیف پر بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے، چیخے چلائے نہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے، تو اسے کہتے ہیں کہ جزع وفزع سے بچ گیا۔ جزع وفزع کے معنی ہیں بے صبری کا مظاہرہ کرنا، خواہ زبان سے بے صبری کے کلمات ادا کرے یا دل میں ایسے

خیالات لائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی تکلیف پر جزع وفزع سے محفوظ رکھے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جزع وفزع سے بچالیا، رضا بر قضا کی دولت عطا فرمادی۔

اللہ کے حکم پر جان بھی قربان:

ان چیزوں کو سوچ کر حالات جو کچھ بھی ہوں ان پر صبر کیا جائے اور پھر ایک جملہ دوبارہ لوٹادوں کہ کتنی بڑی مصیبت آجائے یہ سوچ کر کہ میں نے تو کام کیا ہے اللہ کے قانون کے مطابق، اب جو گزرتی ہے گزرے۔ اللہ کے حکم پر تو جان بھی دینے کے لیے تیار رہیں، اگر تھوڑی بہت مصیبتیں آجائیں تو کیا ہوا، خندہ پیشانی سے مصیبتوں کو برداشت کرے اور اجر کی توقع رکھتے ہوئے جو کچھ بھی ہوتا ہے ان پر صبر کرے، مسلمان کا حال یہ ہونا چاہیے۔ اور اگر اللہ کے قانون کے خلاف کام کیا وہ شرطیں جو پہلے بتائی ہیں ان کے مطابق عمل نہیں کیا پھر اگر بہت خوش بھی نظر آرہا ہو تو ایسی خوشی کا کیا فائدہ جس کا نتیجہ دنیا اور آخرت میں جہنم ہو؟ اللہ کی رضا کے مطابق رہنے سے بڑی سے بڑی تکلیف بھی رحمت ہے اور اللہ کی رضا کے خلاف کرنے سے بڑی سے بڑی خوشی بھی عذاب ہے، یہ یقین کرلیں۔ اگر کسی نے کوئی معاملہ کرلیا، شادی کا یا کوئی دوسرا اور اس میں ان شرطوں کی رعایت نہیں کی پھر بعد میں جب کچھ عذاب آیا بیوی مل گئی کرچھلی چلانے والی یا داماد ایسا کنجر کا کنجر مل گیا پھر اسے بعد میں عقل آئی تو اسے سلجھانے کا کیا طریقہ ہے کہ توبہ کرلے، یا اللہ! شروع میں ہم نے دین داری کو مقدم نہیں رکھا، ہم نے دین دار لوگوں سے مشورے نہیں کیے، ہم نے عورتوں سے مشورے کر کے کام کرلیے، ہم نے سنت کے مطابق استخارہ نہیں کیا، ہماری یہ نالائقیاں ہیں، نافرمانیاں ہیں انہیں معاف فرمادے اور آئندہ کے لیے ہماری حفاظت فرما تو اس لمحے تک جو حالات اس کے لیے عذاب تھے اللہ تعالیٰ انہیں رحمت سے بدل دے گا، چاہے بظاہر حالات اچھے نہ ہوں مگر یہ تکلیف اس کے لیے آخرت کی نعمتوں میں ترقی کا ذریعہ بن جائے گی اور سب

سے بڑھ کر یہ کہ اس کا دل مطمئن رہے گا۔

اگر عورتوں کے مشورے سے رشتہ کیا ہے تو اس کے بعد پیدا ہونے والے اختلافات اور لڑائی جھگڑے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے اور اگر مردوں کے مشورے سے اصول شرعیہ کے مطابق رشتہ کیا ہو تو اس کے بعد اگر اختلافات پیدا ہو گئے اور کسی کو کسی سے تکلیف پہنچی تو اس پر صبر کرنے میں اجر ہے اس لیے یہ تکلیف اس کے لیے رحمت ہے۔

اولاد کی تربیت کا اصول:

اولاد کی تربیت کے بارے میں بھی یہی اصول ہے۔ کسی نے فون پر بتایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر بچوں پر پابندی لگاتے ہیں تو بچوں کا ذہن بند ہو جاتا ہے، وہ بگڑ جاتے ہیں اور اگر بچوں کو آزادی دی جائے تو ان کا ذہن کھل جاتا ہے، پھر وہ جو فون پر بات کر رہے تھے کہنے لگے کہ ہمارا تجربہ بھی یہی ہے۔ ایسے لوگ اپنے تجربے بھی بتاتے ہیں، بچوں کو آزادی دے دو کہ جو چاہو کرتے پھرو تو ایسے کرنے سے بچے سدھر جاتے ہیں، خوب پھلتے پھولتے ہیں اور اگر روک ٹوک کرتے ہیں تو بچوں کا ذہن خراب ہوتا ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے اللہ کا قانون کہ بچوں پر پابندی رکھو۔ اللہ کے قانون پر عمل کرتے ہوئے اگر آپ کا بچہ خدانخواستہ کافر بھی ہو گیا، فاسق فاجر ہو گیا، ڈاکو بن گیا، کچھ بھی بن گیا آخرت میں آپ کے پاس جواب موجود ہے کہ یا اللہ! میں نے تیرے قانون کے مطابق عمل کیا، آگے اس میں اثر رکھنا یا نہ رکھنا وہ تیری طرف سے تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو مسلمان نہیں کر سکے، بیوی کو مسلمان نہیں کر سکے، لوط علیہ السلام اپنی بیوی کو مسلمان نہیں کر سکے، ابراہیم علیہ السلام اپنے ابا کو مسلمان نہیں کر سکے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کو مسلمان نہیں کر سکے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ نبی کی تربیت میں کوئی نقص تھا؟ تربیت میں نقص نہیں، دعاء میں نقص نہیں، کوشش میں نقص نہیں، اللہ

تعالیٰ اپنی قدرت دکھاتے ہیں۔ اگر بچوں پر پورے طور پر شریعت کے مطابق پابندی بھی، دُعائیں بھی اور اپنی ہمت پر نظر کی بجائے اللہ پر نظر رکھیں کہ ہم تو حکم کے بندے ہیں اللہ کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں، نظر رہے اللہ تعالیٰ کی رحمت پر، اس کے بعد اولاد کتنی بھی بگڑ جائے قیامت کے روز آپ کے پاس جواب موجود ہے کہ یا اللہ! ہم نے تو تیرے حکم کے مطابق عمل کیا آگے ہدایت تو تیرے اختیار میں تھی۔ اور اگر معاملہ ہو گیا اُلٹا، ڈھیل دو جی بچوں کو ڈھیل دو، کوئی روک ٹوک نہیں، کوئی پابندی نہیں، حدود شرعیہ کا کوئی لحاظ نہ رکھا اور اس کے بعد وہ بن گیا ولی اللہ، وہ فضیل بن عیاض بن گیا، بہت بڑا ولی اللہ بن گیا پھر بھی قیامت میں گردن تمہاری پکڑی جائے گی کہ اس کا صالح بننا تو ہماری دستگیری سے ہے، نالائق! تو نے اولاد کی صحیح تربیت کیوں نہ کی، روک ٹوک کیوں نہیں کرتا تھا؟ بوقتِ ضرورت مناسب سزا کیوں نہیں دیتا تھا؟ نگرانی کیوں نہیں کی؟ وہ ولی اللہ بن گیا ہمارا کرم ہو گیا تجھے تو غفلت پر سزا ملے گی، لے جائیں گے جہنم میں کھینچ کر، تو نے اپنا فرض کیوں ادا نہیں کیا؟ ؎

فموسی الذی ربّٰه فرعون مرسلٌ
وموسی الذی ربّٰه جبریل کافرٌ

ترجمہ: ”وہ موسیٰ جن کی پرورش فرعون نے کی وہ رسول بنے اور وہ موسیٰ جس
کی پرورش جبریل نے کی وہ کافر ہوا“

سامری کا نام بھی موسیٰ تھا اور اس کی پرورش کی جبریل علیہ السلام نے وہ تو اتنا بڑا کافر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی فرعون نے اور انہیں اللہ تعالیٰ نے بنا دیا رسول۔ کوئی کیا بنے گا کیا نہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں، مقدرات میں سے ہے، بندے کا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون پر عمل کرے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قوانین الٰہیہ پر عمل:

جب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ دار العلوم دیوبند کے سرپرست تھے اسی زمانے

میں قصبے کے ایک باا ثر شخص نے یہ مطالبہ کیا کہ اسے بھی دار العلوم کا رُکن بنایا جائے۔ وہ اہلِ ثروت میں سے تھا اور صاحبِ اثر تھا لیکن وہ رُکن بنانے کے لائق نہیں تھا کیونکہ شریر اور بے دین تھا۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اسے رُکن نہیں بنا رہے تھے، حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھا کہ میری رائے یہ ہے کہ اگر آپ اسے رُکن بنالیں تو اچھا ہے، اس لیے کہ اگر اسے رُکن بنا بھی لیا تو اس کی سُنے گا کون کیونکہ اکثریت تو ہماری ہے فیصلہ تو وہی ہوگا جو ہم لوگ کریں گے، لہٰذا اس کے شر سے بچنے کے لیے اسے رُکن بنالیں اور اگر نہیں بناتے تو چونکہ یہ با اثر ہے اس دار العلوم کو نقصان پہنچائے گا۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب سنیے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تفقہ اور ان کی بصیرت ایسی ہے کہ ماضی قریب میں اس کی مثال نہیں ملتی اور یہ بھی سمجھ لیں کہ دیوبندیت نام ہے ہی حضرت گنگوہی کا، جتنی بنیاد انہوں نے رکھی دوسرا کوئی ان کے ہم پلہ نہیں ہوسکتا۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تربیت حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کی، یہ سارا مصالحہ ان ہی کا لگایا ہوا ہے۔

اب جواب سنیے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں بناؤں گا اسے رُکن، کیوں؟ اس لیے کہ اگر اسے رُکن نہ بنایا اور پھر فرض کرلیجیے کہ دار العلوم کو نقصان پہنچا تو کیا ہوگا؟ زیادہ سے زیادہ نقصان یہ ہوسکتا ہے کہ دار العلوم بند ہوجائے گا، یہی ہوگا نا اور کیا ہوگا؟ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جب پیشی ہوگی تو میرے پاس یہ جواب ہوگا کہ تو نے نہیں چلایا میں کیا کرتا میں تو تیرے حکم کا بندہ ہوں میں نے تیرے حکم کی تعمیل کی ہے۔ اور اگر میں نے اسے رُکن بنالیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال ہوا کہ نالائق کو کیوں رُکن بنایا؟ اگرچہ دار العلوم کتنی ہی ترقی کرجائے مگر یہ سوال ہوگیا کہ نالائق کو رُکن کیوں بنایا تو میرے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا، جانا پڑے گا جہنم میں، اس لیے دار العلوم رہے یا نہ رہے نالائق کو ہرگز رُکن نہیں بناؤں گا۔ یہ جواب دیا، پھر اللہ تعالیٰ کی مدد کیسی ہوئی کہ وہ چیختا چلاتا رہ گیا دار العلوم کو برابر ترقی پہ ترقی ہوتی چلی گئی۔

یہ مثال بھی اسی لیے دی کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کے مطابق عمل کرنے کے بعد پھر کچھ بھی حالات پیش آئیں اسی میں بندے کی بہتری ہے۔ دین داری کو مقدم رکھیں پھر استشارہ، جو اس کی شرطیں بتائیں ان پر عمل کریں، اور استخارہ بھی کرلیں اور پھر:

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ

ترجمہ: (جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں)

غزوۂ اُحد میں استشارہ کی ایک مثال:

اس کی ایک مثال بھی بتادوں، غزوہ احد کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے استشارہ کیا کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے مدینے سے باہر نکلیں یا اندر رہ کر ہی مقابلہ کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے یہ تھی کہ شہر کے اندر رہیں اور جو تجربہ کار حضرات تھے ان کی بھی یہی رائے تھی کہ اندر ہی رہیں تو دفاع زیادہ مستحکم ہوگا لیکن کچھ جوشیلے نوجوانوں نے کہا کہ نہیں باہر نکل کر کافروں کا مقابلہ کریں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جوشیلے نوجوانوں کی رائے کو قبول فرمالیا تو یہ حکم ہوا:

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ

استشارہ کے بعد جب آپ نے ایک کام کرلیا، پکا ارادہ کرلیا تو جو گزرتا ہے گزرنے دو۔ ستر صحابہ شہید ہوئے ستر! کتنا بڑا المیہ کتنا بڑا حادثہ، مگر جو کچھ ہوتا ہے ہوتا رہے، جب آپ نے اللہ کے حکم کے مطابق کام کیا تو نتیجہ کچھ بھی ہو ہر حال میں اللہ پر بھروسا رکھیں مطمئن رہیں۔

ایمان کا تقاضا:

تقاضائے ایمان تو یہ ہے کہ مرتے ہیں تو اللہ کی رضا کے مطابق، زندہ رہتے ہیں تو

اللہ کی رضا کے مطابق، نفع ہوتا ہے تو اللہ کی رضا کے مطابق، نقصان ہوتا ہے تو اللہ کی رضا کے مطابق، دراصل وہ نقصان تو ہے ہی نہیں تمہاری نظریں اسے نقصان سمجھ رہی ہیں۔ غرض یہ کہ پھر ذرا برابر بھی تردد نہیں رہنا چاہیے۔

ایک تو یہ کہ ان شرائط کے مطابق کام کرنے کے بعد تردد نہیں ہونا چاہیے کہ کام کریں یا نہ کریں:

فَإِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱللَّهِۚ

ہمت کرکے جدھر کو رجحان ہو کام کر ڈالیں زیادہ سوچتے نہ رہیں اور کام کرنے کے بعد پھر اس کا جو بھی نتیجہ ہو اس پر بھی تردد نہ کریں کہ اگر نہ کرتے تو ایسا ہو جاتا اور کر لیتے تو ایسا ہو جاتا، ایسی چیزیں ایمان کے تقاضوں کے خلاف ہیں۔

اس طرح کے قصے بہت سامنے آتے رہتے ہیں اس لیے آج رات بھی خیال ہو رہا تھا کہ اس بارے میں یا تو کوئی مضمون لکھوں یا کیسٹ میں بھر دوں اور عصر کی نماز کے بعد خیال آیا کہ چلیے آج اسی پر بیان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ظاہر اور باطن صحیح معنی میں اپنی مرضی کے مطابق بنالیں، تمام مسلمانوں کو مکمل طور پر دین دار بنالیں اور دین دار بننے کے بعد جو حالات بھی گزریں خواہ بظاہر اچھے ہوں یا برے ان تمام حالات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد

وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العلمین

نماز میں مردوں کی غفلتیں

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ ــ کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
نام: ☜ نماز میں مردوں کی غفلتیں
بمقام: ☜ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی
بوقت: ☜ بعد نماز عصر
بتاریخ: ☜ ۸/ رجب ۱۴۱۶ھ
تاریخ طبع مجلد: ☜ شعبان ۱۴۲۵ھ
مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹
ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰
فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

نماز میں مردوں کی غفلتیں

(۸؍رجب ۱۴۱۶ھ)

تنبیہ: یہ وعظ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ اصلاح سے نہیں گزارا جاسکا اس لیے اس میں کوئی نقص نظر آئے تو اسے مرتب کی طرف سے سمجھا جائے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.
وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ۝ صدق اللّٰہ العظیم (۲-۴۳)

مسجد میں صف بندی کا طریقہ:

اس مسجد میں پہلی بار جب کوئی صاحب آتے ہیں تو وہ یہاں کے دستور سے واقف نہیں ہوتے اس لیے انہیں تھوڑی سی بات سمجھانے کی ضرورت پیش آتی ہے، محبت سے

سمجھایا جاتا ہے ویسے بات تو محبت ہی سے سمجھ میں آتی ہے۔ اس مسجد میں ایک دستور ہے وہ یہ کہ مسجد میں جو صفیں بنیں۔ پہلی صف، دوسری، تیسری اور ایسے ہی امام کے قریب اور محراب کے سامنے تو ان صفوں کی ترتیب اس طرح سے ہو کہ سب سے مقدم قبلے کی طرف کو سب سے پہلے علماء وصلحاء کی صفیں ہوں، اندر سے دل کس کا صالح ہے وہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے دیکھنے میں صورت صالحین کی ہو نیک لوگوں کی صورت ہو۔ یہاں اس مسجد میں اس کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ ایسے صفیں بنائیں، کئی برسوں سے میں اس کا اہتمام کرواتا ہوں مگر ابھی یہاں کے نمازیوں کو اس کی پکی عادت نہیں پڑی یہ بات اس طرح معلوم ہوئی کہ میں جب کبھی باہر چلا جاتا ہوں ایک ڈیڑھ مہینے کے بعد سفر سے واپس آتا ہوں تو یہاں پھر وہی قصہ ہوتا ہے، کوئی کہیں کھڑا ہو رہا ہے کوئی کہیں کھڑا ہو رہا ہے پھر مجھے کچھ بتانا پڑتا ہے، بیٹو! صاحبزادو! برخوردارو! صفیں درست کرو محبت سے پھر کہنا پڑتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے جو نمازی حضرات ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی رعایت نہیں کرتے، اللہ کے حبیب صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت نہیں کرتے، میری رعایت کرتے ہیں، میری وجہ سے کرتے ہیں اس لیے میں مسجد میں ہوں یا نہ ہوں اور مسجد میں بھی آخر کب تک رہوں گا کبھی تو وطن جانا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ نہایت شوق سے وطن جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ؎

خرم آن روز کزیں منزل ویراں بروم
راحت جان طلبم وزپئے جاناں بروم

ترجمہ: جس دن میں اس ویران گھر سے روانہ ہوں گا وہ دن میری خوشی کا دن ہوگا۔ اپنی روح کو آرام دوں گا اور اپنے محبوب کے لیے روانہ ہوں گا۔

کتنا مزے کا دن ہوگا جب مسافر خانے سے وطن جائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ انسان کی زندگی کب تک ہے ایک تو یہ سوچا کریں، میرے بارے میں کہ اس کی زندگی کب تک ہے اگر آپ شریعت کے احکام پر عمل کرتے رہے میرے کہنے سے تو میری زندگی

کب تک؟ دوسری بات یہ کہ شریعت کے احکام اس مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں دوسری مسجدوں میں بھی شریعت کے احکام کو جاری کرنے کی اپنی سی کوشش جتنی ہو سکے کرتے رہیں، لوگوں میں انتشار پیدا نہ ہو، محبت سے آرام سے جتنا کچھ سمجھایا جا سکے کہا جائے۔

دین کی بات کہنے کے دو طریقے:

نئے لوگوں میں ناواقف لوگوں میں دین کی بات کہنے کے طریقے دو ہیں ایک تو یہ کہ بغیر کسی قسم کے خاص تعارف کے، بغیر نفوذ اور اثر و رسوخ کے ایسی بات کہہ دی جس کا علم عام مسلمانوں کو نہیں وہ تو فتنہ پیدا ہوگا لوگ لڑیں گے کہ یہ کیا کہہ دیا فائدہ کی بجائے نقصان ہوگا۔ دو تین سال پہلے کی بات ہے مدینہ منورہ میں ایک صاحب نماز میں ہاتھ بہت ہلا رہے تھے۔ سعودیہ میں لوگ نماز میں ہاتھ بہت زیادہ ہلاتے ہیں شاید حرمین شریفین کی برکت سمجھتے ہوں گے اس لیے حرکت کرتے رہو حرکت، قصہ لمبا ہے مختصر کرتا ہوں میں نے ان سے کہا کہ نماز میں ہاتھ نہ ہلایا کریں آپ لوگ نماز میں ہاتھ کیوں ہلاتے ہیں؟ وہ صاحب سمجھ دار تھے معلوم ہوا کہ عالم بھی ہیں انہوں نے کہہ دیا بس جب انسان نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو شیطان اسے چوب دیتا ہے انگلی دیتا ہے شیطان اس کی نماز کو خراب کرتا ہے تسلیم کر لیا بلکہ ایک حدیث بھی پڑھ دی نماز میں ہاتھ ہلانے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو نماز میں ہاتھ پاؤں نہ ہلاتا، نماز میں ہاتھ پاؤں ہلانا اس کی دلیل ہے کہ دل میں خشوع نہیں اللہ کی محبت سے دل خالی ہے اس کا قالب، یعنی بدن تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے مگر اس کا دل کسی بازار کی سیر کر رہا ہے وہ کسی مارکیٹ کے چکر لگا رہا ہے دل اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں۔ انہوں نے حدیث بھی بتا دی۔ پھر دیکھیے میں نے انہیں کیسے تبلیغ کی؟ میں نے ان سے یہ نہیں کہا کہ آپ بھی تو بہت ہاتھ ہلاتے ہیں تو آپ نہ ہلایا کریں ایسے نہیں کہا بلکہ میں نے ان سے یہ کہا کہ یہاں لوگ نماز میں ہاتھ بہت ہلاتے ہیں آپ لوگوں کو

روکا کریں مقصد یہ تھا کہ جب دوسروں کو روکیں گے تو خود بھی تو سوچیں گے اپنے بارے میں کہ میں کیوں ہلاتا ہوں میں نے انہیں یوں تبلیغ کی کہ آپ لوگوں کو روکا کریں کہ نماز میں ہاتھ نہ ہلائیں، تبلیغ کا فرض ادا کریں اس پر انہوں نے جواب دیا کہ کسی کو ہدایت کی بات کہی جائے تو بعض لوگ تو مان لیتے ہیں اور بعض ایسے ناراض ہوتے ہیں جیسے آپ نے اسے لٹھ لگا دیا ہو ایسے ناراض ہوتے ہیں۔ اس قصے کو تو گزر گئے دو تین سال اب اس بار اس کا ایک مشاہدہ بھی ہو گیا وہ اس طرح کہ مسجد حرام میں ایک شیخ جو عمر کے لحاظ سے بھی شیخ، علم اور منصب کے لحاظ سے بھی شیخ نظر آتے تھے، بڈھا بہت بنا ٹھنا بہت ہی شودار بڈھا جسمانی لحاظ سے بھی اچھا خاصا فربہ چہرے پر چمک دمک، خوب خوب چمک دمک والا بڈھا تھا بڑا بھڑ کیلا اور بہت قیمتی لباس، ڈاڑھی کو بھی تیل لگا کر خوب چمکایا ہوا تھا میں نے دیکھا وہ نماز میں ہاتھ بہت ہلا رہے ہیں تو مجھے خیال آ گیا کہ ماشاء اللہ دیکھنے میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی عالم ہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی صوفی ہیں، بہت بڑے ولی اللہ ہیں، دُعا بھی انہوں نے شروع کی تو بہت لمبی دُعاء، بہت لمبی تو یہ تو کہیں پہنچا ہی ہوا ہے، بہت بڑا ولی اللہ ہے اس لیے مجھے اور خیال ہوا کہ بے چارے کی نمازیں ضائع جا رہی ہیں ایسے شخص سے تو اور بھی زیادہ محبت سے بات کی جائے۔ میں ان سے کہہ بیٹھا محبت سے، نرمی سے، عربی میں کہا کہ آپ نماز میں ہاتھ بہت ہلاتے ہیں نماز میں ہاتھ نہ ہلایا کریں، بات ایسے شروع کیا کرتا ہوں کہ نماز میں ہاتھ ہلانا فرض ہے یا واجب ہے یا مستحب ہے؟ کیا ہے؟ مطلب یہ کہ کچھ تو بتائے گا کہ فرض واجب مستحب تو ہے نہیں پھر کیوں ہلاتے ہو ایسے ہلاتے ہو جیسے کوئی بہت بڑا فرض ہو، اس سے جو میں نے پوچھا تو وہ بڈھا تو ایسے ہی نکلا جیسے ایک دو سال پہلے مسجد نبوی میں کسی نے کہا تھا کہ بعض لوگوں کو ہدایت کی بات کہیں تو وہ ایسے بگڑتے ہیں جیسے اسے لٹھ مار دیا تو یہ بابا تو ایسا نکلا بظاہر دیکھنے میں خواجہ خضر نظر آ رہا تھا میں تو اسے لٹھ کیا مارتا وہ قریب تھا کہ مجھے لٹھ مارے بڑا ناراض ہوا بہت ناراض بہت کچھ نہ پوچھیے میں خاموش کہ اسے کیا

کہوں مسجد حرام میں ہے بیت اللہ سامنے ہے۔ کسی چیز کا، اس کے دل میں احترام نہیں، اس نے مجھے ڈانٹنا شروع کر دیا، تین ڈانٹیں اس نے مجھے پلائیں غنیمت ہے کہ لٹھ نہیں مار دیا ایک تو یہ کہ یہاں کے امام صاحب ہاتھ بہت ہلاتے ہیں اگر ہاتھ ہلانے سے نماز نہیں ہوتی تو آپ نے ان کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی ہیں سب لوٹائیں آپ کی کوئی نماز نہیں ہوئی بڑے جوش سے کہا کہ آپ کی کوئی نماز نہیں ہوئی اس لیے کہ امام صاحب تو بہت ہاتھ ہلاتے ہیں ایک اعتراض تو یہ کیا انہوں نے، دوسرا اعتراض یہ کیا کہ آپ کی یہ جولنگی ہے یہ ریشمی ہے، ریشم کے کپڑے میں مرد کی نماز نہیں ہوتی آپ کی کوئی نماز نہیں ہوتی، تیسرا یہ کہ جب میں نماز پڑھ رہا تھا تو آپ اپنی نماز میں میری طرف دیکھ رہے تھے جبھی تو آپ کو پتا چلا کہ ہاتھ ہلا رہا ہوں آپ کی نماز نہیں ہوئی آپ نماز پڑھ رہے تھے یا مجھے دیکھ رہے تھے میں نے تو بڑی مشکل سے اس سے جان چھڑائی: ع

جواب جاہلاں باشد خموشی

مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے پیچھے میرے ساتھی بیٹھے ہوئے سارے حالات سن رہے تھے مجھے ادھر طواف میں جانے میں دیر ہو رہی تھی اس سے بڑی مشکل سے جان چھڑا کر میں تو وہاں سے اٹھ گیا بعد میں ایک افغانی مجاہد مولوی صاحب جو اپنے جاننے والوں میں سے تھے انہوں نے اسے پکڑ لیا تو وہ بھی افغانی تھا، یہ بھی افغانی تو لوہا لوہے کو کاٹے، ان لوگوں نے مجھے بعد میں بتایا کہ اس مجاہد نے اس کی خوب خوب خبر لی، بہت ڈانٹا، بہت ڈانٹا پوچھا کہ تو عالم ہے یا جاہل ہے ویسے عالم تو نظر نہیں آتا اس لیے کہ تجھے بات کرنے کا سلیقہ ہی نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جاہل ہے اور پھر جاہل ہو کر علماء سے ایسی گستاخی؟ وہ کہنے لگا کہ نہیں میں تو پوچھنا چاہتا تھا اور میں تو استفادہ کرنا چاہتا تھا کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا تو خیر اس نے بہت ڈانٹا کہ ایسے پوچھا جاتا ہے بڑا نالائق ہے اس پر بات یاد آ گئی کہ کسی سے ہدایت کی بات کہیں تو کوئی تو مان لیتا ہے اور کوئی تو ایسے کہ جیسے لٹھ مار دیا اس لیے بتا رہا ہوں کہ جہاں پہلے سے اثر و رسوخ، نفوذ، اچھی خاصی

محبت اور تعاون نہ ہو تو خصوصی خطاب سے کسی کا عیب اسے نہ بتائیں وہ مانے گا نہیں ایسے لڑائی جھگڑا کرے گا جیسے لٹھ مار دیا۔

گونگے شیطان نہ بنیں:

دوسری صورت یہ کہ بالکل خاموش بھی نہ رہیں کہ کچھ کہو ہی نہیں، گونگے شیطان ہی بنے رہو کہنا ہی چھوڑ دیں ایسے بھی نہیں ایسے ذرا سی چلتی سی بات کہہ دیا کریں ہلکی سی جسے کہتے ہیں کہ ایسے ہی شوشہ چھوڑ دیا پھر اگر وہ کہے کہ نہیں ایسے نہیں، ایسے نہیں، ایسے نہیں تو آپ زیادہ نہ بولیں بحث مباحثہ نہ کریں بس اتنا کہہ دیں کہ بھائی علماء سے پوچھ لو دوسری بار پھر یہ کہہ دیں کہ علماء سے پوچھ لو تیسرا جملہ بالکل نہ بولیں پھر کان دبا کر وہاں بیٹھے رہیں گویا کہ آپ سُن ہی نہ رہے ہوں، اس کا اثر یہ ہوگا کہ جو بات دنیا میں کبھی کسی کان نے سنی ہی نہیں تو آج ایک کان نے تو سن لی، ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کے سامنے قبول نہ کرے، ردوقدح کرے اعتراض کرے مگر کان میں ایک بات پڑ گئی شاید وہ بعد میں سوچے، شاید بعد میں سوچنے کی توفیق ہو جائے اور اسے ہدایت ہو جائے اور اگر نہیں سوچے گا تو تعجب سے کسی دوسرے کو ہی بتا دے گا کہ آج میں نے ایک مولوی کو دیکھا جو بڑی عجیب بات کہہ رہا تھا اس کے خیال میں تو عجیب ہی ہوگی، بڑی عجیب بات کہہ رہا تھا تو ہوسکتا ہے کہ پہلے کو ہدایت نہیں ہوئی، بات عجیب سمجھ کر دوسرے سے کہہ دی شاید دوسرے کو ہدایت ہو جائے پھر دوسرے نے عجیب سمجھ کر آگے چلا دی جتنے لوگ عجیب سمجھیں گے تو آگے چلائیں گے تو چلتے چلتے، چلتے چلتے دینی بات زیادہ کانوں تک جب پہنچے گی لوگوں کا تعجب ختم ہو جائے گا سنتے سنتے پھر وہ تعجب نہیں رہے گا اس لیے شوشہ چھوڑ دیا کریں کچھ نہ کچھ کہہ دیا کریں ایسے ہلکی پھلکی بات کہہ دیا کریں تو ایسے ہی مسجد میں کھڑے ہونے کے طریقے کیسے ہیں پہلی صف میں امام کے قریب علماء، پھر صلحاء کم سے کم جن کی صورت اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت جیسی ہو۔

مسلمانوں کی دین سے غفلت:

یہ مسئلہ آپ حضرات یہاں تو سنتے رہتے ہیں اور کہیں کسی بھی مسجد میں چلے جائیں اگر کوئی یہ مسئلہ بیان کرے گا تو کہیں گے ارے ارے! یہ مسئلہ تو پہلی بار سنا ہے یہ کہاں سے نکال لیا تو بات یہ ہے کہ بتانے والے بتاتے نہیں، پوچھنے والے پوچھتے نہیں تو مسئلے کا علم ہو کیسے؟ بتانے والوں نے بتانا چھوڑ دیا پوچھنے والوں نے پوچھنا چھوڑ دیا یہ دین ہو گیا کسمپرسی میں کون بتائے کون پوچھے؟ اگر کوئی مسئلہ کسی کو بتایا جاتا ہے تو اتنے تعجب سے کہتے ہیں کہ ہم نے تو کبھی سنا ہی نہیں یوں لگتا ہے کہ جیسے اللہ کے بندے کا خاندان بیس پشتوں سے علماء کا خاندان ہو، بیس پشتوں سے تو علماء چلے آئے ہیں، پچیس پشتوں سے اولیاء چلے آئے اور اس نے بیس سال جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں پڑھا، سات سال کسی جامعہ میں پڑھایا، پچاس سال کسی خانقاہ میں رگڑائی کروائی رگڑائی، تو اس نے تو سنا ہی نہیں کبھی وہ ایسے کہہ دیتے ہیں گویا بہت بڑے بڑے علماء میں رہا، بہت بڑی بڑی خانقاہوں میں رہا، بہت بڑے بڑے اولیاء اللہ میں رہا پھر بھی اس نے تو سنا ہی نہیں یہ مسئلہ کدھر سے نکال لیا ایسے لوگوں کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

انہوں نے دین کب سیکھا ہے رہ کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

پیدا ہوئے تو کیا کہتے ہیں مینٹی ہسپتال میں جہاں عورتیں جا کر بچے جنتی ہیں (حاضرین میں سے کسی نے بتایا میٹرنٹی) اچھا پیدا ہوئے جا کر شیطان خانے میں میٹرنٹی میں جہاں چاروں طرف ننگی عورتیں اور مرد ہوتے ہیں، اس کے بعد جیسے بچہ تھوڑا تھوڑا بولنے لگا تو نرسری اسکول میں ڈال دیا جہاں سارے شیطان کے انڈے بچے، ذرا اور ہوش سنبھالا تو کسی اور اسکول میں پھر کالج میں ڈال دیا جہاں سارے ہی شیطان کے بندے، رحمٰن کا بندہ کوئی ایک بھی تلاش کرنے پر بھی نہ ملے تو وہاں رہ رہ کر پھر اس کے

بعد کہیں ملازمت اختیار کرلی کسی صاحب کے دفتر میں۔ پھر اگر اسے کوئی مسئلہ بتایا جاتا ہے تو بڑے تعجب سے کہتا ہے اچھا! یہ تو ہم نے کبھی سنا ہی نہیں ارے واہ! علامۂ دوران تو نے کبھی یہ مسئلہ سنا ہی نہیں شاباش اتنا بڑا علامہ تو نے یہ مسئلہ سنا ہی نہیں ؎

انہوں نے دین کب سیکھا ہے رہ کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

مسجد میں کسی کے لیے جگہ رکھنا:

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کو مسائل کا بہت احساس ہے بہت زیادہ، کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کا قانون ہے، اللہ کا قانون، اللہ کے بندوں کو اللہ کا قانون جاننے کی فکر رہتی ہے، اللہ احکم الحاکمین ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قانون معلوم نہیں کرتے وہ دین کے کتنے بڑے دعوے کرتے رہیں وہ اللہ کو بغیر قانون کے سمجھتے ہیں، اللہ تو ہے مگر اس کا قانون کچھ نہیں یہ ان نیاؤ پور کے راجہ کی حکومت ہے۔ باتیں تو اللہ کی بہت کرتے ہیں بہت زیادہ باتیں، بہت بڑے دین دار بن گئے مگر ان کے ہاں اللہ تعالیٰ کا قانون کچھ نہیں، بس ایسے ہی اللہ تو ہے اس کا قانون کچھ نہیں وہ بغیر قانون کے ہی حاکم ہے۔ میں بتا رہا تھا کہ مولانا ابرار الحق صاحب کو اللہ تعالیٰ کے قانون کا بہت خیال رہتا ہے، بہت خیال۔ ابھی کچھ دن پہلے حکیم اختر صاحب کے ہاں مولانا جب تشریف لائے تو انہوں نے ایک بات دیکھی اس بارے میں مجھ سے پوچھنے کے لیے فرمایا، مجھ پر میرے اللہ کا ایک کرم یہ ہے کہ مولانا جیسے متصلب، اتنے پکے، دین میں اتنے پکے وہ مسئلہ پوچھتے ہیں تو مجھ سے پوچھتے ہیں، فرماتے ہیں جب تک یہ مسئلہ نہیں بتائے گا ساری دنیا کے مفتی بتاتے رہیں کسی کا کوئی اعتبار نہیں مسئلہ یہاں سے پوچھو۔ انہوں نے دیکھا کہ حکیم صاحب کے لیے پہلی صف میں امام کے قریب لوگ جگہ رکھ لیتے ہیں پہلے سے کہ وہ بعد میں آئیں تو پھر پہلی صف میں امام کے قریب کھڑے ہوتے ہیں انہیں دقت نہ ہو کسی کو

ہٹانا نہ پڑے تو مولانا ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ پہلی صف میں یا کہیں بھی کسی کے لیے جگہ محبوس کر کے رکھنا یہ تو جائز معلوم نہیں ہوتا، مسجد تو اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جو آیا جہاں آیا بیٹھ گیا ایک شخص اپنے لیے جگہ رکھوائے یہ جائز نہیں معلوم ہوتا۔ حکیم صاحب نے جواب میں بتایا میرے بارے میں کہ میں نے اس سے پوچھ لیا ہے، حکیم صاحب کو بھی مولانا کی طرف سے تاکید ہے کہ جو مسئلہ پیش آئے یہاں سے پوچھا کرو۔ جب مولانا کو اس کا علم ہوا مولانا یہاں تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا کہ آپ یہ مسئلہ لکھ دیں تاکہ دوسرے شہروں میں، دوسرے ملکوں میں مولانا تو بحمد اللہ تعالیٰ بہت دور دور ملکوں میں تشریف لے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے کام لے رہے ہیں تو دوسرے علماء کو دکھانے میں سمجھانے میں ذرا آسانی رہے کیونکہ ایک نئی سی بات ہے، نئی سی بات اس لیے کہ نہ کوئی بتائے نہ کوئی پوچھے تو نئی تو ہوگی ہی، اس لیے فرمایا کہ وہ مسئلہ لکھ دیا جائے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ یہاں کتنا تحقیقی کام لے رہے ہیں میرے خیال میں مسئلہ بالکل واضح بہت واضح، دلائل سامنے مگر جیسے لکھنے کا حق ہے، اور حق جیسے دار الافتاء سے مسئلہ لکھا جاتا ہے اس کے مطابق لکھنے کے لیے ان مفتیوں کے ذمے لگایا تو اس مسئلے کو انہوں نے پورا کر کے دکھایا پانچ ہفتوں کے بعد، پانچ ہفتوں میں چار مفتی ہیں، پانچ ہفتوں میں وہ مسئلہ انہوں نے لکھا جب کہ ادھر سے اصرار ہوتا رہا کہ مسئلہ جلدی مل جائے ہر دوسرے تیسرے دن حکیم صاحب کا ٹیلی فون آ رہا ہے، میں یہی جواب دیتا رہوں کہ وہ لکھا جا رہا ہے، ہو جائے گا، پانچ ہفتوں میں لکھا اب وہ دلائل سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریق کار، ایک دو نہیں کئی دلائل سے صاف کر کے لکھا وہی بات جو میں کئی سالوں سے کہہ رہا ہوں کہ امام کے قریب صف اول میں علماء کا حق ہے اور اتنا حق ہے کہ اگر کوئی دوسرا آ کر بیٹھ جائے یا کھڑا ہو جائے پیچھے سے کوئی عالم آئے تو اسے پکڑ کر کھینچ کر پیچھے ہٹا دے کہ بھائی صاحب آپ کا مقام یہ ہے اور یہاں آگے جو ہے یہ اللہ تعالیٰ نے علماء اور اہل صلاح کا مقام رکھا ہے۔ صحابہ

کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے کیا کرتے تھے، بعض صحابہ سے ثابت ہے کہ پہلی صف سے کسی کو پکڑ کر پیچھے کر دیا نماز سے فارغ ہوکر اسے سمجھایا کہ بھائی! ناراض مت ہونا، صاحبزادے! ناراض مت ہونا بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہی ہے، پھر اسے سمجھایا مسئلہ ہے، اس لیے بتا رہا ہوں کہ یہاں یہ ہے کہ سامنے سامنے ایسے لوگ ہوں جن کی صورت سے یہ ثابت ہو کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت نہیں تم کم سے کم اتنا تو ہو سامنے کھڑا ہو، پہلی صف میں امام کے پیچھے، اللہ کے دربار میں جو پہنچے ہوئے ہیں تو سب سے آگے وہ جو اپنی صورت سے ظاہر کر رہا ہے اس کے دل میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت ہے کھلا ہوا باغی، باغیوں کی صف پہلے اور اللہ کے بندوں کی صف پیچھے تو یہ طریقہ تو ٹھیک نہیں اس لیے باغی لوگ دائیں بائیں ذرا کچھ ہٹ جایا کریں صحیح صورت والوں کو سامنے کیا کریں، دُعاء بھی کر لیا کریں کہ یا اللہ! تو نے جن لوگوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت جیسی صورت بنانے کی توفیق عطاء فرما دی ان کی برکت سے ہمارے دلوں سے بھی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت سے جو نفرت ہے وہ نکال دے، محبت عطاء فرما دے، یہ دُعاء بھی کر لیا کریں۔

ڈاڑھی کے بارے میں خواب:

لوگ خواب کا بہت اعتبار کرتے ہیں آج ہی ایک شخص نے فون پر خواب پوچھا جو لوگ فون پر خواب پوچھتے ہیں میں ان سے یہ کہہ دیا کرتا ہوں کہ خواب کی تعبیر تو ایک ہی ہے کہ دنیا خواب ہے، بس یہی ہے اور کچھ نہیں، جائز ناجائز پوچھو، حلال حرام پوچھو، آپ کی بیداری کیسی ہے اسے دیکھو، خواب کا کیا ہے مگر اس نے یہ کہہ کر خواب کی تعبیر پوچھی کہ بہت ضروری ہے، تھوڑا سا ایک آدھ لفظ کہا تو میں سمجھ گیا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ خواب تو بتانے کا ہے، کہنے لگے خواب میں مجھے کوئی بزرگ ملے تو وہ یہ کہہ رہے تھے کہ تم

ڈاڑھی منڈا کر اپنی دنیا برباد کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ کا عذاب مول لے رہے ہو، ڈاڑھی منڈا کر دنیا میں اللہ کا عذاب لے رہے ہو، کہتے ہیں کہ مجھے خواب میں کسی نے بتایا، کسی نے بتایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، جب میں نے ان کی بات سنی تو ان سے کہا کہ اس خواب کی تعبیر تو ظاہر ہے اس کے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے، کیا اس کے پوچھنے کی کوئی ضرورت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے دل میں ہو نفرت اور پھر بچ جائے دنیا کے عذاب سے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ کو جو خواب میں کسی نے تنبیہ کی تو اس کی تعبیر تو پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں، یہ تو کسی انسان میں بال کی نوک کا ایک بٹا ارب حصہ بھی عقل ہو تو وہ بھی سمجھ سکتا ہے یا تو مسلمان نہ کہلائے، چھوڑ دو کون کہتا ہے کہ مسلمان بنو اور اگر کہلاتا ہے تو اس کا دعویٰ ہے کہ اس کے دل میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے، دعویٰ تو یہ کر رہا ہے جبکہ صورت سے بغاوت ظاہر کر رہا ہے کہ باغی ہے یہ تو باغی ہے، صورت سے ہی نفرت تو کہنے لگا معاذ اللہ! دل میں نفرت تو نہیں، تو میں نے کہا تیرے دل میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت نہیں تو تیری گردن پر کسی نے تلوار رکھی ہوئی ہے کہ ضرور ڈاڑھی منڈاؤ ورنہ تجھے قتل کروں گا؟ جواب میں کہتے ہیں کہ لوگ مذاق اُڑاتے ہیں، لوگوں کے مذاق اُڑانے سے بچنے کے لیے جاؤ جہنم میں۔

ناکو آگیا:

ایک ناک والا چلا گیا نکٹوں کی مجلس میں، بہت سے نکٹے بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے جو اس کا مذاق اڑانا شروع کیا او ناکو آگیا، ناکو آگیا، یہ تھا ایسا ہی بہادر جیسا آج کل کا مسلمان، یہ برداشت نہیں کر سکا چاقو نکالا اور اپنی ناک کاٹ ڈالی، اسی طرح کوئی بہادر کہیں دار الافتاء میں پہنچ گیا اور کان میں بات پڑ گئی کہ ڈاڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا بغاوت ہے، کھلی ہوئی بغاوت، علانیہ بغاوت، بغاوت ہے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی تو خیال آ گیا کہ بغاوت چھوڑ دوں، ڈاڑھی رکھ لی ابھی ذرا ذرا سی دوربین سے نظر آنے کے قابل ہوئی تو بیوی نے کہا ارے! یہ کدھر سے آ گیا جنگلی، بس ۔

اکبر دبے نہ تھے کبھی برٹش کی فوج سے
لیکن شہید ہوگئے بیگم کی نوج سے

وہ بیگم ہی اس کی ساری بہادری نکال کر رکھ دیتی ہے دوسروں کا تو کیا کہنا۔ یا اللہ! ہمارا کوئی کمال نہیں یا اللہ! تیری رحمت اور محض تیرا کرم ہے کہ تو نے مسلمانوں کے گھر میں ہمیں پیدا فرمایا اگر تو کسی ہندو کے گھر میں، بنیے کے گھر میں، چوڑھے کے گھر میں، چمار کے گھر میں، بھنگی کے گھر میں، سکھ کے گھر میں، عیسائی کے گھر میں، یہودی کے گھر میں پیدا کر دیتا تو کیا بنتا، ہمارے اختیار کی بات نہیں، تیرا کرم اور رحمت کہ تو نے ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا فرمایا اس رحمت کے صدقے سے تجھ سے دُعاء کرتے ہیں کہ یا اللہ! ہمارے ظاہر و باطن کو سچے اور پکے مسلمان بنا لے، تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت سے دلوں میں جو نفرت پیدا ہوگئی ہے، اس نفرت کو دلوں سے نکال کر اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نور سے ہمارے دلوں کو منور فرما دے۔

نماز کے مسائل سے لاعلمی:

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نعمتِ اسلام نعمتِ ایمان کی قدر کرنے کی توفیق عطاء فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے گھر میں پیدا فرمایا لیکن آج کے مسلمان نے اس کی قدر یہ کی کہ شریعت کے ایک ایک حکم سے غفلت برتتے ہیں، حتیٰ کہ اسلام کے بنیادی ارکان سے متعلق مسائل کا بھی علم نہیں، نماز جو دن میں پانچ بار پڑھی جاتی ہے مسلمانوں کو یہ نہیں معلوم کہ اس کا طریقہ کیا ہے، کتنی نمازیں غلط طریقے سے پڑھ کر پھر آخر میں کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تو ساٹھ سال تک نمازیں ایسے ہی پڑھی ہیں اب کیا کریں؟ وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ اب ہم کیا کریں، ساٹھ سال کی نمازیں! وہ قضا کریں اور کیا کریں۔

کہتے ہیں اتنی ساری نمازیں کیسے قضا ہوں گی؟ تو میں یہ بتاتا ہوں کہ روزانہ قضاء کرنا شروع کر دیں دُعاء بھی کرتے رہیں زیادہ سے زیادہ نمازیں قضا کرتے رہیں (کم وقت میں زیادہ نمازیں پڑھنے کا طریقہ جواہر الرشید جلد نمبر ۷، جوہر نمبر ۹۹ میں دیکھیں۔ جامع) ساتھ ساتھ یہ وصیت بھی کر دیں کہ اگر قضا کرنے سے پہلے مر گئے تو ثلث مال سے باقی نمازوں کا فدیہ ادا کر دیا جائے، یہ تین کام کر لیں پھر اگر نمازیں پوری کرنے سے پہلے ہی مر گئے تو ان شاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے اور ان تین کاموں سے بھی پہلے یہ کہ توبہ کر لیں، اسلام کا ایسا موکد حکم، نماز جیسا معاملہ اس کے بارے میں یہ خبر نہیں کہ صحیح پڑھ بھی رہے ہیں یا نہیں۔

اگر نماز پڑھتے ہی نہیں تو ان کا تو قصہ ہی الگ ہے لیکن جو نمازی ہیں نماز پڑھتے ہیں اور نمازیں نہیں ہو رہیں۔ اور سنیے! کسی نے یہ بتایا کہ ہم فرض نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھتے رہے ہیں، دوسری سورت نہیں ملاتے۔ معلوم نہیں کتنی مدت گزر گئی فرض نمازوں میں بتایا یا شاید سنتوں میں بتایا، فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور وتر، سنت اور نفل میں تو سب رکعتوں میں سورت ملانا فرض ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم تو سورت ملاتے ہی نہیں تھے، یہی سمجھتے رہے کہ سورۂ فاتحہ ہی کافی ہے۔ ارے! یہ جو نمازی لوگ ہیں نمازی، ان کا حال یہ ہے۔

کسی نے بتایا کہ وہ التحیات کے بارے میں یہ نہیں جانتے تھے کہ **واشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ** تک پڑھا جائے، کہتے ہیں کہ اب مجھے پتا چلا ہے ورنہ اس سے پہلے میں **والطیبت** تک ہی پڑھتا تھا، بڈھا ہونے کے بعد اب پتا چلا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں سمجھتا تھا کہ **التحیات والطیبت** پر ختم ہو جاتی ہے، اگر ایسا ہی ہے تو صرف التحیات ہی کہہ کر اٹھ جایا کریں، التحیات کہنے کا مقصد یہ ہے کہ عبدہ ورسولہ تک پڑھا جائے عام لوگ اسے التحیات کہتے ہیں اور فقہی اصطلاح میں کہا جاتا ہے ''تشہد'' دو سجدوں کے بعد بیٹھنے کو قعدہ کہا جاتا ہے اور اس میں التحیات پڑھی جاتی ہے جو عبدہ

ورسولہ تک ہے اسے پڑھنے کو تشہد کہتے ہیں۔ نفلوں میں تو بہتر ہے کہ اگر چار رکعتوں کی نیت ہو تو تشہد کے بعد درود شریف بھی پڑھ لیں، اس کے بعد دُعاء بھی پڑھیں پھر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوں تو ثناء بھی پڑھیں، ثناء کے معنی **سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک** یہ بھی پڑھیں۔ یہ بات سن کر تو بہت سے لوگ پریشان ہوگئے ہوں گے، لوگ کہتے ہیں کہ وہ تراویح میں چار چار رکعات کی نیت باندھتے ہیں تو جب انہیں یہ بتایا جاتا ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھیں تو پھر دو رکعت کے بعد درود شریف بھی پڑھیں، دُعاء بھی پڑھیں اور تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوں تو ثناء بھی پڑھیں، یہ سن کر وہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو چار رکعت کی نیت باندھنے کا ارادہ اس لیے کیا تھا کہ ذرا سہولت ہوجائے گی یہ تو اور مصیبت پڑگئی۔ چار چار رکعتیں پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ جو دو رکعت میں پڑھنا ہے وہی چار رکعتوں میں بھی پڑھنا ہے، کچھ چھوڑنا نہیں، بس فرق اتنا سا ہے کہ دو رکعت میں سہولت ہے کہ کچھ کام یا آرام کرسکتے ہیں اور اگر چار رکعتوں کی نیت کرلی تو مسلسل اسی میں بندھا ہوا ہے۔ یہ خوب یاد رکھیں کہ اگر چار رکعات نفل کی نیت باندھی تو اس میں دو رکعت کے بعد **اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ** تک پڑھنے کا جو دستور ہوگیا ہے کہ یہاں تک پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ یہ خلاف اولیٰ ہے، نماز تو ہوجائے گی مگر اجر کم ملے گا۔ مسنون طریقہ، مستحب طریقہ یہی ہے کہ تشہد کے بعد درود شریف بھی پڑھیں اس کے بعد دعاء بھی پڑھیں پھر تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہوکر ثناء بھی پڑھیں۔ البتہ فرائض میں یہ ہے کہ دو رکعتیں پڑھنے کے بعد جب بیٹھیں گے تو **اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ** یہیں تک پڑھیں گے، اس سے آگے پڑھنا جائز نہیں، اگر آگے عمداً یعنی جان بوجھ کر پڑھ لیا تو دو کام کرے، پہلا تو یہ کہ توبہ کرے کیوں گناہ کا کام کیا، دوسرا کام یہ کرے کہ نماز لوٹائے توبہ بھی کرے اور نماز بھی لوٹائے۔ اور اگر سہواً کرلیا یعنی بھول کر آگے پڑھ گیا تو جب یاد آئے کھڑا

ہو جائے اور آخر میں سجدہ سہو بھی کرے۔ اگر کسی نے جان بوجھ کر تشہد سے آگے درود شریف بھی پڑھ لیا اور کہہ دیا کہ وہ تو ساٹھ سال سے پڑھ رہا ہے، جیسے میں نے ایک شخص کا قصہ بتایا کہ وہ سمجھتا تھا کہ التحیات شہادتین سے پہلے پہلے ہے تو خوب یاد رکھیں جہالت عذر نہیں کوئی ساٹھ سال تک پڑھے یا سو سال تک ساری عمر اسی طرح پڑھتا رہے اس کی ایک نماز بھی نہیں ہوگی سب نمازیں لوٹائے۔ ارے! کیا کیا بتاؤں ع

تن ہمہ داغ داغ شد
پنبہ کجا کجا نہم

ترجمہ: پورا بدن داغ داغ ہے کہاں کہاں پھایہ رکھوں

وضو نہیں ٹھہرتا:

یہ ہیں آج کے نمازیوں کے حالات انہیں یہی معلوم نہیں کہ کس حالت میں وضوء باقی ہے اور کس وقت وضو ٹوٹ گیا۔ ٹیلی فون پر جو لوگ مسائل پوچھتے ہیں تو اس میں ایک بات بہت زیادہ پوچھی جاتی ہے کہ وضو نہیں ٹھہرتا۔ پوچھتے رہتے ہیں کہ ہوا نکل جاتی ہے وضو نہیں ٹھہرتا، نماز کیسے پڑھیں؟ انہیں بتاتا ہوں کہ جلدی جلدی پڑھ لیا کریں، وضو جلدی جلدی کریں اور اس کے بعد نماز کے اندر جو فرض اور واجب چیزیں ہیں وہ پڑھیں سنت اور نفل چھوڑ دیں جلدی جلدی پڑھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وضو بھی پورا بھی نہیں ہوتا کہ پھر ہوا نکل جاتی ہے۔ دوسری شکایت یہ کرتے ہیں کہ قطرہ نکل جاتا ہے۔ کسی کی ہوا نکل جاتی ہے، کسی کا قطرہ نکل جاتا ہے۔ یہ شکایات تو ٹیلی فون پر لوگ پوچھتے ہی رہتے ہیں۔ طبی اصول یہ ہے کہ اگر سادہ خشک خوراک ہو تو اس کی ہوا میں بدبو نہیں ہوتی اور اگر خوب بہتر سے بہتر مرغن کھانے کھائے جائیں تو اس کی انگیٹھی دھواں بہت دے گی بدبو بھی بہت سخت ہوگی۔ آج کل کا مسلمان کھائے بغیر تو رہتا نہیں، بار بار کھاتا رہتا ہے خاص طور پر آئس کریم اور کیک وغیرہ یہ چیزیں تو معدے کو بہت نقصان پہنچاتی ہیں۔

بے پردگی کا وبال:

ایسے ہی بے پردگی کی وجہ سے لوگوں کے قطرے بھی بہت ٹپکتے ہیں۔ کیا بتاؤں کیسے کیسے قصے عبرت کے لیے بتاتا ہوں مگر معلوم نہیں کسی کو ہدایت ہوتی بھی ہے یا نہیں، یہ بھی خطرہ ہوتا ہے کہ ایسی باتیں بتانے سے کہیں ریورس گیئر نہ لگ جائے۔ ایک شخص نے بتایا کہ وہ کہیں چشمے کی دکان پر ملازم ہے، عورتیں چشمہ لگوانے آتی ہیں بہت بن ٹھن کر، بہت ہی مزین ہو کر آتی ہیں، چشموں کے فریم وہ خود نہیں لگاتیں بلکہ ملازم لگاتا ہے وہ آئینے میں دیکھتی رہتی ہیں پھر جو فریم انہیں پسند آجائے خرید لیتی ہیں۔ اس شخص نے بتایا کہ وہ جب عورتوں کے فریم لگاتا ہے تو پانی نکل جاتا ہے تو اس صورت میں وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟ غسل فرض ہوگا یا نہیں؟ اس قوم کا یہ حال ہے، دُعا کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو قوم کی ہدایت کا ذریعہ بنا دیں۔ ہوائیں نکلتی ہیں زیادہ کھانے پینے سے، ایک بات تو یہ کہ ضرورت سے زیادہ کھاتے پیتے ہیں، دوسری بات یہ کہ دو خوراکوں کے درمیان وقفہ بہت کم رکھتے ہیں، تیسری بات یہ کہ مرغن غذائیں کھاتے ہیں جن میں روغن زیادہ ہو ایسی چیزیں زیادہ کھاتے ہیں ظاہر ہے کہ ان سے ہوا زیادہ پیدا ہوگی اور وہ زیادہ بدبودار بھی ہوگی۔

ایک خشک لقمے کی اہمیت:

ایک نسخہ یاد کر لیں، ارے! میں مفت میں نسخے بتاتا رہتا ہوں کوئی قدر نہیں کرتا ؎

علی الصباح یک لقمۂ خشک چبانا
بہتر ہے صد ہزار مسلّم مرغ اُڑانا

صبح نہار منہ ایک خشک لقمہ کھالیں تو وہ صد ہزار مسلم مرغ کھانے سے بہتر ہے۔ سو ہزار کا ایک لاکھ ہوتا ہے یعنی ایک لاکھ مرغ مسلم۔ مرغ مسلم سمجھتے ہیں؟ یہ مرغ پکانے کا ایک نسخہ ہے مرغ کو سالم کا سالم پکاتے ہیں بوٹیاں نہیں کرتے، لوگ کہتے ہیں کہ بہت

مزے دار ہوتا ہے۔ ایک لاکھ مرغ مسلم کھانے سے اتنی طاقت نہیں آئے گی جتنی طاقت علی الصباح ایک خشک لقمہ چبانے سے آئے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صبح کو کوئی خشک چیز تھوڑی سی کھائیں گے تو وہ معدے کی رطوبت کو جذب کرے گی اور جب معدے کی رطوبات جذب ہوں گی تو معدہ صحیح رہے گا اور جس کا معدہ صحیح رہے اس کی تمام قوتیں بحال رہیں گی:

المعدة بيت الداء والحمية راس كل دواء

معدہ ہر بیماری کا گھر ہے اور زیادہ کھانے پینے سے پرہیز کرنا یہ ہر دوا کی بنیاد ہے، رأس کل دواء بنیادی چیز یہ ہے کہ کھانے پینے میں پرہیز کریں۔ ایک بات تو یہ ہوگئی کہ زیادہ ہوائیں کیوں چھوٹتی ہیں کہ ہر وقت حیوانوں کی طرح چرتے رہتے ہیں، چرتے رہتے ہیں، چرتے ہی رہتے ہیں تو زیادہ کھانے اور مرغن غذا کھانے کی وجہ سے بدبودار ریاح خارج ہوتی ہیں۔ ایک دو روز پہلے میں نے بتایا تھا کہ دو مٹھی چنے دن میں دو یا تین بار کھالیا کریں۔ بہت کافی ہے زندہ رہیں گے اور معدہ بہت صحیح رہے گا۔ گدھے کو دیکھیے اس میں کتنی طاقت ہوتی ہے اور یہ طاقت اس لیے ہوتی ہے کہ لوگ انہیں چنے کھلاتے ہیں اور دیکھیے گدھا چنے کھا کر پھر دُم کیسے لگاتا ہے ڈھینچوں، ڈھینچوں کی آوازیں بھی نکالتا ہے، کتنی مستی کرتا ہے گدھے ہی کی نقل اتار لیں اس نیت سے کہ صحت ٹھیک رہے نماز سہولت سے پڑھ سکیں اس لیے علی الصباح چنے چبالیا کریں، میں صبح کی نماز سے پہلے چنے چباتا ہوں۔

دوسری بات جو ہے کہ ٹونٹی ٹپکتی رہتی ہے تو اس کی وجہ ہے بے پردگی جیسا کہ چشمے کی دُکان پر ملازمت کرنے والا کا قصہ بتایا۔ لوگ اپنی عورتوں کو پردہ نہیں کرواتے، اور دوسرے جو ہیں وہ دیکھنے سے باز نہیں آتے، دکھانے والے اپنی بیویاں، بیٹیاں، بہنیں، بہوئیں دکھانے سے باز نہیں آتے اور دیکھنے والے دیکھنے سے باز نہیں آتے، دونوں کا فائدہ ہے، اس کا بھی اور اس کا بھی۔ چشمے کی دُکان پر بیوی یا بیٹی کو شوہر یا ابا خود لے جاتا

ہے پھر دُکان پر موجود ملازم سے کہتا ہے کہ اسے فریم لگا لگا کر دیکھو۔ اس بے چارے نے تو خود ہی بتا دیا کہ میں جب انہیں فریم لگاتا ہوں تو ایک اتارا پھر دوسرا لگایا تو ساتھ ساتھ وہ عورتیں ہنس ہنس کر باتیں بھی کرتی ہیں تو اس ملازم نے بتایا کہ پانی نکل جاتا ہے، ایسی صورت میں غسل فرض ہے یا نہیں ایسے ایسے مسائل تو پوچھتے رہتے ہیں۔

ایک شخص نے بتایا کہ ویسے بیٹھے کھڑے پانی نہیں نکلتا لیکن سجدے میں جاتا ہے تو لازماً پانی نکل جاتا ہے تو اسے بتایا کہ بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھ لیا کریں ناپاکی کے ساتھ تو نماز نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو یہ بیماری نہ لگائے۔ اتنی خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں زیادہ کھانے پینے اور بدنظری سے۔ آج کا مسلمان تو جب نماز پڑھنے آتا ہے تو بھی راستے میں بنی اسرائیل کی مچھلیوں کو دیکھتا ہوا آتا ہے، گھورتا ہوا، چلیے نماز کے لیے جا رہے ہیں تو جاتے آتے یہ وقت ضائع کیوں کریں، پھر نماز میں فارغ بھی ہے تو خیالات زیادہ آتے ہیں۔

دو اوقات میں خیالات کی کثرت:

دو وقتوں میں خیالات بہت زیادہ آتے ہیں تجربہ کر کے دیکھ لیں ایک تو جب بیت الخلاء میں جاتے ہیں اس وقت خیالات بہت آتے ہیں اور دوسرے جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو خیالات بہت آتے ہیں، اس کی وجہ ہے فراغت، جب بھی انسان فارغ ہوتا ہے تو پھر وہ ذہنی کام کرتا ہے، خیالات بہت آتے ہیں۔ نماز اگر پڑھیں توجہ سے یہ سوچ کر کہ کس کے سامنے کھڑے ہیں، کیوں کھڑے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز ایسے پڑھو جیسے دنیا کو رخصت کرنے والا ساری دنیا کو چھوڑ کر اس دنیا سے جا رہا ہے قبر کے منہ میں۔ ایسی توجہ سے نماز پڑھیں کہ جیسے یہ آخری نماز ہے تو ایسی نماز تو پڑھتے نہیں۔ امام کے پیچھے ہے تو کچھ بھی نہیں پڑھتا اور اگر اکیلا پڑھ رہا ہے تو بھی جو الفاظ یاد ہیں انہیں پڑھتا رہتا ہے۔ جیسے گھڑی کو چابی لگا دی وہ خود ہی آٹومیٹک

چلتی رہتی ہے، امام کے پیچھے کھڑا ہوگیا جب امام نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو یہ ایک دم چونکتا ہے کہ یہ کیا ہوگیا؟ پھر کہتا ہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ، یہ پتا نہیں کہاں ہے؟ اکیلا ہو تو بھی یہی حال ہے۔

نماز میں یکسوئی کا طریقہ:

نماز میں لوگوں کو خیالات بہت آتے ہیں، نماز میں وساوس کی شکایت عام ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک تو خیالات کو نماز میں لانا ہے اور دوسرے خیالات آنا ہے۔ خیالات کو نماز میں لانا جائز نہیں اور دوسری صورت یعنی خیالات کا آنا اس سے کوئی حرج نہیں بلکہ یہ تو بہت بڑی نعمت ہے کہ آپ رکوع وسجدے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں، نفس وشیطان آپ کو عبادت سے بہکانا چاہتے ہیں۔ پھر بھی آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ خیالات آپ کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کر پاتے۔ خیالات کا نہ آنا مطلوب نہیں محمود ہے۔ نماز میں خشوع وخضوع رہے توجہ رہے اس کے لیے تین طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جتنا تعلق بڑھتا ہے یہ درجہ حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق حاصل ہوتا ہے گناہوں کو چھوڑنے سے، ہر کام میں توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھیں، کھانا کھائیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ، بیوی کے حقوق ادا کریں تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ، اس کے ساتھ یہ کوشش بھی رہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جو توجہ ہے اس میں اضافہ کیا جائے۔ نماز میں دل لگانے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک لفظ کو صحیح صحیح کرکے پڑھیں ہر لفظ پر ہر جملے پر نیت کریں تو سوچیں کہ اب میں فلاں چیز پڑھوں گا۔ نماز شروع کرنے سے پہلے یہ سوچیں کہ کیا کر رہے ہیں کس کے دربار میں حاضر ہو رہے ہیں، اس طرح سوچنے سے قلب میں اللہ تعالیٰ کی عظمت پیدا ہوگی اور نماز میں یہ خیال رہے گا کہ احکم الحاکمین کے سامنے کھڑا ہوں۔ اس کے بعد جب ہاتھ اُٹھانے لگیں تو سوچیں کہ اب میں ہاتھ اُٹھاؤں گا اور کہوں گا اللہ اکبر اس کے بعد جب ہاتھ

باندھنے لگیں تو سوچیں کہ اب میں پڑھنے لگا ہوں **سبحانک اللھم وبحمدک،** پھر اب میں پڑھنے لگا ہوں **أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ.** اب پڑھنے لگا ہوں **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.** ایک ایک جملے کو سوچ سوچ کر پڑھیں اور تجوید کے مطابق پڑھیں کوئی لفظ تجوید کے خلاف نہ ہو، قرآن مجید جیسے صحیح طریقے سے پڑھا جاتا ہے ویسے ہی پڑھیں اور اگر ترجمہ معلوم ہے تو اس کی طرف بھی خیال رکھیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے کیا کہہ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ میری معروضات کو سن رہے ہیں، جب اس طرح سے نماز پڑھیں گے تو نماز میں یکسوئی حاصل رہے گی اور وساوس نہیں آئیں گے۔

تیسری چیز یہ کہ جب کھڑے ہوں تو سجدے کی جگہ پر نظر رہے، رکوع میں پیروں پر نظر رہے، سجدے میں ناک پر نظر رہے، التحیات میں گود پر نظر رہے، ان مقامات پر نظر جمانے سے توجہ اور یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ ایک تو ہے سجدے کی جگہ کو صرف دیکھنا دوسرے یہ کہ قصد کر کے اس جگہ کو دیکھنا، قیام میں اتنا کافی نہیں کہ آنکھوں کا رُخ ادھر کو رہے بلکہ اس جگہ کو دیکھے، اس کے بعد رکوع میں، سجدے میں، التحیات میں یہی عمل کرتے رہیں تو یکسوئی پیدا ہو گی اور وساوس کم ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو آداب ظاہرہ و باطنہ کے ساتھ نماز کو قائم کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

وصل اللّٰهم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰه رب العالمین.

نماز میں خواتین کی غفلتیں

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۳ ۔ کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ نماز میں خواتین کی غفلتیں

بمقام: ☜ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ☜ ۱۷ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

بوقت: ☜ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ☜ شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۶۰۱۹-۰۲۱

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

نماز میں خواتین کی غفلتیں

(۱۷ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ کَتَبَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِلٰی عُمَّالِہٖ اِنَّ اَھَمَّ اُمُوْرِکُمْ عِنْدِیْ الصَّلٰوۃُ مَنْ حَفِظَھَا وَحَافَظَ عَلَیْھَا حَفِظَ دِیْنَہٗ وَمَنْ ضَیَّعَھَا فَھُوَ لِمَا سِوَاھَا اَضْیَعُ.

(رواہ مالک رحمہ اللہ تعالٰی)

ترجمہ: ’’امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے تمام عمّال کو یہ پیغام بھیجا کہ میرے نزدیک تمہارے کاموں میں سب سے اہم کام نماز ہے، جس شخص نے اس کی حفاظت کی اور اس پر مداومت کی، اس نے اپنا دین محفوظ کرلیا، اور جس شخص نے اس کو ضائع کیا تو وہ دوسرے

کاموں کو زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا‘‘

نماز میں خواتین کی ایک بڑی غفلت:

خواتین میں عام طور پر نماز پڑھنے میں بہت سستی پائی جاتی ہے آج اس پر کچھ بیان کرنے کا ارادہ ہے، اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں، جو خواتین سن رہی ہیں وہ بھی اس پر توجہ دیں اور اصلاح کی کوشش کریں اور جو حضرات یہاں موجود ہیں وہ اپنے گھروں میں جا کر اصلاح کی کوشش کریں۔ اس معاملے میں عموماً جو غفلت پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جو خواتین نماز پڑھتی ہیں وہ عموماً وقت پر نہیں پڑھتیں، دیر سے پڑھتی ہیں، جو نہیں پڑھتیں ان کی بات نہیں ہو رہی، نماز کی پابند خواتین کی بات کر رہا ہوں کہ پابندی سے تو پڑھتی ہیں مگر بے وقت پڑھتی ہیں۔ ذرا سوچیے کہ اتنی محنت کی، وضو کیا، وقت فارغ کیا، نماز کے لیے کھڑی ہوئیں، ادا بھی کی مگر بے وقت پڑھنے کی وجہ سے ساری کی کرائی محنت ضائع ہو جائے تو کتنی محرومی کی بات ہے اس لیے اس کا خاص اہتمام کیجیے کہ جیسے ہی محلے کی مسجد کی اذان سنائی دے فوراً نماز کی طرف متوجہ ہوں۔ مردوں کے لیے تو اذان کا یہ فائدہ ہے کہ ان کے لیے یہ نماز باجماعت کا اعلان ہے، اللہ کی بارگاہ کی طرف بلاوا ہے کہ وقت ہو گیا پہنچ جاؤ، خواتین پر جماعت تو فرض نہیں مگر ان کے حق میں اذان کم از کم اس کا اعلان تو ہے کہ وقت ہو چکا ہے اب دیر نہ کرو۔ مؤذن جو پکار رہا ہے اس پکار کے دو مطلب ہیں، ایک تو یہ کہ پکارنے والا یعنی مؤذن جہاں پکار رہا ہے وہاں جمع ہو جاؤ اور مل کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرو، یہ تو صرف مردوں کے لیے ہے۔ خواتین کے لیے اس پکار کا مقصد یہ ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے، نماز پڑھ لو۔ پکار سننے کے باوجود بیٹھے رہنا بڑی غفلت کی بات ہے۔

اذان کی اہمیت:

اذان کے بارے میں ایک مسئلہ بھی سمجھ لیجیے، وہ یہ کہ جیسے اذان شروع ہو فوراً خاموش ہو جائیے حتیٰ کہ اگر آپ تلاوت میں مشغول ہیں تو تلاوت بھی چھوڑ دیجیے، اس

حالت میں کسی کو سلام کہنا مکروہ ہے، اگر کسی نے سلام کہا تو اس کا جواب دینا واجب نہیں، سب تعلقات چھوڑ کر ہمہ تن متوجہ ہو جائیے کہ یہ کس کی طرف سے اعلان ہو رہا ہے اور کتنا اہم اور ضروری اعلان ہو رہا ہے، سنتے جائیے اور ایک ایک لفظ پر غور کرتے جائیے، یہ توحید و رسالت کا اعلان ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اعلان ہو رہا ہے، کیسے پیارے اور پر شوکت الفاظ ہیں۔ اذان کی اتنی اہمیت ہے کہ اگر کسی گاؤں میں اذان نہیں ہوتی تو مسلمان بادشاہ پر فرض ہے کہ انہیں اذان پر مجبور کرے، (ردالمحتار: ۱/۳۸۴) اگر پھر بھی وہ اذان نہیں دیتے تو ان سے قتال کرے، اگر پوری بستی نماز کی پابند ہے مگر اس میں اذان نہیں دی جاتی تو سلطان وقت کو ان کے ساتھ جہاد کا حکم ہے اس لیے کہ اذان شعائر اسلام میں سے ہے تو یہ کریں اس شعار اسلام کو قائم کریں ورنہ قتل کر دیے جائیں۔ اذان کی اتنی اہمیت ہے کہ کفار اور شیاطین نماز سے نہیں چڑتے مگر اذان سے بہت چڑتے ہیں۔ کافروں کی بستی میں دو چار مسلمان پہنچ جائیں اور وہاں اذان دے کر نماز پڑھنا چاہیں تو وہ قطعاً برداشت نہیں کریں گے، مارنے مرنے پر تل جائیں گے، مگر کسی حال میں بھی اذان نہیں دینے دیں گے اور صرف نماز پڑھیں تو کوئی کچھ نہیں کہے گا، خوشی سے نماز پڑھتے رہو مگر اذان نہ دو، کفار کو اگر چڑ ہے تو صرف اذان سے۔ شیطان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤذن اذان شروع کرتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔ جاتا کس کیفیت سے ہے، حدیث کے الفاظ ہیں: **وله ضراط** ''پادتا ہوا بھاگتا ہے'' (متفق علیہ) اتنا ڈرتا ہے اذان سے کہ بلند آواز سے ریح خارج کرتا ہوا بھاگ جاتا ہے اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے اور مسلمان نماز میں کھڑا ہو جاتا ہے تو پھر آ کر مسلط ہو جاتا ہے اور کہتا ہے فلاں کام یاد کرو، فلاں کام یاد کرو۔

اذان کے احترام میں لوگوں کی غفلت:

اذان اتنا بڑا اعلان ہے، اتنی عظمت کی چیز ہے کہ شیاطین اور کفار اس کی آواز برداشت نہیں کر سکتے مگر افسوس کہ آج مسلمان کے قلب میں اذان کی عظمت نہیں رہی،

حکم تو یہ ہے کہ جیسے ہی اذان شروع ہو سب دھندے چھوڑ کر، تمام کاموں سے خود کو فارغ کر کے ہمہ تن متوجہ ہو جائیں مگر یہاں تو حالت یہ ہے کہ اذان کی آواز سن کر کان پر جوں تک نہیں رینگتی، اذان کا پہلا لفظ سنتے ہی ایک جملہ کہنے کی مجھے عادت ہے، یہ تو یاد نہیں کہ حدیث ہے یا ویسے ہی اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈال دیا، مدتوں سے عادت ہے، جیسے ہی اذان کا پہلا لفظ کان میں پڑتا ہے بے اختیار زبان سے یہ جملہ نکلتا ہے: اللّٰھم ھذا اصوات دعاتک ''یا اللہ! یہ تیرے پکارنے والوں کی آواز ہے۔'' یہ تیرے دربار کی طرف بلانے والوں کی آواز ہے جو میرے کان میں پڑی، ان الفاظ کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ غفلت دور ہو جاتی ہے، پورے طور پر متوجہ ہونے کی توفیق ہو جاتی ہے کہ سبحان اللہ! کس کی آواز ہے، کس کا اعلان ہے۔ اپنے بچپن میں ہم نے دیکھا کہ کوئی بڑھیا چکی پیس رہی ہے، جیسے ہی اذان کی آواز آئی فوراً چکی روک لی، جب تک اذان ہوتی رہی اس نے کام چھوڑے رکھا اور کاشتکاروں کو دیکھا کہ بوجھ کا گٹھا اٹھائے جا رہے ہیں، راستے میں اذان شروع ہوگئی تو وہیں ٹھہر گئے، سر پر بوجھ لدا ہے، آگے بھی واللہ اعلم کتنی دور جانا ہے مگر کیا مجال کہ حرکت کریں، وہی بوجھ اٹھائے کھڑے ہیں، جب تک اذان ختم نہیں ہو جاتی کھڑے ہی رہیں گے، آگے قدم نہیں بڑھائیں گے، اذان کی ایک عظمت اور ہیبت دل میں بیٹھی ہوئی تھی۔ دوسرے لوگوں کی بھی یہی کیفیت دیکھی کہ کوئی کتنا ہی مشغول ہو، کیسی ہی جلدی میں ہو مگر سب کام چھوڑ کر اذان کی طرف متوجہ ہو جاتا۔ بچپن میں خواتین کو دیکھا کہ اگر کسی خاتون کے سر سے دوپٹہ سرک گیا تو اذان کی آواز سنتے ہی فوراً سر ڈھانپ لیتیں، اذان کے دوران اگر کوئی بچہ بولا یا کسی نے بات شروع کی تو ہر طرف سے آوازیں شروع ہو جاتیں۔ ''خاموش! اذان ہو رہی ہے'' کوئی ایک آدھ غلطی کرنے والا اور سب ٹوکنے والے۔ یہ اپنے بچپن کے حالات سنا رہا ہوں مگر آج کیا حالت ہے کہ عوام تو عوام مولویوں کی یہ حالت ہوگئی کہ جب اذان ہو رہی ہوتی ہے تو یہ آپس میں باتوں میں مشغول ہوتے ہیں، جہاں حکم یہ ہے کہ تلاوت

بھی بند کر دو، اذان کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اس وقت اگر یہ کسی دینی کام میں مشغول ہوتے تو بھی حکم یہ تھا کہ اسے چھوڑ کر اذان سنتے مگر دینی کام تو الگ رہا یہ دنیوی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں، کچھ معلوم نہیں کہ اذان کب شروع ہوئی کب ختم ہوئی جو اذان سن ہی نہیں رہا وہ جواب کیا دے گا، جواب سے متعلق اگرچہ صحیح مذہب یہی ہے کہ مستحب ہے، نہ دے تو گناہ نہیں ہوگا مگر ایک مذہب یہ بھی ہے کہ جواب دینا واجب ہے، نہیں دیا تو گناہ گار ہوگا۔ جواب دینے کا مطلب یہ ہے کہ جو الفاظ مؤذن کہے اس کے ساتھ ساتھ وہی الفاظ آپ بھی دہراتے جائیں البتہ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہیں۔ اذان کی اس قدر اہمیت اور عظمت کے باوجود مسلمان کے قلب سے اس کی عظمت نکل گئی، جب عظمت نکل گئی، توجہ نہ رہی تو پھر اذان کو یہ سمجھنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے منادی کی آواز ہے، ان کی طرف سے بلاوا ہے، کس کا ذہن اس طرف جائے گا؟ کس کو اس کا خیال آئے گا؟ یہ تو اسی وقت ہو سکتا ہے کہ اسے سنے بھی، اس کی طرف دھیان بھی دے، وہ تو اپنی باتوں میں مست ہے۔ پھر اذان کے بعد دعاء مانگنے کی توفیق بھی نہیں ہوتی تو اذان کا قلب پر کیا اثر ہوگا؟ جو چیز قلب کو متوجہ کرنے والی تھی، نماز کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کی طرف متوجہ ہونے کی دعوت دینے والی تھی اسے دل سے نکال دیا، جب بنیاد ہی گرا دی تو آگے کیا توفیق ہو؟

اذان کی بات درمیان میں اللہ تعالیٰ نے کہلوادی، اصل مسئلہ یہ چل رہا تھا کہ اذان سنتے ہی مرد یہ سمجھیں کہ ہمیں مسجد میں بلایا جا رہا ہے اور خواتین یہ سمجھیں کہ ہمیں نماز پڑھنے کی تاکید کی جا رہی ہے، وقت ہو گیا اب سارے کام چھوڑ کر سب سے پہلے نماز ادا کرو۔

بشارتِ عظمیٰ:

ہر وقت نماز کی طرف متوجہ رہنے والے کے لیے ایک عظیم بشارت ہے، حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جب کہیں کوئی سایہ نہیں ہوگا، بہت سخت تمازت ہوگی، شدید

گرمی ہوگی، لوگ پسینوں میں شرابور ہوں گے حتیٰ کہ بہت سے لوگ اپنے پسینوں میں ڈوب جائیں گے۔ اس دن سات قسم کے لوگ ایسے ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطا فرمائیں گے۔ (بخاری، مسلم، مالک، نسائی، ترمذی) ان میں سے ایک قسم ہے: رجل قلبہ معلق بالمسجد " وہ شخص جس کا قلب مسجد میں اٹکا رہتا ہے۔ معلق کے معنی پر غور کیجیے، شاید دل پر کچھ اثر ہو جائے، اس کے معنی ہیں "لٹکایا ہوا" لٹکائی ہوئی چیز کو معلق کہتے ہیں یعنی اس شخص کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ جیسے مسجد سے نکلتے وقت وہ اپنا دل مسجد ہی میں لٹکا کر آ جائے تو ایسا شخص جسے نماز کا اتنا خیال ہو، اس کی طرف اتنی توجہ ہو کہ مسجد سے باہر نکل جائے تو بھی یہی خیال دل پر سوار ہے کہ پھر کب اذان ہوگی، پھر کب نماز کے لیے مسجد جاؤں گا، توجہ ادھر ہی رہے۔ مردوں کے لیے فضیلت تو یہی ہے کہ ہر وقت قلب مسجد کی طرف متوجہ رہے، مسجد میں لٹکا رہے اور خواتین کے لیے یہ ہے کہ ان کا دل ہر وقت گھر کی مسجد میں لٹکا رہے، ہر وقت یہ خیال رہے کہ کب اذان سنائی دیتی ہے تاکہ اپنی جائے نماز پر پہنچیں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جا کر دست بستہ کھڑے ہوں، ایسا مسلمان قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے تلے ہوگا۔

نماز میں جلد بازی:

نماز سے اس قدر بے اعتنائی عام ہوگئی ہے کہ نماز پڑھتے بھی ہیں تو جلدی سے جلدی نمٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے اور کبھی خیال بھی آتا ہے کہ ایسے لوگوں سے پوچھوں کہ نماز میں پڑھتے کیا ہو؟ جو نماز آہستہ قراءت سے پڑھ کر اتنی جلدی نمٹا لیتے ہو، ذرا بلند آواز سے مجھے پڑھ کر سناؤ، کچھ تو پتا چلے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ میری ایک رکعت ہوئی اور کسی کی پانچ رکعتیں ہو گئیں۔ دو رکعتیں عشاء کے بعد کی سنتوں کی، نفل تو شاید چھوڑ ہی دیتے ہوں گے، سنتوں کے بعد تین رکعتیں وتر کی، پھر

وتر کی آخری رکعت میں دعاءِ قنوت بھی ہے، اس سے رکعت اور لمبی ہو جاتی ہے، میں نے فرض سے فارغ ہو کر جب سنتیں شروع کیں تو میں ابھی ایک رکعت سے فارغ ہو کر دوسری کے لیے کھڑا ہوا تھا کہ دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ساری نماز نمٹا کر چلا جا رہا ہے، میری ایک رکعت ہوئی، اس کی پانچوں رکعتیں ہو گئیں، جیٹ طیاروں کا زمانہ ہے، تیز رفتاری کے مقابلے ہو رہے ہیں، دنیا کو دکھایا جا رہا ہے کہ ہم بڑے ہی تیز رفتار ہیں، سبحان اللہ! میں تو حیران ہوں کہ ابھی میری ایک ہی رکعت ہوئی اور وہ دوسری رکعت پڑھ کر پھر پوری التحیات پڑھ کر پھر تین رکعتیں وتر بھی پڑھ کر جس میں لمبی دعاء بھی ہے اور دو تشہد بھی ہیں، سب کچھ نمٹا کر جا بھی رہا ہے اس طرح سے پوری ترتیب اگر نماز کی دیکھی جائے تو ایک کے مقابلے میں پانچ رکعتیں بلکہ نو رکعتیں ہوتی ہیں پوری التحیات تقریباً ایک رکعت کے برابر ہے، سنتوں کی التحیات ایک ہوگئی، پھر وتر کی بیچ والی التحیات، اس کے بعد وتر کی آخری التحیات، تین رکعتیں تو یہ ہوگئیں پھر وتر کی قنوت بھی ملالیں تو چار ہوگئیں، پانچ رکعتیں ایسے پڑھ لیں اور چار رکعتوں کی مقدار یہ ملا کر کل نو رکعتیں بنیں، میری ایک ہوئی اور اس کی نو، یہ ایک اور نو کی نسبت دیکھ کر مجھے خیال آتا ہے کہ ان سے ذرا پوچھوں تو سہی کہ میرے سامنے بلند آواز سے پڑھ کر سنائیں کیسے پڑھتے ہیں۔ نماز اطمینان سے پڑھیں، نماز کا وقت ہو جائے تو دیر نہ کیجیے، جیسے ہی وقت ہو اور اذان سنائی دے تو مرد مسجد پہنچ جائیں اور خواتین اپنے گھروں میں نماز شروع کر دیں، اب دیر کرنے کی اجازت نہیں۔ ذرا مسلمان سوچے تو سہی کہ یہ اعلان کس کا ہو رہا ہے، اگر کہیں دنیا کا نفع مل رہا ہو اور اس کا اعلان ہو جائے تو پھر دیکھیے کیسے ایک دوسرے سے آگے بھاگتے ہیں اور یہاں جنت ملنے کا اعلان ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اعلان ہو رہا ہے، ان کا دربار کھلنے کا اعلان ہو رہا ہے مگر پھر بھی سستی اور غفلت۔

فکر آخرت کا اثر:

ایک بار میں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایئر پورٹ پر بیٹھا ہوا تھا، وہاں سے سوار ہونا تھا، میرے پیچھے جو کرسیوں کی قطار تھی ان پر ایک مرد اور اس کے ساتھ ایک خاتون بیٹھی تھیں، وہ خاتون بار بار بہت افسوس سے یہ کہہ رہی تھیں: **مَا صَلَّيْنَا الْعَصْرَ إِلَى الْآنَ** ”ہم نے اب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی“ یہ سن کر میرے دل پر ایک چوٹ لگی کہ یا اللہ! تمام خواتین کو ایسا دل عطاء فرمادے، یہاں مردوں میں بھی یہ بات نہیں، وہاں خواتین میں یہ جذبہ، عصر کا وقت جس میں ہم نماز پڑھتے ہیں یعنی مثلین کا وقت ابھی شروع بھی نہیں ہوا تھا مگر وہ اللہ کی بندی بڑے افسوس کے ساتھ اپنے ساتھ والے مرد سے کہہ رہی ہیں کہ اتنا وقت گزر گیا مگر ہم نے اب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی، حالانکہ آفتاب ابھی بہت اونچا تھا مگر جسے فکر لاحق ہو، یہ دھیان لگا ہوا ہو کہ ہمیں کہیں پہنچنا ہے، جواب دینا ہے، نماز کا حساب دینا ہے کہ بتاؤ کیسی پڑھی تھی، اس شخص کی یہ کیفیت ہو سکتی ہے۔ قیامت میں سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال ہوگا، جسے موت کا دھیان ہو، مرنے کے بعد پیشی کی فکر ہو تو یہ فکر سب کچھ کرواتی ہے۔ اگر آپ نے نماز دیر سے اداء کی تو اس میں صرف یہ قباحت نہیں کہ دیر سے نماز پڑھنے کا گناہ کیا بلکہ اور بھی کئی قباحتیں ہیں، مثلاً یہاں کے نقشوں میں جو عصر کا وقت لکھا ہے اس میں دوسرے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے، آپ تو یہی سمجھتے ہوں گے کہ نقشے کے مطابق جب تک عصر کا وقت شروع نہیں ہو جاتا اس سے پہلے ظہر کا وقت ہی چل رہا ہے مگر دوسرے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں اور خود ہمارے مذہب حنفیہ کے ایک قول کے مطابق بھی ظہر کا وقت اس سے بہت پہلے ختم ہو چکا ہے جسے مثل اول کہتے ہیں تو اگر کسی نے ظہر کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھی کہ مثل اول گزر گیا تو یوں سمجھیں کہ اپنی عبادت کو اس نے اختلاف کے خطرے میں ڈال دیا، بعض ائمہ کے نزدیک تو نماز ہوگئی مگر بعض کے

نزدیک نہیں ہوئی، پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہو گیا اور عصر میں اتنی تاخیر کردی کہ دھوپ پھیکی پڑ گئی تو مکروہ وقت شروع ہو گیا، نماز مکروہ ہو گئی۔ مغرب کی نماز میں اتنی تاخیر کہ اذان کے بعد دو رکعت نفل پڑھے جا سکیں جائز ہے اس سے زیادہ دیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اور اتنی تاخیر کرنا کہ ستارے نظر آنے لگیں مکروہ تحریمی ہے۔ فجر کی نماز کا مسئلہ یہ ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے درمیان میں آفتاب نکل آیا تو نماز نہیں ہوئی، صبح صادق کے بعد اتنی دیر سے نماز پڑھنا کہ اچھی طرح روشنی پھیل جائے مستحب ہے مگر اتنی تاخیر جائز نہیں کہ درمیان میں سورج نکل آنے کا اندیشہ ہو، مستحب کی خاطر کہیں فرض ہی ضائع نہ ہو جائے۔ عشاء کے وقت میں ذرا گنجائش ہے مگر عشاء کی نماز سے پہلے سونا مکروہ ہے، اسی طرح آدھی رات کے بعد، مکروہ ہے، آدھی رات تک تاخیر جائز ہے مگر بلا وجہ زیادہ تاخیر کرنا سستی و غفلت کی علامت ہے، انسان نماز جیسی اہم عبادت میں کیوں سستی دکھائے۔ یہ باتیں زیادہ تر خواتین کے لیے کر رہا ہوں، اللہ کرے ان کی اصلاح کا ذریعہ بن جائیں۔

نماز میں سستی علامتِ نفاق:

نماز جیسی اہم عبادت میں سستی کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز دیر سے پڑھنے کو منافق کی علامت قرار دیا ہے، فرمایا:

> ”یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا آفتاب غروب ہونے کا انتظار کرتا رہے حتیٰ کہ جب وہ زرد پڑ جائے تو اٹھ کر چار ٹھونگے لگا لے۔“ (مسلم)

نماز کو وقت پر اداء کرنا ایسا مؤکد اور اہم حکم ہے کہ تاخیر کو منافقین کا شعار قرار دیا۔ غرض جیسے ہی اذان ہو، خواتین کو چاہیے کہ فوراً نماز شروع کردیں، اگر اس وقت نماز نہیں پڑھی تو تاخیر تو ہو ہی گئی علاوہ ازیں یہ بھی خطرہ ہے کہ کام میں لگ گئیں، نماز یاد ہی نہیں رہی اور ادھر وقت نکل گیا، جو چیز یاد دلا رہی ہے، نماز کی دعوت دے رہی ہے اس پر کان

نہیں دھرا، اس سے کوئی سبق نہ لیا تو نتیجہ یہی نکلے گا اس لیے اسی کو معیار بنالیا جائے کہ جیسے ہی محلے کی مسجد میں اذان ہو فوراً نماز کی تیاری میں لگ جائیں۔

خواتین کی دوسری بڑی غفلت:

ایک مسئلہ تو یہ ہوگیا، دوسرا مسئلہ خواتین کا یہ ہے کہ ماہواری ختم ہونے کے بعد کب نماز فرض ہوتی ہے اس بارے میں بھی بڑی غفلت پائی جاتی ہے۔ یہ ساری باتیں ان خواتین کے لیے ہو رہی ہیں جو نماز کی پابند ہیں اور جو سرے سے نماز پڑھتی ہی نہیں تو ماہواری کے بعد نہانے کی ہی کیا ضرورت؟ یونہی قصہ چلتا رہے، کیا فرق پڑتا ہے؟ طہارت و پاکیزگی کا اہتمام تو وہی مسلمان کرتا ہے جسے نماز پڑھنا ہو، اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچنا ہو۔

ایک غلط مشہور مسئلے کی اصلاح:

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ عورتوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ ولادت کے بعد چالیس دن تک نماز معاف ہے، یہ بالکل غلط ہے، اللہ جانے کہاں سے یہ مسئلہ گھڑ لیا، دراصل اس میں انہیں سہولت ہے اس لیے خود ہی یہ مسئلہ گھر بیٹھے بنالیا۔ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ ولادت کے بعد زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک خون آسکتا ہے، اگر چالیس دن کے بعد بھی خون آتا رہا تو اس کا اعتبار نہیں، یہ بیماری کی وجہ سے ہے جسے استحاضہ کہتے ہیں، اس دوران نماز پڑھنا فرض ہے اور اگر چالیس روز سے پہلے ہی خون بند ہوگیا تو بند ہوتے ہی فوراً نماز فرض ہوگئی یعنی زیادتی کی مدت تو مقرر ہے کہ چالیس دن سے زیادہ نہیں ہوگا مگر کمی کی کوئی مدت نہیں، ایک مہینہ بھی ہوسکتا ہے، ایک ہفتہ بھی ہوسکتا ہے، ایک دن بھی ہوسکتا ہے، ایک گھنٹہ بلکہ ایک منٹ بھی ہوسکتا ہے، غرضیکہ کمی کی کوئی مدت مقرر نہیں، یہ جہالت عوام میں بہت پھیل گئی ہے اس لیے اس مسئلہ کو خوب سمجھا جائے اور اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے کہ جیسے ہی خون بند ہو نماز فرض ہو جائے گی اور اگر چالیس

دن گزرنے پر بھی خون بند نہیں ہوا تو اسی حالت میں نماز فرض ہے، خوب سمجھ لیجیے، خون نفاس کی آخری مدت چالیس روز ہے، اگر چالیس روز سے پہلے مثلاً ولادت کے ایک لمحہ بعد ہی خون بند ہو گیا تو نماز فرض ہو گئی۔ بظاہر اچھی اچھی دین دار عورتیں بھی اس کوتاہی کا شکار ہیں، خود کو نماز کا پابند سمجھتی ہیں مگر ایسے مواقع پر کئی کئی نمازیں ضائع کر دیتی ہیں۔

بوقتِ ولادت نماز معاف نہیں:

ذرا ایک اور مسئلے سے نماز کی اہمیت سمجھ لیں، مسئلہ یہ ہے کہ کسی عورت کو بچہ پیدا ہو رہا ہے تو ایسے نازک وقت میں جبکہ وہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے اگر آدھا بچہ باہر آ چکا اور آدھا ابھی اندر ہے اور نماز کا وقت نکل رہا ہو تو اسی حال میں نماز فرض ہے، اگر نماز کا وقت نکلنے سے پہلے بچہ پیدا ہو گیا پھر تو نفاس کی وجہ سے یہ نماز فرض نہیں رہی، معاف ہو گئی مگر اسی حالت میں اگر نماز کا آخری وقت آ پہنچا اور بچہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا تو اسی حال میں نماز پڑھنا فرض ہے، اگر نہیں پڑھی اور اسی حال میں یعنی ولادت سے پہلے وقت نکل گیا تو بعد میں اس کی قضاء پڑھیں، اس سے نماز کی اہمیت کا اندازہ کریں۔

اس پر اشکال ہو سکتا ہے اور ہمارے ہاں بعض ایسے استفتاء آئے ہیں کہ ایسی حالت میں نماز پڑھنا تو بہت مشکل ہے، خواتین تو یوں کہہ دیتی ہیں کہ مردوں کو معلوم ہی نہیں کہ بچہ کیسے جنا جاتا ہے، مرد جنیں تو پتہ چلے۔ یہ مسئلہ مردوں کا بنایا ہوا نہیں، مسئلہ تو شریعت کا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، مرد تو صرف مسئلہ بتا رہے ہیں بنا نہیں رہے، یہ قانون بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ہے اور انہیں معلوم ہے کہ بچہ جنتے وقت کیا کیفیت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں:

الا یعلم من خلق (۶۷-۱۴)

”بھلا جس نے پیدا کیا وہ نہیں جانتا؟“

اگر یہ حکم مردوں کی طرف سے ہوتا تو اعتراض صحیح تھا مگر یہ حکم تو اللہ تعالیٰ نے دیا

ہے۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ واقعۃً ظاہری نظر میں یہ معاملہ بہت ہی مشکل نظر آ رہا ہے اور اعتراض بہت معقول معلوم ہوتا ہے مگر بات یہ ہے کہ اگر محبت ہو تو تمام مشکلات آسان ہو جاتی ہیں ؎

از محبت تلخہا شیریں شود

''محبت سے تلخیاں میٹھی ہو جاتی ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی محبت بڑی بڑی مشکلات کو آسان کر دیتی ہے، اہلِ محبت حالتِ نزاع اور جاں کنی کی حالت میں بھی محبوب کی یاد سے غافل نہیں ہوتے، صرف محبوب کی یاد ہی نہیں بلکہ جاں کنی کے عالم میں اس کی محبت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں، محبت کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ میں محبت اور اہل محبت کے کچھ قصے بتاتا مگر محبت کا مضمون جب شروع ہو جاتا ہے تو پھر ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا، سارا وقت اسی میں گزر جائے گا اور اصل مضمون رہ جائے گا اس لیے مختصر طور پر محبت کا صرف یہ قاعدہ بتانے پر اکتفاء کرتا ہوں کہ محبت بڑی بڑی مشکلات کو آسان کر دیتی ہے پھر یہ مسئلہ اتنا مشکل بھی نہیں جتنا مشکل سمجھا جا رہا ہے، سنیے! جو عبادت جتنی زیادہ اہم اور ضروری ہوا کرتی ہے شریعت اس کے ساتھ اتنی ہی آسانی بھی دیتی ہے۔ اب اس مسئلے میں رب کریم کی دی ہوئی سہولتیں بھی سنیے، وقت ولادت میں اگر بیٹھ سکتی ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھے، رکوع سجدے کی طاقت ہے تو کرے ورنہ دونوں کے لیے صرف اشارہ کرے اور بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں تو لیٹ کر پڑھے، رکوع سجدے کے لیے سر سے اشارہ کرے۔ وضو نہیں کر سکتی تو تیمم کر لے۔ خون بہ رہا ہو، کپڑے نجس ہوں اور انہیں بدلنا مشکل ہو، بستر نجس ہو اور بدلنا مشکل ہو تو اسی حالت میں نماز پڑھ لے، نماز صحیح ہو جائے گی۔ سبحان اللہ! مالک کی کیا کرم نوازی ہے، خون اور نجاست میں لت پت ہے پھر بھی نماز قبول ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی سمجھ لیں کہ ایسے حالات میں نماز کو کتنا مختصر کیا جا سکتا ہے، صرف فرض اور وتر پڑھنا ضروری ہے، سنتیں چھوڑ سکتے ہیں، پھر فرض اور وتر میں بھی یہ چیزیں چھوڑ سکتے ہیں۔

① شروع میں ثناء یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ آخر تک۔
② اعوذ باللہ۔
③ بسم اللہ۔
④ سورہ فاتحہ کے بعد بسم اللہ۔
⑤ رکوع میں جانے کی تکبیر۔
⑥ رکوع میں تسبیح۔
⑦ رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ۔
⑧ ربنا لک الحمد۔
⑨ سجدے میں جانے کی تکبیر۔
⑩ سجدہ میں تسبیح۔
⑪ سجدے سے اٹھنے کی تکبیر۔
⑫ دوسرے سجدہ میں جانے کی تکبیر۔
⑬ دوسرے سجدہ میں تسبیح۔
⑭ دوسرے سجدہ سے اٹھنے کی تکبیر۔

صرف ایک رکعت میں چودہ چیزیں کم ہوگئیں، باقی کیا رہ گیا، صرف فاتحہ اور قل ھواللہ وہ بھی صرف لم یلد تک۔ فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں یہ بھی ضروری نہیں، صرف تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کی مقدار ٹھہر کر رکوع کرلیں، پڑھنا کچھ بھی ضروری نہیں، تسبیح پڑھنا بھی ضروری نہیں، صرف تین تسبیح کی مقدار ٹھہرنا ضروری ہے۔ التحیات میں صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیر سکتے ہیں، درود شریف اور اس کے بعد کی دعاء ضروری نہیں۔ وتر میں دعاء قنوت پوری پڑھنا ضروری نہیں، صرف **رب اغفرلی** کہہ لینا کافی ہے۔ یہی تفصیل ہر قسم کے مریض کے لیے ہے، قیام نہیں کرسکتا تو بیٹھ کر پڑھے ورنہ لیٹ کر اشاروں سے پڑھے۔ یہ اس قدر آسانیاں جو اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے دی ہیں

یہ خود اس کی دلیل ہے کہ نماز کسی حال میں معاف نہیں حتیٰ کہ اگر دشمنوں سے لڑائی ہو رہی ہو تو عین معرکہ کارزار میں بھی نماز اداء کرنا فرض ہے، ایسی کوئی صورت ہو ہی نہیں سکتی جس میں نماز معاف ہو، جب تک مسلمان کے ہوش وحواس قائم ہیں اس پر نماز اداء کرنا فرض ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ نماز کا پورا وقت بے ہوشی میں گزر گیا تو بھی معاف نہیں، دوسری نماز کا وقت بے ہوشی میں گزر گیا وہ بھی معاف نہیں ہوئی، جب ہوش آئے تو قضاء کرے، ہاں اگر پانچ نمازوں کا وقت بے ہوشی میں گزر گیا تو معاف ہیں اس لیے کہ اب ہوش میں آنے کے بعد اگر اس سب نمازوں کی قضاء فرض ہو تو تکلیف اور حرج میں پڑ جائے گا اس لیے اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا۔ غرض جب تک پانچ نمازوں کا وقت مسلسل بے ہوشی میں نہیں گزرتا اس وقت تک بے ہوشی کی نمازیں بھی معاف نہیں ہوں گی۔

ولادت کی حالت میں نماز پڑھنے کی جو صورت بھی ممکن ہو اسی طرح نماز پڑھ لے، اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کی کمی کی وجہ سے اتنا بھی نہیں کر سکتی تو کم سے کم اتنا تو کر لے کہ چونکہ وہ نماز ذمہ میں فرض ہو گئی ہے اس لیے بعد میں جب نماز پڑھنے کے قابل ہو اس کی قضاء کر لے۔ اب ان مسائل پر غور کیجیے اور اندازہ کیجیے کہ نماز کا کیا مقام ہے، اس کا کیا درجہ ہے۔

نماز چھوڑنے کی سزا:

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے سوا باقی تینوں ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص جان بوجھ کر ایک نماز بھی چھوڑ دے اسے قتل کیا جائے گا۔ ذرا سوچیے کہ ایک نماز چھوڑنے پر شریعت میں اس کی سزا قتل ہے، یہ تو ایک نماز چھوڑنے کی سزا ہو گئی، جو مسلمان سالہا سال نماز کے قریب بھی نہیں پھٹکتے ان کی سزا کیا ہو؟ ظاہر ہے کہ جتنی نمازیں چھوڑیں اتنی ہی بار قتل کیا جائے، دنیا میں تو ایک ہی بار قتل ممکن ہے، کوئی شخص پانچ افراد کو قتل کر دے تو حکومت اسے سزائے موت سناتی ہے وہ پانچ افراد کے قتل کی

ہوتی ہے۔ دنیا میں تو یہی ہے کہ بس ایک بار مر گیا پھر دوبارہ جینا ممکن نہیں تو موت کی دوسری سزا الگ سے کیسے دیں لیکن آخرت میں موت نہیں آئے گی، وہاں سب نمازوں کی سزا ہوگی اور ایک نماز چھوڑنے کی سزا قتل سے بھی کہیں زیادہ، تو کئی سالوں کی چھوٹی ہوئی نمازوں کی کیا سزا ہوگی، اس شخص کا کیا حشر ہوگا۔ تین ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں کہ بے نمازی کو قتل کیا جائے۔ ان میں سے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ وہ شخص نماز چھوڑنے سے مرتد ہوگیا، اسلام سے نکل گیا، مرتد ہونے کی وجہ سے اسے قتل کیا جا رہا ہے اس کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے، نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ امام مالک و امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز چھوڑنے سے کافر تو نہیں ہوا مگر اس کی سزا یہی ہے کہ ایک نماز بھی بلا عذر چھوڑ دی تو قتل کیا جائے۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فوراً قتل نہ کیا جائے بلکہ قید رکھا جائے، ایک نماز جان بوجھ کر چھوڑ دی تو قید کر دیا جائے اور اسے روزانہ مارا جائے، اتنا مارا جائے کہ خون بہنے لگے، روزانہ یہی سزا دی جاتی رہے، مارو اور خون بہاؤ، مارو خون بہاؤ، حَتّٰی یَتُوْبَ اَوْ یَمُوْتَ حتیٰ کہ توبہ کرے یا مر جائے۔ اب تک جو نمازیں چھوڑ دیں اس گناہ سے توبہ کرے اور ان کی قضاء شروع کر دے اور وقتی نمازیں پابندی سے پڑھنے لگے یہ دو کام کرے ورنہ مار کھاتے کھاتے اور خون بہتے بہتے مر جائے۔ نتیجے کے لحاظ سے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی سزا دوسرے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی سزا سے بھی زیادہ سخت ہے، دوسرے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے تو گردن اڑا کر ایک ہی بار قصہ ختم کر دیا مگر حضرت امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں روزانہ کی موت ہے، روزانہ مارتے رہو، خوب بہاتے رہو ایک ہی بار سارا خون نہ بہا دو بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے بہاتے رہو، یہ سزا قتل کی سزا سے بھی سخت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں حکمت و مصلحت اور اُمت پر رحمت بھی ہے کہ اس طریقے سے شاید اس کی اصلاح ہو جائے، توبہ کر لے۔

نماز چھوڑنے پر آخرت کی سزا:

یہ تو دنیا کی سزا ہوئی، آخرت میں ایک نماز چھوڑنے پر دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال جہنم میں رہنا پڑے گا۔

رُوِیَ اَنَّهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوةَ حَتّٰی مَضٰی وَقْتُهَا ثُمَّ قَضٰی عُذِّبَ فِی النَّارِ حُقْبًا وَالْحُقْبُ ثَمَانُوْنَ سَنَةً وَالسَّنَةُ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَسِتُّوْنَ یَوْمًا کُلُّ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفُ سَنَةٍ (فضائل اعمال)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضاء کردے گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور حقب کی مقدار اسی برس کی ہوتی ہے اور ایک برس تین سو ساٹھ دن کا اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہوگا اس حساب سے ایک حقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ہوئی۔''

اس روایت کو فضائل اعمال میں مجالس الابرار سے نقل کر کے فرمایا ہے کہ یہ روایت دوسری کتاب میں نہیں ملی البتہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی تعریف فرمائی ہے۔

ذرا تجربہ کیجیے، ماچس کی سلائی جلائیں اور اس پر انگلی رکھ کر دیکھیں، عجیب بات ہے کہ مسلمان دنیا میں تو ماچس کی سلائی پر انگلی رکھنے کو تیار نہیں اور وہاں کروڑوں سال جہنم میں جلنے پر آمادہ ہے، یا تو جہنم پر ایمان نہیں، اگر ایمان ہے تو اس پر اتنی جرأت کیسے ہو رہی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بندے کو اور کفر کو ملانے والی چیز صرف نماز ہے۔'' (احمد و مسلم)

اور فرمایا:

﴿**فَمَنْ تَرَکَهَا فَقَدْ کَفَرَ**﴾ (احمد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ)

”جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔“

اسی حدیث کی بناء پر حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے نماز اسلام سے خارج ہو گیا، مرتد ہو گیا۔ دوسرے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ فقد کفر کے معنی یہ لیتے ہیں کہ اس نے کافروں والا کام کیا ہے، اس کی سزا کفار کی طرح جہنم ہے۔ اگر نماز کا انکار نہیں کرتا بلکہ غفلت کی وجہ سے چھوڑتا ہے تو کافر نہیں ہوتا، فاسق بن جاتا ہے، مستحق سزا ہو جاتا ہے اور سزا بھی کتنی سخت! یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر مسلمان کا جہنم اور جنت پر ایمان ہے، مرنے کے بعد زندہ ہونے پر اور حساب و کتاب پر ایمان ہے تو پھر دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف کیوں پیدا نہیں ہوتا؟ جہنم سے ڈر کیوں نہیں لگتا؟ کہیں وہی یہود والا معاملہ تو نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہود کہتے ہیں:

﴿نحن ابناء اللّٰهِ وَاَحِبَّاءُ ہٗ﴾ (۵-۱۸)

”ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے دوست ہیں۔“

ان کا خیال یہ تھا کہ اپنے بیٹوں کو کون عذاب دیتا ہے اس لیے اللہ ہمیں عذاب نہیں دے گا، جو چاہو کرتے رہو، کہیں مسلمان نے تو ایسا خیال دل میں نہیں بٹھالیا؟ آخر اتنی جرأت کہاں سے آگئی کہ فرض نماز چھوڑ دیتا ہے، ایسی عبادت جو کمزوری اور سخت سے سخت بیماری کی حالت میں بھی معاف نہیں، آج کا مسلمان اتنی اہم عبادت بلا عذر چھوڑ دیتا ہے۔ ایک مثال سے ذرا سمجھیے، آپ سے کوئی کہے کہ اس بل میں ذرا انگلی ڈال دیجیے تو کیا آپ تیار ہوں گے؟ کوئی کتنا ہی سمجھائے کہ ڈرو نہیں، یہ سانپ کا بل نہیں، چوہے کا بل ہے مگر آپ کو یہی خیال ہوگا کہ شاید سانپ کا ہو اور اگر چوہے کا تسلیم کر لیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ سانپ اس میں گھس گیا ہو کوئی آپ کو کتنا ہی سمجھائے کہ مانا یہ سانپ کا ہی بل ہے یا اس میں سانپ گھس گیا ہے مگر کیا ضروری ہے کہ سانپ آپ کے انتظار میں بیٹھا ہو، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ کہیں باہر نکل گیا ہو یا یہ کہ اندر ہی ہو مگر سو رہا ہو یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جاگ رہا ہو مگر آپ کو نہ کاٹے، پھر آخری بات یہ کہ اگر سانپ نے کاٹ بھی

لیا تو کیا ضروری ہے کہ آپ کے لیے نقصان دہ ہو اور آپ مر جائیں، بعض کے لیے زہر بہت مفید ہوتا ہے، ہوسکتا ہے کہ آپ کے لیے بھی نافع ہو مگر آپ کسی صورت میں بھی آمادہ نہیں ہوں گے۔ دیکھیے اس میں کتنے احتمالات ہیں، پہلا یہ کہ وہ بل سانپ کا نہ ہو کسی اور جانور کا ہو، دوسرا یہ کہ سانپ کا ہو مگر وہ اس میں موجود نہ ہو، تیسرا یہ کہ سانپ اندر موجود ہو مگر سو رہا ہو، چوتھا یہ کہ جاگ رہا ہو مگر نہ کاٹے، پانچواں یہ کہ کاٹ بھی لیا تو شاید مرنے کی بجائے اور زیادہ صحت مند ہو جائیں مگر اتنے احتمالات ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص بل میں انگلی ڈالنے کے لیے تیار نہیں ہوتا اس لیے کہ ان سب احتمالات کے ساتھ ایک بعید ذرا سا احتمال یہ بھی ہے کہ شاید سانپ اندر موجود ہو، وہ کاٹ لے اور مر جائیں۔ دنیوی زندگی کے ساتھ اتنی محبت، اس کی ایسی فکر کہ اتنے احتمالات ہوتے ہوئے ایک ذرا سے احتمال پر اس کام کے قریب بھی نہیں جاتے اور آخرت کی کوئی فکر نہیں، جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے خطرات کا کوئی خوف نہیں، جہنم سے کیوں ڈر نہیں لگتا، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کتنی جگہ جہنم سے ڈرایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فیصلہ سنا دیا کہ اگر ایک نماز جان بوجھ کر چھوڑ دی تو دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال جہنم کی سزا ہے، اس کے باوجود جو جہنم سے نہیں ڈرتا تو اس کے سوا اس کی اور کیا وجہ ہوسکتی ہے کہ جہنم پر ایمان نہیں، ذرا سوچ کر فیصلہ کیجیے کہ کسی شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر یقین ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں وہ برحق ہے، سچ ہے، موت پر یقین ہو، جہنم پر بھی یقین ہو اور اس کا بھی یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام حالات سے باخبر ہیں، ان تمام باتوں پر یقین کے باوجود نماز چھوڑ دیتا ہو تو خود بتایئے کہ اس کا ایمان کا دعویٰ صحیح ہے؟ ایمان ہوتا تو ایسا کام کیوں کرتا۔

ان مسائل کی اپنے گھروں میں جا کر خوب اشاعت کریں۔

بروز قیامت ماتحتوں کے بارے میں سؤال ہوگا:

یہ بات یاد رکھیں کہ جن لوگوں کے گھروں میں خواتین یا بچے نماز میں غفلت کرتے ہیں یا دین کے دوسرے کاموں میں غفلت اور سستی کرتے ہیں اور گھر کا سربراہ خاموش رہتا ہے، انہیں کچھ نہیں کہتا تو ان کے گناہ میں برابر کا شریک ہے۔ اگر یہ ان کی اصلاح نہیں کرتا تو یاد رکھیے! قیامت میں جیسے اس سے اپنے اعمال سے متعلق سؤال ہوگا ایسے ہی بیوی بچوں اور دوسرے ماتحتوں سے متعلق بھی سؤال ہوگا، ان کا بھی یہ ذمہ دار ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لیں کہ اصلاح کی کوشش کیسے کریں، اس بارے میں تین کام یاد رکھیں۔

① کوشش سوچ سمجھ کر کریں، کہیں سختی سے، کہیں نرمی سے، ہر انسان کے ماتحتوں کے لیے کوشش کا کوئی ایک معیار مقرر نہیں کیا جاسکتا، بس معیار یہی ہے کہ آپ کا دل یہ گواہی دے کہ آپ نے اپنا فرض اداء کر دیا، دل مطمئن ہو جائے کہ اللہ تعالی کے سامنے پیش ہونا ہے، ماتحتوں سے متعلق جواب دینا ہے، میں ان کی اصلاح میں سستی نہیں کر رہا، اپنا فرض اداء کر رہا ہوں۔

② دعاء بھی جاری رکھیں، دعاء کا تو ہمیشہ کے لیے معمول بنا لیں کہ یا اللہ! میری کوشش میں کچھ نہیں رکھا، جب تک تیری مدد شامل حال نہ ہوگی اس وقت تک میری کوشش سے کچھ نہیں ہوگا، میں تو اس لیے کوشش کر رہا ہوں کہ تیرا حکم ہے ورنہ جو کچھ ہوگا تیری ہی طرف سے ہوگا، یہ دعاء جاری رہے۔

③ کوشش کے ساتھ استغفار بھی کرتا رہے کہ یا اللہ! جیسی کوشش کرنی چاہیے تھی معلوم نہیں مجھ سے ویسی کوشش ہوئی یا نہیں، یا اللہ! اس میں جو کوتاہی ہوئی معاف فرما اور تیری طرف سے جیسی کوشش کا حکم ہے ویسی کوشش کرنے کی توفیق عطاء فرما۔

لباس سے متعلق مسئلہ:

ایک بہت اہم مسئلہ لباس سے متعلق بھی سن لیجیے اس بارے میں بھی عورتوں میں بہت غفلت پائی جاتی ہے۔ ایسا لباس جس میں سے جسم کا رنگ نظر آتا ہو یا ایسی چادر جس میں سے بالوں کا رنگ نظر آتا ہو اسے پہن کر نماز نہیں ہوتی۔ اس کا بھی اہتمام کریں کہ پوری نماز میں بازو گٹوں سمیت مکمل طور پر چھپے رہیں، کسی حالت میں بھی گٹوں کا کوئی ذرا سا حصہ بھی نظر نہ آئے، اگر کسی نے اس میں غفلت کی تو وہ اپنی نماز لوٹائے۔

اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ اگر دورانِ نماز چوتھائی عضو کھل گیا اور تین بار سبحان ربی الاعلی کہنے کی مقدار تک کھلا رہا تو نماز نہیں ہوگی، دوبارہ پڑھے اور اگر عضو کھلتے ہی جلدی سے ڈھک لیا تو نماز ہوگئی لیکن اگر کسی نے جان بوجھ کر چوتھائی عضو سے کم کھلا رکھا تو چونکہ یہ عمداً کیا ہے اس لیے نماز لوٹائے۔

کتنی عورتیں ایسی ہیں جو نماز کی پابند ہیں لیکن انہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ کس لباس میں ان کی نماز ہوگی اور کس میں نہیں ہوگی۔ ایک لڑکی کا یہاں دالافتاء سے اصلاحی تعلق ہے، اس نے اپنے حالات میں بتایا کہ اس کی والدہ نماز کی پابند ہیں لیکن جارجٹ کا باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھتی تھیں اس نے انہیں بتایا کہ اس دوپٹے سے آپ کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ دوپٹے میں سے بالوں کا رنگ صاف نظر آتا ہے کافی دن تک سمجھانے کے بعد اس کی والدہ نے موٹے کپڑے کا دوپٹہ بنا لیا لیکن اس میں ہاتھ گٹوں تک نہیں ڈھکتے تھے اس نے والدہ سے کہا کہ اس میں بھی آپ کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ جتنا جسم نماز میں ڈھکنے کا حکم ہے وہ نہیں ڈھک رہا تو اس کی امی نے کہا کہ مجھ سے اتنی بڑی چادر اوڑھ کر نماز نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ مجھے گرمی لگتی ہے والدہ کی یہ بات سن کر اس نے ان سے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نماز پڑھتی ہیں تو اس کے بتائے ہوئے

طریقے کے مطابق پڑھیں اور اگر اپنے نفس کے لیے پڑھتی ہیں تو پھر ٹوپی اوڑھ کر پڑھا کریں اس میں بالکل گرمی نہیں لگے گی۔ اس بات کا والدہ پر بہت اثر ہوا اور انہوں نے نماز کے لیے موٹے کپڑے کی بڑی چادر بنالی۔ یہ قصہ تو بہت ہو رہا ہے کہ عورتیں ایسے باریک لباس میں نماز پڑھ لیتی ہیں جس میں سے جلد کا رنگ یا بالوں کا رنگ نظر آتا ہو جبکہ ایسے لباس میں نماز ہوتی ہی نہیں جتنی نمازیں اس طرح پڑھی ہیں سب لوٹائیں۔

مرض سیلان ناقض وضوء:

اور سنیے! کتنے لوگ بتاتے ہیں کتنے کتنے ایک دو نہیں، کتنی خبریں ہیں سینکڑوں، وہ یہ کہتے ہیں کہ خواتین میں جو مرض ہے **سَیَلَان الرُّحِم** (یہ لفظ "**سَیَلَان**" ہے "**سَیْلَان**" نہیں **سَیَلَان، جَرَیَان**) عورتیں بوڑھی ہوگئیں اور اس مرض کے بارے میں یہی سمجھتی رہیں کہ اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا، واہ مسلمان واہ! یہ ایک دو خبریں نہیں، کتنی بتاؤں کتنی مسلسل یہ خبریں آرہی ہیں، کہتے ہیں کہ یہ جو پانی بہتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے جاری کردیا تو اس سے وضوء کیوں ٹوٹنے گا، سمجھتی ہیں کہ اس میں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں دخل اندازی ہے، پانی آرہا ہے آنے دو ہم کیوں وضوء کریں۔ خوب سمجھ لیں دوسروں کو بھی بتائیں کہ یہ پانی نجس ہے۔ بہشتی زیور میں رطوبتِ فرج کی طہارت کے بارے میں جو اختلاف لکھا ہے وہ فرج کی مقامی رطوبت کے بارے میں ہے جبکہ سیلان الرحم کا پانی مقامی رطوبت نہیں بلکہ اوپر سے رحم سے اترتا ہے وہ بالاتفاق نجس ہے اس کی نجاست میں کوئی اختلاف نہیں۔ خواتین بہشتی زیور کے مسئلے کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کی وجہ سے اپنی نمازیں ضائع کررہی ہیں اس لیے اس مسئلہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں۔

اگرچہ یہ بیان زیادہ تر عورتوں کی اصلاح کے بارے میں ہے مگر چونکہ نماز سے متعلق ہے اس لیے آخر میں ایک مہلک متعدی مرض اور اس کے علاج کے بارے میں بھی بتادوں جس میں عورتوں سے زیادہ مرد مبتلا ہیں۔

نماز میں ہاتھ ہلانا:

آج کا مسلمان بڈھا ہو جاتا ہے مگر نماز میں ہاتھ ہلانا نہیں چھوڑتا۔ مسئلہ یہ ہے کہ نماز میں ہاتھ ہلانا بہت سخت گناہ ہے اور اگر تین بار جلدی جلدی ہاتھ ہلا دیا تو نماز ٹوٹ جائے گی، نئے سرے سے نیت باندھے۔ جلدی کا مطلب یہ ہے کہ دو حرکتوں کے درمیان تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کی مقدار توقف نہ کیا جائے، اس سے جلدی ہاتھ ہلا دیا جائے۔ اردو کی کتابوں میں تین تسبیح یا تین بار سبحان اللہ لکھا ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ سمجھ لیں کہ نماز کے مسائل میں جہاں بھی تسبیح ہوگا اس سے مراد سبحان اللہ نہیں بلکہ سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلی ہے یعنی وہ تسبیح مراد ہے جو نماز میں رکوع یا سجدے میں پڑھی جاتی ہے اور اگر بلاضرورت ایک بار ہاتھ ہلا دیا تو وہ مکروہ تحریمی ہے، فقہ کے قاعدے کی رو سے اس کا حکم یہ ہونا چاہیے کہ نماز لوٹائے کیونکہ ہر وہ نماز جو کراہت تحریمیہ کے ساتھ ادا کی جائے واجب الاعادہ ہوتی ہے۔ یہ مرض بہت عام ہے اور کتنے لوگ مدت العمر تک ایسے نمازیں پڑھتے رہے ہیں۔ چونکہ لوگوں میں غلبہ جہالت ہے اس لیے شاید اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں، شاید گزشتہ غلطیوں کو معاف فرمادیں۔ میرے اللہ کا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ جماعت کی نماز میں کوئی ہاتھ ہلاتا ہے تو مجھے نظر آجاتا ہے۔ لوگوں کا حال یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد جب کسی ہاتھ ہلانے والے سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے نماز میں ہاتھ کیوں ہلایا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ مجھے تو پتا ہی نہیں چلا۔ ایسی عادت ہوگئی ہے کہ پتا بھی نہیں چلتا۔ یہ سوچا کریں کہ کس کے دربار میں کھڑے ہیں، کتنا بڑا دربار ہے، احکم الحاکمین کا دربار، اس کے دربار کی کتنی عظمت ہے کتنی عظمت، دنیا میں کسی چھوٹے سے چھوٹے دربار میں پہنچ جائیں تو ہمہ تن ایسے متوجہ ہوتے ہیں کہ کیا مجال ہے کہ ذرا بھی حرکت ہو جائے۔ اگر اللہ کی عظمت، اللہ کے دربار کی عظمت مسلمان کے دل میں ہوتی تو یہ کیسے بار بار ہاتھ ہلاتا، اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں نہیں، یا اللہ! اپنی اور اپنے

دربار کی ایسی عظمت عطاء فرما جس پر تو راضی ہو جائے۔

پہلی بات تو یہ کہ یہ عادت پڑتی کیسے ہے، پھر پکی کیسے ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بچوں کو نماز سکھائی جاتی ہے تو اس وقت انہیں یہ نہیں بتایا جاتا کہ نماز میں حرکت نہ کریں۔ بچے جب نماز میں ہاتھ ہلاتے ہیں تو انہیں روکا نہیں جاتا۔ دوسرے یہ کہ بچے بڑوں کو ہاتھ ہلاتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ ہی سمجھتے ہیں کہ نماز میں ہاتھ ہلانے سے کوئی حرج نہیں۔ پچھلے جو حالات گزر گئے وہ تو گزر گئے، توبہ کیجیے اور آیندہ کے لیے اسی مجلس میں بیٹھے بیٹھے عزم کرلیں کہ بچوں کو نماز سکھاتے وقت انہیں بتائیں گے کہ نماز میں کھڑے ہونے کا طریقہ کیا ہے، پوری توجہ اللہ کی طرف رہے، کسی عضو میں کسی قسم کی حرکت نہ ہونے پائے۔

توجہ سے نماز پڑھنے کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ مرکوز رکھنے کے یہ طریقے ہیں کہ جو الفاظ پڑھ رہے ہیں ان کی طرف توجہ رکھنے کی کوشش کریں اور حالتِ قیام و حالتِ رکوع میں مخصوص جگہ پر نظر رکھیں اس سے مقصد یہ ہے کہ توجہ مرکوز رہے مگر توجہ رکھنا لوگوں کا مقصد ہی نہیں اس لیے ہاتھ ہلاتے رہتے ہیں۔ ایک دعاء طوطے کی طرح رٹا دی جاتی ہے، نماز شروع کرنے سے پہلے بلا سوچے سمجھے اسے پڑھتے رہتے ہیں۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

ترجمہ: ”میں نے اپنا چہرہ سب سے یکسو ہو کر اس ذات کی طرف پھیر دیا جس نے آسمان و زمین بنائے ہیں۔ اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں“ (انعام:۷۹)

یہ دعاء نمازوں سے پہلے پڑھا کرتے ہیں، عام طور پر فرض نمازوں سے پہلے بہت

لوگ پڑھتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ کیوں پڑھی جاتی ہے، اس دعاء کا مقصد یہ ہے کہ نمازی کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جائے، جب اس کا مفہوم سمجھ کر پڑھیں گے تو متوجہ ہو جائیں گے، اس دعاء کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے اپنا رخ صرف رب العالمین کی طرف کرلیا، اپنے قلب کی توجہ، اپنے قلب کا رخ بھی رب العالمین کی طرف کیا، اس طرح نماز شروع کرنے سے پہلے توجہ کو مرکوز کردیا مگر یہ دعاء طوطے کی طرح رٹ لیتے ہیں توجہ نہیں کرتے۔ جب نماز کے لیے کھڑے ہوئے ہیں، لمبی چوڑی نیت کرتے ہیں جس کی ضرورت بھی نہیں اتنی لمبی نیت، اتنی لمبی نیت کہ اسے پڑھتے پڑھتے درمیان میں لوگ بھول بھی جاتے ہیں تو پھر نئے سرے سے کہتے ہیں: چار رکعت نماز فرض، فرض اللہ کے، وقت عصر کا، پیچھے اس امام کے، پھر بیچ میں بھول جاتے ہیں تو نئے سرے سے شروع کرتے ہیں فرض...... فرض...... فرض اللہ کے، پیچھے اس امام کے۔ ایک وہمی کا قصہ مشہور ہے کہ جب ''پیچھے اس امام کے'' کہتا تو اسے خیال ہوتا کہ ''اس امام کہنے سے پوری تعیین نہیں ہوئی اس لیے ساتھ امام کی طرف انگلی کا اشارہ بھی کرتا، پھر خیال ہوتا کہ اشارہ صحیح نہیں ہوا تو امام کے پاس جا کر اس کی کمر زور سے انگلی چبھو کر بہت زور سے کہتا: ''پیچھے اس امام کے۔'' اتنی لمبی نیت کی ضرورت نہیں، زبان سے نیت کچھ ضروری نہیں، دل میں نیت کافی ہے۔ اس کا معیار سمجھ لیجیے، معیار یہ ہے کہ نماز کی طرف پوری طرح متوجہ ہوں۔ مثال کے طور پر جب آپ عصر کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو اچانک کسی نے پوچھ لیا کہ آپ کیا کرنے لگے ہیں تو آپ بلا سوچے سمجھے فوراً جواب دے سکیں کہ عصر کی نماز پڑھنے لگا ہوں، بس یہ ہے نیت، اس کا خیال رکھیں، اتنا تو ہوتا ہی ہے، آپ گھر سے چلے مسجد میں پہنچے، جماعت کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں تو کیا جب کھڑے ہوں گے، اقامت ہوگی تو آپ اتنا نہیں بتا سکیں گے کہ آپ کیا کرنے لگے ہیں؟ دل میں اتنا سا استحضار کافی ہے اور پھر یہ حماقت دیکھیے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط قولی نہیں عملی ہے، زبان سے آپ نے کہہ دیا کہ منہ میرا قبلہ شریف کی طرف اور کرلیا مشرق کی

طرف تو آپ ہزار بار زبان سے کہتے رہیں نماز نہیں ہوگی اور اگر آپ نے قبلہ کی طرف رخ کرلیا مگر زبان سے ایک بار بھی نہیں کہا تو نماز ہو جائے گی۔ یہ کام کہنے کے نہیں کرنے کے ہیں اور اگر کوئی یہ ضروری سمجھتا ہے کہ کرنے کے کاموں کو زبان سے بھی کہا جائے تو پھر جو اور دوسری شرائط ہیں انہیں بھی زبان سے اداء کیا کرے جیسے میں نے غسل کرلیا ہے، اس بعد وضوء ٹوٹ گیا تھا وہ بھی کرلیا ہے، کپڑے پاک پہنے ہیں، جس زمین پر کھڑا ہوں وہ بھی پاک ہے اور منہ طرف قبلہ شریف کے، اس طرح تمام شرائط کو زبان سے اداء کیا کریں، یہ کیا کہ بعض جملے کہتے ہیں اور بعض نہیں کہتے۔ یہ سوچیں کہ کس کے دربار میں کھڑے ہیں، جتنی دیر لمبی چوڑی نیتوں میں وقت ضائع کرتے ہیں کام کیا کریں کام۔

نفس کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ اسے ایک ہفتہ مہلت دی جائے، ہر نماز سے پہلے سوچا کریں کہ کس کے دربار میں کھڑے ہیں، پھر نماز کے دوران خوب توجہ رکھیں کہ کہیں اللہ کی جانب سے توجہ ہٹی تو نہیں، ہاتھ وغیرہ تو ہلانے نہیں شروع کردیے، ایک ہفتہ تک سب نمازیں اسی طرح پڑھیں پھر دیکھیں فائدہ ہوا یا نہیں مگر مشکل یہ ہے کہ جب آپ کو پتا ہی نہیں چلتا کہ ہاتھ ہلائے ہیں یا نہیں ہلائے تو فائدے کا کیسے پتا چلے، لیکن انسان جب محنت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے، تجربہ کرکے دیکھیں ان شاء اللہ تعالیٰ پتا چلے گا اور اگر کسی کو پتا ہی نہیں چلتا یا پتا تو چل جاتا ہے مگر اس کے باوجود ہاتھ ہلتے رہتے ہیں تو اس کے لیے دوسرا نسخہ لیجیے، جیسے نماز شروع کریں تو کسی دوسرے شخص سے کہہ دیں کہ پاس بیٹھے رہو اور میری طرف دیکھتے رہو کہ میں نے نماز میں ہاتھ ہلائے یا نہیں، جب میں سلام پھیرلوں تو مجھے بتاؤ، ایک ہفتہ یہ نسخہ استعمال کریں۔ مرض بہت کہنہ ہے، بہت کہنہ، بہت کہنہ، بہت موذی مرض ہے اس لیے میں درجہ بدرجہ اصلاح کے نسخے بتا رہا ہوں، بہت پرانا مرض ہے اور وبا کی طرح لوگوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اگر دوسرے نسخے سے بھی فائدہ نہ ہو تو تیسرا نسخہ بتاتا ہوں

تیر بہدف، وہ کبھی خطاء نہیں جاتا، بلکہ اگر یہ تیسری گولی پہلی مرتبہ نگل لیں تو درمیان میں آپ کے دو ہفتے ضائع ہونے سے بچ جائیں گے اور اتنی محنت اور مشقت بھی نہیں اٹھانی پڑے گی، ذرا سی ہمت کر کے تیسرے نمبر پر جو گولی ہے اسے پہلی مرتبہ میں نگل لیں پھر دیکھیں کتنا فائدہ ہوتا ہے۔ انسان جسمانی صحت کے لیے انجکشن لگواتا ہے، آپریشن کرواتا ہے، اگر اللہ کی عظمت دل میں بٹھانے کے لیے تھوڑی سی کڑوی دواء استعمال کر لی جائے تو فائدہ ہی ہے، تھوڑی سے کڑوی دواء بتاتا ہوں، ذرا سی، زیادہ نہیں، وہ یہ کہ کسی کو پاس بٹھالیں اور اس سے کہیں کہ جیسے ہی میں نماز میں ہاتھ ہلاؤں تو آپ میرا کان پکڑ کر کھینچیں۔ مہربانی کیجیے! میری خاطر اپنا تھوڑا سا وقت صرف کر دیجیے۔ آپ میرے رشتہ دار ہیں، دوست ہیں، محبت کا تعلق ہے، حقِ محبت اداء کیجیے، مجھے جہنم سے بچانے کے لیے، میرا جوڑ میرے اللہ سے لگانے کے لیے، میری خاطر ذرا سی قربانی دے دیں، میرے پاس بیٹھ جائیں، جب میں نماز میں ہاتھ ہلاؤں تو آپ میرا کان پکڑ کر کھینچ دیں۔ وہ جتنی زور سے کھینچے گا اتنی ہی جلدی فائدہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ نسخہ استعمال کرنے کے بعد مجھے اطلاع دیں کہ مرض میں کچھ افاقہ ہو رہا ہے یا نہیں؟ آئندہ اس بارے میں اطلاع ضرور دیں کہ جتنی بار آپ کا کان کھینچا گیا حرکت میں اتنی کمی ہوئی یا نہیں، اللہ تعالیٰ اپنی رضا اور اپنی محبت عطاء فرمائیں، اپنے دربار کا احترام واکرام کرنے کے توفیق عطاء فرمائیں، فکرِ آخرت عطاء فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد
وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العلمین

باہمت خواتین

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ باہمت خواتین

بمقام: ☜ جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ☜ ۲، ۳ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ

بوقت: ☜ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ☜ شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

باہمت خواتین

(۲، ۳ زوالحجہ ۱۴۱۸ھ)

> یہ وعظ حضرتِ اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ اصلاح سے نہیں گزارا جا سکا اس لیے اس میں کوئی نقص نظر آئے تو اسے مرتب کی طرف سے سمجھا جائے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖٓ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○ (۷-۱۷۶)

وعظ ’’شرعی پردہ‘‘ کا اثر:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وعظ ’’شرعی پردہ‘‘ کا بہت اثر ہو رہا ہے، ویسے تو ہمیشہ ہی اس کے بارے میں خبریں آتی رہتی ہیں، خواتین اپنے حالات میں لکھتی رہتی ہیں کہ

ہم نے وعظ ’’شرعی پردہ‘‘ پڑھا تو شریعت کے مطابق پردہ کرلیا، چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد ان چاروں تخموں سے پکا پردہ کرلیا، دیور، جیٹھ، نندوئی، بہنوئی، پھوپھا، خالو وغیرہ سے پکا پردہ کرلیا ہے۔ جب سے یہ وعظ چھپا ہے کئی سال ہوگئے مسلسل ایسی خبریں آرہی ہیں اور ساتھ ساتھ خواتین اپنے اصلاحی خطوط میں لکھتی ہیں کہ پردہ کرنے سے انہیں پورے ماحول، پورے خاندان کی بہت سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑرہا ہے، پورا خاندان خلاف ہوگیا۔ شرعی پردہ کرنے سے خاندان اس لیے خلاف ہوجاتا ہے کیوں کہ ان کے خیال میں غیر محارم رشتہ داروں سے پردہ کرنے سے ان کی حق تلفی ہوتی ہے، کہتے ہیں کہ تو نے ہمارا حق ماردیا ہے، جو شخص دوسروں کا حق مارے وہ جنت میں کیسے جائے گا؟ ڈراتے ہیں کہ تو حق تلفی کررہی ہے۔ پشاور سے ایک خط آیا، مجھے یاد ہے کہ یہ قصے میں نے پہلے بھی بتائے ہیں، بھول نہیں جاتا جان بوجھ کر بتاتا ہوں، دہراتا رہتا ہوں:

ونصرف الایٰت، ونصرف الایٰت، ونصرف الایٰت، فاقصص القصص، فاقصص القصص، فاقصص القصص

یہ معاملہ ہے، قصے دہراتے رہو، دہراتے رہو، دہراتے رہو، قصے جو پیش آگئے اللہ کی رحمت کے انہیں دہراتے رہیں۔

تازہ خواہی داشتن گر زخم ہائے سینہ را
گاہی گاہی بازخواں ایں قصۂ پارینہ را

ترجمہ: ’’اگر سینے کا زخم تازہ تازہ رکھنا چاہتے ہو تو اس قصۂ پارینہ کو کبھی کبھی دوبارہ پڑھ لیا کرو۔‘‘

سینے میں اللہ کی محبت کا کوئی تیر اگر لگ گیا تو اسے باقی رکھنے کے لیے بلکہ بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ جو تیر لگا ہے اس کے قصے پھر کہتے ہی رہو، سنتے ہی رہو، دیکھتے ہی رہو، پڑھتے ہی رہو تو جاکر وہ زخم تازہ رہے گا ورنہ آہستہ آہستہ ختم ہوجائے گا اور پھر

شیطان اپنا کوئی تیر لگا دے گا۔

پشاور سے دھمکی آمیز خط:

پشاور سے ایک شخص نے خط بھیجا اس نے مجھے لکھا کہ تیری کتاب ''شرعی پردہ'' نے دنیا میں بڑے فتنے پھیلا دیے ہیں، دنیا کو تو نے تباہ کر دیا، گھر گھر فتنے فساد ڈال دیے ہیں لہٰذا ایک بات تو یہ کہ اس کتاب کو چھاپنا بند کرو۔ دوسری بات یہ کہ توبہ کا اعلان کرو کیونکہ یہ کتاب لکھ کر تم نے کبیرہ گناہ کیا ہے ساری امت کو فتنے میں مبتلا کر دیا، توبہ کرو اور یہ وعدہ کرو کہ آئندہ یہ کتاب بالکل نہیں چھاپو گے اور ایک ہفتے کے اندر مجھے اس کی اطلاع کرو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں یہاں پشاور میں تم پر مقدمہ کروں گا، تمہیں یہاں عدالت میں حاضر ہونا پڑے گا اور مقدمہ کے تمام مصارف بھی تمہارے ذمہ ہوں گے۔ اسے تو میں نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ یہاں مجلسوں میں بتاتا رہا کہ ایسا ایک خط آیا ہے، اگر اس نے مقدمہ کر دیا تو دیکھیے وہاں پشاور جا کر اس کا سر کیسے کوٹتا ہوں۔ جب میں ایسے کہتا ہوں، تو تصور کر لیتا ہوں کہ اس کا سر کوٹ رہا ہوں، ایسے ہی غائبانہ تھوڑا ہی کہتا ہوں، سامنے تصور کرتا ہوں کہ اللہ کا کوئی دشمن ہے اس کا سر کوٹ رہا ہوں۔ اس تک کسی نے میری بات پہنچا دی یا ویسے ہی اس کی ہمت نہیں ہوئی بہرحال اس نے مقدمہ نہیں کیا، بعد میں اس کی ایک بہو کا خط آیا، اس نے یہ لکھا کہ میں نے آپ کا وعظ ''شرعی پردہ'' پڑھا تو مجھ پر بہت اثر ہوا، شوہر کو دیا تو وہ بھی پڑھ کر بہت متاثر ہوئے، ہم دونوں میاں بیوی نے فیصلہ کر لیا کہ سب غیر محارم سے پردہ ہوگا۔ جب ہم نے رشتہ داروں کو یہ بتا دیا تو پورا خاندان بہت سخت ناراض ہو گیا۔ خسر بیٹے کو ڈانٹ رہا ہے کہ ارے! میں نے تیری شادی اس لیے تھوڑا ہی کی تھی کہ اکیلا ہی قبضہ کر کے بیٹھ جائے، وہ ڈانٹ رہا ہے بیٹے کو بھی، بہو کو بھی اور ایسے ہی ڈانٹ کر مجھے لکھا جس کے بارے میں پہلے بتا چکا ہوں۔ اس خاتون کا دیور کہتا ہے کہ یہ میرے تین حق مار رہی ہے، ایسی ظالمہ ہے کہ اس

نے میرے تین حق مارے ہیں، ایک حق تو یہ کہ یہ میری چچازاد ہے، تو کتنا بڑا حق مارا، چچا زاد، پھوپھی زاد اور جتنے بھی تخم ہیں، لوگوں کے خیال میں وہ تو بھائی ہوتے ہیں، آپس میں بھائی بہن ہوتے ہیں۔ ویسے کہتے رہتے ہیں بھائی بہن، بھائی بہن، بھائی بہن اور جب شادی کرنا چاہتے ہیں تو اسی بہن کو بیوی بنالیتے ہیں۔

جادو کی ڈبیہ:

قصوں میں قصے آجاتے ہیں، میں تو جہاں بھی جاتا ہوں منکرات پر ہی بیان ہوتا ہے، لندن میں پردے پر بیان ہورہا تھا تو اس بارے میں یہ مثال بتاتا رہتا ہوں کہ ان لوگوں کے پاس جادو کی ڈبیہ ہے جادو کی ڈبیہ، ادھر سے دیکھیں تو بھائی بہن، دوسری جانب سے میاں بیوی، بھائی بہن میاں بیوی، بھائی بہن میاں بیوی، شاباش! جادو کی ڈبیہ ہے اِدھر کریں تو کچھ اور، اُدھر کریں تو کچھ اور۔ بیان سے فارغ ہوئے تو ایک بڈھا قبر میں پاؤں لٹکے ہوئے وہ مجھ سے کہنے لگا کہ ہاں بھائی بہن ہی تو ہوتے ہیں۔ وہ مجھے آکے بتارہا ہے، تشریح تو میں اپنے الفاظ میں کررہا ہوں، گویا اس کا مقصد یہ تھا کہ اس نے تو ساری بات ہی غلط کہہ دی وہ بھائی بہن ہی تو ہوتے ہیں، حالانکہ میں نے تو اتنی تفصیل سے سمجھایا کہ اگر وہ بھائی بہن ہیں تو ان کی شادی کیسے ہوتی ہے؟ وہ بڈھا پھر ویسے کا ویسا ہی، وہ مجھے سمجھا رہا ہے مجلس میں ہی کہ وہ بھائی بہن ہی ہوتے ہیں، بات دراصل یہ ہے کہ وہ بڈھا بھی مزے لے لے کر بڈھا ہوا ہوگا تو وہ لذت کہاں چھوٹے۔ پشاور کی اس خاتون نے لکھا کہ میرا دیور کہتا ہے کہ اس نے میرے تین حق مارے ہیں، ایک تو یہ کہ میری چچازاد، یہ حق مارا، دوسرا حق یہ کہ یہ میری سالی ہے اور تیسرا حق یہ کہ میری بھابھی ہے۔ تو یہ بھابھی دیور کو گلے نہیں لگاتی، بات تو مختصر ہوتی ہے آگے میں ذرا تشریح بھی تو کرتا ہوں تو دیور تو گلے کا زیور ہوتا ہے اسے گلے سے اُتارنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

دیور کے معنی:

دیور ہندی کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں ”دوسرا شوہر“ یہ یاد رکھیں۔ مسلمانوں کو تباہ کیا ہندوؤں نے، ہندوؤں میں رہتے رہتے ان کی معاشرت کا اثر مسلمانوں میں سرایت کر گیا۔ جب دیور کے معنی ہی ”دوسرا شوہر“ ہیں تو وہ کون ایسا احمق ہوگا جو یہ کہے کہ یہ سارے تو کہتے رہتے ہیں دوسرا شوہر دوسرا شوہر تو بن کر کیوں نہ دکھائیں۔ چلیے درمیان میں لطیفہ سن لیجیے! ایک شخص ریل گاڑی میں سوار تھا، ہاتھ میں ”ٹھلیا“ سی اٹھائے ہوئے تھا، کسی نے اس سے پوچھا کہ آپ کہاں رہتے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں اس نے بتایا کہ تین سال باہر کمانے میں لگائے ہیں اب اپنے گھر جا رہا ہوں۔ کسی نے پوچھا کہ اس ٹھلیا میں کیا ہے؟ کہا کہ اس میں گھی ہے، میری بیوی کو بچہ پیدا ہوا ہے اس کے لیے لے جا رہا ہوں۔ پرانے زمانے میں جس عورت کو بچہ پیدا ہوتا تھا اسے گھی بہت کھلاتے تھے، اب تو کچھ دوسری چیزیں دینے لگے ہیں پہلے تو یہ تھا کہ گھی کھلاؤ، گھی بہت کھلاتے تھے، کہا کہ بیوی کو بچہ پیدا ہوا ہے اس کے لیے گھی لے جا رہا ہوں۔ کسی نے کہا کہ آپ تو یہ بتا رہے ہیں کہ کئی سال بعد گھر جا رہے ہیں تو بچہ کیسے ہوگیا؟ کہتے ہیں کہ بھائیوں کی مہربانی ہے۔ خود موجود نہیں ہیں تو بھائی اتنا تعاون تو کریں کم سے کم، کہتے ہیں بھائیوں کی مہربانی ہے، بھائیوں کا تعاون رہا ہے وہ بھائیوں کا شکریہ بھی ادا کر رہا تھا۔

سکھنی کا قصہ:

ہندوؤں اور سکھوں کے مذہب میں یہ بات ہے کہ جب ایک بھائی کی شادی ہوئی تو سب کی ہوگئی، یہ ان کا مذہب ہے اسی لیے تو اسے دیور کہتے ہیں، شوہر کے بھائی کو دیور اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ بھی شوہر ہے، شادی ہوئی ایک سے اور دوسرے بھائی خود بخود آٹومیٹک شوہر بن جاتے ہیں۔ ایک سکھنی کی شادی ہوئی تو وہ بارہ بھائی تھے تو کبھی کوئی

کبھی کوئی کبھی کوئی، تین چار دن گزر گئے تو سکھنی نے اپنی ساس سے کہا کہ امی اتنے دن گزر گئے مجھے تو یہی پتا نہیں چلا کہ میرا شوہر کون سا ہے۔ یہ تو بارہ ہیں، کبھی کوئی آجاتا ہے کبھی کوئی، تو مجھے یہ تو بتادیں کہ میرا شوہر کون سا ہے، اس کی امی کا جواب سنیے، ''او پوئی! (پوئی کہتے ہیں سادہ کو، اتنی سادہ کہ تجھے ذرا بھی عقل نہیں) او پوئی! میرا تو چاٹا بگا ہو گیا مینوں تو اج تیکر پتا نئیں میرا کھسم کیڑا اے، او پوئی! تو کل آئی ایں تو ہن پچھتی پئی ایں۔'' اس سے کہہ رہی ہے کہ اری سادہ! تو اتنی سادہ ہے، اتنی سادہ کہ کیا بتاؤں، میرے بال سفید ہو گئے مجھے آج تک پتا نہیں چلا کہ میرا شوہر کون سا ہے۔ دس بارہ بھائی وہ بھی ہوں گے اسی لیے تو بارہ بچے ہو گئے۔ بہو سے کہہ رہی ہے کہ تو اتنی سادہ ہے کہ عقل تو تیرے اندر ہے ہی نہیں، میرے بال سفید ہو گئے، بڈھی ہو گئی مجھے تو ابھی تک پتا نہ چل سکا کہ میرا شوہر کون سا ہے اور تو کل آئی ہے اور پوچھ رہی ہے، بہو کو نصیحت کر رہی ہے کہ تو تو پگلی سی ہے اری وہ سارے ہی ہیں یہی مقصد ہے۔ یہ قصہ سن کر کچھ اثر ہو رہا ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل عطا فرمائیں، بغیر سوچے سمجھے کفار کی تقلید شروع کر دیتے ہیں۔

مکہ میں ایک دیور کی حالت:

مکہ میں مسجد حرام کے سامنے قریب ہی جو ٹیلی فون لگے ہوئے ہیں وہاں ایک شخص کھڑا فون پر بات کر رہا تھا، اس کی حالت یہ تھی کہ کبھی پینترے بدل رہا ہے، پورے جسم کو بل دے رہا ہے اور کھاں کھاں بھی ہو رہی ہے۔ میری نظر پڑی تو میں نے سوچا کہ اللہ خیر کرے اسے کیا ہو رہا ہے کچھ سننا تو چاہیے۔ یہ میرے معمولات میں سے ہے جہاں دیکھتا ہوں کہ عجیب سی بات ہے تو میں وہاں نزدیک جا کر دیکھتا ہوں، اس نیت سے کوئی اصلاح طلب بات ہو تو اصلاح کر دوں۔ انسان ٹیلی فون کرتا ہے تو سیدھی طرح کھڑے ہو کر، اسے کیا کہتے ہیں ٹیلی فون بوتھ اور کچھ کہوں تو شاید آپ لوگ سمجھیں گے نہیں تو بوتھ کہنا پڑتا ہے، ٹیلی فون بوتھ کے ساتھ کھڑا ہو کر انسان آرام سے بات کرتا ہے، سنتا ہے جبکہ

اس شخص کی حالت ایسی کہ جیسے رقص کر رہا ہو، کبھی ادھر کو ہو رہا ہے، کبھی ادھر کو ایسے ہو رہا ہے اور چیخیں بھی نکل رہی ہیں۔ میں ذرا قریب چلا گیا کہ دیکھوں معاملہ کیا ہے کہیں کوئی اس پر جادو تو نہیں کر رہا، مسمریزم ہو تو ذرا نکال دوں یا کوئی وجد آ رہا ہے تو اس کا علاج کر دوں، دیکھنے جایا کرتا ہوں علاج کرنے کے لیے، تماشا دیکھنے نہیں جاتا، علاج کرنے کے لیے جاتا ہوں، میں اس شخص کے قریب جو گیا تو کیا سنتا ہوں بھابھی بھابھی بھابھی وہ کبھی ادھر سے بھابھی، چکر بھی کاٹ رہا ہے کبھی ادھر سے کبھی اُدھر سے، کبھی ادھر کو کبھی اُدھر کو، کبھی رانیں ایک دوسرے پر رکھ کر ایسے مروڑ رہا ہے اور بس بار بار یہی آواز آتی ہے بھابھی بھابھی، ارے واہ! میں سمجھ گیا کہ ادھر سے بھابھی کی بھی ایسی ہی حرکتیں ہوں گی بھائی بھائی ایسے کر رہی ہوگی۔ پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ بدمعاش لوگ جو بھابھیوں کو استعمال کرتے ہیں تو واقعۃً وہ بھابھیاں ہوتی بھی نہیں ہیں، دوستوں کی بیویوں کو بھابھیاں بنا لیتے ہیں خاص طور پر جو لوگ ملک سے باہر جاتے ہیں وہاں چونکہ ایک وطن کے لوگ کم ہوتے ہیں ان کا آپس میں ملنا جلنا زیادہ ہوتا ہے تو سارے ہی ایک دوسرے کی بیویوں کو بھابھی بنا لیتے ہیں اور پھر بھابھی بنا کر دیور ہونے کا حق ادا کرتے ہیں، تعاون کرتے ہیں بھائیوں سے۔ اتنے سال گزر گئے اس کا نقشہ آج تک میری آنکھوں کے سامنے ہے، آواز کانوں میں گونج رہی ہے، ذہن میں ہے کہ کیسے کر رہا تھا، عجیب قصہ تھا۔

پشاور والی عورت نے لکھا کہ دیور کہتا ہے کہ اس نے میرے تین حق مار دیے، بہت بڑے بڑے حق مار دیے، ایک تو یہ کہ چچا زاد، دوسرے یہ کہ سالی، تیسرے یہ کہ بھابھی۔ ارے! سالی تو آدھی بیوی ہوتی ہے، اس نے تین حق مار دیے میں تو کبھی بھی نہیں چھوڑوں گا، زبردستی وصول کر کے رہوں گا اپنے حقوق، ایسا فتنہ ان لوگوں نے مچا رکھا ہے۔ اس سے پتا چلا کہ پردہ کرنے سے خاندان والوں کو کتنی تکلیف ہوتی ہے؟

شیاطین کی حق تلفی:

ایک گیارہ سال کی لڑکی نے پردہ کر لیا تو اس کے رشتہ دار کہنے لگے کہ تو حقوق العباد ضائع کر رہی ہے، رشتہ داروں کی حق تلفی کر رہی ہے، مطلب یہ کہ سارے زاد تیرے دیدار سے محروم ہو گئے، بیچارے بہنوئی الگ پریشان ہیں اور جب شادی کر لے گی تو دیور، جیٹھ اور نندوئی وغیرہ سب زیارت سے محروم رہیں گے، اس طرح تو کتنے لوگوں کی حق تلفی کرے گی۔ خاندان کے سارے افراد اس لڑکی سے ناراض ہو گئے اور کہتے ہیں کہ نیک بنی بیٹھی ہے اور سب کے حق مار رہی ہے، سمجھ رہی ہے کہ جنت میں جائے گی اور سامان کر رہی ہے جہنم کا، سب کے حق مارتی ہے اور بنی بیٹھی ہے ولیۃ اللہ۔ ان لوگوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سب کو خیرات دو سب کو، کوئی بھی آ جائے کسی کو رو کو مت:

لا ترد ید لامس

ترجمہ: ''کسی چھونے والے ہاتھ کو روکتی نہیں''

ایسی ہو جائے تو پھر جائے گی جنت میں ورنہ لوگوں کے حق مار کر کیسے جنت میں جا سکتی ہے۔ لوگوں کے حالات آج کل ایسے ہیں۔

مولوی کے بھائی اور بھتیجوں کا واویلا:

ایک مولوی صاحب کو ہدایت ہو گئی انہوں نے بیوی کو اپنے بھائی سے پردہ کروا دیا تو مولوی صاحب کا بھائی کہتا ہے کہ او مولوی! تو اتنے سال تک میری بیوی کو دیکھتا رہا اب مجھے اپنی بیوی کیوں نہیں دکھاتا؟ دکھا اپنی بیوی۔ وہ بہت ڈانٹ رہا ہے، او مولوی! تو میری بیوی کو اتنے سال تک مفت میں تھوڑا ہی دیکھتا رہا ہے۔ یہ لوگ اپنی بیویاں، بیٹیاں، بہوئیں دوسروں کو اس لیے دکھاتے ہیں کہ اگر یہ نہیں دکھائیں گے تو دوسرے کیسے دکھائیں گے، اس لیے یہ اپنی عورتیں دوسروں کو دکھاتے ہیں۔ یہ تو معاملہ ہو گیا

مولوی کے بھائی کا، اب بھتیجوں کا حال سنیے، بھتیجے کہتے ہیں او چچا مولوی! تو ہماری ماں کو دیکھتا رہا ہے اب ہمیں چچی کیوں نہیں دکھاتا؟ دکھا ہمیں چچی، ہماری ماں کوئی مفت کی آئی ہوئی ہے کہ تو اسے دیکھتا رہا۔

مولوی صاحب کی لاٹھی کا اثر:

ایک مولوی صاحب یہاں دارالافتاء میں آئے، چندروز بعد کہنے لگے کہ مجھے تو آج پتا چلا ہے کہ دیور سے پردہ ہے۔ ارے واہ مولوی! اتنے سال پڑھ پڑھ کراتنے سال! اب تو یہاں کام کو زیادہ بڑھا دیا یہ بچے وچے بھی شروع سے لے لیتے ہیں، پہلے تو یہاں صرف مولوی کو مفتی بنانے کا کام ہوتا تھا، دوسرے مدارس میں جامعات میں سب کچھ پڑھ کر، بہت بڑا مولوی بن کر، اتنی بڑی سند لے کر یہاں آتے تھے پھر داخلے کا امتحان لیا جاتا تھا تو پچاس میں سے صرف دو تین کو رکھتے تھے باقی لوگوں کی چھٹی، شروع تو ایسے ہوا تھا کام۔ اس زمانے میں مولوی صاحب آئے پورا مکمل کر کے فاضل بن گئے فاضل، فاضل جامعہ فلاں، فاضل جامعہ فلاں، یہاں داخلہ لیا، چندروز ٹھہرنے کے بعد کہتے ہیں کہ مجھے تو اب پتا چلا کہ دیور سے پردہ ہے۔ معلوم نہیں یہ جو پڑھتے پڑھاتے ہیں فقہ میں، حدیث میں، قرآن میں تو پردے کے واضح احکام ہیں آخر ان پڑھنے پڑھانے والوں کو کیا ہو جاتا ہے؟ کیا یہ لوگ اندھے ہو جاتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ آج پتا چلا کہ دیور سے پردہ ہے، مجھے چھٹی دیں میں اپنی بیوی کو پردہ کروا کر آتا ہوں۔ میں نے کہا چلو جاؤ جہاد پر، دیکھیں تجھے بھی تیری بیوی ٹھیک کرے گی۔ ان مولوی صاحب کے لیے دُعا، تو کر دی مگر خطرہ تو یہی تھا نا کہ اس کی بیوی اسے ٹھیک کرے گی۔ مولوی صاحب نے گھر جا کر بیوی سے کہا کہ میرے بھائی سے پردہ کرو۔ وہ کہتی ہے کہ تو کدھر سے مولوی آ گیا؟ لوگ کہتے ہیں کہ اتنے سال تو پڑھتا رہا فلاں جامعہ میں، فلاں جامعہ میں، مولانا بن گیا، عالم بن گیا، دستار بندی تیری ہوگئی، اتنی بڑی سند بھی لے لی، یہ تجھے اب ہوش آیا کہ

دیور سے پردہ ہوتا ہے، وہ تو بھائی ہوتا ہے اس سے کیسا پردہ؟ مولوی کے والدین بھی کہتے ہیں کہ او مولوی! تو کتھوں آ گیا پڑھ کے؟ او مولوی! تینوں کی ہو گیا؟

ان بچوں کو سمجھاتا رہتا ہوں کہ خوب یاد رکھیں جب کبھی اپنے اپنے گھروں میں جائیں تو لوگ آپ کو یہ کہیں گے کہ ارے! تجھے کیا ہو گیا تو تو اچھا خاصا سمجھدار تھا تجھے کیا ہو گیا، یہ کہیں گے لوگ، اگر کسی سے لوگوں نے نہیں کہا تو سمجھ لیں کہ اس مولوی کو دارالافتاء کا مصالحہ لگا ہی نہیں، اسے یہاں سے کچھ حاصل نہیں ہوا اور اگر لوگ کہنے لگیں کہ ارے! تجھے کیا ہو گیا تو تو اچھا خاصا تھا اب تو تو پاگل ہو کر آیا ہے تجھے ہو کیا گیا تو سمجھیے کہ الحمد للہ! مصالحہ لگ گیا پھر جب بھی کوئی کہے نا کہ تجھے کیا ہو گیا تو اسے جواب یہ دیں کہ ؏

ہائے کیا جانے مجھے کیا ہو گیا
ہائے کیا جانے مجھے کیا ہو گیا
اللہ نے میرے دل میں محبت کا تیر لگا دیا ؏
ہائے کیا جانے مجھے کیا ہو گیا

یہ جواب دیا کریں۔ مولوی صاحب کا قصہ سنا رہا تھا، مولوی کے والدین بھی کہتے ہیں او مولوی! تینوں کی ہو گیا؟ تو مولوی نے اُٹھائی لاٹھی اور لگائیں بیوی کے دو چار تو بیوی کہتی ہے او مولوی! بس کر بس کر پردہ کرا لے بس بس۔ اس کی ماں بھی کہتی ہے کہ بس مولوی جانے دے، جانے دے بس کر پردہ کرا لے۔ مولوی کا ابا بھی کہتا ہے کہ مولوی جی! بس کر بس کر، نہ مار، پردہ کروا لے تو خوش رہ بس بس۔ دیکھیے لاٹھی کی کرامت، دو تین لاٹھیوں نے تینوں کے دماغ درست کر دیے، بیوی کا دماغ بھی صحیح ہو گیا، مولوی کی اماں کا دماغ بھی صحیح ہو گیا، مولوی کے ابا کا دماغ بھی صحیح ہو گیا۔ مولوی صاحب نے واپس آ کر مجھے سارا قصہ بتایا تو میں نے کہا کہ شاباش مجاہد شاباش۔

جنونِ محبت:

پاکستان کے دور دراز پہاڑی علاقے کے ایک مولوی صاحب یہاں دارالافتاء میں

پڑھنے آئے انہیں بھی یہاں آ کر ہوش آیا کہ شریعت میں تو دیور سے پردہ ہے۔ جیسے میں نے بتایا تھا کہ شروع میں یہاں صرف یہ سلسلہ تھا کہ علماء کو مفتی بنایا جاتا تھا وہ مولانا صاحب بھی ایسے ہی تھے، بہت بڑے عالم، فاضل، دستار بندی کرائے ہوئے، بہت بڑی سند لیے ہوئے، علامہ بنے ہوئے یہاں پہنچے، دارالافتاء میں آنے کے بعد انہیں پتا چلا کہ دیور سے پردہ ہے۔ لکھا ہوا تو ہر کتاب میں ہے، حدیثوں میں بہت سخت تاکید ہے، فرمایا:

الحمو الموت (متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیور سے اتنا سخت پردہ کرو، ایسے بچو، ایسے ڈرو دیور سے کہ جیسے موت ہے موت۔ دوسروں کی بنسبت دیوروں سے پردہ زیادہ ہے، نندوئی بہنوئی جو قریبی رشتہ دار ہیں ان سے پردہ اجانب کی بنسبت زیادہ ہے اس لیے کہ ان سے خطرات بھی زیادہ ہیں جتنے خطرات زیادہ ہوں گے اسی قدر پردہ زیادہ ہوگا اس کا حکم موکد ہوتا ہے، اغیار سے ایسے خطرات نہیں ہوتے خطرات اپنے ہی لوگوں سے ہوتے ہیں۔ یہاں آ کر جب مولوی صاحب کو پتا چلا کہ دیور سے پردہ ہے تو اپنی بیوی کو جا کر حکم دیا کہ دیوروں سے پردہ کرو۔ یہ تو پتا نہیں چل سکا کہ ان کی بیوی نے حکم کی تعمیل کی یا نہیں، شوہر غالب رہا یا بیوی غالب رہی اس کی مجھے خبر نہیں۔ دوسرے سال ان ہی مولوی صاحب کے بھائی آ گئے، یہاں دارالافتاء میں کچھ وقت رہنے کے بعد انہیں بھی یہیں آ کر پتا چلا کہ دیور سے پردہ ہے، انہیں بھی یہاں کی ہوا لگ گئی، دعاء کریں کہ یہ ہوا سب مولویوں کو لگ جائے، اللہ کرے کہ سارے درست ہو جائیں۔ گھر جانے سے پہلے مولوی صاحب نے بھابھی کو پیغام بھیجا کہ آپ پر مجھ سے پردہ فرض ہے اس لیے مجھ سے پردہ کریں۔ بھابھی کا ملفوظ سنیں، بھابھی فرماتی ہیں کہ ''جس مولوی نے تیرے بھائی کا دماغ خراب کر دیا تھا اسی نے تیرا دماغ بھی خراب کر دیا۔'' سمجھ گئے؟ بھائی سے

مطلب شوہر، وہ سمجھ رہی تھی کہ کسی نے اس کے شوہر کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ وہ بے چاری بہت پریشان تھی کہیں خوانیاں وغیرہ کرواتی ہوگی، تعویذ گنڈے کرواتی ہوگی کہ شوہر کا دماغ کسی نے خراب کر دیا ہے اور اسے پتا بھی تھا کہ کس نے خراب کیا ہے وہ سمجھ رہی تھی کہ کراچی گیا ہے اور دارالافتاء میں داخلہ لیا ہے، اس سے پہلے تو بالکل ٹھیک تھا اب اسے معلوم نہیں وہاں جا کر کیا ہو گیا ہے، دارالافتاء میں کسی نے اس کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ وہ پہلے سے پریشان تو تھی کہ شوہر کا دماغ خراب ہو گیا ہے مگر اطمینان یوں ہوگا کہ جس سے معاملہ ہے اس کا دماغ تو خراب نہیں، معاملہ کس سے ہے؟ دیور سے، تو یہ اطمینان تھا کہ چلو اگر شوہر کا دماغ خراب ہوتا ہے تو کہیں رسی وسی سے باندھ دیں گے معاملہ تو دیور سے ہے اس کا دماغ تو ٹھیک ہے مگر جب دیور نے بھی جا کر کہہ دیا کہ مجھ سے پردہ کرو تو پھر تو کچھ نہ پوچھیے اس نے وہیں سے فتویٰ جاری کر دیا، فیصلہ دے دیا کہ اس کے بھائی کا دماغ جس نے خراب کیا ہے اس کا بھی اسی نے کیا ہے۔ بات سمجھ میں آئی؟ دور دراز پہاڑوں کے غاروں میں رہنے والی عورت، اس کا نظریہ یہ ہے کہ دنیا میں دماغ خراب کرنے والا صرف ایک شخص ہے شوہر کا دماغ بھی اسی نے خراب کیا دیور کا دماغ بھی اسی نے خراب کیا ہے، دیکھیے کتنی ہوشیار ہے۔ یہ تو بہت بڑی سند ہے، اس کے خیال میں دماغ خراب کرنے والے دو تین چار پانچ نہیں ہیں بلکہ اس کا فیصلہ یہ ہے کہ دماغ خراب کرنے والا ایک ہی ہے، جس نے اس کے بھائی کا دماغ خراب کیا اسی نے اس کا بھی کیا، دوسرا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ سمجھ میں آ گئی بات اللہ کرے کہ سب کے دماغ ایسے خراب ہو جائیں، اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا جنون عطا فرما دیں محبت کا جنون، یہ مل جائے، اللہ سے جنونِ محبت مانگا کریں۔

سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابندِ علائق کر
یہ دیوانہ اُڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

اللہ تعالیٰ ایسا دل دیوانہ عطا فرما دیں تو دنیا اور آخرت میں سکون مل سکتا ہے۔

اللہ کے قوانین عمل کے لیے ہیں:

ایک بات مجھے بڑی عجیب لگتی ہے کہ قرآن تو پوری دنیا میں ایک ہی ہے جو چیز قرآن میں ہے سب مدارس میں پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر مولویوں کو پتا کیوں نہیں چلتا یہ بڑی عجیب بات ہے۔ مولوی لوگ سب کچھ پڑھ جاتے ہیں پڑھا جاتے ہیں مر بھی جاتے ہیں لیکن انہیں ادھر توجہ ہی نہیں رہتی کہ ساری عمر جو پڑھتے پڑھاتے رہے یہ عمل کرنے کے لیے ہے، یہ مسائل عمل کرنے کے لیے ہیں، اللہ کے قانون اس لیے ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے اتنی عقل عام مولویوں کو بھی نہیں آتی دوسرے مسلمانوں کو تو کیا آئے گی۔ اس کی وجہ ایک مولوی نے یہ بتائی کہ ہم جو عمر بھر پڑھتے پڑھاتے رہے تو ہم یہ سمجھتے رہے کہ یہ جو علوم دینیہ ہیں یہ عمل کرنے کے لیے ہیں ہی نہیں، صرف پڑھنے پڑھانے کے لیے ہیں۔ پڑھاتے ہیں پڑھتے ہیں لیکن احکام دین پر عمل کی طرف کسی کی توجہ ہی نہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بات مولویوں میں عام ہے کہ یہ صرف پڑھنے پڑھانے کی چیزیں ہیں کرنے کا کام تو ہے ہی نہیں، کرنے والے مرگئے اب یہ صرف کہنے سننے کی باتیں ہیں۔ انہوں نے سچی سچی بات بتادی کہ علوم دینیہ پڑھنے والوں کے پیش نظر عمل تو ہے ہی نہیں حالانکہ اللہ کے قانون تو ہیں ہی عمل کے لیے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تلاوت کے لیے قرآن مجید کھولتے تھے تو اسے چومتے اور ساتھ یہ کہتے:

عهد ربي ومنشور ربي عزوجل

ترجمہ: ’’یہ میرے رب عزوجل کا عہد اور منشور ہے‘‘

یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے ساتھ ایک معاہدہ ہے معاہدہ۔ معاہدہ کیا ہے:

اَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (۲-۴۰)

ترجمہ: ''تم میرے عہد کو پورا کرو، میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا''

تم میرے بندے بن کر رہو گے تو میں تمہاری ہر قسم کی حفاظت کروں گا، یہ بندے کا اللہ سے معاہدہ ہے۔ **ومنشور ربی،** اور یہ قرآن مجید میرے رب کے احکام کی کتاب ہے، یہ میرے رب کے قوانین کی کتاب ہے۔ وہ رب کیسا ہے: عزوجل، غالب ہے غالب، اللہ کے قانون پر اگر کوئی عمل نہیں کرے گا تو وہ اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتا، یہ الفاظ کہا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید کی ابتداء میں اس پر تنبیہ فرمادی کہ یہ جن بھوت اتارنے کی کتاب نہیں، سفلی اتارنے کی کتاب نہیں، دنیوی پریشانیوں کے علاج کی کتاب نہیں، دنیوی پریشانیاں زائل ہو تو جائیں گی مگر پڑھ پڑھ کر پھونکنے سے اور لکھ لکھ کر پینے سے نہیں بلکہ دنیوی پریشانیوں کا علاج ہوگا تو صرف ایسے صرف ایسے صرف ایسے کہ قرآن پر عمل کرو، اللہ کی نافرمانیاں چھوڑ دو، قرآن مجید کی پہلی ہی آیت میں فرمایا:

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

ترجمہ: ''متقین کے لیے ہدایت ہے''

اس قرآن مجید کو ہم نے کیوں بھیجا: **هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ** جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنا چاہے گا یہ قرآن اسے نافرمانیوں سے بچالے گا۔ یہ قرآن نافرمانیوں سے کیسے بچائے گا ایک تو یہ بتائے گا کہ کون کون سی چیزیں ناجائز ہیں ان سے بچو۔ دوسری بات یہ کہ یہ قرآن ایسی ایسی باتیں بتائے گا کہ ان سے اللہ کی محبت دلوں میں پیدا ہو جائے، اللہ کا خوف پیدا ہو جائے، آخرت کی فکر پیدا ہو جائے۔ جن چیزوں کے بارے میں پتا چل جائے گا کہ یہ چیزیں اللہ کی نافرمانی میں داخل ہیں انہیں انسان چھوڑ دے گا۔

اللہ نے تو قرآن کے شروع ہی میں فرمادیا: **هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ** یہ قرآن تو ہم نے ہدایت کے لیے نازل کیا ہے مگر آج کل کا مسلمان یہ نہیں سمجھتا کہ قرآن کیوں نازل کیا گیا ہے، ان کے خیال میں تو بس یہی ہے کہ برکت حاصل کرنے کے لیے پڑھتے

پڑھاتے رہو، کہتے ہیں، ''کرتے رہو مخالفت اور مانگتے رہو برکت''۔ خاص طور پر جہاں کوئی تقریب ہوتی ہے نیا مکان، نئی دُکان، نیا کاروبار وغیرہ وہاں قرآن کی خوانی کرتے ہیں، قرآن کی خوانی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اجتماعی طور پر سب لوگ پڑھتے ہیں اللہ کے احکام، یہ حکم ہے، یہ حکم ہے، یہ حکم ہے اور وہیں بیٹھے بیٹھے اس کی مخالفت کرتے ہیں، ایک ایک حکم پڑھتے ہیں اور وہیں کے وہیں اسی مجلس میں جس میں پڑھتے ہیں اسی میں اس کی بغاوت بھی کرتے ہیں تو بتائیے کہ ایسی خوانی سے برکت نازل ہوگی یا لعنت؟ مثال کے طور پر قرآن میں پڑھتے ہیں پردے کی آیات کہ عورت پر پردہ فرض ہے چند ایک رشتے اللہ تعالیٰ نے گنوا دیے کہ انہیں چھوڑ کر باقی جو شخص بھی ہوگا اس سے پردہ فرض ہے، خوانی میں یہ آیتیں پڑھتے ہیں اور اسی مجلس میں مرد اور عورت خوانی کے بہانے اکٹھے ہو کر بیٹھتے ہیں، خوب زیب و زینت کے ساتھ بن ٹھن کر آتے ہیں تاکہ خوانی کا مزہ بھی تو آئے۔ یہ بدمعاش لوگ بظاہر عبادت کرتے ہیں مگر درحقیقت ان کا مقصد مزے لینا ہوتا ہے۔

حاجی کی بدمعاشی:

اور قصہ سنیے! مکہ مکرمہ میں اپنے متعلقین میں سے ایک جامعۃ ام القریٰ کے استاذ ہیں، ان کے ہاں عمرے کے سفر میں ٹھہرا کرتا تھا، انہوں نے بتایا کہ پنڈی میں ان کے ایک جاننے والے ہیں ان کا خط پہنچا مکہ مکرمہ میں اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ''میں اہل وعیال سمیت حج کے لیے آرہا ہوں اور ٹھہروں گا آپ کے ہاں'' یہ لکھ کر آگے لکھ دیا کہ ''پردے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس میں تو کوئی دقت ہوگی ہی نہیں اس لیے کہ ہم اور آپ تو ایک ہی ہیں پردے کی تو کوئی بات ہی نہیں۔'' یہ آج کل کے حاجی دیکھیے کیسے بدمعاش ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں عقل عطا فرما دیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے بتایا کہ میں نے انہیں جواب میں یہ لکھا کہ میری اہلیہ تو میرے بھائیوں سے بھی پردہ کرتی ہیں

یہ آپ سے کیسے نہیں کریں گی؟ میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ آپ پی ایچ ڈی تو ہیں مگر ان شیطانوں کا پی ایچ ڈی میں ہوں، آپ کو پتا ہی نہیں چلا کہ اس بدمعاش کا مطلب کیا ہے، آپ نے اسے جواب تو ٹھیک لکھ دیا مگر اس کا مقصد کیا تھا وہ میں آپ کو بتاتا ہوں، اس کا مقصد یہ تھا کہ اپنی بیوی اور بیٹیوں کے ساتھ وہ آپ کے مکان میں رہے گا تو آپ کو مکان کا کرایہ ملتا رہے گا، وہ مکان میں مفت میں نہیں رہیں گے بلکہ ہزاروں ہزاروں ریال آپ کو کرائے کے مل جائیں گے بلکہ ریالوں سے زیادہ بہتر چیز پیش کریں گے، کچھ نہ پوچھیے پھر دیکھیے آپ کے کیسے مزے ہوں گے، آپ خوش ہو جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، اپنی بیوی اور بیٹیاں آپ کو دکھائیں گے پہلے سے تیار ہو جائیں، ابھی سے رالیں ٹپکانا شروع کر دیں، اور ان کا اپنا فائدہ یہ کہ انہیں ناشتہ ملتا رہے گا، آپ کی بیوی اور بیٹیوں کو دیکھتے رہیں گے تو گویا یا ناشتہ ہوتا رہے گا، کوشش تو کریں گے کہ کھانا ہی مل جائے مگر وہ نہ ملا تو ناشتہ تو مل ہی جائے گا۔ آپ لوگ یہاں آتے آتے اتنی بات تو سمجھ ہی گئے ہوں گے نا کوشش تو یہی ہوگی کہ اللہ کرے کھانا ہی مل جائے نہیں تو زیارت ہو جائے تو ناشتے سے کم تو وہ بھی نہیں۔ زیارت تو ہوتی ہی رہے گی وہ اپنی بیوی بیٹیاں آپ کو دکھاتے رہیں گے اور آپ کی بیوی بیٹیاں خود دیکھتے رہیں گے اس طرح سارے کے سارے خوش رہیں گے۔ کہتے ہیں کہ پردے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہم تو ایک ہی ہیں تو گویا وہ شوہر ہے تو یہ بھی شوہر ہے، دونوں کا شوہر اس کا بھی اور اس کا بھی، اس لیے پردے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بے پردگی بے حیائی پھیلانے کا ذریعہ:

یہ حاجی لوگ آج کل جو جاتے ہیں نا ان کے عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفر کی دنیا کے ایجنٹ ہیں یہ لوگ، ڈاڑھی منڈانے والے اور ایسے بے پردہ لڑکیوں اور بیویوں کو لے جانے والے، یہ لوگ جہاں کہیں بھی ہوں یہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانا چاہتے

ہیں، قرآن مجید میں بالکل اس کی صراحت ہے:

> **اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** ۝ (۲۴-۱۹)
>
> ”جو لوگ چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہیں کریں گے، دنیا میں بھی ان کے لیے بڑا عذاب ہے اور آخرت میں بھی ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ جو لوگ پردہ نہیں کرتے کرواتے وہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانا چاہتے ہیں اس لیے خوب سمجھ لیں کہ یہ کفر کی دنیا کے ایجنٹ ہیں، دنیا میں جہاں جہاں بھی کفر ہے جس قسم کا بھی ہو خواہ وہ امریکا کا ہو، ایران کا ہو، ہندوستان کا ہو یا روس کا ہو پوری دنیا کے کفر کے یہ ایجنٹ ہیں جو پردہ نہیں کرواتے، بے حیائی پھیلاتے ہیں، لوگوں کو اسلام سے نکالنا چاہتے ہیں، اس لیے میں یہ کہا کرتا ہوں کہ دو قومیں ایسی ہیں کہ صحیح بات تو یہ ہے کہ ان میں ایمان ہے ہی نہیں، کفر کا فتویٰ ہم اس لیے نہیں دیتے کہ فتویٰ دینے میں تو بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ یقین ہے کہ اس میں ایمان نہیں پھر بھی کفر کا فتویٰ نہیں دیتے۔ سنیے کیسے؟ جو لوگ بھی ڈاڑھی منڈاتے یا کٹاتے ہیں وہ صرف یہ نہیں کہ منڈاتے اور کٹاتے ہیں بلکہ ساتھ ساتھ یہ کہ وہ ڈاڑھی رکھنے کو برا بھی سمجھتے ہیں سو جو شخص اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ کو برا سمجھتا ہو شریعت کے حکم کو برا سمجھتا ہو تو خود ہی فیصلہ کیجیے کہ اس کے دل میں ایمان کہاں سے آیا۔ اسی طرح سے جو لوگ پردہ نہیں کرتے کرواتے وہ دراصل پردے کے حکم کو برا بھی سمجھتے ہیں اس کا مذاق اُڑاتے ہیں فیصلہ کریں کہ ان کے دل میں ایمان کہاں رہا؟

قصے بتانے کا مقصد:

یہ قصے کیوں بتائے کہ شرعی پردہ کرنے سے پورا خاندان دشمن بن جاتا ہے پورا خاندان شور مچانے لگتا ہے کہ کتنا نقصان پہنچا دیا، مرے جا رہے ہیں، جلے جا رہے ہیں۔ ابھی دو تین دن کے اندر اندر دو خواتین نے اپنے حالات کی اطلاع دی، دونوں کا مضمون قریباً ایک ہی ہے کہ ہمارا خاندان دنیوی لحاظ سے بہت ہی اونچا ہے اور بہت ہی ماڈرن لوگ ہیں، پردے کی بات تو الگ رہی ہمارے ہاں مرد اور عورتیں اکٹھے مل کر بیٹھتے ہیں، انتہائی درجے کی بے حیائی، ہم نے جب آپ کا وعظ ''شرعی پردہ'' پڑھا تو ہم پر بہت اثر ہوا اور ہم نے مکمل شرعی پردہ کر لیا جس کی وجہ سے سارا خاندان بہت سخت ناراض ہے، طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں، ہم نے جب سے شرعی پردہ کیا ہے شادیوں میں اور تمام غیر شرعی تقریبات میں جانا چھوڑ دیا ہے کچھ بھی ہو جائے ہم کہیں بھی نہیں جاتے بس گھر میں رہتے ہیں۔ تمہید تو ہوگئی لمبی اب ذرا نمبر وار سن لیں کہ یہ سب کچھ بتانے سے مقصد کیا ہے:

① یہ ساری تفصیل بتانے سے ایک مقصد تو یہ ہے کہ دُعاء کر لیں کہ اللہ تعالیٰ ان خدمات کو قبول فرمائیں، ہمارے لیے ہمارے اکابر کے لیے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقۂ جاریہ بنا دیں، جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے ہمارا کوئی کمال نہیں، جس اللہ نے یہ وعظ کہنے کی توفیق عطا فرمائی اس کے بعد اسے چھاپنے کی توفیق عطا فرمائی اور جس اللہ کی رحمت سے دلوں کی کایا پلٹ جاتی ہے، تنہا کمزور عورتیں پورے پورے بے دین خاندانوں کا کیسے مقابلہ کر رہی ہیں اسی رحمت کے صدقے سے اللہ تعالیٰ سے یہ دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان خدمات کو قبول فرمالے، آئندہ اور زیادہ نافع بنائے۔

② دوسرا مقصد یہ ہے کہ آپ لوگ بھی تو کچھ سبق حاصل کیا کریں یہ واقعات سن کر اپنے اپنے طور پر کوشش کیا کریں۔

③ تیسرے یہ بھی کہ صرف شرعی پردہ پر ہی اسلام مکمل نہیں ہوجاتا بلکہ اسلام کے جتنے بھی احکام ہیں پورے کے پورے اپنے اوپر بھی اور دوسروں پر بھی نافذ کرنے کے لیے مکمل مسلمان بننے کے لیے کوششیں تیز کریں اور یہ سمجھیں کہ ایک عورت پورے خاندان کا مقابلہ کر رہی ہے تو آپ مرد ہو کر کیوں نہیں کر سکتے، مرد کو تو اللہ تعالیٰ نے قوی بنایا ہے، عورتیں پورے پورے بے دین خاندان کا ایسا مقابلہ کر رہی ہیں تو مردوں کو تو چاہیے کہ ثابت کریں کہ ہم مرد ہیں اور زیادہ ہمت سے کام لیں، ہمت سے کام لیا کریں اور ساتھ ساتھ دُعائیں بھی کیا کریں۔

④ وعظ ''شرعی پردہ'' کو زیادہ سے زیادہ شائع کرنے کی کوشش کریں جتنا ہو رہا ہے اس سے بھی زیادہ آگے پہنچانے کی کوشش کریں، اپنے اپنے گھروں میں سنائیں زیادہ سے زیادہ اس کی اشاعت کریں۔

⑤ یہ دُعاء کریں کہ جن لوگوں پر وعظ ''شرعی پردہ'' کا اثر ہو رہا ہے، وہ اللہ کا حکم مان رہے ہیں، اس پر عمل کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو شیطان کے بندوں پر غالب فرمادیں۔

⑥ یہ دُعاء کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ وعظ ''شرعی پردہ'' کو جس طرح امت کے لیے نافع بنا رہے ہیں اسی طرح دوسرے مواعظ کو بھی نافع بنائیں، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہر قسم کے منکرات سے بچالیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو نفس و شیطان، برے ماحول اور برے معاشرے سے مقابلے کی ہمت و توفیق عطا فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد

وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العلمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا

یہ عالم آخرت ہم اُنہی لوگوں کے لیئے خاص
کرتے ہیں جو دُنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا (العنکبوت: ۸۳)

وقت کی قیمت

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ وقت کی قیمت

بمقام: ☜ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ☜ ۲۵/ ذی قعدہ ۱۴۱۳ھ

بوقت: ☜ بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: ☜ شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

وقت کی قیمت

(۲۵/ ذی قعدہ ۱۴۱۳ھ)

ایک صاحب بہت نیک ہیں، دین کا جذبہ اُبل رہا ہے، جس طرح تبلیغی بھائیوں میں دینی جذبات بہت اُبلتے ہیں، کسی کے پیچھے پڑ جائیں تو جان چھڑانا مشکل۔ ایسے ہی وہ صاحب کہ دینی جذبات بہت زیادہ رکھتے ہیں، سیکڑوں افراد کو ڈاڑھیاں رکھوادیں، تاجر ہیں، سارا دن مارکیٹ میں گزرتا ہے، ڈاڑھی اور پردہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ بہت عجیب عجیب مثالیں ان کے دل میں ڈالتے ہیں، تعجب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان پر کیسی رحمت ہے۔ فون پر مجھ سے بات کرتے ہیں تو مسئلہ تو کبھی کبھار ہی پوچھتے ہیں، اپنے جذبات کی تصدیق کراتے ہیں کہ اس میں میری کوئی غلطی تو نہیں ہے اور مجھ سے شاباش لیتے رہتے ہیں۔

ڈاڑھی کے بارے میں فلاں مثال دے کر سمجھایا، پردہ کے بارے میں فلاں مثال دے کر سمجھایا، مکمل دین دار بننے کے بارے میں فلاں مثال دیکر سمجھایا، سیکڑوں خواتین کو پردہ کروادیا اور خوانین کی ڈاڑھیاں رکھوادیں۔

یہ ہے ان کی دینی صلاحیت، آگے جو قصہ بتاؤں گا اس میں اسکا دخل ہے، اس لیے پہلے یہ تمہید باندھی۔

وہ مجھے ذاتی طور پر گراں قدر ہدایا دیتے رہتے ہیں اور خدماتِ دینیہ میں بھی کافی مالی تعاون کرتے رہتے ہیں۔

مالی تعاون کی بنیاد پر وقت مانگنا:

ایک بار انہوں نے دینی خدمات کے لیے ڈیڑھ لاکھ روپے دیے، سوا لاکھ تو تقریباً یوں کہنا چاہیے کہ ایک ساتھ ہی دیے اور اس سے پہلے پچیس ہزار تقریباً ایک ماہ میں مختلف اوقات میں دیے۔ اس طرح ڈیڑھ لاکھ پہنچانے کے بعد واپس جا کر فون پر کہنے لگے:

> ''میں آپ سے اپنے احوال کی تصدیقات تو کرواتا ہی رہتا ہوں، اب خاص طور پر حج کے لیے جا رہا ہوں، اور جذبات ابھر رہے ہیں، جب سے حج کا ارادہ کیا ہے یوں دُعاء ہوتی ہے، یوں ہوتی ہے، اور وہاں جا کر یہ دُعاء مانگوں گا، یہ مانگوں گا، سب دُعاؤں کا حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ دین دار بنالیں، اپنا بنالیں، فکرِ آخرت پیدا فرمادیں، دُنیا داروں جیسی دُعائیں نہیں۔
>
> دو چار دن میں حج کے لیے جا رہا ہوں، آپ مجھے آدھا گھنٹہ دے دیں، اپنے جذبات سُناؤں گا، حالات بتاؤں گا، بس آپ سے تصدیق کروانا چاہتا ہوں اور سوائے آپ کے اور کہیں سے مجھے تسلی نہیں ہوتی۔''

میں نے سوچا کہ اگر میں فون پر وقت دینے سے انکار کرتا ہوں تو بات ان کی سمجھ میں نہیں آئے گی، روبرو بلا کر سمجھاؤں تو اُمید ہے کہ دو تین منٹ میں سمجھ جائیں گے، اس لیے میں نے ملاقات کی اجازت دے دی۔

مومن کی فراست:

جو شخص دین دار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہوشیار بھی بہت کر دیتے ہیں، حضورِ اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله،

’’مؤمن کی فراست سے بچو، اس لیے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔‘‘

خود ہی سوچ کر کہنے لگے:

’’آپ کا وقت تو فارغ ہوتا نہیں، مگر جمعرات کے دن عصر کے بعد آپ بیان نہیں کرتے تو اس وقت آدھا گھنٹہ مجھے دے دیں۔‘‘

حالانکہ وہ وقت بھی فارغ تو نہیں ہوتا، جمعرات کا تو مجھے انتظار رہتا ہے کہ کئی کام جمع ہوئے ہوتے ہیں، جمعرات کو ادھر سے چھٹی ہوگی تو اُدھر دوسرے کام نمٹاؤں گا، وہ وقت تو بہت اہم ہوتا ہے، لیکن میرے دل میں یہ بات تو تھی ہی:

’’تین چار منٹ میں ان کو نمٹا دوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ، آدھا گھنٹہ تین چار منٹ میں سمو دوں گا۔‘‘

اس لیے میں نے کہا:

’’ٹھیک ہے آپ جمعرات کو ہی آجائیں۔‘‘

ان کو پہنچنے میں ذرا سی دیر ہوگئی، ان سے پہلے دو عالم پہنچ گئے۔

علماء مشائخ کے لیے پابندی نہیں:

علماء اور مشائخ کے لیے میرے ہاں وقت کی کوئی پابندی نہیں، نہ تو وقت کی یوں پابندی کہ فلاں وقت میں نہ آئیں، فلاں میں نہ آئیں اور نہ یوں پابندی کہ اتنے منٹ دوں گا اتنے نہیں دوں گا، چوبیس گھنٹے دروازہ کھلا ہے، جب چاہیں تشریف لے آئیں۔

یہ الگ بات ہے کہ وہ تشریف لانے سے قبل ہی راحت وسہولت کا وقت دریافت فرمالیتے ہیں ان کو ایسا وقت بتاتا ہوں جس میں علماء ومشائخ سے بات ہو تو طیبِ خاطر،

شرح صدر اور مسرتوں کے ساتھ ہو۔

محترم مہمانوں کے لیے اهلاً وسهلاً:

میرے کمرے میں ڈسپلے لگا ہوا ہے، جس میں جہاد، ترکِ منکرات اور مسلمانوں کو آپس میں اتفاق کی تبلیغ ہے اس کے شروع میں ہے:

''اهلا وسهلا ومرحبا. بالضيوف الكرام.''

محترم مہمانوں کے لیے اهلا وسهلا ومرحبا، خوش آمدید، سب زبانوں میں لکھا ہوا ہے، شاید کسی کو اشکال ہو کہ کسی کو وقت تو ایک منٹ بھی نہیں دیتا صرف دکھانے کے لیے لگا رکھا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں ''بالضیوف الکرام'' کے الفاظ ہیں، مکرم، محترم مہمان کون ہوتے ہیں؟ علماء اور مشائخ، ان کے لیے ہر وقت دروازہ کھلا ہے، خواہ علماء چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں۔

یہاں جو علماء تشریف رکھتے ہیں وہ بھی اور دوسرے حضرات بھی اس بات کو خوب یاد رکھیں، لوگوں نے یہاں پر پابندی کی بہت تشہیر کر رکھی ہے، لوگ جو بات اڑا دیتے ہیں، پھر کچھ نہ پوچھیے، بلا تحقیق ہی اس پر اعتماد کر لیا جاتا ہے۔

ایک عالم کی شکایت پر جواب:

ایک بہت بڑے عالم تشریف لائے، مجھ سے فرمانے لگے:

''سنا ہے کہ آپ نے فون کے اوقات متعین کر رکھے ہیں، دوسرے اوقات میں آپ فون پر بات نہیں کرتے۔''

میں نے کہا:

''وہ تو عوام کے لیے ہے، علماء کے لیے تو کوئی پابندی نہیں، آپ نے بھی

تجربہ کیا کہ آپ نے فون کیا ہو اور اس طرف سے انکار ہوا ہو۔"

علماء کے لیے نہ فون پر پابندی، نہ بالمشافہہ بات پر پابندی، ان کے لیے دروازے کھلے ہیں، دارالافتاء کے دروازے بھی کھلے ہیں اور دِل کے دروازے بھی کھلے ہیں، جب چاہیں تشریف لائیں، کوئی تجربہ تو کرے۔

دو عالم ان سے پہلے تشریف لے آئے، جو بڑے بھی نہیں، برابر کے بھی نہیں، نہ کوئی کام تھا، چھوٹے اور محض عقیدت ومحبت سے ملاقات کے لیے آئے تھے۔

ان صاحب کے آنے کی اطلاع ملی تو میں نے سوچا کہ ان علماء کو کیسے اُٹھاؤں؟ یہ تو دین کے ستون ہیں، ان سے کیسے کہوں کہ اب آپ تشریف لے جائیں۔

میں نے ان کو کہلا دیا کہ اس قت تو علماء کرام تشریف لے آئے ہیں اس لیے کبھی دوسرے وقت میں آجائیں، انہوں نے خود ہی کہہ دیا کہ بہت اچھا کل جمعہ کے دن مغرب کے بعد، میں نے کہا ٹھیک ہے۔

ایک عالم کی قدر:

ایک بات یہاں ذہن میں رہے کہ ایک عالم کی قدر ڈیڑھ لاکھ تو کُجا ڈیڑھ کروڑ بلکہ اربوں کھربوں سے بھی زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ نے علم کی قدر ومنزلت اتنی بڑھائی کہ بے حد وحساب، اور اس کو اس قدر بڑھا کر میرے دل میں بھی اُتار دیا ہے۔

وہ واپس چلے گئے، دوسرے دن مغرب کے بعد تشریف لے آئے، میں بار بار ڈیڑھ لاکھ کا تذکرہ کروں گا اور مزا لینے کے لیے نہیں، ایک تو اعادہ ہوتا ہے مزا لینے کے لیے۔

اجد الملامة في هواك لذيذة
حبا لذكرك فليلمني اللوَّم

اس کا اعادہ اس لیے کروں گا تا کہ آپ حضرات کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے

کہ علم دین کی کسی خدمت پر صرف ہونے والا ایک لمحہ ڈیڑھ لاکھ تو کیا کروڑوں سے بھی زیادہ قیمتی ہے، لمحہ کے ساتھ مقابلہ کے لیے بار بار ذکر کروں گا۔

وہ صاحب پہنچ گئے اور آتے ہی کہنا شروع کر دیا:

''آدھا گھنٹہ میں ضرور لوں گا۔''

جواہر خمسہ:

میں نے کہا ٹھیک ہے، پہلے میری پانچ باتیں سن لیں، نمبر لگانے کی میری عادت تو ہے ہی، نمبر اس لیے لگاتا ہوں کہ یاد رکھنا آسان ہو، تو میں نے پانچ نمبر لگا دیے:

میرے ایک ایک منٹ سے دنیا فائدہ اُٹھا رہی ہے:

① میرے وقت کے ایک ایک منٹ بلکہ ایک ایک لمحہ سے پوری دنیا استفادہ کر رہی ہے، پوری دنیا سے یہ مقصد نہیں کہ ہر فرد، مقصد ہے دنیا کا ہر علاقہ، جہاں تک میرا خیال ہے اللہ تعالیٰ یہ باتیں ہر علاقے میں پہنچا رہے ہیں، مواعظ کے کتابچے، معلوم ہوا ہے کہ بارہ زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں، کیسٹیں اور ان سے بھی زیادہ فتویٰ کی کتاب ''احسن الفتاویٰ'' دنیا کے کونے کونے میں اللہ تعالیٰ نے پہنچا دی ہے، پھر یہ خدمات اس زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں، اس کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان خدمات کو قیامت تک ہمارے لیے، ہمارے اکابر کے لیے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقۂ جاریہ بنائیں گے۔

تو جس منٹ میں صرف موجودہ پوری دنیا ہی کا نہیں بلکہ قیامت تک آنے والی پوری دنیا کا حق ہے، ان سب سے چھین کر ایک شخص کو دے دوں تو یہ حق تلفی اور ظلم ہوگا۔

اتنے منٹ کہاں سے لاؤں؟

② کسی ایک شخص کو الگ سے ایک منٹ دے دوں تو دوسرا کہے گا مجھے بھی دے

دیں، تیسرا کہے گا مجھے بھی دے دیں، منٹ مانگنے والے اتنے ہیں کہ اتنے میرے جسم پر بال بھی نہیں، اگر سب نے مجھے تقسیم کرنا شروع کر دیا تو میری ایک ایک بوٹی بلکہ ایک ایک بال نوچ کر لے جائیں گے پھر بھی سب کی خواہش پوری نہ ہوگی۔ اتنے منٹ کہاں سے لاؤں؟ اس بارے میں کہتا بھی رہتا ہوں:

> ''بھائی! جس کے پاس کوئی چیز ہے ہی نہیں، اس سے وہ چیز مانگنا کیا ظلم نہیں ہے؟ کتنا بڑا ظلم ہے، ارے منٹ ہو تو دوں، ہے ہی نہیں تو کہاں سے دوں؟ کہاں سے پیدا کروں؟''

مالی تعاون کرنے والے کو وقت دینا:

③ دینی کاموں میں مالی تعاون کرنے والے کو ایک منٹ دے دیا تو یہ مظنۂ تہمت ہے، دوسرے لوگ سمجھیں گے کہ جو مالی تعاون کرتا ہے اس کو تو وقت مل جاتا ہے اور جو مالی تعاون نہیں کرتا اس کو وقت نہیں دیا جاتا۔ اس سے لوگوں کے دین کو نقصان پہنچے گا۔ وہ کہنے لگیں گے:

> ''یہ علماء دوسروں کو تبلیغ کرتے رہتے ہیں، دوسروں کو بنانے کے دعوے کرتے رہتے ہیں، مگر حال یہ ہے کہ جو پیسے دیدے اس کو فوراً وقت دیدیتے ہیں اور جو پیسہ نہیں دیتا اس کو وقت نہیں دیتے۔''

علماء سے بدگمانی عوام کے دین کی تباہی ہے۔

وقت دینے سے اس کا نقصان:

④ جس نے مالی تعاون کیا اس سے دوسروں کو الگ اگر ایک ہی منٹ دیدیا تو نفس و شیطان اس کو تباہ کرنے کے لیے اس کے دل میں یہ فساد ڈالیں گے:

''دیکھو تم نے پیسے دیے ہیں اس لیے تیری رعایت کی جا رہی ہے، تجھے

وقت مل گیا۔“

پیسے دینے کا ثواب کیا ہوگا؟ جس کے دل میں یہ خیال آیا وہ تو تباہ ہو گیا، اس کا دین برباد ہو گیا۔ مالی مدد کرنے والوں کو اپنا احسان سمجھنے کی بجائے ممنون رہنا چاہیے کہ ہمارا مال ٹھکانے لگا دیا۔

دل کی صلاحیت کا معیار:

⑤ یہ نمبر بڑا عجیب ہے، دل کی صلاحیت کا معیار کیا ہے؟ مذکورہ چار نمبر جس کی سمجھ میں آگئے یہ اس کی علامت ہے کہ اس کے دل میں صلاحیت ہے اور اگر یہ چار نمبر تفصیل سے سمجھانے کے باوجود اس کی سمجھ میں نہیں آرہے تو معلوم ہوا کہ دِل میں صلاحیت نہیں ہے، دل میں فساد ہے، اس میں کوئی عقل وفہم ہے ہی نہیں۔ بدفہم اور بے عقل ہے۔

یہ پانچ نمبر ان کو بتا کر رخصت کر دیا ”جواہر خمسہ“ دے دیے۔ ایک ایک جوہر کروڑوں سے زیادہ قیمتی، چند منٹوں میں ان کو دے دیے اور وہ چلے گئے۔

اس کے بعد ایک بات اور بتادوں، وہ یہ کہ میں دنیا کا کوئی دھندا نہیں کرتا، کہیں آتا جاتا بھی نہیں، حتیٰ کہ جو شخص بھی کہیں سے بھی کتنی بھی رقم لے کر آتا ہے خواہ وہ میری ذاتی تجارت کی رقم ہو یا دینی کاموں کے لیے دینا چاہے، دل یہ چاہتا ہے کہ بیرونی دروازے پر ہی یا دارالافتاء میں کسی کو پکڑا کر بھاگ جائے، میرے کمرے میں نہ آئے، مجھ سے وقت نہ لے، خواہ لاکھوں روپے دینا چاہتا ہو۔

وقت کی حفاظت کیوں کرتا ہوں؟

وقت کی اتنی حفاظت کیوں کرتا ہوں؟ آپ ہی حضرات کے لیے تو کرتا ہوں۔ میرا ذاتی کام تو نہیں ہوتا، راحت وآرام بھی ضرورت سے زیادہ نہیں کرتا، دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے کام کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ پوری دنیا کے لیے کام لے رہے ہیں، اپنی

رحمت سے قبول فرمائیں۔ یہ تو ہوگئی بڑی عمومی خدمت، رات دن اسی میں گزرتے ہیں۔

اگر کسی کا کوئی خصوصی مسئلہ ہو تو اس میں بھی تنگی اور بخل نہیں کرتا، البتہ صحیح طریقہ اور نظم وضبط سے کام کرتا ہوں، اس کے لیے کئی دروازے کھلے ہیں۔

ملاقات کے اوقات:

① صبح ایک گھنٹہ فون پر۔
② دوپہر کو آدھا گھنٹہ دارالافتاء میں۔
③ عصر کا بیان ختم ہونے کے بعد۔

بیان تقریباً آدھا گھنٹہ ہوتا ہے، پھر مغرب کی نماز تک تقریباً پون گھنٹہ تو ہوتا ہی ہے۔

④ رات کو آدھا گھنٹہ فون پر۔
⑤ دوسرے حضرات علماء کرام یہاں موجود رہتے ہیں، یہ علماء بھی ہیں، مشائخ بھی ہیں، جو چاہیں ان سے پوچھ سکتے ہیں۔
⑥ ڈاک سے پوچھ سکتے ہیں۔
⑦ دستی ڈاک سے پوچھ سکتے ہیں۔
⑧ ان صورتوں کے علاوہ واقعۃً کوئی ضرورتِ دینیہ ہو تو منٹ کیا گھنٹے بھی دے دیتا ہوں، مگر کوئی مالی تعاون کے زعم پر مجھ سے ایک لمحہ بھی کروڑوں کے عوض بھی نہیں خرید سکتا۔

سارا وقت آپ ہی لوگوں کی خدمت میں گزر رہا ہے، میں کوئی اپنی دنیا تو نہیں بنا رہا، پھر کسی کو کوئی خصوصی کام ہو تو اس کے لیے آٹھ دروازے کھلے ہیں، جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن کا راستہ دکھانے کے لیے آٹھ دروازے کھلے ہیں، پھر بھی اگر کوئی

وقت نہ دینے کی شکایت کرتا ہے تو اس کی بدفہمی کا کیا علاج؟ اللہ تعالیٰ سب کو فہم دین عطاء فرمائیں۔

وصل اللّٰهم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد

وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰہ رب العالمین.

◆

معاشرت کے چند آداب

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ: ☞ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☞ معاشرت کے چند آداب

بمقام: ☞ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: ☞ بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: ☞ شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☞ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: ☞ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معاشرت کے چند آداب

یعنی کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے اور استنجاء کرنے کے چند آداب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖٓ اَجْمَعِيْنَ.

جس کی اہمیت ہوتی ہے اس کو سیکھ لیتا ہے:

جن لوگوں کو دین دار بننے کا خیال ہے، انہیں دین دار بننے کا طریقہ نہیں آتا۔ جن کو دین دار بننے کا خیال ہی نہیں آتا، ان کا قصہ تو چھوڑیں۔ جن کو خیال ہے ان کو طریقہ نہیں آتا۔ طریقہ نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ دین دار بننے کا جتنا خیال ہونا چاہیے اتنا خیال نہیں، جتنی فکر ہونی چاہیے اتنی فکر نہیں، کیونکہ جس چیز کی فکر ہوتی ہے اور دل میں جس چیز کی اہمیت ہوتی ہے اس میں انسان ہر وقت اس فکر میں لگا رہتا ہے کہ کوئی غلطی نہ ہو جائے، کوئی نقصان نہ ہو جائے۔

سرکاری دفاتر کے آداب:

مثلاً کسی بڑے افسر کے دفتر میں آپ جائیں گے تو آپ بہت اہتمام اور خیال سے

جائیں گے کہ کوئی بات قاعدے اور ضابطے کے خلاف نہ ہو جائے اور دفتر کے آس پاس جو بورڈ لگے ہیں ان پر لکھی ہوئی ہدایات بار بار پڑھیں گے اور اندر جا کر پوچھیں گے کہ یہ کام کہاں ہوگا؟ اور اس کے کیا قواعد وضوابط ہیں؟ جتنا افسر اعلیٰ ہوگا انسان اس کی ملاقات سے پہلے اتنا ہی ہوشیار ہو جاتا ہے کہ کوئی بات اس کے مزاج کے خلاف نہ ہو۔

فکرِ آخرت والا غافل نہیں ہوتا:

اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں ہو اور آخرت کی فکر ہو تو پھر انسان کسی لمحہ میں بھی اپنے آپ کو آزاد نہیں سمجھتا، وہ تو یہ سمجھتا ہے کہ میں تو بندہ ہوں، غلام ہوں، اپنی رضا تو پیش نظر ہے ہی نہیں بس مالک کی رضا پیش نظر ہے، کہیں کوئی حرکت مالک کی رضا کے خلاف نہ ہو جائے ہر وقت اس کو خیال رہے گا ایک آن کے لیے بھی غافل نہیں ہوگا ؂

یک چشم زدن غافل از ان شاہ نباشی
شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشی

وہ تو ہر وقت ہوشیار رہتا ہے وہ تو ہر وقت یہ سوچتا ہے اور یہ فکر ہوتی ہے کہ کہیں کوئی بات ایسی نہ ہو جائے جو میرے محبوب کو ناپسند ہو۔

حضرت مجذوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعلق مع اللہ:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے خلفاء جو آپس میں ہم عمر اور ہم مجلس تھے آپس میں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے، حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اسی مجلس میں موجود تھے، کافی دیر تک دل لگی کی باتیں آپس میں ہوتی رہیں، خاص طور پر حضرت مجذوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خوب ہنستے اور ہنساتے تھے، دیر تک باتیں رہیں، آپس میں مذاق ہوتا رہا، کچھ دیر کے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ یک دم اچانک

سنبھل کر بیٹھ گئے اور دوسرے حضرات سے پوچھا کہ بتاؤ کسی کے استحضار میں فرق آیا؟ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کسی کو استحضار نہیں تھا کیونکہ سب آپس میں ہنسی مذاق میں لگے ہوئے تھے، حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ: الحمدللہ! میرے استحضار میں بال برابر فرق نہیں آیا...... اب دیکھیے: آپس میں دوستوں کے ساتھ ہنسی مذاق کی باتیں ہو رہی ہیں، مگر اس وقت میں بھی اللہ سے غافل نہیں، کیونکہ دوستوں کے ساتھ ہنسی مذاق کی باتیں بھی محبوب کی رضا کے لیے ہو رہی تھیں۔ لہٰذا اس وقت بھی کوئی بات ایسی نہ ہو جائے جس سے محبوب ناراض ہو جائے۔

چند عبادات کا نام دین نہیں:

ہر قدم پر اور زندگی کے ہر مرحلے پر یہ توجہ اور خیال مستحضر رہے کہ میرا مالک مجھ سے ناراض نہ ہو جائے، مگر آج کل دین دار لوگوں میں بھی اس کا احساس نہ رہا، جو لوگ بزرگ مشہور ہیں، جو علماء ہیں، مشائخ ہیں، ان کے اندر بھی اس بات کا خیال نہ رہا، آج کل ہم نے چند عبادات کا نام دین سمجھ لیا ہے بس یہ چند عبادات کر لیں کافی ہے، اگر کوئی تہجد پڑھ لے تو اس کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت بڑا بزرگ ہے، اتنا بڑا بزرگ ہے کہ یہ تہجد بھی پڑھتا ہے، اوابین بھی پڑھتا ہے، اِشراق بھی پڑھتا ہے حالانکہ اس کو حقوق العباد کا خیال نہیں، معاملات کا خیال نہیں، آداب معاشرت کا خیال نہیں، بس چند عبادات کر لیں اور سمجھ گئے کہ ہم بڑے دین دار بن گئے حالانکہ ان میں سے اکثر حضرات ایسے ہیں جو عبادات کے ساتھ ساتھ گناہ بھی کرتے ہیں، گناہوں سے نہیں بچتے۔

انسان ہر وقت ہوشیار رہے:

لیکن آج ان گناہوں کا بیان نہیں کروں گا بلکہ آج یہ بتانا ہے کہ بہت سے

معاملات ایسے ہیں جن کے بارے میں لوگوں کو پتا ہی نہیں کہ ان کے بارے میں شریعت کا کوئی حکم ہے، یا نہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی (۷۵:۳۶)

کیا انسان نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے اس کو بے کار ہی چھوڑ دیا ہے، بس اس کو پیدا کر دیا اور اب اس پر کوئی ضابطہ اور قانون نہیں ہے، بس آزاد ہے جو چاہے کرے...... حالانکہ انسان آزاد نہیں ہے، بلکہ حدود اور قیود میں اور قوانین میں جکڑا ہوا ہے، اس کے لیے قواعد و ضوابط ہیں، اس کو ہر وقت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اور ہر وقت سوچتے ہوئے زندگی گزارے۔

کھانے کے وقت یہ کام نہ کریں:

اب میں مختصراً چند چیزیں بتاتا ہوں، جن کی طرف کچھ بھی توجہ نہیں، توجہ اس لیے نہیں ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان چیزوں کا دین سے کیا تعلق، مثلاً یہ کہ جب کھانے کے لیے بیٹھیں تو کھانا کھاتے وقت کوئی ایسی بات نہ کی جائے جس کے نتیجے میں ان لوگوں کی طبیعت مکدر ہو جائے جو تمہارے ساتھ کھانے میں شریک ہیں۔ مثال کے طور پر کھانے کے وقت میں پیشاب پاخانے کی باتیں شروع کر دیں اس کی وجہ سے دوسروں کی طبیعت خراب ہوگی، یا کھانے کے دوران کسی نے ریح خارج کر دی اور کھانے کا مزہ خراب کر دیا یا کھاتے وقت کوئی ایسی بات کر دی جس سے کھانے والوں کے ذہن پر بوجھ گزرے۔ مثلاً کوئی صدمہ کی پریشانی کی کوئی بات کر دی اس کے نتیجے میں دوسروں کو تکلیف بھی پہنچائی اور کھانے کا مزہ بھی خراب کیا۔

قضاء حاجت کی جگہ دور ہونی چاہیے:

اس طرح پیشاب پاخانے کے بارے میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کے

بارے میں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا احکام سے اور شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف جزئیات کے ذریعہ سے بھی اور کلیات کے ذریعہ سے بھی تمام چیزوں کو بالکل واضح فرما دیا ہے، ان میں ایک یہ ہے کہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل موجود ہے کہ:

كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا ذَهَبَ اَبْعَدَ (السنن الصغریٰ)

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاء حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو بہت دور تشریف لے جاتے، اس زمانے میں گھروں کے اندر بیت الخلا نہیں ہوا کرتے تھے، اس لیے باہر جانا پڑتا تھا۔ سوچنا چاہیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہت دور کیوں تشریف لے جاتے تھے؟ ایک وجہ تو یہ ہے کہ پیشاب پائخانہ ایسی چیز ہے کہ اسے دور ہی رکھنا چاہیے حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب پائخانہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ پاک تھا یا ناپاک تھا؟ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کا پیشاب پائخانہ پاک تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے بو بھی نہیں آتی تھی، اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امت کو تعلیم دینے کے لیے دور تشریف لے جاتے تھے۔ دوسرے کہ جب وہ پیشاب پائخانہ ہی تھا تو اس کا دور رہنا ہی اچھا ہے کیونکہ قریب ہونے کی وجہ سے تعفن پیدا ہوگا، اور اس سے صحت پر برا اثر پڑے گا اور بدبو کی وجہ سے تکلیف بھی ہوگی، قریب ہونے کی ایک خرابی یہ ہے کہ اگر وہاں ریح خارج ہوئی اور باہر اس کی آواز آ گئی تو لوگوں کو ناگوار ہوگا اور اگر بو آئی تو بھی ناگوار ہوگا۔ لہٰذا وہ شخص دوسروں کی اذیت کا سبب بنا اور دوسروں کو تکلیف پہنچائی۔ اس لیے جس حد تک ہو سکے پیشاب پائخانہ کا انتظام دور رکھنا چاہیے۔

آج کل اٹیچ باتھ کا رواج:

آج کل تو کمرے کے اندر پائخانے بناتے ہیں اور کمرہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا

جب تک اس کے اندر پیشاب پائخانہ کا انتظام نہ ہو (اٹیچ باتھ نہ ہو) ہر کمرے میں اندر ہونا چاہیے البتہ باورچی خانہ دور ہونا چاہیے اور باورچی خانہ کا نام رکھ دیا ''کچن'' یہ کتنا برا نام ہے اور بیت الخلاء کا نام رکھ دیا ''لیٹرین'' اس سے معلوم ہوا کہ آج کل کے انسان کو پیشاب پائخانہ کے ساتھ بہت محبت ہے اس کا نام بھی چن کر رکھا اور اس کو ہر کمرے میں ساتھ ساتھ رکھتے ہیں تاکہ ہر وقت بدبو آتی رہے اور دماغ بدبو سے مانوس ہوتا رہے اور باورچی خانے کو دور رکھتے ہیں کہیں کھانے کی بو کمرے میں نہ آجائے اسی طرح کھانا کھانے کا کمرہ بھی دور بناتے ہیں لیکن پیشاب پائخانہ کا انتظام ہر کمرے کے ساتھ ہوتا ہے۔

اٹیچ باتھ کی خرابی:

اگر ایک کمرے میں دو چار افراد رہتے ہیں۔ اور بیت الخلاء اندر ہی ہے اور ان افراد میں سے ایک آدمی کو پیشاب کی حاجت ہے تو اولاً وہ سب کے سامنے اس بیت الخلاء کے اندر داخل ہوگا اب دوسرے سب لوگ اس کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ دفتر میں جا رہا ہے، میرا تو یہ حال ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ مجھے بیت الخلاء جاتے ہوئے کوئی دیکھ رہا ہے تو مجھے جاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔

مجھے تو شرم آتی ہے:

میں جس زمانے میں اعتکاف میں بیٹھا کرتا تھا تو یہاں نیچے کے بیت الخلاء استعمال نہیں کرتا تھا بلکہ اوپر گھر کے بیت الخلاء میں جاتا تھا، اس لیے کہ اگر یہاں جاؤں گا تو لوگ دیکھیں گے کہ حاضری دینے جا رہا ہے مجھے اس سے شرم آتی ہے دل کے اندر شرم ہو تو شرم آتی ہے ورنہ اگر بے حیاء ہو جائے تو اس کو کسی کام سے شرم نہیں آتی جیسے کسی نے کہا کہ:

بے حیا باش وہرچہ خواہی کن

آج کل تو صرف ایک چیز سے شرم آتی ہے وہ ہے ڈاڑھی، چنانچہ کہتے ہیں کہ ارے میاں! تیرے منہ پر ڈاڑھی ہے، تجھے شرم نہیں آتی، چنانچہ اس ڈاڑھی کو کاٹ کر شرم کا اڈہ ہی اُڑا دیا اب جو چاہو کرتے رہو۔

اٹیچ باتھ کی دوسری خرابی:

بہر حال، کمرے کے اندر بیت الخلاء بنانے میں ایک خرابی یہ ہے کہ اندر جانے والا سب کے سامنے اس کے اندر جائے گا پھر اندر جا کر وہ جان ماری کرے گا، اب اندر وہ آوازیں چھوڑ رہا ہے اور یہ سب سن رہے ہیں۔ گویا کمرے کے لوگ خوشبو بھی سونگھ رہے ہیں اور گانا بھی سن رہے ہیں، پوری مجلس مزہ لے رہی ہے یہ ہے آج کل کا انسان لہٰذا پائخانہ جس حد تک ہو سکے دور ہونا چاہیے، ٹھیک ہے آج کل کے مکانوں میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ دور بنایا جائے، اس وجہ سے قریب بنانا پڑتا ہے، مگر پھر بھی اس کا خیال کر لیا جائے کہ جس حد تک ہو سکے دور ہو۔ آخر باورچی خانہ اور کھانا کھانے کا کمرہ بھی تو دور بناتے ہیں، پائخانہ تو اس سے زیادہ دور ہونا چاہیے۔

چلتے پھرتے پیشاب خشک کرنا:

کراچی میں یہ چیز نظر نہیں آتی لیکن صوبہ سرحد میں اور اندرون میں یہ دیکھا گیا ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد سکھانے کے لیے ڈھیلہ ضرور استعمال کرتے ہیں اور اس کا طریقہ یہ اختیار کرتے ہیں کہ ایک ہاتھ میں ازار بند ہے اور دوسرا ہاتھ شلوار کے اندر ڈال کر ڈھیلے سے پیشاب سکھا رہے ہیں اور ادھر اُدھر ٹہل رہے ہیں اور اگر دو چار یہ عمل کر رہے ہیں تو اس دوران آپس میں باتیں بھی کرتے رہتے ہیں، مجلس بازی بھی ہو رہی ہے۔ بات دراصل یہ ہے سلامتِ طبع نہیں رہی، ورنہ مجھے تو اس عمل سے شدید وحشت

ہوتی ہے لیکن لوگ بغیر کسی پردے کے سب کے سامنے بلا جھجک یہ عمل کرتے رہتے ہیں۔

خشک کرنے کے لیے علیحدہ جگہ:

تھانہ بھون میں اس کا انتظام تھا کہ جس شخص کو پیشاب کے بعد قطرہ آتا ہو، اور اس کو خشک کرنے کے لیے ضرورت پیش آتی ہو اور وہ زیادہ دیر بیت الخلاء میں نہ بیٹھ سکتا ہو ایسے لوگوں کے لیے ایک گلی بنائی گئی تھی وہ شخص اس گلی کے اندر چھپ کر یہ عمل کرتا رہے، اس کا مقصد صرف یہی تھا وہاں پر سب لوگ قوانین سے واقف تھے چنانچہ وہاں کا قانون یہ تھا کہ اس گلی میں ایک وقت میں صرف ایک شخص جائے گا جب وہ فارغ ہو جائے تو دوسرا شخص وہاں جائے گا۔

استنجاء خشک کرنے کا طریقہ:

جو لوگ دین دار نہیں ہیں اور جن کو نماز روزے کا اہتمام نہیں ہے ان کو تو استنجاء کی ضرورت ہی نہیں وہ تو شروع ہی سے پاک ہی پیدا ہوئے ہیں اور پاک ہی رہیں گے۔ جن کو پاک رہنے کا خیال ہے ان سے بات کر رہا ہوں کہ ان کو اس طریقے سے استنجاء نہیں کرنا چاہیے کہ وہ لوگوں کے سامنے ڈھیلے سے سکھاتے رہیں۔ استنجاء خشک کرنے کا مفصل طریقہ ''احسن الفتاویٰ'' کی دوسری جلد میں موجود ہے وہاں دیکھ لیا جائے، اگر وہ طریقہ استعمال کر لیا جائے تو بعد میں قطرہ نہیں آتا، جب قطرہ ہی نہیں آئے گا تو خشک کرنے کا قصہ بھی ختم ہو جائے گا۔ مگر آج کل لوگ زیادہ مسل کر اور زیادہ ڈھیلا کر دیتے ہیں۔

یہ بکری کے تھن کی طرح ہے:

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی مثال بکری کے تھن جیسی ہے اب اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میں بکری کے تھنوں سے دودھ نکال کر بالکل ختم کر دوں کہ اس

کے بعد کوئی قطرہ بھی نہ آئے تو یہ ممکن نہیں۔ اس لیے اگر دو چار گھنٹے بھی اس طرح دودھ نکالے گا تو ایک ایک قطرہ دودھ آتا ہی رہے گا، لہٰذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ اچھی طرح پیشاب کرنے کے بعد چھوڑ دیں، تو خود بخود پیشاب آنا بند ہو جائے گا اور خشک ہو جائے گا۔ آج کل جو طریقہ لوگوں نے اختیار کیا ہوا ہے اس کو تعمق فی الدین کہتے ہیں جو ممنوع ہے۔ بہر حال کتابوں میں استنجاء کا طریقہ پڑھ لیا جائے اور اس طریقے سے استنجاء کر لیا جائے تو اس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ قطرہ نہیں آئے گا اور اگر بالفرض بیماری کی وجہ سے اور مثانے کی کمزوری کی وجہ سے قطرہ آئے تو پکڑ پکڑ کر چلنے پھرنے کی بجائے ٹیشو پیپر وغیرہ اچھی طرح لگا دیں۔ دس پندرہ منٹ کے بعد جب اطمینان ہو جائے کہ اب قطرہ نہیں آئے گا اس وقت اس ٹیشو پیپر کو نکال کر پھینک دیں۔

مجلس کے اندر ریح خارج کرنا:

اسی طرح مجلس کے اندر ریح خارج کرنا آداب معاشرت کے خلاف ہے وہ ریح خارج کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ بات چھپی رہے گی اس لیے کہ مجلس میں تو بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، کسی کو کیا پتا چلے گا کہ کس نے یہ حرکت کی ہے یہ بات تو ٹھیک ہے کہ عیب چھپا رہے گا مگر آپ نے اس فعل سے کتنے لوگوں کو ایذاء پہنچائی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده (متفق علیہ)

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ اب اگر یہ ریح خارج کرنے والے کہیں کہ ہم نے ہاتھ اور زبان سے تکلیف نہیں پہنچائی لہٰذا اس حدیث کے اندر ہمارے لیے کوئی ممانعت نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مقصد نہیں ہے کہ صرف ہاتھ اور زبان سے تکلیف مت پہنچاؤ، بلکہ آپ کا مقصد یہ ہے کہ کسی عضو سے بھی کسی کو تکلیف مت پہنچاؤ۔ لہٰذا یہ نہیں

کہ آپ کسی کو زور سے لات ماردیں اور کہیں کہ ہم نے ہاتھ سے تو تکلیف نہیں پہنچائی۔ لہٰذا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

مجلس سے اُٹھ کر چلے جائیں:

ہومیو پیتھک کی ایک دوا ہے جس کا نام ''کارگو وج'' ہے اس کو استعمال کرنے سے ریح کی بدبو زائل ہو جاتی ہے، پھر اگر وہ ریح مجلس میں بھی خارج کر لے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ بدبو نہ ہونے کی وجہ سے کسی کو تکلیف نہیں ہوگی، اس دوا سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے بہت مفید دوا ہے۔ بہر حال اولاً تو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ریح سے بو زائل ہو جائے لیکن یہ بات حاصل ہو اس وقت تک یہ عمل کریں کہ جب ریح کا دباؤ محسوس ہو تو کھنکارنے کے بہانے اُٹھ کر مجلس سے باہر چلے جائیں، کسی کو پتا نہیں چلے گا کہ آپ ریح خارج کرنے گئے ہیں۔

نماز میں ریح خارج ہونے پر کیا کریں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تو دیکھیے فرمایا کہ اگر کوئی شخص جماعت سے نماز اداء کر رہا ہے اور اس وقت اس کی ریح خارج ہوگئی اب اگر وہ شخص ویسے ہی جماعت چھوڑ جاتا ہے تو لوگ سمجھیں گے کہ اس کی ریح خارج ہوگئی ہے تو یہ بات مروت اور شرم کے خلاف ہے۔ اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جب وہ شخص جماعت چھوڑ نکلے تو اس وقت وہ ناک پر ہاتھ رکھ لے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ شاید اس کی نکسیر پھوٹ گئی ہے اور یہ پتا نہ چلے تو اس کی ریح خارج ہوگئی ہے یہ ہے اسلام کی تعلیم کہ کس حد تک اس شرم کی بات کو چھپانے کی کوشش فرمائی ہے اس لیے اس بات کا اظہار ہو جانا کہ اس شخص سے یہ کام ہوا ہے یہ خود شریعت کی نظر میں معیوب ہے چاہے اس کی بو آئے یا نہ آئے۔ اس سے اندازہ کریں کہ آج کل جو لوگ استنجاء خشک کرنے

کے لیے شلوار میں ہاتھ ڈال کر پھرتے رہتے ہیں یہ عمل کس قدر شریعت کی نظر میں معیوب ہوگا۔ یہ بہت غلط عمل ہے ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔

ایک میاں جی کا قصہ:

ایک قصہ یاد آیا کہ میاں جی کے پاس چھوٹے چھوٹے بچے پڑھنے کے لیے آیا کرتے تھے، وہ بار بار ریح خارج کر دیا کرتے تھے، میاں جی نے ان بچوں کو سمجھایا کہ ایسا کرنا گناہ کی بات ہے ایسا مت کیا کرو بلکہ اس وقت اُٹھ کر باہر چلے جایا کرو اور یہ اصطلاح مقرر کر دی کہ جب پیشاب کے لیے جانا ہو تو ایک انگلی دکھا کر چھٹی لیا کرو اور جب پائخانہ کے لیے چھٹی لینی ہو تو دو انگلیاں دکھا دیا کرو اور جب ریح خارج کرنی ہو تو یہ کہا کرو کہ استاذ جی چڑیا چھوڑنے جا رہا ہوں اس سے پتا چلا کہ وہ میاں جی بڑے سمجھ دار تھے اور سمجھ داری کی بات انہوں نے بچوں کو بتائی ورنہ عام طور پر میاں جی میں اتنی سمجھ نہیں ہوتی کیونکہ بچوں سے ان کو واسطہ پڑتا ہے۔

بیٹھنے کے آداب:

ایک ادب یہ ہے کہ جب کوئی شخص دماغی کام میں مصروف ہو تو اس کے قریب نہیں بیٹھنا چاہیے کیونکہ اس کے قریب بیٹھنے سے اس کا دماغ مشوش ہوگا، توجہ بٹے گی، اسی طرح کوئی شخص اگر بیٹھا ہوا ہے تو اس کی پشت کی طرف جا کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ تشریف فرما تھے، ایک شخص جا کر ان کی پشت کے پیچھے بیٹھ گئے آپ تو حکیم الامت تھے علاج کرنا جانتے تھے، اس لیے آپ اپنی جگہ سے اُٹھے اور اس کی پشت کے پیچھے بیٹھ گئے اب وہ ایک دم اپنی جگہ سے جلدی سے اُٹھنے لگا تو حضرت نے فرمایا کہ خبردار، اپنی جگہ پر بیٹھے رہو، تا کہ تمہیں اندازہ ہو کہ دوسرے کے پیچھے بیٹھنے سے دوسروں کو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔

مجلس میں باتیں کرنے کے آداب:

ایک ادب یہ ہے کہ جب دو آدمی آپس میں باتیں کر رہے ہوں تو تیسرے شخص کو ان کی باتوں کی طرف کان لگانا اور ان کو سننا جائز نہیں، ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی خاص بات کر رہے ہوں۔ اسی طرح ایک ادب یہ ہے کہ جس مجلس میں تین افراد ہوں تو ان میں دو کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کریں۔ اس لیے کہ وہ تیسرا شخص یہی سمجھے گا کہ یہ میرے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی مجلس میں تین یا تین سے زیادہ افراد ہوں تو وہاں یہ جائز نہیں کہ اسی مجلس میں سے دو آدمی ایسی زبان میں باتیں شروع کر دیں جس کو دوسرے لوگ نہ سمجھ سکیں، اس لیے کہ دوسروں کو یہ خیال ہوگا کہ ہمارے خلاف کوئی بات کر رہے ہیں۔ یہ کلیات نہیں ہیں بلکہ یہ جزئیات ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً ان چیزوں کی ممانعت فرمائی ہے مگر آج کے دور میں اس طرف کسی کی توجہ نہیں۔ لہٰذا اس بات کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیے کہ کسی کو کسی وجہ سے میری کسی حرکت سے تکلیف نہ پہنچ جائے جس انسان کو آخرت کی فکر ہوتی ہے تو اس کو ان باتوں کا ہر وقت خیال رہتا ہے۔

کھانے کے آداب:

اگر کسی جگہ پر اجتماعی طور پر لوگ اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے ہوں تو بہت چھوٹے بچوں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانا ادب کے خلاف ہے کیونکہ جب وہ بچہ کھانا کھائے گا تو کبھی اس کے منہ سے لقمہ باہر نکلے گا کبھی اس کی ناک بہہ رہی ہوگی کبھی وہ وہیں بیٹھ کر پیشاب بھی کر لے گا تو جو لوگ ساتھ کھانا کھا رہے ہوں گے ان پر کیا گزرے گی، ان کو گھن آئے گی اور تکلیف ہوگی، اس لیے اُصول یہ ہے کہ جب دو آدمی اکٹھے کھانا کھا رہے ہوں تو ان میں سے کوئی بھی اس طریقے سے کھانا نہ کھائے کہ اس کی وجہ سے

دوسرے کو گھن آئے۔ مثلاً وہ اس طرح کھانا کھا رہا ہے کہ ساری اُنگلیاں سالن کے اندر ڈال کر اور روٹی ڈبو کر کھا رہا ہے اس سے دوسروں کی طبیعت مکدر ہوگی بہر حال یہ چند مثالیں میں نے بتا دیں اگر انسان کے اندر فکر ہو تو ان سے بچنے کا اہتمام کرتا ہے۔

نیک ہونے کا معیار کیا ہے:

جن لوگوں میں فکر ہوتی ہے وہ دین داری کا معیار کس چیز کو قرار دیتے ہیں، سنیے! ایک مرتبہ میں نے گھر میں کہہ دیا کہ فلاں خاتون نیک ہے، گھر والوں نے کہا وہ خاتون صفائی رکھتی نہیں، نیک کیسے ہوگئی؟ کیا کام کی بات کہہ دی آج کل لوگوں نے نیک اس کو سمجھ رکھا ہے جس کے سر میں جوئیں چل رہی ہوں، بدبو آ رہی ہو، مجلس میں اس کی ریح نکل رہی ہو، اس کی ذات سے دوسروں کو تکلیف پہنچ رہی ہو پھر بھی وہ بڑی نیک ہے، اس لیے وہ نماز پڑھتی ہے اور ہر وقت اس کے ہاتھ میں تسبیح رہتی ہے ایک خاتون کو دیکھا کہ وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر کھٹ کھٹ تسبیح گھما رہی ہے، سبحان اللہ بڑی نیک خاتون ہے، بڑی بزرگ ہے، کبھی ہاتھ سے تسبیح نہیں چھوڑتی، حتیٰ کہ ٹی وی دیکھتے ہوئے بھی تسبیح نہیں چھوڑتی۔ حالانکہ ایسی بزرگ خاتون کے بارے میں تو یہ خطرہ ہے کہ وہ کسی بڑے گناہ کے اندر بھی مبتلا ہو اور اس وقت بھی اس کے ہاتھ میں تسبیح ہو۔

وہ شخص بیمار ہے:

اگر کوئی انسان دنیا بھر کی عبادات کرے لیکن اس کے اندر ایک خامی ایسی ہو جو اسلام کی نظر میں معیوب ہے تو اس کو نیک نہیں کہا جا سکتا لہٰذا اگر فرض کریں کہ اس خاتون کے اندر ساری خوبیاں موجود ہیں لیکن صفائی کا خیال نہیں کرتی تو وہ کیسے نیک ہوگئی؟ دین کے معاملے میں انسان کو ہوشیار رہنا چاہیے۔ اگر پورا جسم تندرست ہے اور مکمل طور پر مسلمان نظر آ رہا ہے لیکن اگر ذرا بھی اسلام کے خلاف کوئی کام کرے گا تو

اس کو پھر مکمل مسلمان نہیں کہہ سکتے بلکہ اس کو یہ کہیں گے کہ وہ بیمار ہے مثلاً اگر کسی نے ہزار احکام پر عمل کرلیا لیکن ایک حکم پر عمل نہیں کیا تو اس کو نیک نہیں کہیں گے نیک جبھی ہوگا جب تمام احکام پر عمل کرے گا لہٰذا جو صفائی کا اہتمام نہیں کرتا وہ نیک کیسے ہوگیا۔

صفائی کی تاکید:

شریعت کا حکم یہ ہے کہ انسان صاف ستھرا رہے، خود بھی صاف ستھرا رہے، اپنا لباس بھی صاف ستھرا رکھے، برتن صاف ستھرے رکھے، مکان صاف ستھرا رکھے، بستر صاف ستھرا رہے، اس میں بدبو اور میل کچیل نہ ہو، داغ دھبے نہ ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: فناءِ دار کو صاف رکھو، فناء کا مطلب وہ جگہ ہے جو گھر کی بیرونی دیوار سے باہر ملحق ہے، لہٰذا گھر کے سامنے جو راستہ ہے، سڑک ہے وہ سب فناء دار ہے، اس کو صاف رکھو اور جب گھر کے باہر والے حصے کو صاف رکھنا اتنا ضروری ہے تو گھر کے صحن کو صاف رکھنا کتنا ضروری ہوگا اور پھر کمروں کو صاف رکھنا کتنا ضروری ہوگا۔ گھر کے اندر کے فرش اور بستر کو صاف رکھنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہوا اور بستر کی بنسبت اپنے لباس کو صاف رکھنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہوا اور لباس کی بنسبت اپنے جسم کو صاف رکھنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہوا اور جسم کی بنسبت اپنے دل کو صاف رکھنا اور توبہ استغفار کرتے رہنا، گناہوں سے بچتے رہنا اس سے زیادہ ضروری ہوا۔ لہٰذا جب گھر کی اور لباس کی اور جسم کی صفائی کریں اس وقت ساتھ میں استغفار اور توبہ بھی کرتے رہیں تاکہ دل کی صفائی بھی ہوتی رہے۔

اسلام کی عجیب تعلیمات وآداب:

آخر میں خلاصہ سمجھ لیں اور اس کو خوب یاد رکھیں وہ یہ کہ تہجد پڑھ لینا، تسبیحات زیادہ پڑھ لینا، تلاوت زیادہ کرلینا، نفل نمازیں زیادہ پڑھنا وغیرہ اور ان چیزوں کو سمجھنا کہ یہ

نیک ہونے کا معیار ہے، یہ بات غلط ہے، بلکہ سب سے پہلے درجے میں گناہوں کو چھوڑنا ہے، خاص طور پر ان گناہوں کو چھوڑنا جن کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا جیسے لوگوں کو ایذاء اور تکلیف پہنچانے کے گناہ سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔ شریعت نے اس حد تک حکم دیا ہے کہ کسی یتیم بچے کے سامنے اپنے بچے سے پیار نہ کریں کیونکہ اس وقت اس بچے کو اپنا باپ یاد آجائے گا اسی طرح کسی بیوہ کے سامنے اپنی بیوی سے کوئی خاص لگاؤ کی بات نہ کریں اس سے اُس کو اپنا شوہر یاد آجائے گا۔ اسلام کی کیا عجیب تعلیم ہے لیکن اس کو کسی نے سمجھا ہی نہیں۔ آج کل مسلمان کی ان باتوں کی طرف توجہ ہی نہیں جاتی۔ خیال ہی نہیں آتا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ فکر نہیں ہے، اگر دلوں میں فکر پیدا ہو جائے تو یہ سارے مسئلے حل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب میں فکر پیدا فرمادے اور گناہوں سے بچنے کی اور دوسروں کو تکلیف سے بچانے کی فکر عطاء فرمادے۔ آمین

دوسروں کو تکلیف نہ دینے کا اُصول:

آپ کی ذات سے کسی کو ایذاء اور تکلیف نہ پہنچے، اس کے بارے میں اُصول یہ ہے کہ ''عدم قصدِ ایذاء'' کافی نہیں ہے، (یعنی تکلیف پہنچانے کا ارادہ نہ کرنا کافی نہیں) بلکہ ''قصدِ عدم ایذاء'' رکھنا ضروری ہے، (تکلیف نہ پہنچانے کا ارادہ کرنا ضروری ہے) دونوں کا فرق سمجھیے اور پھر اس کے مطابق عمل کیجیے۔

''عدم قصدِ ایذاء'' کا مطلب:

''عدمِ قصدِ ایذاء'' کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات سے کسی کو تکلیف پہنچ گئی، اب اس شخص سے کہیں کہ میں نے آپ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ جان بوجھ کر تکلیف نہیں پہنچائی بلکہ پہنچ گئی تو گناہ سے بچنے کے لیے یہ عذر پیش کرنا کافی نہیں ہے۔ مثلاً آپ نے کسی جگہ سوئی چھوڑ دی، وہ کسی کو لگ گئی تو آپ کہیں گے میں نے

جان بوجھ کر تھوڑی لگائی ہے یا آپ راستے میں موٹر سائیکل پر کہیں جا رہے ہیں وہ موٹر سائیکل کسی سے ٹکرا گئی، اب آپ کہیں کہ میں نے جان بوجھ کر تھوڑی ماری ہے۔ یہ ''عدمِ قصدِ ایذاء'' ہے، یعنی میں نے ایذاء پہنچانے کا قصد نہیں کیا تھا، اس عذر کی وجہ سے نہ اس کو دنیا کے قانون کے اعتبار سے معاف کیا جائے گا اور نہ آخرت میں معاف کیا جائے گا کیونکہ اگرچہ تم نے ایذاء پہنچانے کا قصد نہیں کیا تھا، لیکن غفلت کیوں برتی۔

بیت الخلاء میں ڈھیلوں کا استعمال:

ایک بات یہ سمجھ لیں کہ شہروں کے استنجاء خانوں میں جہاں گٹر سسٹم ہے وہاں ڈھیلوں کا استعمال کرنا، چاہے وہ پتھر ہو، یا مٹی کا ڈھیلا ہو، اسی طرح کپڑے کا استعمال کرنا، کاغذ کا استعمال کرنا، جائز نہیں۔ کیونکہ اگر آپ ان چیزوں کو استعمال کریں گے تو اس سے گٹر بند ہو جائے گا جس کے نتیجے میں گھر والوں کو بلکہ محلہ والوں کو تکلیف ہوگی، جبکہ ڈھیلے کا استعمال کرنا مستحب ہے، اب ایک مستحب کو ادا کرنے کے لیے دوسروں کو ایذاء پہنچانا، تعفن پھیلانا، بیماریاں پیدا ہونے کے اسباب پیدا کرنا کتنا بڑا گناہ ہے، اس سے بچنا ضروری ہے اس لیے استنجاء کے لیے ان چیزوں میں سے کسی چیز کو استعمال نہ کیا جائے البتہ ٹیشو پیپر استعمال کر سکتے ہیں۔

استنجاء کے بعد لوٹے میں پانی چھوڑ دینا:

بعض لوگ استنجاء کرتے وقت لوٹے میں پانی چھوڑ دیتے ہیں، استنجاء کے لیے لوٹا بھرا، اور پھر آدھا پانی لوٹے میں چھوڑ دیا، تجربہ یہ ہے کہ جب کوئی خرابی اور بیماری چلتی ہے تو وہ پوری دنیا میں ایک ہی طرح کی ہوتی ہے، چنانچہ دنیا کے جس علاقے میں بھی جانا ہوا، یہ مرض ہر جگہ پایا، چاہے وہ پاکستان ہو، ہندوستان ہو، ایران ہو، سعودی عرب ہو، اور یہ مرض مردوں میں بھی ہوتا ہے اور عورتوں میں بھی ہوتا ہے۔

استنجاء کے بعد پانی بہادیں:

جمعہ کے روز بیان کے بعد جب میں اوپر جاتا ہوں اور استنجاء خانے میں جاتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ بیان سننے کے لیے آنے والی خواتین میں بھی یہ مرض موجود ہے وہ لوٹے میں پانی چھوڑ جاتی ہیں۔ اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ یہ پانی بچا کر کیوں رکھا ہے۔ اتنی بات تو ٹھیک ہے کہ وضوء کا بچا ہوا پانی متبرک ہے اگر اس کو بچا کر رکھ لیا جائے اس نیت سے کہ متبرک سمجھ کر تھوڑا تھوڑا اس کو پئیں گے، وہ بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن استنجاء سے بچا ہوا تو متبرک نہیں ہوتا۔ اس کو کیوں بچا کر رکھا جاتا ہے۔ یہ کام عقل کے خلاف ہے، اصولی بات یہ ہے کہ لوٹے میں اتنا ہی پانی لیا جائے جتنے پانی کے استعمال کی ضرورت ہو، زیادہ پانی لینے کی ضرورت ہی کیا ہے، اور اگر کسی وجہ سے لوٹے میں زیادہ پانی لے لیا تو فارغ ہونے کے بعد اس کو بہادیں معلوم نہیں اس کو کیوں نہیں بہایا جاتا حالانکہ پیشاب، پاخانے سے فارغ ہونے کے بعد جتنا زیادہ بہادیا جائے اتنا ہی اچھا ہے، اس کے ذریعہ صفائی ہوگی، بدبو ختم ہوگی، تعفن دور ہوگا۔

پانی بچانے کے دو نقصان:

اس پانی کو بچا کر رکھنے میں دو نقصان ہیں:

① ایک یہ ہے کہ یہ اندیشہ ہے کہ اس پانی میں چیونٹیاں یا چھپکلی وغیرہ گر کر مر جائے، پھر بعد میں جانے والا شخص اس پانی کو بغیر دیکھے استعمال کرلے تو اس سے اس کو تکلیف ہوگی۔

② دوسرا نقصان یہ ہے کہ جب کوئی شخص کوئی برتن اُٹھاتا ہے تو اس کے ذہن میں پہلے سے اس کے وزن کا دھیان ہوتا ہے کہ اس کا کتنا وزن ہوگا۔ جب ہم بیت الخلاء میں لوٹا اُٹھاتے ہیں تو ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ یہ خالی ہوگا لیکن جب اس کو اُٹھایا تو

اچانک پتا چلا کہ اس میں تو پانی ہے، اس وقت وہ لوٹا ہاتھ سے چھوٹنے لگتا ہے، اس کے نتیجے میں دوسرے شخص کو ایذا بھی ہوئی۔ ذہن اس کا پریشان ہوا، اور اگر وہ لوٹا ہاتھ سے چھوٹ گیا تو لوٹے کو بھی ضرب پہنچی اور جو پانی گرا اس کا بھی نقصان ہوا، آپ کی ذرا سی بے احتیاطی اور غفلت سے کتنے نقصان ہوئے، اگر ذوق ہی صحیح نہ ہو، فکرِ آخرت ہی نہ ہو تو اس کو ان چیزوں کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔

میرے کمرے میں صفائی کا اہتمام:

میں آپ کو ایک عجیب بات بتاتا ہوں وہ یہ کہ میں اوپر جس کمرے میں بیٹھتا ہوں وہ ہر وقت چاروں طرف سے بند رہتا ہے، کوئی کھڑکی کھلی ہوئی نہیں رہتی، حالانکہ اس میں بوقت ضرورت بتیاں بھی جلانی پڑتی ہیں اگر کسی وقت بتی چلی جاتی ہے اس وقت دروازہ یا کھڑکی کھولتا ہوں مگر جب دروازہ یا کھڑکی کھولتا ہوں تو عجیب منظر نظر آتا ہے، وہ عجیب منظر یہ ہے کہ ہمارے گھر میں صفائی کا بہت اہتمام ہوتا ہے مگر جب میں دروازہ کھولتا ہوں اور سورج کی روشنی اندر آتی ہے تو میں کمرے میں دیکھتا ہوں کہ کہیں چیونٹی مری پڑی ہے، کہیں کوئی اور چھوٹی چھوٹی چیزیں پڑی ہیں۔ ان کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تو بالکل بھی صفائی نہیں ہے، سب کچھ نظر آ رہا ہے۔

قلب میں روشنی ہونی چاہیے:

اس سے یہ سبق ملا کہ اگر قلب میں روشنی نہیں ہے اور فکرِ آخرت نہیں ہے صفائی نہیں ہے تو پھر دنیا بھر کی خرابیاں، نقائص اس دل میں ہوتے ہیں، لیکن نظر نہیں آتے۔ اگر کمرے میں اندھیرا ہو تو پھر کمرے میں سانپ ہوں، بچھو ہوں، کانٹے ہوں، کچھ بھی ہو، وہ نظر نہیں آئیں گے اور اگر کمرے میں اُجالا اور روشنی ہو تو اس میں مری ہوئی چیونٹی بھی نظر آئے گی جوں اور کھٹمل بھی نظر آئیں گے۔

یہ باتیں جو میں بتا رہا ہوں، عام مذاق کے مطابق یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ فضول باتیں ہیں، یہ اس لیے سمجھا تا ہوں کہ قلب کے اندر صفائی نہیں ہے، ہاں اگر فکر ہو اور قلب میں صفائی ہو تب پتا چلے کہ یہ کتنی اہم باتیں ہیں۔ بہر حال، استنجاء کے بعد لوٹے میں پانی بچا کر نہ رکھا کریں، اگر بچ جائے تو اس پانی کو بہا دیں۔

دُعاء:

اب دُعاء فرمالیں کہ یا اللہ! ہم سب کو صحیح معنی میں مسلمان بنا دے، فکرِ آخرت عطاء فرمادے، شوقِ وطنِ آخرت عطاء فرمادے، آخرت کو بنانے کی فکر عطاء فرما، اپنی محبت اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطاء فرما، دنیا کے مسافر خانہ ہونے کا استحضار عطاء فرما۔ یا اللہ! دنیا کی نعمتوں کو آخرت کی نعمتوں کا نمونہ بنا، کہ جب ہم دنیا کی نعمتیں دیکھیں اور استعمال کریں تو یا اللہ! جنت کی نعمتیں یاد آجائیں اور پھر ان کا شوق اور ان کی طلب اور تڑپ عطاء فرما۔ ان اعمال کو کرنے کی توفیق عطاء فرما جو جہنم سے بچا کر جنت میں لے جانے والے ہوں، یا اللہ! ان بداعمالیوں اور گناہوں سے ہماری حفاظت فرما جو جہنم میں لے جانے والے ہوں۔ آمین

وصل اللھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد

• وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللہ رب العالمین.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَالَ الصُّوۡفِیَّۃُ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی:

اَلۡاِسۡتِقَامَۃُ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ کَرَامَۃٍ

استقامت ہزار کرامتوں سے بہتر ہے (مرقاۃ)

ملاقات اور ٹیلی فون کے آداب

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ملاقات اور ٹیلیفون کے آداب

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

ملاقات اور ٹیلی فون کے آداب

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖٓ أَجْمَعِيْنَ.

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

آدابِ معاشرت کے دو اُصول:

آج کل ہم میں سے بہت سے حضرات کو معاشرت کے آداب کا علم نہیں، کہ وہ کیا آداب ہیں؟ ’’آداب معاشرت‘‘ کا مطلب ہے ’’جینے کے طریقے‘‘ یعنی آنا جانا، اُٹھنا بیٹھنا، رہنا سہنا، لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھنا، ان سب کو کس طرح انجام دے؟ اس کے لیے اصول سمجھ لیں:

پہلا اصول یہ ہے کہ انسان آنا جانا اُٹھنا بیٹھنا اور دوسرے سے میل ملاقات اس طرح کرے کہ اس کے نتیجے میں نہ اس کی ذات کو تکلیف ہو اور نہ ہی دوسروں کو تکلیف پہنچے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ نہ اپنا وقت ضائع ہو اور نہ دوسروں کا وقت ضائع ہو۔ یہ تو اصول ہیں البتہ اس کی جزئیات غیر محصور ہیں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک رسالہ ہے ''آداب المعاشرت'' اگر اس رسالے کو مکمل پڑھ لیا جائے اور اس میں ہزار مثالیں بھی لکھی ہوں، پھر بھی وہ مثالیں ہی ہیں۔ زندگی کے آداب کا معاملہ ان مثالوں میں منحصر نہیں رہے گا بلکہ جب اللہ تعالیٰ بصیرت عطاء فرماتے ہیں تو انسان کو پتا چل جاتا ہے کہ یہ کام مجھے کس طرح انجام دینا چاہیے کس طرح نہیں کرنا چاہیے۔

عمل کے لیے فکر کی ضرورت:

آدابِ معاشرت کے یہ دو اصول تو میں نے بتا دیے۔ لیکن جب تک انسان لگتا نہیں اور محنت نہیں کرتا کوشش نہیں کرتا اور اس کے اندر فکر نہیں ہوتی تو اس کو پتا بھی نہیں چلتا کہ میں یہاں ان اصولوں کے خلاف کر رہا ہوں یا نہیں۔ اس کی ایک دو مثالیں جن میں بہت زیادہ غفلت ہوتی ہے وہ بتا دیتا ہوں۔

ملاقات کے دو سبب:

آپ کو کسی سے ملاقات کے لیے جانا ہے، اس ملاقات کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ آپ کو اس شخص سے کوئی کام ہے، دوسرے یہ کہ صرف ملاقات کے لیے اور محبت کا حق اداء کرنے کے لیے جانا ہے۔

نیک لوگوں سے تعلق رکھیں:

ویسے محبت نیک ہی لوگوں کے ساتھ رکھنی چاہیے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا یاکل طعامک الا تقی (مسند احمد، مسند طیالسی)

تیرا کھانا صرف متقی آدمی کھائے، کوئی دوسرا نہ کھائے۔ متقی سے مراد زیادہ تسبیح

پڑھنے والا نہیں بلکہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو گناہوں سے بچنے والا ہے لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو رات دن گناہوں سے بچتے ہیں صرف وہی تیرے مہمان ہونے چاہئیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی دوسرا شخص مہمان بن کر آ جائے تو اس کو کھانا نہ کھلاؤ بلکہ اگر کافر بھی مہمان بن کر آ جائے تو اس کو بھی کھانا کھلایا جائے گا۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم تعلقات ہی متقی لوگوں کے ساتھ رکھو، کیونکہ جن لوگوں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے، آمد و رفت انہی لوگوں کی ہوتی ہے، جس کے ساتھ تعلق نہیں اس کی آمد و رفت عام طور پر نہیں ہوتی لہٰذا آپ اپنے رشتے ناطے کرنے میں، تجارت کرنے میں، اور دوسرے معاملات کرنے میں متقی لوگوں کو تلاش کرو، کیونکہ جب ان سے تعلقات ہوں گے تو یہی لوگ مہمان بنیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دُعاء:

ایک دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ" (ابن ماجہ، مجمع الزوائد)

یہ درحقیقت دُعاء ہے کہ آپ کے یہاں روزہ دار لوگ اپنے روزے افطار کرتے رہیں اور نیک لوگ آپ کا کھانا کھاتے رہیں اور فرشتے آپ کے لیے رحمت کی دُعاء کرتے رہیں...... اس حدیث میں یہ فرمایا کہ روزہ دار لوگ آپ کے پاس افطار کیا کریں۔ یہ جب ہو سکتا ہے جب آپ کا تعلق روزہ داروں کے ساتھ ہو۔ کیونکہ تعلق کی بنیاد پر وہ آپ سے ملاقات کے لیے آئے اور آپ نے ان کو افطاری کرنے کی دعوت دے دی، اس طرح یہ افطار کرانے کی سعادت آپ کو حاصل ہو گئی۔

افطاری کی دعوت کے نقصانات:

آج کل جو افطاری کی دعوت کی رسم چل پڑی ہے، وہ غلط ہے اس رسم کا سب سے

بڑا نقصان یہ ہے کہ مغرب کی جماعت جاتی رہتی ہے، افطاری کی غرض سے جو لوگ دعوتیں کھاتے اور کھلاتے ہیں وہ مغرب کی نماز جماعت سے نہیں پڑھتے اور اگر پڑھتے بھی ہیں تو اپنی الگ جماعت کر لیتے ہیں، مسجد کی جماعت بہر حال چھوٹ جاتی ہے...... دوسری خرابی اس کی یہ ہے کہ یہ دعوت قرض ہو جاتی ہے جب ایک نے افطاری کی دعوت کر دی تو دوسرا یہ سوچتا ہے کہ جب اس نے ہماری دعوت کی ہے تو اب ہم بھی ان کی دعوت کریں، اس قرض سے چھوٹنے کی بڑی آسان ترکیب یہ ہے کہ جب دوسرا کوئی شخص تمہیں دعوت پر مجبور کرے تو اس کی دعوت کھا لیجیے اور خود کسی کی دعوت مت کیجیے۔ وہ خود ہی یہ سوچے گا کہ یہ تو کبھی ہماری دعوت کرتا ہی نہیں چلو اس کی جان چھوڑو۔ اس لیے کہ عام طور پر لوگ اس لیے دعوتیں کرتے ہیں کہ یہ بھی بعد میں ہماری دعوت کرے گا۔

تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں:

اس دُعاء میں دوسرا جملہ یہ ارشاد فرمایا: ”**واکل طعامکم الابرار**“ آپ کا کھانا نیک لوگ کھائیں۔ یہ جب ہی ہوگا جب آپ لوگوں کی دوستی نیک لوگوں کے ساتھ ہوگی، پھر نیک لوگ ہی آپ کے پاس آئیں گے۔ وہی نیک لوگ آپ کے پاس کھانا کھائیں گے۔ جب آپ بھی نیک ہو گئے اور آپ کے دوست بھی نیک ہو گئے اور آپ کے پاس نیک لوگوں کی آمد و رفت ہوئی تو پھر فرشتے تمہارے لیے رحمت کی دُعائیں کرنے لگیں گے۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہم لطیفے کے طور پر اس دُعاء پر فرماتے ہیں کہ ”**اکل طعامکم الابرار**“ یعنی تمہارا کھانا ’ابرار‘ ہی کھاتا رہے۔

نیک آدمی سے محبت ایمان کی علامت:

بہر حال بات یہ چل رہی تھی کہ معاشرت کے آداب کیا ہیں؟ ایک ادب یہ ہے کہ کہیں آنے جانے میں نہ اپنے آپ کو تکلیف ہو اور نہ دوسرے کو تکلیف ہو۔ وہ ملاقات

تکلیف کا باعث نہ ہو۔ اس لیے جب آپ کسی سے ملاقات کے لیے جائیں گے تو جانے کے دو سبب ہوں گے ایک یہ کہ آپ کسی کام سے ان کے پاس جارہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ صرف ملاقات ہی مقصود ہے۔ نیک آدمی کے پاس صرف اس لیے جانا کہ یہ نیک ہے، اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے، کوئی اور تعلق نہیں، اور اس سے دنیا کا کوئی کام نہیں۔ بلکہ اس سے صرف اس لیے ملاقات کے لیے جارہے ہیں کہ وہ اللہ کا نیک بندہ ہے، یہ اس کے ایمان کے کامل اور مقبول ہونے کی علامت ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا:

رجلان تحابا في الله اجتمعا على ذلك وتفرقا عليه (متفق علیہ)

یعنی جو دو شخص صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتے ہیں۔ اسی محبت کی وجہ سے ملاقات کرتے ہیں اور جدا ہوتے ہیں، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطاء فرمائیں گے۔

کسی کام سے ملاقات کے لیے پہلے وقت لے لیں:

بہرحال اگر آپ کو کسی دوسرے کے پاس کسی کام سے جانا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر پہلے سے اس کو اطلاع کرنے کی اور ملاقات کے لیے وقت کی تعیین کی کوئی صورت ہو سکتی ہو تو پھر بغیر اطلاع کے اور بغیر وقت کی تعیین کے اس کے پاس نہ جائیں...... بلکہ اگر خط کے ذریعہ کام چل سکتا ہے تو پھر جانے کی بھی ضرورت نہیں۔ چند روز میں گھر بیٹھے اس کا جواب آپ کو مل جائے گا...... اور اگر ٹیلی فون کی سہولت موجود ہے تو ٹیلی فون پر بات کر کے کام کر لیجیے۔ جانے کی ضرورت نہیں اور اگر جانا ہی ضروری ہو تو پھر خط یا ٹیلی فون کے ذریعہ یا کسی اور ذریعہ سے وقت متعین کریں کہ فلاں وقت میں ہم فلاں کام کے لیے آنا چاہتے ہیں، کسی دوسرے کے پاس کسی کام کے لیے جانے کا یہ طریقہ ہے۔ یہ آدابِ معاشرت کا حصہ ہے۔

اظہارِ محبت کے لیے ملاقات کے لیے اطلاع دینے کی ضرورت نہیں:

اور اگر اس شخص سے کوئی کام نہیں ہے، بلکہ صرف محبت کے اظہار کے لیے ملاقات کے لیے جا رہے ہیں تو اس صورت میں آرام اور بہتری اسی میں ہے کہ پہلے سے وقت کی کوئی تعیین نہ ہو۔ بلکہ اچانک چلے جائیں...... اس اچانک جانے میں بہت سے فائدے ہیں:

① ایک فائدہ یہ ہے کہ اگر آپ وقت ہی لیتے رہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ نے ان کو اطلاع دی کہ میں آنا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا میں آج فارغ نہیں ہوں، کسی اور دن آپ ملاقات کے لیے آیئے۔ جب وہ فارغ ہوئے تو آپ فارغ نہیں کبھی ان کو ملاقات سے عذر اور کبھی آپ کو ملاقات سے عذر۔ اور اگر بلا اطلاع کے ویسے ہی چلے گئے تو اظہارِ محبت کا کام تو ہو ہی جائے گا۔ کیونکہ اگر جانے کے بعد ملاقات بھی ہوگئی تب تو ظاہراً بھی کام ہوگیا۔ اور اگر ملاقات نہیں ہوئی اور آپ وہاں یہ پیغام چھوڑ آئے کہ میں ملاقات کے لیے آیا تھا آپ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ کام کچھ نہیں تھا، صرف ملاقات ہی مقصود تھی۔ اس صورت میں مقصد پھر بھی پورا ہوگیا۔ اور اس کی وجہ سے اور زیادہ محبت بڑھے گی۔ اس لیے کہ اس کو خیال ہوگا کہ یہ ہماری خاطر آئے تھے اور ہم مل نہیں سکے۔ چلیے ہم ہی وہاں پہنچ جائیں اب وہ آگئے اور آپ نہیں ملے پھر بھی کام تو ہوگیا۔

ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بلا اطلاع جانا:

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف ان کی زیارت کے لیے جب بھی جانا ہوتا ہے تو میں پہلے سے کبھی نہیں بتاتا کہ میں آرہا ہوں۔ حالانکہ ٹیلی فون کی بڑی سہولت موجود ہے۔ بس اچانک ان کے گھر پر پہنچ گئے اگر موجود ہیں تو

ملاقات ہوگئی۔ اگر موجود نہیں تو پیغام چھوڑ دیا کہ ہم آئے تھے۔ اب یہ ہوتا ہے کہ جیسے ہی ہم واپس گھر پہنچے تو ان کا ٹیلی فون آجاتا کہ بہت افسوس ہوا کہ آپ تشریف لائے، ملاقات نہ ہوسکی، میں کہتا کہ بس ملاقات ہی مقصود تھی، دُعاء کردیجیے، بس یہی کافی ہے...... بہرحال، صرف ملاقات کے لیے جانا ہو تو اس میں وقت نہیں لینا چاہیے۔

اچانک جانے کا فائدہ:

اچانک پہنچ جانے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ اگر ملاقات ہوگئی تو وہ اس ملاقات کو نعمت غیر مترقبہ سمجھے گا کہ دوست سے اچانک ملاقات ہوگئی۔ حدیث شریف میں یہ دُعاء آتی ہے کہ یا اللہ! میں ''نعمت غیر مترقبہ'' طلب کرتا ہوں، اور ناگہانی آفت سے پناہ مانگتا ہوں...... کیونکہ اگر نعمت اچانک مل جائے جس کا وہم وگمان بھی نہ ہو تو سرور اور خوشی زیادہ ہوتی ہے، خدانخواستہ اگر اچانک کوئی مصیبت آجائے تو اس کا صدمہ اور اس کا احساس زیادہ ہوتا ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا اچانک آجانا:

ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اچانک مجلس میں تشریف لے آئے ایک دوست نے زور سے کہا کہ: سبحان اللہ، نعمت غیر مترقبہ ہے، یہ سن کر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ معلوم نہیں کہ نعمتِ غیر مترقبہ ہے، یا آفت ناگہانی ہے، جو چاہو کہہ لو...... جس کو محبت ہوگی وہ اس اچانک آنے کو ''نعمت غیر مترقبہ'' کہے گا اور جس کو **نفرت ہوگی** وہ اس کو ''آفت ناگہانی'' کہے گا کہ یہ کہاں سے اچانک مصیبت آگئی۔

حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا اچانک آنا:

حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی ملتان سے

کراچی تشریف لاتے تو یہاں ضرور تشریف لاتے، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ کراچی تشریف لائے ہوں اور یہاں نہ آئے ہوں، اور پھر جب بھی آتے تو بغیر اطلاع کے اچانک تشریف لاتے۔ عموماً عصر کے بعد ہم مسجد میں ایسے بیٹھے ہوئے ہیں، باتیں ہو رہی ہیں اور اچانک نظر پڑی کہ مولانا تشریف لا رہے ہیں۔ اس وقت کتنی خوشی ہوتی تھی۔ بہر حال محبت کا اصول یہ ہے کہ بغیر بتائے ہوئے محبت کے حقوق اداء کیجیے۔ اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے اور زیادہ محبت بڑھتی ہے۔

جانے کی بجائے فون سے کام لے لیں:

البتہ کسی کام سے دوسرے کے پاس جانا ہو تو وقت لے کر اور اطلاع دے کر پھر جائیں۔ بغیر اطلاع کے جانے سے خود بھی اذیت اور تکلیف میں مبتلا ہوں گے اور دوسرے کو بھی تکلیف میں مبتلا کریں گے۔ پیسے کا بھی نقصان، وقت کا بھی نقصان اور مشقت اور تکلیف اور پریشانی الگ ہوگی۔ بلکہ اگر ٹیلی فون کے ذریعہ کام ہو سکتا ہے تو جانے کی تکلیف بھی مت کیجیے اور اگر خط کے ذریعہ کام ہو سکتا ہے تو ٹیلی فون بھی استعمال نہ کیجیے۔

ٹیلی فون کی بجائے خط کے ذریعہ کام لیں:

اگر انسان میں عقل ہو تو اس کو بات سمجھانی نہیں پڑتی کیونکہ جب عقل صحیح ہوتی ہے تو وہ عین شریعت کے مطابق ہوتی ہے، اس لیے میں کہتا ہوں کہ اگر خط کے ذریعہ کام چل سکتا ہو تو ٹیلی فون استعمال نہ کیجیے۔ یہ بات اس وقت سمجھ میں آئے گی جب آپ دونوں کے درمیان موازنہ کریں گے۔ مثلاً آپ نے خط لکھا، وہ خط اس شخص کے گھر میں پہنچ گیا۔ وہ شخص اس وقت گھر میں موجود نہیں۔ یا وہ شخص اس وقت کسی کام میں مشغول ہے، مثلاً وہ نماز پڑھ رہا ہے، یا سو رہا ہے، یا کھانے پینے میں مشغول ہے، یا کسی اور کام

میں مشغول ہے، لیکن بہر صورت خط اس کے پاس پہنچ گیا، جب اس کو اس کام سے فرصت ہوگی وہ اطمینان سے اس کو پڑھ لے گا۔

فون کرنے کے نقصانات:

لیکن اگر آپ نے اس کو ٹیلی فون کیا اور وہ گھر پر موجود نہیں تھا تو آپ کا ٹیلی فون ضائع گیا، اب یہ ہے کہ اس کے لیے ''میسج'' پیغام چھوڑو کہ ان صاحب کو یہ میسج دے دینا، اب ہوتا یہ ہے کہ جس کو فون پر میسج دیا وہ بھی بھول جاتا ہے۔ ایک مرتبہ میں نے ایک صاحب کو ٹیلی فون کیا وہ گھر پر نہیں تھے، میں نے کہا کہ اچھا ان کو بتا دینا کہ ''رشید احمد'' کا فون آیا تھا۔ میں نے اپنے نام کے ساتھ مفتی نہیں لگایا، دو تین روز گزر گئے، ان کا فون نہیں آیا تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ وہ ایسے آدمی تو نہیں ہیں۔ ان کو تو چاہیے تھا کہ جلدی سے مجھ سے بات کرتے۔ دو تین روز کے بعد یا تو ان کا ٹیلی فون آیا یا میں نے کیا تو ان سے میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ آپ کو پیغام نہیں ملا؟ انہوں نے بتایا کہ مجھے یہ پیغام ملا تھا کہ: ''مسٹر رشید احمد'' بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ میرے جاننے والوں میں ''مسٹر رشید احمد'' تو کوئی نہیں ہے، بہت سوچتا رہا لیکن بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اس واقعہ کے بعد سے میں نے اپنے نام کے ساتھ ''مفتی'' لگانا ضروری سمجھ لیا ہے، تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو کیونکہ اگر ویسے ہی صرف نام بتا دیتا ہوں تو لوگ ''مسٹر'' ہی سمجھتے ہیں اس لیے کہ دنیا میں مسٹر زیادہ ہیں مولوی اور مفتی کم ہیں اس لیے اگر کوئی ''رشید'' بتائے گا تو ''مسٹر رشید'' ہی ان کی زبان پر آئے گا۔ دل میں بھی ''مسٹر'' ہی جائے گا۔

بہر حال ٹیلی فون کرنے میں ایک یہ نقصان ہوتا ہے کہ ان کو اطلاع ہی نہیں ہوتی۔ جبکہ خط میں یہ دونوں فائدے موجود ہیں، ایک یہ کہ وہ خط مکتوب الیہ کو ضرور ملے گا، اگر اس وقت نہیں ملا تو دو چار گھنٹوں کے بعد مل جائے گا۔

ٹیلی فون کے ذریعہ دوسرے کو تکلیف:

دوسرا فرق یہ ہے کہ جس وقت آپ نے ان کو ٹیلی فون کیا، اس وقت وہ صاحب موجود تھے، اور انہوں نے آپ سے بات بھی کر لی، ہوسکتا ہے کہ ان کو اس وقت کسی کام کی جلدی ہو اور ان کا دماغ اس وقت حاضر نہ ہو لیکن آپ کے فون آنے کی وجہ سے ان کو وہ کام چھوڑنا پڑا، اور آپ کا فون سننا پڑا۔ جس کی وجہ سے ان کو تکلیف ہوئی اور اس تکلیف کا سبب آپ بنے، مثلاً اس کو پیشاب کی حاجت ہے اور عین وقت میں آپ کا ٹیلی فون آ گیا۔ اب وہ اس انتظار میں ہے کہ جلدی سے بات ختم ہو تو بیت الخلاء جاؤں یا نماز کا اور جماعت کا وقت ہے، اس وقت آپ کا فون آ گیا، اب یا تو آپ سے معذرت کرے کہ ابھی جماعت کا وقت ہے، بعد میں فون کرنا، یا جماعت کی نماز چھوڑ کر آپ کا فون سنے، خط کے اندر یہ باتیں نہیں ہیں، اس لیے کہ خط کے پہنچنے کے بعد یہ ضروری نہیں ہوتا کہ فوراً اس کو کھولا جائے اور فوراً اس کو پڑھا جائے بلکہ اطمینان سے جب فرصت ہو اس کو کھول کر پڑھ لیں۔

ٹیلی فون کی وجہ سے کھانا چھوڑا:

ٹیلی فون میں اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ جس کو آپ نے فون کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ابھی کھانا کھا رہا ہے اور ٹیلی فون سننے کے لیے کھانا چھوڑ کر آنا پڑتا ہے، خط میں یہ تکلیف بھی نہیں۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ بعض اوقات ٹیلی فون پر آپ جو بات کرنا چاہتے ہیں وہ اتنی اہم اور ضروری ہوتی ہے کہ اس پر کچھ غور کرنا پڑتا ہے اور سوچ کر جواب دینا ہوتا ہے، ٹیلی فون پر سوچنے کا وقت اور موقع نہیں ہوتا۔ بلکہ فوراً جواب دینا ہوتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات ٹیلی فون بند کرنے کے بعد خیال آتا ہے کہ یہ بات اس طرح

کہنی چاہیے تھی اور فلاں بات کہنی تھی، وہ تو کہی نہیں اور اگر خط سامنے ہوگا تو اطمینان سے اس کو پڑھ کر سوچ کر غور و فکر کے بعد پورے طور پر صحیح جواب لکھے گا۔

ٹیلی فون پر بات غلط سمجھنے کا احتمال:

چوتھا فرق یہ ہے کہ ٹیلی فون پر کسی نے آپ سے کچھ پوچھا تو ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس کی بات پورے طور پر سمجھی نہ ہو اور جواب دے دیا ہو، جس کے اندر غلطی کا احتمال موجود ہے اور اگر خط سامنے ہوگا تو اس کو بار بار پڑھ کر سمجھنا آسان ہے اور اچھی طرح سمجھنے کے بعد اس کا جواب لکھا جائے گا۔

ٹیلی فون پر مسئلہ بتانے میں خطرہ:

پانچواں فرق یہ ہے کہ اگر ٹیلی فون پر کسی نے کوئی شرعی مسئلہ پوچھا، اور آپ نے جواب دے دیا بعد میں اس نے کہا کہ میں نے تو اس طرح کہا تھا، اب یا تو اس کے کہنے میں غلطی ہوگئی، یا آپ کے سمجھنے میں غلطی ہوگئی؟ یا اس نے جان بوجھ کر بعد میں اپنا بیان بدل دیا۔ لیکن اگر اس کا سوال لکھا ہوا سامنے موجود ہوگا تو وہ اس کو بدل نہیں سکتا۔

فتویٰ دینے کا اُصول:

اسی وجہ سے فتویٰ کا اُصول یہ ہے کہ جس کاغذ پر سوال ہو جواب بھی اسی کاغذ پر ہو، یا اسی کاغذ سے شروع ہو۔ بقیہ جواب دوسرے کاغذ پر چلا جائے تو کچھ حرج نہیں، کم از کم جواب اسی کاغذ سے شروع ہو جس کاغذ پر سوال ہے کیونکہ اگر جواب اس کاغذ سے شروع نہیں ہوگا تو ہوسکتا ہے کہ وہ شخص اس سوال کی جگہ دوسرا سوال لگادے اور پھر یہ کیسے پتا چلے گا کہ آپ نے جو جواب لکھا تھا اس کا سوال کیا تھا؟ یہ اسی وقت پتا چلے گا کہ جب اسی کاغذ پر جواب لکھا جائے جس پر سوال ہو۔ تحریری سوال میں یہ فائدہ ہے۔

خط اور ٹیلی فون میں موازنہ:

حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جن کی ناظم آباد نمبر ۴ میں رہائش تھی، ان کے یہاں ٹیلی فون بھی موجود تھا مگر جب ان کو مجھ سے کوئی بات پوچھنی ہوتی تو وہ مجھ کو خط لکھتے تھے اور پھر ہم بھی ان کو خط کے ذریعہ جواب دیتے تھے۔ حالانکہ ان کی رہائش یہاں سے بہت قریب تھی۔ اب یہ دیکھیے کہ ناظم آباد نمبر ۴ سے خط روانہ ہو رہا ہے اور ناظم آباد نمبر ۴ ہی میں وصول ہو رہا ہے۔ فرماتے تھے کہ اگر میں ٹیلی فون کروں اور اس وقت آپ کسی کام میں مشغول ہوں اس کام کو چھوڑ کر ٹیلی فون سننے کے لیے آئیں یا میں پیغام چھوڑ دوں، پھر اس کے جواب میں آپ ٹیلی فون کریں، میں اس وقت ٹیلی فون پر موجود نہ ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ نے خط کی نعمت عطاء فرمائی ہے، گھر بیٹھے بیٹھے اطمینان سے جو فارغ وقت ہو اس میں دماغ کو حاضر کر کے خط لکھیے۔ اگرچہ جواب میں کچھ دیر تو ہو جائے گی لیکن اطمینان کی بات تو ہو جائے گی۔

ٹیلی فون پر خرچ زیادہ خط میں کم:

چھٹا فرق یہ ہے کہ ٹیلی فون پر پیسا زیادہ خرچ ہوتا ہے، خط پر پیسے کم خرچ ہوتے ہیں، اور ضائع بھی نہیں جاتے جبکہ ٹیلی فون پر پیسے بعض مرتبہ ضائع بھی ہو جاتے ہیں کیونکہ اس کا بھی امکان ہے کہ آپ کو کئی بار ٹیلی فون کرنا پڑے تب جا کر بات ہو۔

صرف ضرورت کے وقت فون کریں:

البتہ اگر خط سے کام نہیں چل سکا یا خط تو لکھ دیا لیکن جواب میں تاخیر ہوگئی، اور آپ کو جواب کی جلدی ضرورت ہے یا یہ کہ کسی سے ایسی محبت ہے کہ اس کی آواز سننے کو بھی جی چاہتا ہے، یہ بھی ضرورت میں داخل ہے لیکن بے کار محبت نہیں کرنی چاہیے اور طالب علم دین کو تو کسی سے محبت ہی نہیں کرنی چاہیے۔

کبھی ذاتی مقصد سے فون نہیں کیا:

میں سوچتا ہوں کہ میں نے کبھی کسی کو اپنے ذاتی مقصد کے لیے ٹیلی فون کیا یا نہیں تو مجھے یاد نہیں آتا کہ میں نے کبھی کسی کو ٹیلی فون کیا ہو اس لیے کہ دنیا میں کوئی ہمارا ہے ہی نہیں جس کو ٹیلی فون کروں۔ اولاً تو لوگ خود ہی اپنے مقاصد کے لیے ٹیلی فون کرتے ہیں کچھ لوگ اپنے مسائل کے لیے ٹیلی فون کرتے ہیں۔ اب اگر میں ٹیلی فون کروں گا تو وہ کسی دینی مسئلے ہی کی خاطر یا دینی مصلحت کی خاطر کروں گا۔ اپنا ذاتی کوئی مقصد ہوتا ہی نہیں۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ہمارا ہے ہی نہیں۔ کیونکہ کسی سے دنیاوی تعلق ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی بنا دیا ہے ورنہ دوسرے حضرات کے تو بڑے تعلقات ہوتے ہیں ایک دوسرے کو ٹیلی فون کرتے ہیں بڑی خط و کتابت ہوتی ہے، بڑی دعوتیں ہوتی ہیں۔ ہمیں تو ان کاموں سے بڑی وحشت ہوتی ہے کہ کیوں ان کاموں کے اندر وقت ضائع کریں وقت کی قدر کرنی چاہیے۔

پہلے خط، پھر فون پھر ملاقات:

بہر حال پہلے درجے میں خط کے ذریعہ کام لیجیے اگر اس ذریعہ سے کام نہ ہو سکے تو پھر دوسرے درجے میں ٹیلی فون سے کام لیجیے۔ البتہ اگر ان طریقوں سے کام نہ چل سکے تو پھر تیسرے درجے میں ملاقات کر کے کام کرائیں۔ یہ ملاقات انتہائی مجبوری کی حالت میں کریں، اور ملاقات کے لیے جانے سے پہلے وقت لے لیں اور اطلاع کریں، پھر ملاقات کے لیے جائیے۔ کیونکہ اگر پہلے سے اطلاع نہیں کی اور آپ ملاقات کے لیے چلے گئے وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ صاحب موجود نہیں ہیں وہ تو حج پر تشریف لے گئے ہیں آپ نے ان سے ملاقات کے لیے اسلام آباد سے کراچی کا سفر کیا تھا، اور آپ کا کام صرف یہ تھا کہ آپ کو تعویذ لینا تھا آپ نے اتنا لمبا سفر کر کے کتنی بڑی

حماقت کی، پیسا بھی ضائع کیا، محنت اور مشقت برداشت کی، پریشان بھی ہوئے، اور کام بھی نہیں بنا۔ حالانکہ اسلام آباد میں بیٹھے بیٹھے خط کے ذریعہ تعویذ منگوا سکتے تھے جو کام خط کے ذریعہ ہوسکتا تھا اس کے لیے سفر کیوں کیا؟ کیوں پیسا برباد کیا؟ کیوں محنت اور مشقت برداشت کی؟

ڈاک کے ذریعہ تعویذ منگوانا:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی خانقاہ میں اُصول بنا رکھے تھے، بڑا ہسپتال تو وہی تھا، یہ ہسپتال اس کے ماتحت ہے۔ اس لیے ہم نے وہیں سے یہ اُصول حاصل کیے ہیں۔ چنانچہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی شخص دوسرے شہر سے صرف تعویذ کے لیے آتا تو آپ فرماتے کہ واپس اپنے گھر جاؤ اور وہاں سے خط میں لکھنا کہ مجھے فلاں چیز کا تعویذ چاہیے۔ ہم خط کے ذریعہ تعویذ بھیج دیں گے، کوئی دوسرا شخص حضرتِ والا سے اگر یہ کہتا کہ حضرت! اب تو یہ شخص آ ہی گیا ہے اب تو دے ہی دیا جائے، حضرتِ والا فرماتے کہ اگر میں نے اب تعویذ دے دیا تو یہ شخص آئندہ بھی آتا ہی رہے گا اور دوسروں کو بتائے گا کہ دوسرے شہر سے آنے والوں کو تعویذ دینے کا قانون تو نہیں ہے لیکن جو شخص وہاں پہنچ جاتا ہے اس کی رعایت ہوجاتی ہے۔ ان کی اصلاح کی صورت یہی ہے کہ یہ واپس جائیں اور وہاں سے خط کے ذریعہ تعویذ منگوائیں۔ ایک مرتبہ جب اس کے ساتھ یہ معاملہ ہوجائے گا تو یہ سب کو بتائے گا کہ ارے میاں! ہرگز وہاں مت جانا، بس ڈاک سے تعویذ منگوالو۔ اس طرح وہ دوسروں کو بھی تبلیغ کرے گا۔ سب کی اصلاح ہوجائے گی۔ جب ان اُصولوں کی رعایت نہیں رکھی جاتی تو پیسا بھی ضائع ہوتا ہے وقت بھی ضائع ہوتا ہے، محنت اور مشقت علیحدہ ہوتی ہے اور کام پھر بھی نہیں ہوتا۔

معلومات کیے بغیر سفر کے نقصانات:

بعض اوقات جب انسان بغیر تحقیق کے کسی کام کے لیے چل پڑتا ہے تو وہاں پہنچنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جس کام کے لیے ہم آئے ہیں وہ کام یہاں ہوتا ہی نہیں، اب دور دراز کا سفر کیا۔ وقت اور پیسا برباد کیا اور ساری محنت ضائع گئی...... بعض مرتبہ وہاں پہنچنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جس کام کے لیے ہم آئے ہیں، وہ کام یہاں ہوتا تو ہے لیکن اس کے کچھ قواعد وضوابط اور کچھ شرائط ہیں۔ آپ کے اندر وہ شرائط نہیں پائی جا رہی ہیں۔ اس لیے آپ کا کام یہاں نہیں ہوگا۔ اس صورت میں وقت اور پیسا بھی ضائع ہوا، محنت اور مشقت الگ اُٹھائی...... بعض مرتبہ وہاں پہنچنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس کام کے لیے فلاں دن اور فلاں وقت مقرر ہے اور یہ شخص کئی دن پہلے وہاں پہنچ گیا اب اتنے دن کہاں گزارے؟ اللہ تعالیٰ نے عقل عطاء فرمائی ہے، ہر کام سے پہلے انسان کو سوچ سمجھ کر وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے جس میں نہ اپنے آپ کو تکلیف ہو نہ پیسا ضائع ہو نہ وقت ضائع ہو نہ محنت ضائع ہو اور نہ دوسرے کو تکلیف ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان آداب کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علٰی عبدک ورسولک محمد
وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین والحمدللّٰہ رب العٰلمین.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰى تَحَابُّوا

جبتک ایمان نہ لاؤ گے
جنت میں داخل نہیں ہوسکتے ، اور
ایمان دار نہیں بن سکتے جبتک آپس میں محبت نہ کرو گے ۔
(صحیح مسلم)

بعض غلطیوں کی اصلاح

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: بعض غلطیوں کی اصلاح

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

بعض غلطیوں کی اصلاح

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْهِ
وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ
فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى
اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ.
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

بری عادت چھوڑنا مشکل ہوتا ہے:

دو باتیں ہیں۔ البتہ دونوں کی نوعیت ایک ہی ہے، وہ یہ کہ جب انسان کو کوئی عادت پڑ جاتی ہے تو اس کا چھوٹنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ خاص طور پر بری عادت، اچھی عادت جلدی چھوٹ جاتی ہے، لیکن بری اگر پڑ جائے تو وہ بہت مشکل سے چھوٹتی ہے۔ اگر دِل میں فکرِ آخرت ہو، اور دین کی اہمیت ہو تو پھر تو چھوٹ جاتی ہے۔ ورنہ بہت مشکل ہے۔

نماز میں ہاتھوں کو حرکت دینا:

اس کی دو مثالیں ہمیشہ سامنے رہتی ہیں، اور ان کے بارے میں ہمیشہ کہتا رہتا ہوں

اور ان کو چھوڑنے کے کئی علاج بھی بتاتا رہتا ہوں۔ اس کے باوجود وہ نہیں چھوٹتیں۔ ان میں سے ایک ''نماز میں ہاتھ ہلانے کا مرض ہے'' جو لوگ پرانے ہیں وہ تو سنتے رہتے ہیں کہ اس مرض کے بارے میں کتنا کہتا رہتا ہوں، کئی سال کہتے کہتے گزر گئے، اور ہم بڈھے ہوگئے۔ اور ہم قبر میں چلے جائیں گے، مگر یہ لوگ ہاتھ ہلانا نہیں چھوڑیں گے..... کمال یہ ہے کہ اگر نماز کے بعد ان سے پوچھیں کہ آپ نے نماز میں ہاتھ ہلایا؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے تو نہیں ہلایا، بات دراصل یہ ہے کہ جب انسان کو کسی کام کی عادت پڑ جاتی ہے تو وہ کام انسان سے آٹومیٹک طریقے سے صادر ہوتا رہتا ہے، اور اس کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ مجھ سے یہ کام ہوا بھی ہے یا نہیں ہوا..... نماز میں ہاتھ ہلانے کا اتنا سخت مرض ہے۔

اس مرض کا ایک علاج:

اس مرض کا میں نے کئی بار یہ نسخہ بتایا ہے، وہ یہ کہ گھر میں دو رکعت نفل پڑھیں کسی کو اپنے پاس بٹھالیں، اور اس کے سامنے نماز پڑھیں۔ اور اس سے یہ کہیں کہ مجھے دیکھتے رہو کہ میں ہاتھ ہلاتا ہوں یا نہیں؟ اگر سلام کے بعد وہ بتائے کہ نماز میں تم نے ہاتھ ہلایا تھا تو دو رکعت نفل اور پڑھیں۔ پھر اگر سلام کے بعد وہ بتائے کہ تم نے ہاتھ ہلایا تھا تو دو رکعت اور پڑھیں۔ پھر اگر سلام کے بعد وہ بتائے کہ آپ نے ہاتھ ہلایا تھا تو دو رکعت اور پڑھیں۔ اس طرح بار بار کرتے رہیں۔ اور اس وقت نفل پڑھنا چھوڑیں جب آپ کی دو رکعت بغیر حرکت کے ادا ہو جائیں۔ کئی دن تک ایسا کریں، ان شاء اللہ یہ مرض چھوٹ جائے گا۔

اس مرض کا دوسرا علاج:

اگر زیادہ ہمت ہو تو ایسا کریں کہ دو رکعت نفل پڑھتے وقت جس کو اپنے پاس

بٹھائیں اس سے یہ کہہ دیں کہ اگر میں ایک بار ہاتھ ہلاؤں تو جانے دیجیے، اور جب میں دوسری مرتبہ ہاتھ ہلاؤں تو اٹھ کر میرا کان کھینچ دینا، اور اتنی زور سے مت کھینچنا کہ نماز ٹوٹ جائے، بس اس طرح کھینچنا کہ ذرا سا درد ہو، تھوڑا سا مروڑ دینا، شاید ایسا کرنے سے سدھر جائیں...... مجھے تو یہ خیال ہو رہا ہے کہ جب میں دنیا سے رخصت ہوں گا تو شاید سب سے بڑا درد میرے دل میں یہ رہے گا کہ آج کا مسلمان نماز میں ہاتھ ہلانا نہیں چھوڑے گا، یہ درد شاید میرے ساتھ ہی جائے گا۔ اللہ کرے کہ اس وقت سے پہلے کم از کم اس مسجد میں تمام نمازی ہاتھ ہلانا چھوڑ دیں، یہ چھوٹی سی مسجد ہے، تھوڑے سے لوگ ہیں، خاص طور پر پہلی دوسری صف میں تھوڑے لوگ ہوتے ہیں، اور یہ وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ آتے ہیں۔ اگر یہی لوگ ہاتھ ہلانا نہیں چھوڑیں گے تو باقی لوگوں سے کیا توقع رکھی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس قوم کی حالت پر رحم کرے۔

لفظ ''اللہ'' پر مد پڑھنا:

دوسری بات یہ ہے کہ کتنی بار سمجھایا ہے کہ لفظ ''اللہ'' پر مد نہیں ہے۔ اگر آپ قاری نہیں ہیں، تجوید نہیں جانتے ہیں، اور کسی قاری صاحب سے قرآن کریم صحیح نہیں کیا ہے تو کم از کم یہ کرلیں کہ قرآن کریم کھول کر دیکھ لیں کہ کسی جگہ پر لفظ ''اللہ'' پر مد ہے؟ قرآن کریم میں جتنی جگہوں پر لفظ ''اللہ'' آیا ہے کہیں بھی لفظ ''اللہ'' پر مد نہیں ہے...... اسی طرح لفظ ''الٰہ'' پر بھی مد نہیں ہے۔ لیکن آج کل کے مؤذن لوگ دونوں لفظوں کو مد کے ساتھ کھینچتے ہوئے پڑھتے ہیں...... یہاں تو بار بار کہتے کہتے اتنی درستی آگئی کہ دو تین الف کی مقدار تک کھینچتے ہیں۔ زیادہ نہیں کھینچتے، مگر کھینچنا نہیں چھوڑتے، آج بھی جب میں نے عصر کی اذان سنی تو لفظ ''اللہ'' پر بھی مؤذن نے مد کھینچی اور لفظ ''الٰہ'' پر بھی مد کھینچی، حالانکہ دونوں میں سے کسی پر بھی مد نہیں ہے، اس کے بارے میں ایک دوسرے کو بتایا کریں اور جب مؤذن اذان دے تو سب لوگ توجہ سے سنا کریں۔

اذان سننا اور اس کا جواب دینا:

ایک مرض یہ ہے کہ لوگ نہ تو اذان سنتے ہیں، اور نہ اذان کا جواب دیتے ہیں، اور نہ ہی اذان کے بعد کی دُعاء پڑھتے ہیں، یہ مرض عوام اور خواص سب کے اندر پایا جارہا ہے، یہ سمجھتے ہی نہیں کہ ہمارے ذمے اذان سننا بھی ہے...... اب تو تلاش کرنے سے بھی ایسے لوگ نہیں ملتے، لیکن میں نے کسی زمانے میں یہ دیکھا ہے کہ عورتیں گھر کے کام کاج میں مشغول ہیں۔ لیکن جیسے ہی اذان کی آواز کان پر پڑتی تو کام سے رُک جاتیں اور اہتمام سے اذان کو سنتیں...... اس زمانے میں بے پردہ عورتیں بھی سر پر دوپٹہ رکھتی تھیں، اور اگر کبھی سر پر دوپٹہ نہیں ہوتا تو اذان کی آواز سُن کر فوراً دوپٹہ سر پر رکھ لیتی تھیں...... بعض کاشت کاروں کو دیکھا کہ سر پر گھاس کا گٹھہ اٹھا کر لے جارہے ہیں، جو کافی وزنی ہوتا، لیکن جب اذان کی آواز سنتے تو وہیں رک جاتے۔ اسی بوجھ کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ جب اذان ختم ہوتی پھر آگے چلتے۔ آج اگر چراغ لے کر بھی ایسے لوگوں کو تلاش کریں گے تو کوئی نہیں ملے گا۔ زمانے سے برکت اُٹھ گئی۔ اسی لیے طرح طرح کی مصیبتیں اور آفات اور عذاب ہم پر آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت باقی نہیں رہی۔

کس اذان کا جواب دیا جائے؟

بعض اوقات یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج کل تو مسجدیں بہت ساری ہیں اور قریب قریب ہیں۔ ان کی اذان کی آوازیں مسلسل کافی دیر آتی رہتی ہیں تو کیا تمام مساجد کی اذانوں کو سنا جائے، اور ان کا جواب دیا جائے۔ یا کسی کو متعین کرلیں......؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس مسجد سے اذان کی آواز سب سے پہلے آئے اس کا حق بنتا ہے کہ اس کا جواب دے دیا جائے تو سب کا جواب دینے کا حق اداء ہوجائے گا۔ لہٰذا پہلی اذان کو توجہ سے سنیں اس کا جواب دیں۔ اور اس کے بعد دُعاء کریں۔

الف اور مدّ کی مقدار:

ایک بات عوام کے سمجھنے کی ہے، وہ یہ کہ ''الف'' کتنا لمبا ہوتا ہے؟ ''الف'' کی لمبائی بس اتنی ہوتی ہے کہ جتنی کہ انگلی کے کھولنے یا بند کرنے میں جتنا وقت صرف ہو، بس جتنی دیر میں بند انگلی کھل جائے وہ ایک الف کی مقدار ہے، لفظ ''اللہ'' میں ایک الف ہے، لہٰذا لفظ ''اللہ'' کو ایک الف کی مقدار تک کھینچیں ایک الف سے زیادہ کھینچنا غلط ہے...... مدّ کی مقدار یا تو تین الف ہوتی ہے، یا پانچ الف ہوتی ہے، اور بعض حضرات نے سات الف تک گنجائش دی ہے، جیسا کہ میں نے بتایا کہ لفظ ''اللہ'' پر مدّ نہیں ہے، لہٰذا اس کو ایک الف سے زیادہ نہیں کھینچنا چاہیے۔

حجرِ اسود کے سامنے والے خط کی درستی:

اللہ تعالیٰ کے مجھ پر بہت بڑے کرم ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ حجرِ اسود کے سامنے جو سرخ خط ہے۔ وہ صحیح موقع پر نہیں تھا، جہاں ہونا چاہیے وہاں نہیں تھا۔ بلکہ ایک طرف کو ہٹا ہوا تھا۔ میں نے یہ سوچا کہ اگر میں اس کو صحیح کرانے کی کوشش کرتا ہوں تو خود ہی پکڑا جاؤں گا۔ کیونکہ وہاں رعایت کسی کی نہیں ہے، وہاں کے بڑے بڑے علماء سے غائبانہ تعارف ہے، اگرچہ میں وہاں کسی سے ملتا نہیں ہوں، ایک مرتبہ ''امیر کلیة اللغة'' یہاں آگئے، ملاقات ہوگئی۔ تعارف ہوا، اس کے بعد پھر جب میرا وہاں جانا ہوا تو وہاں ملاقات ہوئی تو انہوں نے میری دعوت کی۔ ایک بار تو میں نے ان کے کھانے کی دعوت قبول کرلی، دوسری مرتبہ جب دعوت دی تو میں نے معذرت کرلی، اور ان سے کہا کہ آپ یہاں حرم میں ہی آکر ملاقات کرلیا کریں...... بہرحال ان سے تعارف ہوگیا لیکن وہاں پر تعارف ہونا بھی کافی نہیں ہے، وہاں چاہے کسی شخص سے کتنا بھی تعارف ہو۔ لیکن اگر کوئی دین کی بات جو ان کے خیال کے خلاف ہو جائے تو اس کو

چھوڑتے نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مدد دیکھیے:

میں دیکھ رہا تھا کہ حجرِ اسود کے سامنے یہ خط ٹیڑھا ہے، لیکن کسی سے کیسے کہوں، اور کیوں خواہ مخواہ مصیبت میں پڑوں۔ البتہ میں نے اتنا کام کیا کہ اپنے خاص خاص لوگوں کو بتاتا رہا کہ یہ خط سیدھا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح مدد فرمائی کہ ایک پاکستانی انجینئر جو وہاں میری مجلس میں آکر بیٹھا کرتے تھے، جب انہوں نے میری یہ بات سنی تو کہا کہ میں کوشش کرتا ہوں۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے، ضرور کریں، اللہ تعالیٰ کامیاب فرمادے۔ چنانچہ دو تین عرب انجینئر جو ان کے ساتھ کام کرتے تھے، ان کو میرے پاس لے آئے، میں نے ان کو مسجد حرام میں بیٹھ کر سمجھایا کہ یہ خط اس طرح ہونا چاہیے، یہ بات ان کی سمجھ میں آگئی، چنانچہ ان عرب انجینئروں نے بات اوپر چلائی۔ اور بات چلتے چلتے وہ بات شاہ فیصل تک پہنچی، اس سے نیچے یہ کام نہیں ہوسکا۔ جتنے مشائخ ہیں، وہ سب مل کر شاہ فیصل کے پاس گئے، اور جاکر ان کو بتایا کہ یہ مسئلہ ہے اور ہم نے خود حرم میں جاکر یہ دیکھا ہے کہ وہ خط ٹیڑھا ہے۔ شاہ فیصل نے ان سے کہا کہ یہ خط اتنے سالوں سے لگا ہوا ہے۔ اس سے پہلے آپ لوگوں کو ہوش کیوں نہیں آیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ حکومت ترکیہ کے زمانے سے چلا آرہا ہے، کسی نے خیال نہیں کیا۔ اب خیال آگیا تو انجینئروں نے بھی دیکھ لیا اور ہم لوگوں نے بھی دیکھ لیا کہ یہ خط صحیح نہیں ہے، چنانچہ اس نے اس کو صحیح کرنے کی اجازت دے دی...... جب بادشاہ کی طرف سے اجازت ملی تب وہ خط صحیح ہوا...... یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، اس میں میرا کوئی کمال نہیں، بس اللہ تعالیٰ نے کام لے لیا۔

لفظ ‘‘مکہ’’ کی درستی:

دوسری بات یہ ہے کہ عرب لوگ لفظ ‘‘مکہ’’ کو انگلش میں ‘‘میکہ’’ "MECCA"

لکھا کرتے تھے، جامعہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ کے ایک استاذ کا مجھ سے تعلق ہے، انہوں نے ایک مرتبہ مجھے اپنے پیڈ پر خط لکھا، وہ پیڈ چھپا ہوا تھا۔ اس پر بھی یہ لکھا ہوا تھا ''جامعہ ام القریٰ، میکہ'' میں نے لفظ میکہ کو کاٹ کر خط کھینچ کر اس کے سامنے انگلش میں لفظ ''مَکَّہ'' "MAKKAH" لکھ دیا۔ بس اور کچھ نہیں کہا۔ نہ اس پر تبلیغ کی۔ نہ تفصیل بیان کی۔ جب وہ خط ان کے پاس پہنچا تو وہ خط لے کر ''رئیس الجامعۃ'' کے پاس گئے، جو جامعہ ام القریٰ کے رئیس اور بڑے تھے۔ ان کو جا کر بتایا...... صحیح بات ہو تو انسان کی عقل میں آ ہی جاتی ہے۔ اگر عقل بھی صحیح ہو...... انہوں نے بہت تعجب سے بار بار کہا: ''ایش مِیکہ، ایش مِیکہ، '' یہ ''مِیکہ'' کیا ہے؟ یہ کہاں سے آیا؟ انہوں نے فوراً حکم دیا کہ جامعہ کے جتنے پیڈ ہیں، جن پر لفظ ''مِیکہ'' لکھا ہے ان سب کو ختم کیا جائے۔ اسی طرح راستوں میں سڑکوں پر جگہ جگہ جتنے بورڈ ہیں بلکہ پورے سعودی عرب میں شاہراہوں پر جہاں جہاں ''میکہ'' لکھا ہوا ہے ان سب کو ختم کیا جائے۔ چنانچہ اس کے بعد جب جامعہ کے نئے پیڈ چھپے اور ان پر لفظ ''مَکَّہ'' کو درست کیا تو ان استاذ صاحب نے پھر مجھے خط لکھا کہ آپ کے توجہ دلانے سے اللہ تعالیٰ نے یہ کرم فرمایا کہ سب جگہوں پہ لفظ درست ہو گیا...... بعد میں ''رابطہ عالم اسلامی'' نے بھی اپنے رسالے میں اس کو درست لکھنے کے بارے میں مضمون لکھا، اور بعد میں یہ بھی پتا چلا کہ ''مِیکہ'' انگریزی میں شراب خانے کو کہتے ہیں، یہ سب انگریزوں کی شرارت ہے کہ مسلمانوں کے جو مذہبی نام ہیں، ان کو بگاڑ کر پیش کرتے ہیں۔

لفظ ''مدینۃ'' کی درستی:

اسی طرح ''مدینۃ'' کو ''مِدینۃ'' "MEDINA" لکھتے ہیں، حالانکہ صحیح لفظ ''مَدینۃ'' "MADINA" ہونا چاہیے۔ کتابوں میں جہاں دیکھو وہاں ایم (M) کے بعد اِی (E) لکھا ہوتا ہے...... اسی طرح لفظ ''احمد'' ہے، اس کو "E" کے ساتھ

"AHMED" لکھتے ہیں، یہ غلط ہے، صحیح لفظ اَحمد "AHMAD" ہے۔

بار بار کہنا چاہیے:

بہر حال وہاں سعودی عرب میں میرے جاننے والے علماء اور قاری صاحبان ہیں ان سے یہ کہتا رہتا ہوں کہ غلطیوں کی اصلاح کے لیے کچھ نہ کچھ بول دیا کرو، بلکہ اس طرح شوشے چھوڑ دیا کرو جس طرح میں چھوڑ دیتا ہوں ہو سکتا ہے کہ بار بار سننے کے بعد آہستہ آہستہ کسی کو عقل آ جائے، ورنہ کم از کم آپ حضرات تو اپنے فرض سے سبکدوش ہو جایا کریں۔ وہاں اذانیں کتنی غلط ہو رہی ہیں اور لفظ ''اللہ'' کو بہت زیادہ کھینچتے ہیں۔ جہاں کھینچنا ہے وہاں نہیں کھینچتے، اور جہاں کھینچنا نہیں، وہاں کھینچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اصلاح کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

وصل اللهم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد
وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللہ رب العالمین.

بچوں کی تربیت کیسے کریں؟

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: بچوں کی تربیت کیسے کریں؟

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

بچوں کی تربیت کیسے کریں؟

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖٓ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ○ (۶۶-۶)

دینی تربیت کے لیے اولاد پر لاٹھی برساتے رہو:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاترفع عنهم عصاک ادبا واخفهم فی اللّٰہ (احمد)

اولاد کو دین سکھانے اور دین دار بنانے کے لیے ان پر لاٹھی برساتے رہو اور انہیں

اللہ کے معاملے میں ڈراتے رہو۔ لاترفع، لاٹھی پڑتی رہے، اٹھاؤ مت! ''ادبا'' کے معنی ہیں ''دینی تربیت کے لیے'' ادب یہ ہے کہ دین دار بنے، اپنی اولاد کو اللہ کے بندے بنائیں۔ دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوڑا ایسی جگہ لٹکاؤ کہ گھر والے دیکھتے رہیں۔ (عبدالرزاق، طبرانی کبیر، سیوطی)

اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائیں جس نے اہل وعیال کی دینی تربیت کے لیے اپنے گھر میں کوڑا لٹکایا۔ (ابن عدی، مناوی، سیوطی)

جب بچے گھر میں داخل ہوں تو سب سے پہلے کوڑے پر نظر پڑے، گھر میں آتے جاتے کھیلتے کودتے کوڑا نظر آتا رہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بتا رہا ہوں۔

اللہ پر ایمان ہے تو احکام الٰہیہ سے غفلت کیوں؟

میں یہ تنبیہ کرتا رہتا ہوں کہ دن میں دو بار، ایک بار صبح، ایک بار شام سوچا کریں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے یا نہیں۔ ویسے تو سب جلدی سے کہہ دیں گے کہ ہاں ہاں ہمارا تو ایمان بہت پکا ہے، ہم تو پکے مومن ہیں، مگر اس کی کوئی کسوٹی، معیار، مقیاس الحرارۃ (تھرمامیٹر) بھی تو ہو۔ اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پکا ایمان ہے تو پھر انہوں نے جو احکام صادر فرمائے ہیں ان کی طرف توجہ کیوں نہیں جاتی؟ ابھی جو دو حدیثیں بتائی ہیں کیا ان کی طرف توجہ جاتی ہے؟ آج کے مسلمان کا خیال یہ ہے کہ حدیثیں گویا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے تھیں دوسروں کو ان پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔

میں نے یہاں ایک چھوٹا سا بچہ دیکھا جس کی شلوار ٹخنوں سے نیچے تھی چونکہ اس کے والدین خاص لوگوں میں سے ہیں اس لیے میں نے یہاں سے فون کروایا کہ آپ کے بچے کی شلوار ٹخنوں سے نیچے تھی ایسے کیوں ہوا؟ جواب ملا کہ بچہ چھوٹا ہے الاسٹک کا ازار

بند ہے، کھسک جاتا ہے، شلوار نیچے کو ڈھلک جاتی ہے۔ میں نے کہا کہ اس کا علاج تو بہت آسان ہے، بچے کو یہاں بھیجیں میں اس کی شلوار کو آدھی پنڈلی سے کاٹ دوں گا پھر کبھی بھی نہیں ڈھلکے گی۔ بھیجا ہی نہیں جب کچھ کرنا ہی نہ ہو تو ہزاروں آیات پڑھیں، حدیثیں پڑھ لیں، کچھ نہیں ہوتا۔ حضرت لقمان علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''والد کی مار اولاد کے لیے ایسی ہے جیسا کہ کھیتی کے لیے پانی۔'' (درمنثور)

آج کل تو لوگ یہی کہتے ہیں کہ نہیں نہیں مارومت، مارومت، اس طرح تو بچہ صحیح نہیں رہے گا بیٹا بیٹا کہتے رہو۔

میں نے بچوں کو مارنے کے بارے میں جو ارشادات نقل کیے ہیں ان کے مواقعِ استعمال اور طریقِ استعمال کی تفصیل آخر میں بتاؤں گا ان شاء اللہ تعالیٰ، ایسے ہی بلا سوچے سمجھے مار پٹائی نہ شروع کردیں۔

تربیت میں اعتدال:

اصلاحِ منکرات میں ایک بہت بڑی چیز اپنی اولاد کی اصلاح ہے۔ اس میں بھی اعتدال ہونا چاہیے، اعتدال کا اصل ہے حکمِ شریعت کا اتباع، اسی کا نام اعتدال ہے، اگر کوئی اپنا اعتدال قائم کرلے کہ یہ ہمارے ہاں اعتدال ہے تو وہ قابلِ قبول نہیں۔ یہ دیکھنا ہوگا کہ مالک کا حکم کیا ہے، اگر کوتاہی کرتا ہے اصلاح نہیں کرتا تو مجرم ہوگا اور اگر اصلاح کرتا ہے اور اس اصلاح میں ایسا جذبہ طاری ہوجاتا ہے، ایسا غصہ آجاتا ہے، ایسی غیرت وحمیت محسوس ہوتی ہے کہ شرعی حدود کی پابندی نہیں کرتا تو بھی مجرم ٹھہرے گا۔ اس لیے کہ یہ اپنا کام نہیں، کام تو مالک کا ہے۔ اپنی عزت کے خلاف کوئی چیز نظر آرہی ہے، اپنے مقام کے خلاف نظر آرہی ہے، اپنے دینی تصلّب اور مضبوطی کے خلاف کوئی چیز نظر آرہی ہے، یا یہ بھی خیال آسکتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اس کی اولاد کیسی ہے اور کیوں ان کی اصلاح نہیں کرتا، الغرض یہ باتیں سامنے آجائیں تو سوچنا چاہیے کہ میری

عزت کیا چیز ہے۔ اللہ کا حکم سامنے ہونا چاہیے کہ یہاں کیا حکم ہے۔ ہم تو حکم کے بندے ہیں، حکم پر عمل کرنے میں عزت رہے یا بے عزتی ہو کچھ بھی فرق نہیں پڑتا۔ صحیح دین یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کا تابع رہے، یہی مدنظر رہے کہ ان کا حکم کیا ہے۔

اولاد کی تربیت والد کی ذمہ داری:

اولاد کی تربیت کے بارے میں پہلے ایک مسئلہ سمجھ لیں جب تک اولاد نابالغ ہے، شریعت نے ان پر والد کو حاکم بنادیا ہے، ان کی تربیت اس پر لازم ہے کہ نرمی سختی سے حسب موقع کام لے، پٹائی کی ضرورت ہو تو پٹائی کرے، کسی ناجائز کام کی اجازت ہرگز نہ دے، پورے طور پر ان کی نگرانی کرے، شریعت نے اس کے ذمہ لگایا ہے، پٹائی کیسی کرنی چاہیے یہ بحث الگ ہے مگر بہر حال تصلب اسے کہتے ہیں کہ شریعت نے والد کو اولاد پر مسلط کردیا ہے وہ جبراً ان کی اصلاح کرے جب تک اولاد نابالغ ہے۔ جب بالغ ہوگئی تو شریعت نے اس کا اختیار ختم کردیا اب انہیں مارنا جائز نہیں، زبانی تفہیم اور دُعاء پر اکتفاء کرے۔

صحیح تربیت کا اثر:

بچوں کو محبت سے سمجھایا جائے تو وہ بہت جلدی اثر قبول کرتے ہیں، اپنے بچوں کی ایک دو مثالیں بتاتا ہوں:

بچوں میں تصویر مٹانے کا جذبہ:

ہمارے گھر میں اگر کوئی چیز تصویر والی آجاتی جیسے ماچس وغیرہ پر بعض دفعہ گھوڑے وغیرہ کی تصویر ہوتی ہے تو ہمارے بچے اس پر یوں لپکتے جیسے ایک چوہے پر تین چار بلیاں ٹوٹ پڑیں، ہر ایک کا تقاضا یہ کہ میں اسے نوچوں گا، میں نوچوں گا، چیز ایک ہے چھوٹی سی اور اس کی تصویر نوچنے کے لیے اس پر تین چار لپکے ہوئے ہیں، بچوں میں تصویر

مٹانے کا یہ جذبہ تھا۔

بچی نے مرغ کی گردن توڑ دی:

چھوٹی بچی جو تقریباً دو سال کی تھی اور بمشکل بولتی تھی، اسے ایک دفعہ بخار ہوا، قریب میں ایک ہومیو پیتھک ڈاکٹر تھے، میں اسے ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔ ان کی میز پر پلاسٹک کا مرغ رکھا ہوا تھا، بچی اسے دیکھنے لگی، ڈاکٹر نے سمجھا کہ شاید اس سے محبت ہے لینا چاہتی ہے، اس نے فوراً پکڑا دیا۔ میں نے سوچا ایک تو اتنی چھوٹی سی بچی ہے، گھر سے باہر ہے نیز اسے بخار بھی ہو رہا ہے اگر میں نے یہ مرغ اس سے چھین کر اس کی گردن توڑ دی اور بچی نے رونا چیخنا شروع کر دیا تو بڑی مشکل پڑے گی۔ سوچا گھر جا کر اس سے لے لوں گا۔ ڈاکٹر کے پاس سے جونہی الگ ہوئے تو وہ مجھ سے کہتی ہے ابا جی! اس کی گردن توڑ دوں، میں نے کہا ہاں بیٹی توڑ دو! اس نے وہیں توڑ دی۔ بہت مسرت ہوئی، یہ دیکھ رہی تھی گردن توڑنے کے لیے اور ڈاکٹر نے سمجھا کہ یہ محبت سے لینے کے لیے دیکھ رہی ہے جبکہ وہ اس لیے دیکھ رہی تھی کہ لوں اور گردن توڑ دوں۔

جائز ناجائز کی فکر:

بچوں کا یہ حال تھا کہ کھیلتے ہوئے کئی دفعہ ان کا اختلاف ہو جاتا کہ یہ کام جائز ہے یا ناجائز، جیسے مفتیوں کی جماعت ہو۔ جب میں کہتا کہ جائز ہے تو کرتے۔ ان کے یہ حالات دیکھ دیکھ کر بہت خوشی ہوتی تھی۔

آنکھوں کی ٹھنڈک:

قرآن مجید میں عباد الرحمٰن کی یہ دعاء ہے: **رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا○** (۲۵-۷۴)

یا اللہ! ہماری بیویوں اور اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔ آنکھوں کی

ٹھنڈک کے معنی کیا ہیں۔ اس کے معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائے کہ یا اللہ! یہ تیری اطاعت میں لگے رہیں اور میں انہیں جب تیری اطاعت میں دیکھوں تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی رہیں۔

اولاد کی تربیت میں تفویض:

اولاد جب تک نابالغ ہو اسے جبراً درست کرنے کوشش میں لگے رہنا فرض ہے لیکن بالغ اولاد اور اولاد کی اولاد اور اولاد کی بیویوں پر شریعت نے جبر کا اختیار نہیں دیا۔ بس تبلیغ کرتا ہے، کہتا رہے، ان کے غلط کاموں پر اظہارِ نفرت کرتا رہے، ناراضی کا اظہار کرتا رہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اولاد کی تربیت کے بارے میں زیادہ کوشش کی بجائے تفویض سے کام لینا چاہیے۔ اپنا قصہ بیان فرمایا کہ میرا بیٹا پڑھتا نہیں تھا۔ پڑھنے کا ذرا بھی شوق نہیں تھا۔ دوسرے طلبہ ہمارے پاس آتے، پڑھ کر ہزاروں علامہ بن گئے مگر یہ پڑھتا ہی نہیں تھا، میں بہت کوشش کرتا تھا کہ پڑھے۔ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں وارد ہوا کہ تفویض سے کام لو۔ میں نے دعاء کی: ''یا اللہ! کیا میں اور کیا میری محنت بس تیرے ہی سپرد ہے۔'' ایسے میں نے تفویض سے کام لیا تو صبح دیکھا سب سے پہلے کتاب اٹھا کر لانے والا یہی تھا۔ حضرت شیخ نے اپنے تجربہ ومشاہدہ کی وجہ سے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ اولاد کے معاملہ میں تفویض سے کام لیں۔ تفویض کا یہ مطلب نہیں کہ محنت چھوڑ دو۔ اسباب اور محنت کو چھوڑنا جائز نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسباب اور محنت سے نظر ہٹا کر اللہ تعالیٰ پر نظر قائم کرو، ان کے اختیار میں ہے۔ ہمارے اختیار میں جو کچھ تھا کرلیا، یا اللہ! آگے تیرے اختیار میں ہے۔

سعادت کی ایک مثال:

مولانا عبدالرحمن صاحب کے والد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نے جب بھی کبھی کسی بات پر انہیں ڈانٹا تو وہ بڑی خوشی سے دوسروں کو بتایا کرتے تھے۔ ان کے استاذ مقرر ہونے کے بعد، ایک بار میں وہیں جامعہ اشرفیہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ آپ میرے پاس بہت ہنستے ہوئے تشریف لائے، جیسے کوئی بڑا انعام مل گیا ہو، بہت خوش۔ کہنے لگے: ''ابا جی نے مجھے خبیث کہا ہے'' اپنے بچپن کا بھی ایک عجیب قصہ بتایا کہ میں ایک بار چھت پر پتنگ اڑا رہا تھا، میرے ساتھ اور بھی کئی لڑکے تھے۔ مغرب کے بعد کا وقت تھا، ابا جی کو پتا چل گیا تو اوپر تشریف لے آئے۔ مجھے پکڑ کر پٹائی شروع کر دی۔ میں نے سمجھا چونکہ مغرب کے بعد کا وقت ہے، اندھیرا ہے، اور ابا جی کی نظر بھی کچھ کمزور ہے اس لیے مجھے پہچانا نہیں۔ میں نے کہا: ابا جی! میں عبدالرحمٰن ہوں۔ فرمایا کہ عبدالرحمٰن ہی کو تو مار رہا ہوں، مزے لے لے کر بتا رہے تھے۔

اولاد کی تربیت نہ کرنا جرمِ عظیم ہے:

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے کرشمے دکھانے، بندوں کو اسباقِ معرفت دینے کے لیے ایسے واقعات ظاہر فرما رہے ہیں کہ بسا اوقات والدین اولاد کو سدھارنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی صحیح تربیت اور انہیں صحیح دین دار بنانے پر بہت محنت کرتے ہیں اس کے باوجود اولاد نہیں سدھرتی بلکہ اور زیادہ بگڑتی چلی جاتی ہے اور اس کے برعکس بعض والدین اولاد پر کوئی ضابطہ نہیں رکھتے کوئی پابندی نہیں لگاتے ان کی صحیح تربیت اور صحیح دین دار بنانے پر کچھ بھی محنت نہیں کرتے بالکل آزاد چھوڑ دیتے ہیں اس کے باوجود اولاد صالح بن جاتی ہے۔ شیطان ایسے واقعات سے عوام کو فریب دے کر یوں گمراہ کرتا ہے کہ اولاد پر پابندی نہیں رکھنی چاہیے۔ آزاد چھوڑ دینا چاہیے پابندی رکھنے سے اولاد گھبرا کر بگڑ جاتی ہے باغی ہو جاتی ہے والدین سے متنفر ہو جاتی ہے اور آزادی دینے سے خوشی اور مسرت سے ان کا ذہن کھل جاتا ہے تو ان میں صحیح اور غلط کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے اس لیے وہ خود بخود ہی سدھر جاتے ہیں۔ یاد رکھیے! یہ تلبیس ابلیس ہے، ایسے حالات

میں یہ سوچنا چاہیے کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں بندے کا کام یہ ہے کہ مالک کے حکم کی تعمیل کرے آگے اس پر نتیجہ مرتب ہونا یا نہ ہونا اس مالک کے قبضے میں ہے، حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے اور بیوی کو، حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیوی کو، حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ابا کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کو ہدایت پر نہ لا سکے، ایسے واقعات سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت ظاہر فرماتے ہیں اور سبق دیتے ہیں کہ نتائج ہمارے قبضے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس قانون کے تحت اگر والدین کی کوشش کے باوجود اولاد نہ سدھری تو بھی انہیں اپنی کوشش اور محنت کا پورا پورا اجر ملے گا، اللہ تعالیٰ ان کی محنت اور اجر کو ہرگز ہرگز ضائع نہیں فرمائیں گے اور وہ لوگ جو اولاد کو سدھارنے اور ان کی صحیح تربیت کی کوشش نہیں کرتے اس پر محنت نہیں کرتے آزاد چھوڑ دیتے ہیں وہ عند اللہ بہت سخت مجرم ہیں ان کی اولاد کیسی ہی سدھر جائے بہت بڑے اولیاء اللہ بن جائیں تو بھی ان پر فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے گرفت ہوگی۔

بچوں کا دل بنانے کا طریقہ:

ایک وقت روزانہ معین کریں، چار پانچ منٹ بھی کافی ہیں مگر ناغہ نہ ہو، روزانہ کوئی ایسی کتاب بچوں کو سنایا کریں جس میں نیک بندوں کے حالات اور ان کے دنیا میں اچھے نتائج، برے لوگوں کے حالات اور ان کے دنیا میں برے نتائج کا بیان ہو، آخرت کے ثواب اور عذاب کا بیان ہو، جنت اور جہنم کا بیان ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے احوال طیبہ کا بیان ہو، اچھے لوگوں کی حکایات ہوں جیسے حکایات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ تھوڑی دیر ایسی کوئی کتاب سنایا کریں اگر کتاب نہ ہو تو زبانی بتایا کریں، مثال کے طور پر مختصراً بتائیں کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی، تمام اعمال کا حساب کتاب ہوگا، برے لوگوں کو جہنم میں پھینکا جائے گا اس میں کیسے کیسے عذاب ہیں، پل صراط پر سے گزرنا ہوگا۔

جہالت کے کرشمے:

دیکھیے! آپ لوگوں کی کتنی رعایت کرتا ہوں، یہ ”پلِ صراط“ صحیح لفظ نہیں، اگر صحیح لفظ کہوں گا تو آپ لوگ سمجھیں گے نہیں، صحیح لفظ ہے ”جسر“ عربی میں پل کو ”جسر“ کہتے ہیں۔ ”صراط“ کے معنی ہیں ”راستہ“ تو جیسے آج کل کا مسلمان دونوں کام کرتا ہے آدھا مسلمان، آدھا شیعہ بنا رہتا ہے کچھ ادھر سے کچھ ادھر سے لے کر کام چلاتا رہتا ہے ایسے ہی پل تو لے لیا اردو کا اور صراط لے لیا عربی کا اور بنالیا ”پل صراط“ جیسے ”دُعاء گنج العرش“ واہ سبحان اللہ! یہ نام بتا رہا ہے کہ اس دعاء کو گھڑنے والا بہت ہی بڑا جاہل تھا، ایسے ہی کسی نے دُعاء لکھی اس کا نام رکھ دیا ”دُعاء جمیلہ“ اس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ یہ کوئی انتہائی درجہ کا جاہل بلکہ اجہل تھا، یہ جاہل لوگ ایسی ایسی دُعائیں اور درود شریف لکھتے رہتے ہیں اور لوگ ان چیزوں کو بہت خریدتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ اسے پڑھ لیا تو نجات ہو جائے گی کچھ کرنے ورنے کی ضرورت نہیں بس یہی پڑھا کرو۔ ان کی تجارت خوب چلتی ہے اس لیے ایسے لوگ یہی سوچتے ہیں کہ کیوں نہ کوئی دُعاء جمیلہ بنائی جائے، کیوں نہ کوئی ”درود ناری“ بنایا جائے۔ ناری کے معنی میں ”جہنم میں بھیجنے والا“ معاذ اللہ! ہو درود اور بھیجے جہنم میں، یہ جو بنانے والے اور پڑھنے والے ہیں ان کے عقیدے غلط ہیں انہیں تو شاید اللہ تعالیٰ جہنم میں بھیج ہی دے گا، اللہ تعالیٰ وہ وقت آنے سے پہلے ہدایت عطاء فرمادیں۔

”پلِ صراط“ کو صرف پل ہی کہہ دیا کریں، مگر کوئی سمجھے گا نہیں جو بات بگڑ گئی بگڑ گئی اب اسے اللہ تعالیٰ ہی سدھارے۔ سوچنے سے بات سمجھ نہیں آتی کہ پل صراط کو کیا کہا جائے، اگر کہیں ”جہنم اور جنت سے پہلے جو پل ہے“ تو بات بہت لمبی ہو جائے گی، غرض یہ کہ جب تک الٹا لفظ استعمال نہیں کریں گے کوئی نہیں سمجھے گا۔ آہستہ آہستہ کہنا شروع کریں اپنے گھروں میں کچھ ماحول بنائیں پھر جب لوگ نہ سمجھیں تو کہہ دیا کریں

کہ یہ وہ پل ہے جسے آپ ''پل صراط'' کہتے ہیں۔

علم کافی نہیں استحضار ضروری ہے:

بچوں کی تربیت کا بتا رہا ہوں کہ انہیں بٹھا کر چار پانچ منٹ تک یہ باتیں بتایا کریں محبت سے کہ دیکھو بیٹا! جنت میں کیسی کیسی نعمتیں ہوں گی، کیسے بہتر بہتر پھل ہوں گے، کیسے سائے ہوں گے، دھوپ اور گرمی تو ہوگی ہی نہیں نہ سردی ہوگی نہ گرمی، بہت خوش گوار بڑا اچھا موسم ہوگا، بڑا اچھا وقت گزرے گا، عجیب عجیب مزے ہوں گے، کھانے کیسے کیسے ہوں گے، شربت کیسے کیسے ہوں گے، محل کیسے عظیم الشان ہوں گے، پھر جب اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوگا تو کتنا مزا ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا تو سارے مزے اس کے سامنے ہیچ در ہیچ ہوں گے۔ بچوں کو تفصیل بتایا کریں، ایک بار بتانا کافی نہیں بار باران باتوں کا تذکرہ ہوتا رہے کیونکہ یہاں علم مقصود نہیں اس علم کا دل میں اتارنا مقصود ہے۔ ایک بار کوئی کتاب پڑھنے سننے سے اس کے اندر جو کچھ ہے اس مضمون کا علم تو ہو جاتا ہے مگر صرف علم کافی نہیں بلکہ وہ بات دل میں اس طرح اتر جائے کہ دل اس سے رنگ جائے علم کے مطابق عمل ہونے لگے۔ جب عمل ہونے لگے تو بھی چھوڑنا نہیں کیونکہ اگر چھوڑ دیا تو جس عمل پر چل پڑے ہیں اس میں ناغہ ہوتے ہوتے وہ عمل چھوٹ جائے گا اور اگر عمل جاری رہا بھی تو اس میں سے روح نکل جائے گی۔ فکرِ آخرت، اللہ کی محبت پیدا کرنے والی چیزوں کو سوچتے رہنا دیکھتے رہنا تادمِ آخر ضروری ہے ورنہ وہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔

اندریں رہ می تراش و می خراش
تادمِ آخر دمے فارغ مباش

(اس راہ میں تراش و خراش میں لگے رہو، اور مرتے دم تک ایک لمحہ کے لیے بھی فارغ مت ہو)

لگے رہو، لگے رہو، آخر دم تک لگے رہو۔

محاسبہ و مراقبہ کی اہمیت:

اولیاء اللہ اور بزرگ اپنے متعلقین کو جو وظیفے بتاتے ہیں ان میں سے ایک چیز بہت زیادہ اہم ہے، وہ بزرگ خود بھی مرتے دم تک اسے نہیں چھوڑتے۔ ہوسکتا ہے ذکر کا کوئی طریقہ بتانے کے کچھ مدت بعد بدل دیں، کچھ اور بتادیں پھر کچھ مدت بعد اسے بدل دیں مگر ایک چیز ایسی ہے جسے مرتے دم تک جاری رکھیں گے وہ ہے رات کو سونے سے پہلے محاسبہ اور مراقبہ۔ محاسبہ کا مطلب یہ ہے کہ رات کو سونے سے پہلے چوبیس گھنٹے کے اعمال کو سوچے کہ چوبیس گھنٹے کیسے گزرے ہیں جو گناہ ہوگیا ہو اس سے توبہ کرے آئندہ کے لیے حفاظت کی دُعاء کرے اور اگر چوبیس گھنٹے صحیح سالم گزر گئے تو اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کرے یہ محاسبہ ہے۔

مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ سوچیں کہ ایک دن مرنا ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی اور پھر: **فریق فی الجنة وفریق فی السعیر.** ایک جماعت جنت میں اور ایک جماعت جہنم میں، میرا کیا بنے گا کس جماعت میں جاؤں گا، یہ سب سوچ کر فکرِ آخرت اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو بڑھائیں، اسے ''مراقبہ'' کہتے ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ آپ میں سے کچھ لوگ بعض دوسرے پیروں کے پاس کچھ وقت رہ کر آئے ہوں، کئی پیروں کے پاس پھرتے رہنا ادھر ادھر منہ مارتے رہنا اس کی مثال ایسی ہے جیسے بیوی کئی شوہر کرے، کبھی اس کے پاس کبھی اُس کے پاس، شوہر بدلتی رہتی ہے۔ ایسے ہی یہ لوگ کبھی کسی پیر کے پاس کبھی کسی پیر کے پاس، اس کا مزا کیسا ہے اُس کا مزا کیسا ہے، نہ ادھر سے کچھ حاصل ہوتا ہے نہ ادھر سے، بگڑ جاتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کہیں کسی پیر کے مریدوں کو دیکھا ہو یا کسی نے خود کسی پیر سے مراقبہ سیکھا ہو اس طرح گھٹنے کھڑے کرکے ان پر سر رکھ لیں پھر اوپر چادر لے لیں،، پھر وہ کچھ بتاتے ہیں کہ ایسے

ایسے سوچتے رہیں۔ اس طرح مراقبہ کرنے والا تو سو کر کہیں پہنچ جائے گا برزخ میں، لوگ سمجھیں گے کہ عرش معلّٰی کی سیر کر رہا ہے۔ کرتے بھی ہیں زیادہ تر فجر کے بعد وہ تو ویسے بھی نیند کے غلبہ کا وقت ہوتا ہے، اوپر چادر لے لی، گھٹنوں پر سر رکھ لیا، لوگ سمجھتے ہیں کہ عرش پر پہنچ گیا اور یہ سوتا رہتا ہے، ساتھ خراٹے بھی لینا شروع کر دیتا ہے۔ میں نے مراقبہ کا لفظ تو کہہ دیا کہ مرتے دم تک اسے نہیں چھوڑتے، جہاں چھوٹا تو پھر ادبار ہو جائے گا پیچھے لوٹنا شروع کریں گے۔ میں جو مراقبہ بتا رہا ہوں اس کا مطلب یہ نہیں کہ گھٹنوں پر سر رکھ کر اوپر چادر لے کر کچھ کیا کریں بلکہ رات کو سوتے وقت لیٹ کر دنیا کی فنائیت اور آخرت کے بارے میں سوچا کریں، یہ سوچا کریں کہ نیند موت ہی کی ایک قسم ہے: **النوم اخو الموت.** (نیند موت کی بہن ہے) سویا ہوا اور مرا ہوا انسان دونوں برابر ہیں جیسے مردے کو کچھ پتا نہیں چلتا ایسے ہی سوئے ہوئے انسان کے پاس آپ کچھ بھی کرتے رہیں اسے کچھ پتا نہیں کیا ہو رہا ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَ نْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (۳۹-۴۲)

اللہ ہی ان جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے۔ اور ان جانوں کو بھی جن کو موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت قبض کرتا ہے۔ پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا، اور باقی جانوں کو ایک مقرر میعاد تک کے لیے آزاد کر دیتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں)

دونوں قسموں کو اللہ تعالیٰ نے وفات میں شمار کیا ہے وفات کبھی ہوتی ہے اصل موت کی صورت میں، کبھی اللہ تعالیٰ وفات دیتے ہیں سلا کر وہ بھی ایک قسم کی وفات ہے۔ اس وقت یہ سوچ لیا کریں کہ عارضی وفات کے منہ میں جا رہا ہوں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی

کو دائمی موت بنادیں۔ کتنے واقعات دنیا میں ایسے ہوتے ہیں کہ رات کو سویا، صبح کو اٹھنا نصیب نہیں ہوا سوتے میں ہی وطن چلا گیا، ہوسکتا ہے کہ ہمارا حال بھی یہی ہو جائے اور اگر بیدار ہو بھی گئے تو تابکے! آخر کب تک، آخر کب تک، آخر کب تک۔ سوتے وقت یہ سوچیں کہ اب تو عارضی موت کے منہ میں جا رہے ہیں کبھی نہ کبھی، کبھی نہ کبھی، کبھی نہ کبھی لازماً، لازماً، لازماً، یقیناً، یقیناً، یقیناً، یقیناً وہ وقت آئے گا کہ ہمیشہ کی موت کے منہ میں جائیں گے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۵۹-۱۸)

(اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو، اور چاہیے کہ ہر نفس وہ چیز دیکھے جو اس نے کل کے لیے بھیجا، اللہ سے ڈرو، اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے باخبر ہیں جو تم عمل کرتے ہو)

یہ محاسبہ خود قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بتادیا، سوچا کریں کہ کل کے لیے کیا کیا ہے، جنت کے اعمال یا جہنم کے اعمال، ایسی ایسی باتیں بچوں کو روزانہ بتایا کریں، جہنم کے عذابوں کی کچھ تفصیل بتایا کریں، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں وہ جہنم میں جائیں گے، پہلے تو پل صراط سے کٹ کر جہنم میں گریں گے، پلِ صراط کی بجائے جہنم کا پل کہہ دیا کریں۔

قربانی کے دن بھی آنے والے ہیں کہتے ہیں کہ قربانی میں موٹی گائے ہوگی تو وہ اتنے اتنے لوگوں کو اٹھا کر بھاگ کر پل پر سے گزر جائے گی، بچوں کو اگر یہی بتانے لگے تو وہ سوچیں گے کہ ٹھیک ہے گائے تو موٹی سی ذبح کردیں گے لیکن بدمعاشیاں ساری کرتے رہیں گے اس لیے کہ گائے تو اٹھا کر بھاگتی ہوئی لے ہی جائے گی۔ نفس و شیطان نے کیا کیا گمراہیاں نکالی ہوئی ہیں، گائے کے لے جانے کی باتیں عوام کو اور بچوں کو نہ بتایا کریں وہ تو یہی کہیں گے کہ گناہوں میں دھت رہو، مست رہو، نہ دنیا گئی نہ جنت گئی،

موٹی سی گائے یا بیل ذبح کر دیں گے بس پھر کیا فکر کی بات ہے، خوب خوب گناہ کرتے رہو مزے لیتے رہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث ارشاد فرما کر اسے عوام میں بیان کرنے سے منع فرما دیا اس خطرے سے کہ لوگ اس کا مطلب نہ سمجھنے کی وجہ سے گناہوں پر جری ہو جائیں گے (بخاری) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یہی حدیث بتا کر انہیں عوام میں بتانے سے منع فرما دیا (مسلم)

دین کی کئی باتیں عوام کی عقل میں نہیں آتیں انہیں مت بتایا کرو یا پھر سمجھانے کی کوشش کرو ممکن ہے کہ کوئی سمجھ جائے ایسے ہی مت بتا دیا کرو اس سے لوگوں کو گناہوں پر جرأت بڑھتی ہے۔

بروقت تشجیع وتنبیہ:

دوسری بات یہ کہ موقع بہ موقع جہاں بچہ کوئی اچھا کام کرے تو اسے شاباش دے دی جائے اور اسے بتایا جائے کہ اچھے کاموں سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور دنیا وآخرت کی راحت نصیب ہوتی ہے، جنت کی نعمتوں میں ترقی ہوتی ہے۔ اور جہاں کوئی شرارت کرے کوئی غلط کام کرے تو اسے موقع پر ٹوکا جائے اگر موقع پر تنبیہ نہیں کریں گے تو چند منٹ جو کتاب پڑھ کر سنائی تھی یا زبانی تبلیغ کی تھی اس کا جو اثر ہوا تھا وہ موقع پر نہ روکنے کی وجہ سے ضائع ہو جائے گا، موقع پر کہی ہوئی بات اثر رکھتی ہے، یاد رہتی ہے ویسے کوئی بات کہیں گے تو وہ اتنی یاد نہیں رہے گی، موقع پر بتائیں گے کہ دیکھو بیٹا! یہ حرکت خراب ہے صبح بتایا تھا نا کہ جنت بھی ہے جہنم بھی ہے، جنت اور جہنم تو آگے آنے والے ہیں اس سے پہلے دنیا میں بھی عذاب آتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے ایسی ایسی شرارتیں کرتا ہے جیسی تم کر رہے ہو تو اللہ تعالیٰ دنیا کو اس کے لیے جہنم بنا دیتے ہیں اس پر بڑے بڑے عذاب آتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

آگ میں پھینک دیتا ہے، بچوں کو آگ کے بارے میں بتایا جائے کہ دیکھو! غلط کام کیے تو اللہ تعالیٰ آگ میں پھینک دے گا، بچے آگ سے بہت ڈرتے ہیں۔

باب العمر میں ایک قصہ ہے کہ ایک چھوٹی سی بچی شاید چار سال کی وہ کسی گھر میں گئی وہاں ٹی وی تھا تو گھر والوں سے کہنے لگی: دیکھو تم نے ٹی وی رکھا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں آگ میں پھینک دیں گے۔ بچوں کا ذہن ایسے بنتا ہے دوسروں کو بھی تبلیغ کرتے ہیں کہ دیکھو تمہیں اللہ تعالیٰ آگ میں پھینک دیں گے۔ جہاں کہیں بچہ شرارت کرے اسے فوراً محبت سے سمجھایا جائے جنت، جہنم، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا عذاب، یہ ذکر گھر میں ہوتا رہے، ہوتا رہے اس طریقے سے بچوں کی تربیت ہوتی ہے۔

آج کے مسلمان کی غفلت:

مگر آج کا مسلمان بچوں کو بنانے کے لیے ان کی تربیت کرنے کے لیے پانچ منٹ دینے کو بھی تیار نہیں، فضول باتیں کرتا رہے گا، خرافات میں وقت گزار دے گا، لیٹ جائے گا، کھانے میں پندرہ منٹ لگتے ہیں تو آدھا گھنٹہ لگا دے گا، سارے ادھر ادھر کے اپنے مزے کے کام کرتا رہے گا مگر بچوں کی تربیت جو اس کے ذمہ ہے اس میں کوتاہی کرنے پر گناہ ہوتا ہے، فرض کے تارک بنیں گے، گناہِ کبیرہ کر رہے ہیں، خود کو ولی اللہ سمجھ رہے ہیں مگر بچوں کی تربیت نہیں کرتے یہ اولیاء اللہ جہنم میں جا رہے ہیں۔ بچوں کی تربیت پر کچھ وقت لگایا کریں۔

بتائیں بچوں کی تربیت کا جو طریقہ میں نے بتایا وہ کیا مشکل ہے، بچوں کی صحیح تربیت ہو جائے تو والدین کے لیے بھی وہ دنیا میں راحت کا ذریعہ بنیں گے اور والدین کی موت کے بعد بھی نیک اولاد جو کام کرے گی ان کا ثواب والدین کو ملتا رہے گا، نیک اولاد والدین کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا ثواب ختم ہو جاتا ہے مگر تین

چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے ایک صدقہ جاریہ، دوسرے وہ علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے، تیسرے صالح اولاد جو اس کے لیے مرنے کے بعد دُعاء کرتی رہے۔" (رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ قلت وابوداؤد والنسائی وغیرھما)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چیزیں بیان فرمائی ہیں جن کا ثواب انسان کے مرنے کے بعد اسے ملتا رہتا ہے:

"ایک تو وہ علم ہے جو کسی کو سکھایا ہو اور اشاعت کی ہو اور وہ صالح اولاد ہے، جسے چھوڑ گیا ہو، اور وہ قرآن مجید ہے جو میراث میں چھوڑ گیا ہو اور وہ مسجد اور مسافر خانہ ہے جنہیں بنایا ہو، اور نہر ہے جو جاری کر گیا ہو، اور وہ صدقہ ہے جسے اپنی زندگی اور صحت میں اس طرح دے گیا ہو کہ مرنے کے بعد اس کا ثواب ملتا رہے۔" (مشکوٰۃ)

اتنی اہمیت اتنا بڑا کام اور آج کا مسلمان پانچ منٹ دینے کو تیار نہیں۔ اگر کچھ سکھاتے بھی ہیں تو کیا جب آتی ہے "شب رات" ڈبل رات، شب بھی رات ہے، رات بھی رات ہے ڈبل ہوگئی نا، جب یہ رات آتی ہے تو بچوں سے کہتے ہیں کہ بیٹا! آج دُعاء مانگو یا اللہ! بہت سارے پیسے دے دے۔ ایک چھوٹی سی بچی ہمارے گھر میں آگئی وہ ہاتھ پھیلا کر بتانے لگی کہ میں نے ایسے دُعاء مانگی کہ یا اللہ! بہت پیسا دے دے۔ یہ اللہ کا بندہ اللہ سے مانگے گا بھی تو صرف پیسا ہی مانگے گا یہ نہیں سوچتا کہ اللہ تعالیٰ اپنا ہوجائے تو سارا پیسا تو اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے، بادشاہ اپنا ہوجائے، خزانوں کا مالک اپنا ہوجائے تو دنیا کے خزانے بھی اپنے، آخرت کے خزانے بھی اپنے، پیسے کے بھی، صحت کے بھی، عزت کے بھی، راحت کے بھی، کسی نعمت کا کوئی خزانہ اللہ تعالیٰ کے قبضے سے باہر نہیں۔ بادشاہ مل گیا سب کچھ مل گیا، اس طرف انہیں کوئی توجہ نہیں کہ نافرمانیاں چھوڑ کر مالک الملک کو راضی کرلیا جائے۔ ایسے والدین بچوں کی صحیح تربیت

کرنے کی بجائے انہیں برباد کردیتے ہیں۔ اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ بچوں میں دنیا کی ہوس اور محبت کوٹ کوٹ کر بھر دیتے ہیں، رات دن دنیا ہی کا ذکر رہتا ہے جیسے مرنا تو ہے ہی نہیں بس دنیا بناؤ، دنیا بناؤ۔ اگر کسی کو دیکھ لیا کہ کسی دین دار شخص سے روابط بڑھا رہا ہے تو بچہ کو ڈراتے ہیں کہ دیکھو ملا بن گئے تو بے کار ہو جاؤ گے اس شخص کے ساتھ میل جول مت رکھو یہ تمہیں ملا بنا دے گا۔ ایک لڑکے نے ڈاڑھی رکھ لی تو اس کے گھر والے اس سے کہتے ہیں کہ اگر گھر میں رہنا ہے تو سیدھے سیدھے مسلمان بن کر رہو اور اگر ملا بننا ہے تو گھر سے نکل جاؤ۔ اس طرح یہ لوگ دو قسمیں بناتے ہیں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بنالی تو وہ مسلمان نہیں ملا ہے، وہ گھر سے نکل جائے یعنی ان لوگوں کے خیال میں معاذ اللہ! معاذ اللہ! اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان نہیں تھے اور اگر کسی بنیے کی صورت بنالی تو کہتے ہیں ہاں یہ ہے مسلمان، دور سے پتا چلے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے، اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سے اس کے دل میں نفرت ہے، دور سے پتا چلے بہت دور سے کہ یہ اللہ کا باغی ہے تو اسے یہ لوگ کہتے ہیں مسلمان۔

مجھے تو یہ وسوسہ ہو رہا ہے اللہ کرے کہ میرا وسوسہ غلط ہو وہ یہ کہ آپ لوگوں نے یہ سوچ رکھا ہے کہ بچوں کو روزانہ پانچ منٹ نہیں دیں گے، جن لوگوں کی شادی ہوگئی ہے بچے ابھی پیدا نہیں ہوئے وہ سوچ رہے ہوں گے کون بچوں پر محنت کرے وہ خود ہی بڑے ہو کر سیکھ لیں گے۔ رمضان کا مہینہ ہے، مسجد میں قبلہ رو بیٹھے ہیں، افطار کا وقت قریب ہے، اللہ کے لیے جمع ہوئے ہیں، اس وقت میں یہ وعدہ کریں کہ بچوں کی صحیح دینی تربیت کے لیے کم سے کم پانچ منٹ تو دیں گے۔ دیکھیے اگر اس وعدہ کو بھلا دیا تو آخرت میں اس پر گرفت ہوگی کہ کن حالات میں اور کس مہینے میں، کس وقت میں، کس جگہ پر، کس ہیئت میں، کس حالت میں وعدہ کیا تھا اور روزانہ اس کا بھی محاسبہ کریں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر رہے ہیں یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائیں۔

نسخے کی کامیابی کے لیے دوام ضروری ہے:

اولاد کی تربیت کا جو نسخہ بتا رہا ہوں اس پر عمل کرنے سے صرف یہ نہیں کہ اولاد ہی کی تربیت ہوگی بلکہ والدین کی تربیت بھی ہوگی، جب اچھی باتیں کہیں گے، سنیں گے ان کا جیسے دوسروں کے قلوب پر اثر ہوتا ہے خود کہنے والے کے قلب پر بھی ہوتا ہے۔ عام طور پر ایک مرض بہت زیادہ ہے وہ یہ کہ جو عمل شروع کرتے ہیں چند دنوں کے بعد اسے چھوڑ دیتے ہیں استقامت نہیں رہتی حالانکہ یہ نسخے اثر جب کرتے ہیں کہ ان پر دوام کیا جائے دوام، ہمیشہ کے لیے استعمال کیے جائیں۔ جسمانی علاج کے لیے ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں ڈاکٹر دعاء کے استعمال کا نصاب بتاتا ہے جسے آپ لوگ کورس کہتے ہیں، کسی کو ایک ہفتے کا، کسی کو مہینے کا، کسی کو چھ مہینے کا، کسی کو سال کا اور بعض بیماریاں اور دوائیں ایسی بھی ہیں کہ عمر بھر کے لیے روزانہ استعمال کریں۔ ڈاکٹر جو دواء کا نصاب بتاتا ہے اس کی تو بہت پابندی کرتے ہیں ناغہ نہیں ہونے دیتے۔

ایک شخص نے لکھا کہ آپ نے جو نسخہ بتایا تھا مجھے استعمال کرنا یاد نہیں رہتا۔ میں نے انہیں جواب میں لکھا کہ آپ کو گولیاں کھانا کیسے یاد رہتا ہے؟ میں نے ان کے پاس دواؤں کی ایک بہت بڑی سی پٹاری دیکھی تھی اس میں سے پانچ چھ گولیاں نکال کر ہر کھانے کے بعد کھاتے تھے۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ درد یاد دلا دیتا ہے۔ میں نے جواب میں لکھا کہ وجع القالب حبوب کا کھانا یاد دلا دیتا ہے تو وجع القلب حبوب الحب کھانا کیوں یاد نہیں دلاتا، قالب یعنی جسم میں درد ہو تو گولیاں کھانا یاد رہتا ہے اور قلب میں درد ہو، بیماری ہو جو دنیا و آخرت کو تباہ کرنے والی ہو تو اس کے لیے گولی کھانا یاد نہیں رہتا۔ اگر دل میں فکر ہو، اللہ تعالیٰ کی محبت ہو تو انسان گولی کھانے کے لیے بے چین ہو جائے۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد پیدا کریں، اللہ کی محبت دل میں پیدا ہو جائے تو پھر وہ چین نہیں لینے دیتی وہ تو ہر وقت مجبور کرے گی کہ کہیں یہ محبت دل سے نکل نہ

جائے کہیں اس میں کمی نہ آ جائے بلکہ کہیں ترقی نہ رک جائے وہ دردِ محبت تو گولی کھانے پر مجبور کرے گا۔

زہد زاہد را و دین دین دار را
ذرۂ دردِ دلِ عطّار را

(زاہد کو زُہد اور دین دار کو دین مبارک ہو، عطّار کو بس دردِ دل کا ایک ذرہ چاہیے)

بچوں کو سزا دینے کے مراحل:

بچوں کے لیے والدین کی مار، شاگرد کے لیے استاذ کی مار، مرید کے لیے شیخ کی مار بہت بڑی نعمت ہے، بہت بڑی رحمت ہے اس پر چھوٹوں کو خوش ہونا چاہیے۔ بچوں کو سزا دینے اور مارنے کے بارے میں کچھ تفصیل سمجھ لیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی ڈاکٹر اپنے کسی مریض کا آپریشن کرے، مریض کے آپریشن سے پہلے علاج کے کئی مراحل ہوتے ہیں پہلے تو یہ کوشش کی جاتی ہے کہ کسی پرہیز یا تدبیر سے کام چل جائے اگر اس سے فائدہ نہ ہو تو کوئی ہلکی پھلکی دوا، اس سے نہیں تو پھر انجکشن، اس سے نہیں تو آپریشن، آپریشن بقدرِ ضرورت کسی عضو کو ایک انچ کاٹنے کی ضرورت ہے اور کاٹ دیا چھ انچ تو یہ صحیح نہیں، پھر ڈاکٹر اگر آپریشن کے وقت غصہ میں لال پیلا ہونے لگے، آنکھیں سرخ ہو جائیں، چہرہ بگڑ جائے اور مریض کو بے ہوش کر کے وہ چھرے چلانا شروع کر دے۔ ایسا ڈاکٹر تو مریض کو مار دے گا وہ اس قابل نہیں کہ آپریشن کرے۔ اسی طریقے سے بچوں کو مارنے میں یہی مراحل ہیں، پہلے حسنِ تدبیر سے کام لیا جائے اللہ کی محبت کی باتیں، اللہ کی عظمت کی باتیں، اللہ کا خوف دل میں بٹھانے کی باتیں، جنت اور جہنم کی باتیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دنیا کی رسوائی کی باتیں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دنیا میں بھی راحت اور سکون کی باتیں، پہلے تو ایسی باتوں سے بچوں کا دل بنانے کی

کوشش کی جائے۔ ایسی باتیں خود زبانی کہنے کی بجائے کسی کتاب سے پڑھ کر سنائی جائیں تو فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس کی کئی وجوہ ہیں:

① قدرتی طور پر انسان کی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہے کہ اس پر اپنے ساتھیوں کی بات کا اثر بہت کم ہوتا ہے بالخصوص میاں بیوی کا آپس میں ایسا تعلق ہے کہ یہ ایک دوسرے کی نصیحت کی طرف بہت کم التفات کرتے ہیں اغیار بالخصوص اکابر اور ان سے بھی بڑھ کر گزشتہ زمانوں کے بزرگوں کی باتوں سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

② کتاب میں اس کے مصنف کی للٰہیت اور اخلاص کا اثر ہوتا ہے۔

③ کتاب پڑھنے میں کسی بات کی نسبت پڑھنے والے کی طرف نہیں ہوتی بلکہ ہر بات کی نسبت کتاب کے مصنف کی طرف ہوتی ہے اس لیے اس میں اپنے نفس کی آمیزش سے حفاظت نسبۃً آسان ہے۔

④ کتاب پڑھ کر سنانے میں وقت کم خرچ ہوتا ہے زبانی بتانے میں بات لمبی ہو جاتی ہے جس سے سننے والے کی طبیعت اکتا جاتی ہے۔

⑤ بچے جب اپنے والدین کو دینی کتابیں پڑھتے ہوئے دیکھیں گے سنیں گے تو ان میں بھی دینی کتب کے مطالعہ کا شوق اور عادت پیدا ہوگی۔

⑥ جب بچوں کو اکابر کی بزرگوں کی کتابیں پڑھ کر سنائی جائیں گی تو ان کے قلوب میں ان بزرگوں کی عظمت، عقیدت اور محبت پیدا ہوگی اور بزرگوں سے عقیدت ومحبت مفتاح السعادۃ ہے۔

غرضیکہ کتاب پڑھ کر سنانے کا فائدہ زیادہ ہوتا ہے اس سے فائدہ نہ ہو تو پھر کوئی دوسری تدبیر مثلاً جب تک سبق یاد نہیں کرو گے یا فلاں کام نہیں کرو گے تو کھانا بند یا اتنی دیر کھڑے رہو یا اتنی دیر ہم تم سے بات نہیں کریں گے، جب تک فلاں غلط کام نہیں چھوڑو گے یا فلاں کام نہیں کرو گے تم سے بات نہیں کریں گے، بہت سے بچوں پر بات نہ کرنے کا بہت اثر ہوتا ہے اور اگر آپریشن ہی کرنا پڑے مارنا پڑے تو جو مثال ڈاکٹر کی

ابھی بتائی ہے اسی پر قیاس کرلیں کہ ڈاکٹر غصے کی حالت میں آپریشن تھوڑا ہی کرتا ہے، کسی بچے کی کسی کوتاہی پر جب غصہ آئے تو اس وقت قطعاً کوئی سزا نہ دیں ایسی حالت میں سزا دینا ممنوع ہے، حرام ہے، ناجائز ہے، غصہ کی حالت میں سزا نہ دیں بلکہ بچے کو اپنے سے الگ کردیں جب آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے تو ٹھنڈے دماغ سے سوچیں کہ اسے سزا دی جائے یا نہ دی جائے اور اگر دی جائے تو کتنی دی جائے اگر ایک ڈانٹ سے کام چل جاتا ہے تو دوسری بار ڈانٹنا جائز نہیں، اگر ذرا سا کان کھینچنے سے کام چل جاتا ہے تو پھر تھپڑ لگانا جائز نہیں، اگر ایک طمانچہ لگانے سے کام چل جاتا ہے تو دو لگانے جائز نہیں پہلے تو اسے مسئلہ شرعیہ بناکر اپنے سامنے پیش کریں کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنے کے لیے واسطہ بنا ہوا ہوں تو ایسے طریقے سے جوڑوں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف نہ ہو جتنا اور جیسا اس کا حکم ہوگا میں اتنا اور ویسا ہی کہوں گا اگر حد سے تجاوز کیا تو میری گردن پکڑی جائے گی میں خود مختار نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کا بندہ ہوں۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوجائے تو ٹھنڈے دماغ سے یہ سب سوچ کر فیصلہ کریں کہ کتنی سزا کافی ہوسکتی ہے۔

بیٹے کو ابا نہ بنائیں:

اولاد کی تربیت میں اعتدال بہت ضروری ہے نہ تو افراط ہو نہ تفریط یعنی نہ تو ضرورت سے زیادہ سختی کی جائے اور نہ ہی اتنی نرمی کہ بیٹا ابا بن جائے۔ ہم نے وہ زمانہ پایا ہے کہ چھ سات سال کا بچہ ایک ایک کام اپنی اماں یا ابا سے پوچھ کر کرتا تھا، ابو تو اس زمانے میں کہتے ہیں پہلے ابا جی کہتے تھے، لوگوں کو ہر چیز میں بگاڑ ہی پیدا کرنا ہے اس لیے ابا جی سے ابو ہوگیا اب میں منتظر ہوں کہ ابی کب بنتا ہے۔ یہ زمانہ تو میں نے پایا ہے کہ بچہ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے والدین سے پوچھتا تھا کہ ابا جی! یہ چیز اٹھالوں؟ ابا جی! یہ چیز وہاں رکھ دوں؟ آج والدین نے اولاد کو بنالیا ہے ابا بلکہ دادا اب وہ کہاں

پوچھیں کیونکہ پوچھا تو جاتا ہے ابا سے اور یہ ابا جو ہے یہ تو اپنے بیٹے کا پوتا بنا ہوا ہے اس لیے معاملہ الٹا ہو گیا آج کل ابا بیٹوں سے پوچھ پوچھ کر قدم اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قوم پر رحم فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللہ رب العالمین.

ترکِ گناہ

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ ترکِ گناہ

بمقام: ☜ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: ☜ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ☜ شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

ترکِ گناہ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖٓ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

فعن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول سبعة یظلهم اللّٰه فی ظله یوم لاظل الاظله الامام العادل وشاب نشأ فی عبادة ربه ورجل قلبه معلق فی المساجد ورجلان تحابا فی اللّٰه اجتمعا علیه وتفرقا علیه ورجل دعته امرأة ذات منصب وجمال فقال انی اخاف اللّٰه ورجل تصدق بصدقة فاخفاها حتی لاتعلم شماله ما تنفق یمینه ورجل ذکر اللّٰه خالیا ففاضت عیناه. (رواہ البخاری ومسلم ومالک والنسائی والترمذی)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دیں گے جس دن اللہ تعالیٰ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ عادل بادشاہ، وہ جوان جس کا نشو ونما اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوا ہو، وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو، وہ دو شخص جنہوں نے آپس میں اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی ہو، اسی پر جمع ہوئے ہوں اور اسی پر جدا ہوئے ہوں۔ وہ شخص جسے منصب اور جمال والی کسی عورت نے گناہ کی دعوت دی ہو اور اس نے جواب میں کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، وہ شخص جس نے کوئی صدقہ دیا اور اسے ایسا چھپایا کہ بائیں ہاتھ کو اس کی خبر نہ ہوئی جو دائیں ہاتھ نے خرچ کیا، وہ شخص جس نے خلوت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہ پڑے۔''

اس حدیث میں جن سات قسم کے لوگوں کا ذکر ہے ان کا بیان چل رہا ہے، پہلی قسم کا بیان ہو چکا آج دوسری قسم کا بیان ہوگا، وہ نوجوان جس کی اٹھان ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوئی ہو، اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں جگہ ملنے کا بلند مقام اس لیے ملے گا کہ اس کے عمل میں مشقت بہت زیادہ ہے۔

العطایا علی قدر البلایا

''انعامات مشقتوں کے مطابق ہوتے ہیں۔''

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (۲۹-۶۹)

عبادت کرنے اور گناہوں کے چھوڑنے میں جو لوگ مجاہدہ کریں اور چند روز تک صبر کر لیں ہم ان کی دستگیری کرتے ہیں پھر ان کو گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے، یہ مشقت عمر بھر نہیں رہتی، چند روز مجاہدہ کرنا پڑتا ہے ؏

چند روزہ جہد کن باقی بخند

''چند روز مشقت برداشت کرلیں پھر خوشی سے ہنستے رہیں۔''

نوجوانی ہی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ جانے پر اتنی بڑی بشارت ہے۔

عبادت کا صحیح مطلب:

عبادت کا یہ مطلب نہیں کہ تلاوت اور ذکر و نوافل میں مشغول رہے اور بس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ (رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

''یعنی گناہوں سے بچنا سب سے بڑی عبادت ہے۔''

نوافل، تہجد، تسبیحات، ذکر تلاوت سب کچھ کرلیں مگر صرف ان سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات نہ ہوگی اور اگر گناہوں سے بچتے رہے اور معافی مانگتے رہے، توبہ کرتے رہے اور صرف فرائض اداء کرتے رہے، نفل عبادات نہیں کیں تو بھی نجات ہوجائے گی، گناہوں سے بچنا دواء ہے اور نفل عبادت مقوی غذاء، اگر مرض کا علاج نہ کیا جائے تو صرف مقوی غذاء فائدہ نہیں کرتی بلکہ کبھی الٹا نقصان کرتی ہے۔ ترکِ گناہ مضبوط بنیاد اور مضبوط تعمیر ہے اور نفل عبادت اس عمارت پر رنگ وروغن ہے، اگر بنیادیں مضبوط نہیں تو صرف رنگ وروغن کسی مصیبت سے نہیں بچاسکتا۔ گناہوں سے توبہ کرنا قلب کی صفائی اور ریگمال ہے اور نفل عبادت اس پر پالش ہے۔ میلا کپڑا اور زنگ آلود لوہا رنگ وروغن کو قبول نہیں کرتا۔ اس رنگ میں نہ چمک آئے گی اور نہ ہی پائیدار ہوگا۔ اس پر رنگ وروغن کرنا رنگ کی بے قدری ہے۔ پہلے گناہوں سے توبہ کرکے قلب کو زنگ سے پاک وصاف کیجیے اس کے بعد نفل عبادت کے انوار وتجلّیات کا مشاہدہ کیجیے۔ حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

آئنت دانی چرا غماز نیست
زانکہ زنگار از رخش ممتاز نیست
رو تو زنگار از رخ او پاک کن
بعد زیں این نور را ادراک کن

''تیرے دل کے آئینہ میں اس لیے محبت الٰہیہ کا عکس نظر نہیں آتا کہ اس پر گناہوں کا زنگ چڑھا ہوا ہے تو اس پر سے زنگار صاف کر تو نورِ معرفت کا ادراک ہوگا۔''

نوجوانوں کو بشارت:

جو نوجوان ابتداء جوانی ہی سے گناہوں سے بچتا رہا ہو اس کا اتنا بڑا درجہ اس لیے ہے کہ ایسے وقت میں گناہوں سے بچنا بہت مشکل ہے، اس وقت ذمہ داریاں نہیں ہوتیں، نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے، ہر قسم کے گناہ کرنے کا موقع میسر ہوتا ہے، اپنی عزت کا خیال نہیں ہوتا، زیب و زینت کا خیال رہتا ہے، اس کو حاصل کرنے کے لیے حرام طریقوں سے مال کمائے گا، بدنظری اور دوسرے گناہوں سے بچنا مشکل ہوگا۔ ایسے وقت میں اگر وہ نوجوان اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر گناہوں سے بچتا ہے اور سوچتا ہے:

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ (۴۰-۱۹)

اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت اور سینوں میں مخفی باتوں کو بھی جانتے ہیں۔ آنکھوں کی خیانت پھر بھی نظر آتی ہے اللہ تعالیٰ تو دل کے خیالات بھی جانتے ہیں۔ یہ سوچ کر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

جوانی میں گناہوں سے بچنا بہت مشکل ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا بڑا قرب عطاء فرمانے کا وعدہ فرمایا۔

عصرِ حاضر کی کرامت:

خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ گناہ آسان ہو، فحاشی عام ہو، سینما اور تصویروں کی نمائش بلا روک ٹوک ہو، اگر کوئی گناہ نہ کرے تو اس کو معاشرہ میں بدترین شخص شمار کیا جاتا ہو، ایسے وقت میں اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو یہ کرامت نہیں تو اور کیا ہے؟

بدنظری کے مواقع میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے نظر کو جھکا لینا بہت بڑی کرامت ہے۔ پانی پر چلنے اور پاؤں گیلا نہ ہونے سے لاکھوں درجہ بڑھ کر یہ کرامت ہے کہ گناہوں کے مواقع اور تقاضا موجود ہونے کے باوجود بچتا رہے، اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطاء فرمائیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ کوئی مسئلہ پوچھنے آئیں تو معلوم ہوا کہ بستی سے دور دریا کے کنارے پر عبادت کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔ شہر کی ہوا لوگوں کے گناہوں سے مکدر اور زمین ملوث ہوتی ہے اس لیے اہل اللہ عبادت کے لیے جنگل کو منتخب کرتے ہیں۔

(ابتداء میں جب شاہراہ پاکستان (سپر ہائی وے) بنا تو وہاں جا کر قلب پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی، بسا اوقات آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ اس لیے کہ یہ زمین اور پہاڑ اب تک گناہوں سے ملوث نہیں ہوئے تھے)

حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ وہاں پہنچیں تو دیکھا کہ یہ دریا میں پانی کی سطح پر مصلیٰ بچھائے نماز پڑھ رہے ہیں، حضرت رابعہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے یہ جتانے کے لیے کہ یہ کوئی کمال نہیں ہوا پر مصلیٰ بچھا کر نماز شروع کر دی، وہ سمجھ گئے دریا سے باہر آگئے تو انہوں نے ہوا سے نیچے آ کر کہا:

’’اگر بر ہوا پری مگسی باشی، وگر بر آب روی خسی باشی دل بدست آر تا کسی باشی۔‘‘

پانی یا ہوا پر مصلیٰ بچھا کر تنکے یا مکھی کی نقل اُتار لینا کوئی کمال نہیں، کمال تو یہ ہے کہ

اپنے قلب کی خواہشات کو اپنے مالک کی رضا کے سامنے فنا کر دیں۔

جہاں بے حیائی کے طوفان ہوں، گناہوں کی مجالس اور دعوتوں کی ہر طرف سے بھر مار ہو ایسے وقت میں اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے خوف کو اپنے دل میں بٹھائے گا تو یہ ہے اصل کرامت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے قریب بے حیائی اتنی عام ہو جائے گی کہ مجلس بیٹھی ہوگی ان لوگوں کے سامنے ایک عورت آئے گی، مجلس میں سے ایک شخص اُٹھ کر اس سے زنا کرے گا، ان میں سے ایک شخص کہے گا کہ تو ذرا دیوار کے پردے میں اس سے یہ کام کرتا، اس کا اتنا درجہ ہوگا جیسا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم ۴/ ۵۴۱)

سوچنا چاہیے کہ یہ درجہ اس کو کیوں ملا؟ اس لیے کہ اس وقت میں دین کی بات کہنا ایک جرم ہوگا اور جرم بھی ایسا کہ معاشرے میں ناقابل معافی۔

سارا گھر ٹی وی دیکھتا ہے اس کے مناظر سے دل بہلاتا ہے اور ایک شخص ایک کونے میں بیٹھ کر اس سے بچتا ہے تو یہ ہے کرامت۔

ایک شخص حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دس سال رہا، چونکہ کرامات وتصرفات کو مدار ولایت سمجھے ہوئے تھا اس لیے مایوس ہو کر واپس جانے لگا، حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وجہ دریافت فرمائی تو اس نے کہا:

”دس سال میں آپ کی کوئی کرامت ہی نہیں دیکھی۔“

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”کیا اس عرصہ میں میرا کوئی فعل خلافِ شرع بھی دیکھا؟“

اس نے کہا: ”نہیں“ فرمایا:

”دین میں استقامت ایسی کرامت ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی کرامت

ہو ہی نہیں سکتی۔“

اس سے بڑھ کر کیا کرامت ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو بروزِ قیامت اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطاء فرمائیں گے۔

گناہوں سے بچنے کا نسخہ:

ایسے موقع پر جہاں چاروں طرف سے گناہوں کی دعوتیں ہوں، گناہوں سے بچنے کے نسخے کے دو جزء ہیں: ہمت اور دُعاء۔

ہمت بلند کرنے کے نسخے:

گناہوں سے بچنے کے لیے ہمت بلند کرنے کے چند نسخے قرآن و حدیث سے بتاتا ہوں، اللہ تعالیٰ استعمال کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور اپنی رحمت سے نافع بنائیں۔

① عبادت گذار نوجوان:

جس حدیث پر بیان چل رہا ہے اس کے مضمون کو سوچا کریں کہ نفس کے تقاضوں کو روکنے پر کتنی بڑی بشارت ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دیں گے جب کہ کوئی سایہ نہیں ہوگا اور لوگ پسینوں میں غرق ہو رہے ہوں گے۔

② گناہوں کے سمندر:

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ لا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ج فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ج وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ج فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ط فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ لا قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ط (۲-۲۴۹)

حضرت طالوت مسلمانوں کے بادشاہ تھے، اس وقت کے نبی حضرت شمویل

علیہ السلام نے ان کو بادشاہ بنایا تھا، انہوں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ دیکھنا ہوشیار رہنا، اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان لیں گے۔ کیا امتحان ہے؟ لب خشک ہیں، پیاس لگی ہوئی ہے، دریا پر سے گزر رہے ہیں فرماتے ہیں کہ جس نے اس دریا سے پانی پیا وہ ہم میں سے نہیں۔ پہلے ہی بتا دیا کہ یہ امتحان ہے اور امتحان صرف تھوڑے سے وقت کے لیے ہوا کرتا ہے اگر امتحان میں کامیاب ہوگئے تو پھر انعام ہی انعام ہے۔ ان کو بتا دیا گیا کہ تھوڑی سی دیر صبر کرلو مگر پھر بھی اکثر ناکام ہوئے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جنہوں نے پانی پیا ان کی پیاس نہ بجھی بلکہ خشکی اور پیاس میں اور اضافہ ہوگیا ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دواء کی

اس کے بعد دشمن سے سامنا ہوا تو کہنے لگے کہ ہم میں مقابلہ کی ہمت نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کا ایک وبال یہ بھی ہے کہ آیندہ کے لیے نفس وشیطان اور دوسرے دشمنوں کے مقابلہ میں ہمت پست ہو جاتی ہے۔

اور جنہوں نے صبر کیا تھوڑی دیر کے بعد ان کی پیاس از خود بجھ گئی۔

اس وقت سوچ لیں کہ گناہوں کا طوفان ہے اور ہم طالوت کے ساتھ نکلے ہیں، حرام مال اور نفسانی خواہشات کا دریا سامنے ہے شدید پیاس لگی ہوئی ہے دل للچا رہا ہے مگر ارشاد ہے:

مَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهٗ مِنِّيْ

”جس نے پانی پیا میری جماعت میں سے نہیں اور جس نے اس کو نہ چکھا وہ میری جماعت میں سے ہے۔“

اس کا استحضار کریں۔ اگر صبر نہ کیا تو حرام مال کی خواہش بڑھتی جائے گی یہ ہوس کہیں ختم نہیں ہوگی۔ متنبی نے خوب کہا ہے ؎

ما قضى احد منها لبانته
ولا انتهى ارب الا الى ارب

”دنیا سے کسی کی حاجت پوری نہیں ہوئی، ایک ہوس پوری ہوئی تو اس نے دوسری کو جنم دیا۔“

خواہش نفس کی مثال:

حضرت بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

والنفس كالطفل ان تهمله شب على
حب الرضاع وان تفطمه ينفطم
فلا ترم بالمعاصي كسر شهوتها
ان الطعام يقوى شهوة النهم

”نفس دودھ پیتے بچے کی طرح ہے، اگر مشقت برداشت کرکے اس کا دودھ نہ چھڑایا تو جوان ہو کر بھی ماں ہی کا دودھ پینے پر مصر رہے گا، اس لیے گناہوں کے ذریعہ شہوت پوری کرنے کی کوشش مت کرو کیونکہ اس سے گناہوں کی خواہش اور بڑھ جائے گی، جس طرح جوع البقر کے مرض میں کھانے سے بھوک اور زیادہ بڑھتی ہے۔“

اور فرمایا ۔

فلا ترم بالمعاصي كسر شهوتها
ان الطعام يقوى شهوة النهم

ہیضہ کا مریض اگر بھوک پر صبر نہ کرے بلکہ کچھ کھا کر بھوک کا علاج کرنا چاہے تو وہ اپنی موت کا سامان کر رہا ہے۔ بس یہ سوچ کر صبر کریں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے اس سے سبق حاصل کیا جائے اور دُعاء کرتے رہیں کہ جن لوگوں نے صبر کرکے طالوت کا ساتھ دیا یا اللہ! ہمیں ان کا ساتھی بنا، حرام اور گناہ سے بچنے کی ان جیسی ہمت عطاء فرما۔

۳ حرم کے شکار:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (۵-۹۵)

فرمایا کہ احرام کی حالت میں ہم تمہارے پاس بہت شکار لائیں گے احرام میں ہو یا حرم میں ہم شکار کو تمہارے قریب لائیں گے کہ تمہارے نیزے ان تک پہنچ سکیں گے بلکہ ہاتھوں سے بھی پکڑ سکو گے مگر یہ ہماری طرف سے امتحان ہے ان کو ہرگز نہ پکڑنا۔ بلکہ اگر تم نے خود شکار نہ کیا اور دوسرے کو اشارہ کر دیا تو اس پر بھی مواخذہ ہوگا لیکن اگر صبر کرو گے تو ہمارے انعامات کے مستحق ہو گے۔

گناہوں کے شکار:

اس زمانے میں قدم قدم پر گناہوں کے شکار ملتے ہیں، بینک اور انشورنس کی ملازمت، ناجائز تجارت، رشوت اور سود وغیرہ یہ شکار نظر آتے ہیں لیکن دیکھنا اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ان سے بچ جاؤ یہ ہماری طرف سے امتحان ہے اگر نہ بچے تو آخرت میں عذاب ہی عذاب ہے۔ ایسے ہی جہاں جاؤ ننگی تصویریں نظر آتی ہیں، جس طرف دیکھو گناہ ہی گناہ کے ذرائع میسر ہیں، ہر طرف گناہوں کے طوفان اٹھے ہوئے نظر آتے ہیں، شکار آ آ کر انسان کے اوپر زبردستی گرتے ہیں، آگے پیچھے، دائیں بائیں، ہر طرف سے معصیت کے حملے ہی حملے ہیں۔

شیطان نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ مجھے قیامت تک مہلت مل جائے، زندگی مل گئی تو کہنے لگا کہ تیرے بندوں پر آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف سے حملے کروں گا اور ان کو بہکاؤں گا۔ کہیں تصویریں لگ رہی ہیں، کہیں گانے ہو رہے ہیں، کہیں ناجائز

مال مل رہا ہے، کہیں ٹی وی دکھایا جا رہا ہے، جدھر نکلیں نیم عریاں عورتیں سامنے ہیں، ہر طرف سے گناہوں کی یلغار ہے۔ یہ سوچنا چاہیے کہ اس شکار سے کھیلنا بلکہ اس کی طرف دیکھنا بھی ناجائز ہے اس شکار سے تو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے:

وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ o (۵-۹۵)

اگر ایسا شکار کیا تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی ذات غالب ہے انتقام لینے والی ہے۔

۴ بنی اسرائیل کی مچھلیاں:

وَسْـئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ م اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لا لَا تَاْتِيْهِمْ ج كَذٰلِكَ ج نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ o (۷-۱۶۳)

فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کا امتحان لیا کہ ان کو ہفتے کے دن مچھلیوں کا شکار کرنے سے روکا گیا اس روز مچھلیاں پانی کے اوپر تیرنے لگتیں اور جہاں ہفتے کا دن ختم ہوا سب مچھلیاں غائب۔

انہوں نے یہ حیلہ کیا کہ نہر کے قریب تالاب کھود لیے یوم السبت (ہفتہ) کو مچھلیاں تالاب میں داخل ہو جاتیں تو تالاب کے منہ پر بند لگا دیتے اور یوم الاحد (اتوار) کو مچھلیاں پکڑ لیتے۔

آج کے بنی اسرائیل:

آج کے مسلمان کی حالت بھی یہی ہے کہ اگر شریعت کے مطابق کام کرتے ہیں تو مال منصب اور عزت سے محروم ہوتے ہیں اور جہاں شریعت کے خلاف کام کیا مال، عزت اور منصب سامنے آ جاتے ہیں اس لیے بیمہ کمپنیاں اور سود خور لوگ تاویلات کے ذریعہ اس حرام کو حلال ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ

بنی اسرائیل جیسا امتحان لے رہے ہیں۔ اگر آج محرمات سے بچ گئے اور کوئی حیلہ سازی نہ کی تو بہت بڑا اجہاد ہوگا اور اگر اس امتحان میں ناکام رہے تو اللہ تعالیٰ کے قہر سے ڈریں کہیں بنی اسرائیل کی طرح بندر نہ بنا دیئے جائیں۔

۵ حضرت یوسف علیہ السلام کا مراقبہ:

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب زلیخا نے گناہ کی دعوت دی تو فرمایا:

اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ (۱۲-۲۳)

میرے رب کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں اتنے بڑے محسن کی نافرمانی میں کیسے کرسکتا ہوں، دنیا میں کوئی ایک گلاس پانی پلادے تو اس کا شکریہ بار بار اداء کیا جاتا ہے مگر وہ ذات جس نے وجود دیا، زندگی دی، جس نے بولنے اور سننے کی قوت دی، چلنے پھرنے کی طاقت دی، اور طرح طرح کے انعامات سے نوازا، ایسے مالک کی نافرمانی کرتے ہوئے شرم کیوں نہیں آتی؟

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ (۱۲-۲۴)

یعنی آپ نے ہماری قدرت قاہرہ کا مراقبہ کیا جس کی بدولت ہم نے آپ کو گناہوں سے بچالیا۔

۶ حضرت یوسف علیہ السلام کی بلند ہمتی:

حضرت یوسف علیہ السلام گناہ سے بچنے کے لیے دروازے کی طرف بھاگے، دیکھ رہے ہیں کہ دروازے سب مقفل ہیں، بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں، اس کے باوجود ہمت سے کام لیا اور جہاں تک بھاگ سکتے تھے بھاگے تو اللہ تعالیٰ نے دروازہ کھول دیا۔

۷ حضرت یوسف علیہ السلام کی مزید ہمت:

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب زلیخا نے مجمع میں قید کی دھمکی دی تو اللہ تعالیٰ سے یوں فریاد کی:

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ (۱۲-۳۳)

اے میرے رب! مجھے قید و بند برداشت کرنا سہل ہے، بنسبت اس کے کہ آپ کی معصیت کروں۔ محبوب کی معصیت سے بچانے والی قید محبوب ہوگئی۔ قید اس لیے محبوب ہے کہ رضائے محبوب کا ذریعہ ہے، اس لیے گناہوں سے بچنے کی خاطر ہر تکلیف اور بڑی سے بڑی مشقت کو بطیب خاطر برداشت کریں۔ ناجائز ذرائع آمدنی کے ترک کرنے سے، ناچ اور گانے بجانے کا مشغلہ چھوڑ دینے سے، ننگی تصویروں سے پرہیز کرنے سے اور اسلام کے مطابق وضع قطع، شکل وصورت اور لباس اختیار کرنے سے اگر بظاہر کچھ تکلیف بھی ہو تو وہ تکلیف بھی محبوب ہے، محبوب کو ناراض کرکے لذت گناہ کی بنسبت یہ تکلیف زیادہ محبوب ہے مسلمانوں جیسی شکل وصورت اور مسلمانوں کا لباس اختیار کرنے پر اگر عیسائی صورت کے شیاطین مذاق اڑائیں تو ان کو یوں جواب دیں ؎

عذل العواذل حول قلبی التائه

وهوی الاحبة منه فی سودائه

محبوب کی محبت میرے قلب کی گہرائیوں میں اس قدر رچی بسی ہے کہ وہاں تک شیاطین کی ملامت کی رسائی ممکن نہیں، غرض یہ کہ اس میں بظاہر تکلیف بھی نظر آئے تو رضائے محبوب کی خاطر اسے خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔

راحت قلب کا اصل سامان:

بظاہر اس لیے کہا کہ حقیقت میں تو گناہ چھوڑنے سے راحت نصیب ہوتی ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ ہمارے دل میں اتنا سکون ہے کہ اگر بادشاہوں کو معلوم

ہو جائے تو وہ اس دولت کو لوٹنے کے لیے اپنے لشکر کے ساتھ حملہ کر دیں۔ حضرت پیرانِ پیر رحمہ اللہ تعالیٰ کو شاہ سنجر نے صوبہ نیمروز بطورِ نذر پیش کرنا چاہا تو فرمایا ۔

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد
گر در دلم رود ہوس ملک سنجرم
آنگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

''میرے دل میں ملک سنجر کی ذرا بھی خواہش ہو تو شاہ سنجر کے تاج کی طرح میرا بخت سیاہ ہو جائے (ان کا تاج سیاہ رنگ کا تھا) میں نے جب ملک نیم شب کی لذت پالی ہے میں صوبہ نیمروز کو ایک جو کے عوض بھی خریدنے کو تیار نہیں۔''

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

دلے دارم جواہر خانہ عشق است تحویلش
کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

''میں ایسا دل رکھتا ہوں کہ اس کی تحویل میں عشق کا جواہر خانہ ہے، کیا میرے جیسا میر سامان دنیا میں اور کسی کے پاس بھی ہے؟''

اس لیے میں نے بتایا کہ ترک گناہ سے بظاہر مصیبت معلوم ہوتی ہے اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح یہ سوچا کریں کہ یا اللہ! آپ کی ناراضی سے بچنے کے لیے قید زیادہ محبوب ہے، یا اللہ! آپ کی ناراضی برداشت نہیں کی جا سکتی، اس لیے وہ قید محبوب ہے جو آپ کی معصیت سے بچنے کا ذریعہ ہو۔

۸ عشق کا کرشمہ:

جب کچھ عورتوں پر زلیخا کا عشق ظاہر ہو گیا اور اس کو ملامت کرنے لگیں تو اس نے

ان کو دعوت پر بلا کر حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت کروائی اور پھر ان سے کہا:

فَذٰلِكُنَّ الَّذِىْ لُمْتُنَّنِىْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ

(۱۲-۳۲)

عشقِ یوسف کا برملا اقرار و اظہار کر کے یہ بھی جتا دیا کہ اس معاملہ میں کسی بڑی سے بڑی ملامت کا اس قلب پر ذرہ برابر بھی کوئی اثر نہیں ہو سکتا، اس سے یہ سبق حاصل کریں کہ جب فانی مخلوق کے عشق کا یہ کرشمہ ہے تو محبوبِ حقیقی کے عشق میں کسی کی ملامت کا کیا اثر ہو سکتا ہے؟ یہ شعر پڑھا کریں۔

عذل العواذل حول قلبی التائہ
وھوی الاحبۃ منہ فی سودائہ

عورتوں کی ملامت بہت سخت ہوتی ہے اس لیے شاعر نے "عواذل" کہا جس کے معنی ہیں "ملامت کرنے والی عورتیں" شاعر کہتا ہے کہ ملامت کرنے والیوں کی ملامت میرے دل کے اوپر اوپر ہی چکر کاٹتی رہتی ہے جب کہ محبوب کی محبت دل کی گہرائی میں سیاہ نقطے تک پہنچ چکی ہے اس لیے کوئی بڑی سے بڑی ملامت بھی میرے دل پر کوئی اثر نہیں کر سکتی کیونکہ مقامِ محبت تک ملامت کی رسائی ناممکن ہے۔

حاصل یہ کہ جب بھی کسی گناہ کا موقع پیش آئے تو اس سے بچنے کے لیے یہ سوچ کر ہمت بلند کریں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے، یہ طالوت والی نہر ہے، یہ حرم کا شکار ہے، یہ بنی اسرائیل کی مچھلی ہے، یہ زلیخا ہے، بس یہ سوچ کر صبر کر لیں اور ہمت سے کام لیں۔ ہمت کے ساتھ دوسری چیز دُعاء ہے بغیر دُعاء کے صرف ہمت کام نہیں کرتی جیسا کہ بدون ہمت کے محض دُعاء بے کار ہے۔

۹ حضرت طالوت کا لشکر:

اصحابِ طالوت نے نہر سے پانی نہ پینے میں صبر و ہمت سے کام لیا جس کا قصہ

بتا چکا ہوں۔

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (۲-۲۵۰)

جب جالوت اور ان کے لشکروں سے سامنا ہوا تو صبر واستقامت اور نصرت کی دعائیں مانگنے لگے۔

۱۰ اللہ والوں کا لشکر:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (۳-۱۴۶،۱۴۷)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی معیت میں ان کے اصحاب جب دشمن کے مقابلہ میں نکلتے تو ہمت سے کام لیتے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہنچنے والی بڑی سے بڑی مصیبت کا جوانمردی کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرتے اور ساتھ ہی استغفار اور ثبات قدم ونصرت کی دعائیں بھی کرتے رہتے تھے۔

مقام جہاد:

غور کریں کہ آج ہم شب وروز نفس وشیطان کے لشکروں، بے دین ماحول اور بدترین معاشرے کی فوجوں کے ساتھ برسرپیکار ہیں، یہ بہت بڑا جہاد ہے، کفار کے ساتھ جہاد سے بھی اصل مقصد حفاظت دین ہے لہذا یہ سوچا کریں کہ ہم ہر وقت بہت بڑے جہاد میں مشغول ہیں۔ شیاطین جن وانس کے لشکروں کے ساتھ سخت مقابلہ ہو رہا ہے۔ اس لیے طالوت اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے اصحاب کی طرح صبر اور ہمت

سے کام لیں، دین کی راہ میں پہنچنے والی ہر تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں اور اس کے ساتھ استغفار کا سلسلہ بھی جاری رہے۔

دُعاء کی اہمیت:

حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ سے بچنے کے لیے اپنے رب کریم کے احسانات عظیمہ اور قدرت قاہرہ کا مراقبہ کیا پھر زبان سے اس کا تذکرہ کرکے زلیخا کو بھی اس کی تبلیغ کی پھر اس قدر ہمت سے کام لیا کہ سب دروازے مقفل ہیں کہیں راہِ فرار نظر نہیں آتی مگر بلا سوچے سمجھے بھاگتے ہیں۔

گرچہ رخنہ نیست عالم راپدید
خیرہ یوسف وار می باید دوید

کوئی راستہ نظر نہ آئے تاہم جو کچھ اپنے اختیار میں ہے ضرور کرے، ہمت نہ ہارے۔ یوسف علیہ السلام کی اس ہمت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے، دروازے ازخود کھل جاتے ہیں اور خود زلیخا کے خاندان کا ایک معصوم بچہ آپ کی عصمت پر شہادت دیتا ہے۔ اس کے بعد مزید ہمت دیکھیے کہ جیل کو کس خندہ پیشانی سے قبول فرمایا، اور اس بے مثال اور عظیم الشان ہمت کے ساتھ دُعاء بھی کر رہے ہیں:

وَاِلَّا تَصۡرِفۡ عَنِّیۡ كَيۡدَهُنَّ اَصۡبُ اِلَيۡهِنَّ وَاَكُنۡ مِّنَ الۡجٰهِلِيۡنَ٥

(۱۲-۳۳)

یا اللہ! اگر تو نے دستگیری نہ فرمائی تو میں تباہ ہو جاؤں گا، دیکھیے ایسے اضطرار کے وقت دُعاء بھی کتنی جلدی قبول ہوتی ہے، فرماتے ہیں:

فَاسۡتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنۡهُ كَيۡدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ٥

(۱۲-۳۴)

اللہ تعالیٰ کی رحمت نے فوراً دستگیری فرمائی۔ عربی میں حرف ’’ف‘‘ فوراً کے لیے آتا

ب۔ اسی طرح حضرت طالوت کے قصہ میں فرمایا:

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ (۲-۲۵۱)

اللہ تعالیٰ نے ان کی فوراً نصرت کی اور ان کو دشمن پر غلبہ عطاء فرمایا۔ اسی طرح اصحاب انبیاء علیہم السلام کی دعا بھی فوراً قبول فرمائی۔

فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (۳-۴۸)

فوراً ان کو دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرمائی اور اپنی محبوبیت کا تمغہ عطاء فرمایا۔ جسے اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لے اور اس کی محبوبیت کا اعلان کرے اس سے بڑھ کر کیا کرامت ہو سکتی ہے۔ غرضیکہ گناہوں سے بچنے کے لیے ان واقعات کو سامنے رکھ کر ہمت اور دعاء سے کام لیجیے، بوقت دعاء اللہ تعالیٰ کی اس دستگیری اور شان قبولیت کا استحضار کیجیے بلکہ اللہ تعالیٰ کو ان واقعات میں ان کی دستگیری اور فوراً قبولیت کا واسطہ دے کر پکاریئے۔ ذرا تجربہ کیجیے اور ان کی شان کرم کا کرشمہ دیکھیے ؎

چوں برآرند از پریشانی حنین
عرش لرزد از انین المذنبین
ایں چنیں لرزد کہ مادر بر ولد
دست شاں گیرد ببالا می کشد

"نالۂ گنہگار پر اللہ تعالیٰ کا عرش عظیم اس طرح کانپ اٹھتا ہے جیسے ماں اپنے بچے کے رونے پر، اور فوراً اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو قرب خاص سے نوازتا ہے۔"

غرضیکہ ہمت اور دعاء گناہوں سے بچانے والی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ یہ دونوں پہیے ضروری ہیں، ایک پہیے سے گاڑی نہیں چلتی بلکہ تیز رفتاری کے لیے ایک تیسری چیز

بھاپ بھی ضروری ہے اور وہ ہے کسی اللہ والے کی صحبت، اس کی برکت سے ہمت بلند ہوتی ہے اور دعاء جلد قبول ہوتی ہے۔

ترکِ معاصی فضلِ الٰہی:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ (۱۲-۵۳)

حضرت یوسف علیہ السلام اتنے بڑے ابتلاء میں کامیابی کو اپنا کمال نہیں سمجھتے بلکہ اس کو اپنے رب کریم کی رحمت قرار دے رہے ہیں۔ اس میں یہ تعلیم ہے کہ گناہ سے بچنے کی توفیق ہو جائے تو اس میں اپنے کمال کا وہم تک بھی نہ آنے دے بلکہ محض رب کریم کی دستگیری سمجھے۔

اپنا کمال سمجھنے کی صورت میں اس نعمت کے سلب ہو جانے اور بدترین گناہوں میں مبتلا ہو جانے کا بہت سخت خطرہ ہے۔

بہت بڑا گناہ:

جس طرح خود گناہوں سے بچنا فرض ہے، اسی طرح حتی المقدور دوسروں کو بچانے کی کوشش کرنا بھی فرض ہے اور اس میں غفلت کرنا بہت بڑا گناہ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دوسروں کو راہِ راست پر لائے بغیر خود دین پر قائم رہنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے، اسی لیے اس فرض کو چھوڑنے پر قرآن و حدیث میں دنیا و آخرت کے شدید ترین عذاب کی بہت سخت وعیدیں ہیں، (جن کی تفصیل وعظ ”اللہ کے باغی مسلمان“ میں ہے۔ جامع)

اس وقت صرف ایک آیت بتاتا ہوں:

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ○ (۸-۲۵)

”اور تم ایسے وبال سے بچو جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہیں ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے

والے ہیں۔"

اس لیے دنیا سے فسق وفجور مٹانے کی ہر ممکن کوشش میں لگے رہنا فرض ہے، نرمی سے کام نہ چلے تو حسبِ استطاعت قوت کا استعمال کرنا فرض ہے، مسلح جہاد کے بغیر تبلیغ مکمل نہیں ہو سکتی۔ (اس کی تفصیل رسالہ مسلح جہاد میں ہے۔ جامع)

اللہ تعالیٰ سب کو ہر قسم کے گناہوں سے بچنے، دوسروں کو بچانے اور اپنی راہ میں مسلح جہاد کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں، دلوں میں اپنا خوف اتنا پیدا فرمادیں جو گناہوں کو یکسر چھڑوا دے، اپنا تعلق اور محبت اتنی پیدا فرمادیں کہ گناہ کے تصور سے بھی شرم آنے لگے۔ یا اللہ! تو نفس وشیطان، بے دین ماحول اور گندے معاشرہ کے مقابلہ میں طالوت کے سپاہیوں جیسی، اصحاب انبیاء علیہم السلام جیسی اور حضرت یوسف علیہ السلام جیسی ہمت اور ان جیسا غلبہ عطاء فرما ان کی طرح دستگیری فرما۔ یا اللہ! ہم ان سے زیادہ کمزور ہیں اور دشمن ان کے دشمنوں سے تعداد اور طاقت میں بھی کئی گنا زیادہ ہیں اس لیے ہم ان سے بھی زیادہ تیری دستگیری کے محتاج ہیں۔ یا اللہ! تو ہماری حالت پر رحم فرما اور ہماری مدد فرما۔

وصل اللّٰهم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد
وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰہ رب العالمین.